کامروپ کی کہانی

اندرا گوسوامی

ترجمہ: تنویر اقبال

مشعل

کامروپ کی کہانی

اندرا گوسوامی

ترجمہ: تنویر اقبال

مشعل بکس

آر۔بی۔۵، سیکنڈ فلور،

عوامی کمپلیکس، عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور۔54600، پاکستان

MashalBooks.org

بھنور کے پیچ

اندرا گوسوامی

ترجمہ: تنویر اقبال

کاپی رائٹ اردو (c) 2003 مشعل بکس
کاپی رائٹ (c) ڈاکٹر اندرا گوسوامی

ناشر: مشعل بکس
آر۔بی۔۵، سیکنڈ فلور،
عوامی کمپلیکس، عثمان بلاک، نیو گارڈن ٹاؤن، لاہور۔54600، پاکستان
فون وفیکس 042-35866859
E-mail: mashbks@brain.net.pk
http://www.mashalbooks.org

MashalBooks.org

تنویر اقبال

ابتدائیہ

آسام بھارت کا انتہائی مشرقی صوبہ ہے، جس کی سرحدیں برما سے ملتی ہیں۔ دریائے جگالیہ کے شمالی اور جنوبی کناروں کے ساتھ پھیلی ہوئی سرسبز و شاداب وادی۔ کام روپ۔ اسی آسام کا ایک سرحدی ضلع ہے۔ یہی سرحدی وادی ہمارے زیرِنظر ناول کا لینڈ سکیپ ہے۔ دراصل اسے وہاں کے جاگیردار گزوسان خاندان کی آزادی سے قبل کے تیس سالہ دور کی داستان کہا جانا چاہیے۔ تقریباً ساڑھے تین سو سال پہلے آسام کے اہوم بادشاہوں نے گوسان خاندان کے بانی کو، اس کی دھرم سے گہری جذباتی وابستگی سے متاثر ہو کر، کام روپ کا علاقہ دان کر دیا تھا۔ بعد میں آسام کے مسلمان نوابوں نے بھی ان کی سرپرستی کی انہیں ادھیکار کہا جاتا تھا۔ اور یہ لوگ مذہبی پیشوا ہونے کے ساتھ ساتھ، اپنے علاقے کے سیاسی، سماجی اور معاشی معاملات پر مکمل حاوی تھے۔ انگریزوں نے چونکہ برصغیر میں سب سے پہلے بنگال پر قبضہ کیا تھا اس لئے ان کا اثر و رسوخ، عیسائی مشزیوں کے روپ میں، ابتدائی زمانے ہی میں آسام تک پہنچ گیا تھا۔ تاہم ویشنوی دھرم کی جڑیں بہت گہری ہونے کی وجہ سے انہیں وہاں خاطر خواہ کامیابی حاصل نہ ہوئی۔ جنرل جنکنز کے دور میں، برطانوی حکومت کی زرعی زمین سے متعلق قوانین میں کی گئی تبدیلیوں نے گوسان جاگیرداروں کو پہلا جھٹکا لگایا۔ بیسویں صدی کے تیسرے عشرے میں کمیونسٹ تحریک نے آسام کی صدیوں پرانی روایات اور رسوم و رواج کو ہلا کر رکھ دیا۔ غیر حاضر جاگیرداروں کے

MashalBooks.org

خلاف بغاوت ہونے لگی آزادی کے فوراً بعد ہونے والی زرعی اصلاحات نے اس قدیم مقامی حکومت کے نظام کو ختم ہی کر ڈالا۔

یہ کہانی انہی جاگیرداروں ادھیکاروں کے آخری دور سے عبارت ہے۔ ان کی بے چارگی کس مپرسی اور مفلوک الحالی کے ساتھ ساتھ فلیش بیک میں انکی عظمت رفتہ اور جاہ و جلال کی کہانی بھی سنائی جاتی ہے۔اس ناول کا بنیادی کردار اندر ناتھ ،ایک نوجوان گوسان اپنی جدید طرز فکر، روشن خیالی اور انسان دوستی کے باوجود، اپنی ہی زمینوں پر، اپنے مزارعوں کے ہاتھوں مارا جاتا ہے۔

گوسان جاگیردار اپنی شان وشوکت کے اظہار کے لئے' عموماً ہاتھیوں کو استعمال کرتے تھے۔ان کا اپنا ذاتی ہاتھی باڑہ ہوا کرتا تھا، جہاں ہاتھیوں کی دیکھ بھال اور تربیت کی جاتی تھی ۔انہی پالتو ہاتھیوں کے ذریعے جنگلی ہاتھیوں کو پکڑا بھی جاتا تھا۔ آسام کی حکومت یا بیرونی راجواڑے ،ان کے بہترین خریدار ہوا کرتے تھے۔ جنگلات کی لکڑی اور دوسرے وزنی سامان کی نقل وحمل میں بھی ہاتھی سے باربرداری کا کام لیا جاتا تھا۔ گوسان کے ہاتھی' جگن ناتھ کا پاگل ہو جانا یا اندر ناتھ کا اپنی خواہش کے برعکس ،ایک دیمک زدہ ہودے پر بیٹھ کر ؟ کی شورش زدہ زمین پر جانا، دراصل گوسان کی مقامی حکومت کے زوال کی علامت ہے۔

مل رائے ہمفرے، گامان، اور مارک۔۔۔مختلف مغربی کردار اپنی انسان دوستی اور مثبت رویوں کے حوالے سے سامنے آتے ہیں۔ مقامی سیاسی سماجی ماحول کے برعکس مصنف لاشعوری طور پر مغربی مذہبی اقدار سے خاصا متاثر نظر آتا ہے۔ یسوع مسیح کے اقوال بھی، موقع کی مناسبت سے نقل ہوئے ہیں۔ بادی النظر میں یوں لگتا ہے کہ مرکزی کردار اندر ناتھ ۔ مزارعوں پر فوج کشی کرنے کی بجائے مغلوب ہونے کے لئے خود کو ان کے حوالے کر دیتا ہے۔ وہ ان سے انتقام لینے کی بجائے ،انہیں زمین کی ملکیت کا انعام دینے کے لئے، ان تک جانا چاہتا ہے اور یہ رویہ عمومی جاگیردارانہ رویوں کے بالکل برعکس ہے۔

گوسان بیواؤں پر مسلط ان کہی ابتلاؤ ں اور مصائب کا ہجوم اور تباہ کن معاشرتی پابندیوں کا نظر نہ آنے والا بوجھ، کہانی کا ایک خوبصورت مگر انتہائی کربناک رخ ہے۔

درگا،سارو گوسائی اور گری بالا............تین گوسان بیوائیں ہیں ۔وہ کس عمر میں ہیں ،ان کی مشکلات اور پریشانیاں کیا ہیں،ان کے ذہنی اور عملی رویوں میں کیا اختلاف ہے............ان سب معاملات سے قطع نظر سماج انہیں ایک ہی لاٹھی سے ہانکتا ہے۔سسرال ہو یا میکہ،زندگی ان کے لئے ایک جیسی ہے۔سماج انہیں زندہ رہنے کا حق دیتا ہے مگر یہ زندگی محرومیوں کی طویل زنجیروں میں جکڑی موت سے بھی کہیں بدتر لگتی ہے۔ بالا،نوجوان نسل کی نمائندہ ہونے کے ناطے ان زنجیروں کو توڑنے کی کوشش کرتی ہے۔ایک مغربی محقق مارک کی تحقیق وتلاش میں معاونت کرتے کرتے قدیم علمی ، مذہبی اور تاریخی قلمی مسودوں کی تلاش کے دوران وہ اس کی محبت میں گرفتار ہو جاتی ہے۔نتیجتاً،اپنی پرائسچت کی رسم ادا کرتے ہوئے،وہ زندہ لاش بننے کے بجائے آگ میں جل کر مرنے کو ترجیح دیتی ہے مستقبل کا ادھیکار،اس کا اپنا بھائی اندرناتھ،ان رسوم ورواج اور مذہبی قیود سے نفرت کے باوجود،خود کو بے بس ولاچار محسوس کرتا ہے۔

اس داستان کا اصل حسن،اس کے اہم کرداروں میں تبدیلی اور بہتری کی خواہش کا بدرجہ اتم موجود ہونا اور اس خواہش کو عملی صورت دینے کیلئے، کچھ نہ کچھ کرتے جانے کی کوشش میں نظر آتا ہے۔مصنف نے سماجی اونچ نیچ اور کرداروں کے باہمی تضادات کے ساتھ،ان کی متضاد داخلی کیفیات کی انتہائی سادہ مگر فنکارانہ عکاسی کی ہے۔

بھارتی سماج کی ذات پات پر مبنی تقسیم اس علاقے میں بھی اسی طرح پوری شدت سے اپنے پنجے گاڑے دکھائی دیتی ہے۔غربت، جہالت، اوہام پرستی کے ساتھ ساتھ زیر نظر دور میں یہ علاقہ افیم کی لعنت کا بھی بری طرح شکار ہے۔ ہر گھر میں افیم کے ڈوڈے جلنے اور بھننے کی خوشبو چولہوں سے اٹھتا گاڑھا خاکستری دھواں،افیمیوں کے کھانسنے اور کھنکارنے کی آوازیں،مردوں کی روزمرہ کام کاج سے نفرت اور علیحدگی، مفلسی اور بھوک کا راج......اس علاقے کی خوبصورتی اور زرخیزی کو گھن لگا دیتے ہیں۔ برطانوی حکام، مسیحی مشنری گروہوں اور آزادی کے بعد کانگریس کے رضاکاروں کے ذریعے،اس لعنت کی بیخ کنی کی جدوجہد بھی خاصی اثر انگیز ہے۔

آزادی کی نصف صدی گذر چکی' وادیٔ کام روپ میں بہت سی تبدیلیاں آئیں ادھیکار گوسان داستان پارینہ بن گئے۔ بہت سے سکول، کالج بلکہ گوہاٹی میں یورنیورسٹی تک قائم ہو گئی۔ نئی نسل علم کے زیور سے آراستہ بھی ہو رہی ہے۔ ذات پات کے قلعے ٹوٹ رہے ہیں برہمن اور شودر لڑکے لڑکیاں بلا امتیاز گھل مل رہے ہیں، جاگیریں صفحۂ ہستی سے مٹ گئیں مگر غربت اور مفلسی کا عفریت آج بھی اس علاقے میں ماضی کی طرح ہی دندناتا پھر رہا ہے۔ اور نہ جانے کب تک دندناتا رہے گا؟

تنویر اقبال

لاہور

MashalBooks.org

باب ا

تاش کی بازی جمی ہوئی تھی۔ جواری حسب معمول کھیل میں مگن تھے‘ اندر ناتھ کھڑا ہو جانے کے باوجود کھلاڑیوں سے اپنی توجہ ہٹا نہیں پا رہا تھا۔ ماحول میں سکون اور خاموشی کا راج تھا۔ کبھی کبھی کسی بیل گاڑی کے چلنے کی آواز فضا میں ہلکا سا ارتعاش پیدا کر دیتی اور پھر وہی سکوت ...... گھروں میں موجود لوڈو کی شوقین عورتیں بھی اپنے کھیل سے فارغ ہو کر سونے کی تیاریوں میں تھیں۔

بونی بٹ کے جانے پہچانے بیوپاری بولورام نے اندر ناتھ کو چوپال سے اٹھتے دیکھا تو اس کا ہاتھ تھام لیا۔ ’’اتنی جلدی کہاں چل دیئے جناب آج تو پورن ماشی ہے۔‘‘

اندر ناتھ نے بانس سے بنی تپائی پر رکھی لالٹین کی جانب نظر ڈالی۔ چاند کی بھرپور روشنی میں لالٹین کی لو اسے کچھ زیادہ ہی پیلاہٹ زدہ لگی۔ پھولوں کی بھینی بھینی خوشبو البتہ ہوا میں رچی ہوئی تھی۔ اندر ناتھ بیٹھ گیا اور کھیل پھر شروع ہو گیا۔ بنسی گوپال یاترا کا ایک اداکار اور رانی کے ہاتھی محل کا ایک سرکردہ کارندہ بھی کھیل میں شریک تھے۔

کام روپ کے اس جنوبی حصے کے نامی گرامی لوگوں کے لئے بولورام کے اس اڈے میں خاصی کشش پائی جاتی تھی۔ فارغ وقت میں یہاں آ کر تاش سے دل بہلانا یا جوا کھیلنا‘ ایک روایت بن گیا تھا۔ مختلف سرکسوں اور تھیٹرز کے فنکار یہاں جمع ہوا کرتے تھے۔ ایک دوسرے کے اداکاروں اور کارندوں کو اڑا لے جانے کی سازشیں‘ مخالفوں کو نیچا دکھانے کے منصوبے اور اسی طرح کے مختلف حربے اور تانے بانے یہیں تشکیل پاتے۔ بعض اوقات لڑائی جھگڑے شروع ہوتے تو سر پھٹول اور خون ریزی کی نوبت تک آ جاتی۔

ماحول پر چھائی تیرہ شبی میں کبھی کبھی انتہائی لاغر اور مدقوق چہرے اچانک نظروں کے

سامنے نمودار ہوتے اور تاش کھیلتے کھلاڑیوں کے پیروں سے لپٹ جاتے۔ یہ افیمی کبھی خاصے سیدھے سادھے دیہاتی کاشتکار ہوا کرتے تھے مگر اب ان کی حالت دیدنی تھی۔ نشے نے انہیں توڑ پھوڑ کر رکھ دیا تھا۔لرزتے بدن اور گھگھیاتے لہجے میں بھیک مانگتے دیکھ کر دیکھنے والا بھی لرز اٹھے۔ جب تک ان کے ہاتھ پر کبھی کچھ رکھ نہ دیا جائے ان سے جان چھڑانا ناممکن تھا۔

اندر ناتھ علاقے کا متوقع ادھیکار ہونے کے ناطے انتہائی قابل احترام اور معزز شخصیت سمجھا جاتا تھا۔طویل قد' کسرتی جسم' سر پر گھنے گھنگھریالے بال' وجاہت کا شاندار نمونہ' رنگ روپ ان انگریز فارسٹ افسروں جیسا' جو کبھی یہاں براجمان ہوا کرتے تھے۔اس کی غصیلی طبیعت کا بڑا شہرہ تھا اور لوگ اس سے خوف زدہ رہتے تھے۔ جھوٹ بولنے والے کو وہ کبھی معاف نہیں کرتا تھا۔ گوسین کی حویلی کے سامنے بلائی گئی مقامی پنچائیت میں اگر کوئی شخص قصوروار ثابت ہو جاتا تو اس کی شامت آ جاتی۔ اندر ناتھ ہاتھ میں کوڑا لئے اٹھ کھڑا ہوتا اور اس بے رحمی سے اس کی پٹائی کرتا کہ وہ اپنے پیروں پر چل کر واپس نہ جا سکتا۔

تاہم غریبوں کا وہ دوست تھا۔عملاً وہ ان کیلئے ابھی کچھ نہیں کر سکتا تھا کیونکہ ادھیکار ابھی اس کا باپ تھا۔اسے اپنی اکلوتی بہن سے بہت محبت تھی۔اس کے شوہر کی ناگہانی موت نے اندر ناتھ کے غیض وغضب پر گویا پانی ڈال دیا۔

اندر ناتھ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ بولورام نے اس کے چہرے پر نظر ڈالی اور سمجھ گیا کہ اسے مزید روکنا ممکن نہیں ہوگا۔ دوسرے کھلاڑی بھی احتراماً اپنی اپنی جگہ کھڑے ہو گئے۔ بولورام نے پنکھا جھلنے والے خدمت گاروں کو اونچی آواز سے اپنی طرف متوجہ کیا۔

''اے!تم دونوں کو گوسین کے ساتھ جانا ہے لیکن پہلے ان کی سائیکل کو صاف ستھرا کرو۔''

اندر ناتھ نے اپنی قمیض کی جیب سے ساگوانی پائپ نکالا' منہ سے لگایا اور جلا لیا۔ پائپ کا کش لیتے ہوئے اس نے سائیکل سنبھالی اور آہستگی سے گھر کی جانب روانہ ہو گیا۔

رات پرسکون اور خوشگوار تھی۔ چاند بانس کے بلند وبالا درختوں کے پتوں سے آنکھ مچولی کھیل رہا تھا۔اندر ناتھ کو یوں محسوس ہوا جیسے چاند کوئی سنہری مچھلی ہے جو بانس کے پتوں کے جال میں پھنسنے سے بچنے کی کوشش میں ہے۔ میٹھے سروں میں گنگناتا ہوا کوئی پرندہ اس کے سر کے عین اوپر سے گزرتا ہوا چلا گیا۔ جگالی دریا کی بہتی لہروں کی آواز اس کے کانوں میں کنواری لڑکیوں کے ریشمی لباس کی سرسراہٹوں کی طرح سرگوشیاں کرنے لگی۔ اڑتے

پرندے کی گنگناہٹ میں سوز کا شائبہ بھی اسے محسوس ہوا' کبھی اس چہکار میں کتنا لطف اور سکون ہوا کرتا تھا۔

دکھ کا یہ احساس' یہ عجیب سا خیال اسی وقت اس کے ذہن میں رینگتا جب وہ سڑک کے اس تنہا حصے سے گزر رہا ہوتا۔ کسی اور وقت اس کے اندر کوئی بے چینی پیدا نہیں ہوتی تھی۔

دریائے جگالی پر بنے ہوئے لکڑی کے پل پر پہنچتے ہی اندرناتھ نے سائیکل ریلنگ کے ساتھ لگا دی اور خود بھی کھڑا ہو گیا۔ دائیں جانب گھنا جنگل نظر آ رہا تھا۔ ایک تنگ سا راستہ کھائی ماری کی طرف جاتا تھا۔ برہرامدد کے باشندوں نے یہ افواہ پھیلا رکھی تھی کہ کسی بھوت کو یہ گھنا جنگل بے پناہ پسند ہے اور وہ بسا اوقات لکڑی کے پل تک آتا جاتا رہتا ہے۔ بعض لوگوں کا کہنا تھا کہ وہ گزشتہ ایک مہینے سے پل پر ہی منڈلا رہا ہے۔ رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی' اندرناتھ نے ادھر ادھر نظریں دوڑا کر بھوت کے اس ہیولے کو دیکھنے کی کوشش کی۔ اس نے یہ بھی سنا تھا کہ منڈی لگنے والے دن وہ بھوت کچھ مچھیرنوں کے کپڑے بھی لے بھاگا تھا' ان کے ساتھی وہاں سے گزرنے والے مچھیرے بری طرح حواس باختہ ہو کر رہ گئے تھے۔ اندرناتھ منہ ہی منہ میں بڑبڑایا۔ ''بے چارے! یہ بھی نہیں بتا سکتے کہ وہ تھا کیسا!'' بعض کا کہنا تھا کہ وہ دیہاتی افیمیوں کی شکل وصورت کا تھا' کچھ کا خیال تھا کہ وہ ہیضے کا مریض لگ رہا تھا۔

ہاتھیوں کے گوبر کی بو اس کی ناک سے ٹکرائی۔ ہاتھیوں کا باڑہ یہیں قریب ہی واقع تھا۔ ہاتھیوں کے کانوں کی پھڑپھڑاہٹ بھی اس کی سماعت سے ٹکرا رہی تھی۔ وہ اپنی جیب میں کچھ ٹٹولنے لگا۔ ہاتھ باہر نکلا تو اس میں ماچس اور کیونڈر سگریٹ کی ڈبی تھمی تھی۔ سگریٹ سلگاتے ہوئے وہ اپنے پرانے دوست بلورام کے بارے میں سوچنے لگا۔ یہ سگریٹ کی ڈبیا اور ماچس اسی نے اندر کی لاعلمی میں اس کی جیب میں ڈالیں تھیں۔ بلورام نے پلاس باری ہائی اسکول میں سکالرشپ لیا تھا۔ وہ سکالرشپ گل مل صاحب کی جانب سے اسے ملا تھا اور پھر قسمت اس پر مہربان ہو گئی تھی۔ اب تو وہ پیسوں میں کھیلتا ہے۔ باردوا کے چائے کے باغات میں آنے والے فرنگی سگریٹ اور ماچس کی ڈبیاں اسے تحفے میں پیش کرتے ہیں۔

اندرناتھ نے اپنی سائیکل اٹھائی اور اسے آہستہ آہستہ چلاتا ہوا سترا (Saltra) کی جانب چل پڑا۔ پگڈنڈی پر چلتے ہوئے سائیکل کے پہیوں سے چوں چوں کی مسلسل آواز

سے یوں لگ رہا تھا جیسے کوئی چکی چل رہی ہے۔

دبا کر بھگوتی کے مکان کے پاس سے وہ؟ میں جانے کیلئے بائیں جانب مڑا۔ دبا کر جنگ کے زمانے میں فوجی بیس کیمپ کا ٹھیکیدار ہوا کرتا تھا۔ وہ آرمی کو کبوتر بطخیں اور چاول سپلائی کرتا تھا۔ حبشی فوجیوں کی آرجار کے دوران ان کے بوٹوں کی دھمک کے ہاتھوں' ستر کے مکین کافی عرصہ رتجگے اور بے خوابی کا شکار رہے تھے۔ ان دنوں پختہ چھتوں کے بجائے چھت لوہے کی چادروں کی ہوتی تھی۔ اندرناتھ کو یاد آیا کہ دبا کر فوجیوں کو ایک عجیب وغریب اور بے ہودہ چیز بھی مہیا کرتا تھا اور وہ تھی جونکیں۔ جی ہاں جونکیں۔ وہ دونوکروں کے ساتھ دریا کے اس کنارے پر جایا کرتا جہاں ہاتھی نہایا کرتے تھے۔ ہاتھی نہا کر باہر نکلتے تو ان کے جسم پر لاتعداد جونکیں چمٹی ہوتی تھیں۔ وہ اپنے کارندوں کے ساتھ انہیں ان کے جسم سے صاف کر کے بانس کی ٹوکریوں میں اکٹھا کرتا اور حبشی سپاہیوں کو بیچ دیتا۔ اس طرح اس نے بڑا پیسہ بنایا۔ مہاوتوں سے اس نے بڑی بنا کر رکھی ہوئی تھی۔ فرنگیوں کے پاس سے آنے والی ڈبوں میں بند خوراک' خشک گوشت کے پارچے اور دوسری ہلکی پھلکی چیزیں وہ ان میں تقسیم کر دیا کرتا تھا۔ اردگرد کے علاقے میں اس کا نام ''بھگوتی جونک'' مشہور ہو گیا تھا لیکن یہ سب گئے دنوں کی بات تھی۔ اب تو اس کے گھر کی چھت کسی اونٹ کی کھال سے مشابہ لگتی تھی۔

بوسیدہ دیواریں' اندر اور باہر شکستگی اور ویرانی کا راج۔ عجیب اداسی اور بے رونقی نظر آتی۔ کہتے ہیں کوچ بہار کے افیم کے کسی تاجر سے اس کا ملنا قیامت ہو گیا اور تباہی و بربادی نے اس کا گھر دیکھ لیا۔ وہ شخص ملکیر کی پہاڑی ڈھلانوں پر پوست کی کاشت کیا کرتا تھا۔ انہوں نے کاروباری شراکت کی تو سرکاری پرمٹ کے تحت افیون کی مقامی کھپت میں زبردست کمی ہونے لگی۔ کہاں دو من افیون بکتی تھی اور کہاں اس کی فروخت بمشکل دس سیر رہ گئی۔ افیون پر سرکاری آمدنی کم ہوئی تو ایکسائز والوں کو شبہ ہوا۔ تفتیش ہوئی تو بھگوتی پکڑا گیا۔ افیون کے دھندے میں ایسے واقعات ہوتے ہی رہتے تھے سرکاری بجٹ میں آمدنی کے لحاظ سے افیون کا نمبر دوسرا تھا۔ چند سال پہلے تک اس کے لائسنس کھلے عام مل جاتے تھے۔ لوگ ہر میل' ڈیڑھ میل بعد افیون کی دکان کھول سکتے تھے۔ کہتے ہیں ان دنوں آسام کی افیون رنگون کی مارکیٹوں میں بھری نظر آتی تھی...... اندرناتھ کی نظر گھر کے عقبی برآمدے پر پڑی' وہاں جھاڑ جھنکار کا ڈھیر نظر آ رہا تھا۔ کچھ عرصے پہلے کا وہ منظر اس کی نگاہوں میں گھوم گیا۔ جب جونکرم

MashalBooks.org

اس کے باپ ادھیکار کے پیروں میں پڑا' گڑگڑا کر التجا کر رہا تھا کہ وہ اسے ایکسائز والوں کے چنگل سے بچالے۔ اس کے باپ نے گوہاٹی سے انسداد افیون ایکٹ کی کاپی منگوا کر اس کا بغور مطالعہ کیا تھا۔ ایکٹ میں سیکشن 39 کے تحت ایک نیا اضافہ ہوا تھا۔ جو کچھ یوں تھا۔

1898ء کے کرمنل پروسی جر کوڈ کے سیکشن 497 کی دفعات سے قطع نظر' ناقابل ضمانت جرم میں ماخوذ کسی بھی ملزم کو اس ایکٹ کے تحت ...... باقاعدہ نوٹس کے تحت' مقدمے چلائے بنا...... ہرگز ضمانت پر رہا نہیں کیا جائے گا۔ مناسب تفتیش کے بعد جاری کردہ ضمانت کے احکامات میں اس کی واضح وجوہات بیان کی جائیں گی۔

سیکشن 5 میں اور زیادہ وضاحت موجود تھی۔

افیون کی سمگلنگ یا تجارت میں ملوث' کسی بھی شخص کو ثابت ہو جانے کی صورت میں' دو سال کی قید بامشقت اور جرمانے سے کم کی سزا نہیں دی جائے گی۔

گوسان کے گھر کے بیرونی احاطے میں' بھگوتی اپنے ہوش وحواس سے بیگانہ چپ بیٹھا تھا۔ گوسان کے چیلے چانٹے ہاہا کار مچا کر آسمان سر پر اٹھائے ہوئے تھے۔ ان کے نزدیک ایک برہمن کو جیل میں ڈالنا بہت بڑا پاپ تھا اور ایسا ہونے کی صورت میں انسپکٹر کو اپنے گناہ کا زبردست بھگتان کرنا ہوگا۔ دراصل اس علاقے میں کبھی کسی برہمن کو قید کی سزا ہوئی ہی نہیں تھی لیکن انسپکٹر ان فضول باتوں پر کان کیوں دھرتا؟ افیون کے دھندے میں ملوث جتنے مجرم وہ پکڑتا جائے گا اس کی ترقی کے مواقع اتنے ہی بڑھتے جائیں گے۔

بہرحال اندرناتھ کے باپ نے کسی نہ کسی طرح اسے ضمانت پر رہا کرا دیا تھا۔

بھگوتی کے گھر کے شکستہ پیش منظر میں کہیں لالٹین کی روشنی ٹمٹاتی نظر آ رہی تھی۔ اندرناتھ کو اندرونی جانب سے کسی کے کھانسنے کی آواز بھی سنائی دی۔ غالباً کسی کمرے میں افیونچیوں نے اپنا ڈیرہ جما رکھا تھا۔ افیم کے ڈھوڈوں کے جلنے کی بو اور بکھرتا دھواں' اس کی ناک سے ٹکرانے لگا۔ اس احمق آدمی نے افیونچیوں کے اصلاح خانے میں کافی دن گزارے تھے مگر کیا اثر ہوا؟ کچھ بھی نہیں۔ اندرناتھ بل کھاتی سڑک پر سے مڑتے ہوئے ایک گھنے درخت کے پاس سے گزرا۔ اچانک اسے ایک منحنی اور کمزور سی آواز سنائی دی۔ کسی بیمار باز کی باریک چیخ کی مانند!

''چھوٹے آقا! تاش کھیل کر آ رہے ہو؟''

اندرناتھ نے درخت کے تاریک گوشے کی جانب بغور دیکھا تو اسے جھکی کمر اور مدقوق چہرے والا ایک آدمی درخت کے نیچے نیم دراز نظر آیا۔ وہ کوڑھ کا شکار ہوا تو گاؤں والوں نے اسے گاؤں سے باہر لا ڈالا۔ رات کے اس پہر یہاں سے گزرتے ہوئے اس آدمی کی آواز ہمیشہ ہی اندرناتھ کا راستہ روکتی تھی۔ اس کی دھیمی مگر چبھتی ہوئی آواز سیدھی اندرناتھ کے سینے میں اترتی چلی جاتی۔ اس کی کراہتی ہوئی آواز اس سے روزانہ یہی سوال کر رہی ہوتی۔ ''کیا تم اس بیمار اور ناتواں بندے کو معمولی سی چھت بھی ڈال کر نہیں دے سکتے۔ مکھیوں اور مچھروں نے کاٹ کاٹ کر میری جلد کو چھلنی کر دیا ہے۔ میرے جسم پر منڈھی یہ کھال' آہستہ آہستہ ایک روز یونہی ختم ہو جائے گی۔ ایک دن تم دیکھو گے کہ ہڈیوں کا ڈھانچہ کسی بھوت کے سائے کی طرح پڑا ہوگا!''

اندرناتھ نے اپنی جیب میں سے کچھ سکے باہر نکالے اور اس کوڑھی کی جانب پھینک دیئے۔ یہ سکے شاید تاش کے کھیل کے دوران اس کے کسی مرید نے پیر چھوتے ہوئے اس کی نذر کیے تھے۔ ہاتھی کے فضلے کی بو پھر فضا میں سرسراتی محسوس ہوئی۔ اس نے اپنی رفتار اور تیز کر دی۔ سڑک کا دوسرا موڑ مڑتے ہی وہ اپنی حویلی کے گیٹ پر ہوگا۔ چاند کی دھیمی روشنی میں گاؤں کی شکستہ جھونپڑیاں' جنگ کے ہاتھوں تباہ شدہ کسی گاؤں کی تصویر کا تصور دے رہی تھیں۔

گاؤں کے تین سو مکینوں میں سے ڈھائی سے زیادہ لوگ افیون کی لعنت کا شکار ہو گئے تھے۔ اندرناتھ حویلی میں داخل ہوا۔ اس نے سائیکل برآمدے میں کھڑی کی اور کنوئیں کی طرف چل دیا۔ برآمدے کی دوسری جانب اس نے اپنی ماں اور موسی کو اپنا منتظر دیکھا۔ موسی درگا اپنے شوہر کی موت کے بعد سے اسی گھر میں رہ رہی تھی۔ اندر کی ماں کی راتوں کی نیند غائب ہو گئی تھی۔ اس کی اکلوتی بہن کے نوجوان شوہر کے مرنے کے بعد سے ماں اپنی بیوہ بیٹی کے بارے میں ہی سوچتی رہتی۔ وہ اسے واپس اپنے گھر لے آئے یا سسرال میں ہی رہنے دے۔ درگا کا معاملہ اس کے ذہن سے محو نہیں ہوا تھا۔ وہ یہاں آ گئی تو کہیں درگا کی طرح اسے بھی واپس لینے اور جائیداد میں حصہ دینے سے انکار نہ کر دیا جائے۔

وہ ہر رات یونہی اپنے بیٹے کے انتظار میں بیٹھا کرتی اور اس کی پھوپھی اس کا ساتھ دیا کرتی۔ اندرناتھ کے قدموں کی چاپ سنتے ہی وہ دونوں کھڑی ہو گئیں۔ اس کی ماں نے

اسے کھانا دینے کے ارادے سے باورچی خانے کی جانب چلتے چلتے، لمحہ بھر کو رک کر کہا۔ ''دیر سے گھر آنے کی یہ بری عادت کب چھوڑو گے؟ ان دنوں تم زمینوں کی طرف بھی دھیان نہیں دے رہے۔ ادھر مارا بھٹہ (MARA BHUTHA) میں کمیونسٹوں کا زور بڑھتا جا رہا ہے۔ وہ ٹڈی دل کی طرح ہماری ساری زمینیں نگل جائیں گے لیکن تمہیں اس سے کیا؟ انہی فکروں نے تمہارے باپ کی نیندیں حرام کر دی ہیں۔''

اندرناتھ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ درگا بولی۔ ''وہ خوفناک بھوت دوبارہ رات کی تاریکی میں سڑکوں پر دندناتا پھرتا ہے۔ تمہاری ماں بیچاری، حقے کی نے اپنے منہ میں دیئے یہاں تمہارے انتظار میں سوکھتی رہتی ہے۔''

اندرناتھ بھڑک اٹھا۔ ''بڈھی بلیو! تمہیں کس نے کہا ہے کہ انتظار کرو۔ اگر تم لوگ مجھے اسی طرح پریشان کرتے رہے تو میں رات کو گھر آنا ہی چھوڑ دوں گا۔ میرے یہ لفظ یاد رکھنا دونوں عورتیں ہکا بکا، ایک دوسرے کو تکتی رہ گئیں۔

رات کے کھانے سے فارغ ہو کر اندرناتھ ایک چھوٹی سی کھٹولی پر دونوں عورتوں کے پاس ہی بیٹھ گیا۔ اس وقت گوسانی عموماً باورچی خانے کے برابر والے کمرے میں کپڑے تبدیل کرنے چلی جاتی تھی۔ اچھے خاصے نوکروں کے ہوتے بھی، وہ کھانا خود ہی تیار کیا کرتی تھی۔ باورچی خانے میں مصروفیت کے دوران وہ لال رنگ کا مکھالا پہنا کرتی۔ (بلاؤز یا سینڈل اس نے کبھی پہنے، گھر سے باہر اتے ہوئے وہ عموماً ساڑھی پہنا کرتی تھی) ملحقہ کمرے میں کپڑے بدلتے ہوئے وہ حقے کے ایک دو کش بھی لے لیا کرتی لیکن آج وہ برابر والے کمرے میں جانے کے بجائے وہیں بیٹھی اندرناتھ سے باتیں کرنے لگی۔

''سارو گسانی اپنے عقیدت مندوں سے ملنے گئی تھی۔ دریائے جگالیا کی غضب ناک لہریں بھی اس کا راستہ نہیں روک سکیں۔ پرانے زمانے میں واپسی پر کشتی نذرانوں سے لبالب بھری ہوتی تھی اور انہیں اتارنے میں سات آٹھ آدمیوں کو لگانا پڑتا تھا۔ اب تو ایک دو آدمی بھی بہت ہوتے ہیں۔ میں نے اسے منع بھی کیا کہ اس خراب موسم میں نہ جائے لیکن اس نے سنی ان سنی کر دی۔ کہنے لگی مشکل وقت سر پر پڑا ہے۔ اگر میں نے مستقبل کے لئے کچھ نہ بچایا تو فاقوں کی نوبت آ جائے گی۔ بیٹا! سارو گوسانی واقعی بہت بہادر ہے، بہت حوصلہ مند عورت ہے وہ!''

سارو گوسائی کوسان مہاپربھو کے بھائی کی بیوہ ہے۔ ستر کے کسی سالانہ تہوار کے موقع پر وہ آتش بازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے وہ موت کا شکار ہو گیا تھا۔ وہ تہواروں کے موقع پر گن پاؤڈر اور دوسرے دھاکہ خیز مواد سے آتش بازی کا سامان خود بنایا کرتا تھا۔ اس کے شوہر کے انتقال کے بعد زمین اور ان کے چیلوں کی تقسیم عمل میں آ گئی تھی اور گوسان نے اس کا حصہ اسے دے دیا تھا۔ اپنی زمین کے مناسب انتظام اور اپنی رعیت سے حسن سلوک کی بدولت اس کا احترام کیا جانے لگا تھا لیکن ان دنوں ستر میں چلنے والی تبدیلی کی ہوا کی وجہ سے وہ بھی پریشانیوں اور مشکلات کا سامنا کر رہی تھی۔

اندرناتھ نے کہا ''تم دونوں سارو گوسائی اور کمیونسٹ گڑبڑ کی باتیں کرتی رہتی ہو۔ تم بھی جاؤ زمینوں پر، ان کا قبضہ لو اور ان کی دیکھ بھال کرو۔ زمین کا چپہ چپہ تمہارا جانا پہچانا ہے، رعیت تمہاری اپنی ہے۔''

ایک لمحے کو دونوں ہی حیرت زدہ رہ گئیں۔ ''خدا کی پناہ! ہم گوسان گھرانے کی عورتیں اب باہر جا کر زمینوں پر ہل چلائیں۔ سارو اپنے کارندوں سے کام لیتی ہے۔ اس نے تو کبھی زمین پر پاؤں بھی نہیں رکھا ہوگا۔ یہی وجہ ہے لوگ اس کا احترام کرتے ہیں۔ وہ تو کبھی قانون مقدمات لڑنے گوہاٹی بھی نہیں گئی۔ ہر کام اس کے کارندوں نے ہی نمٹایا۔ وہ جانتی ہے کہ اپنا اور خاندان کا وقار کس طرح قائم رکھا جائے!''

اندرناتھ نے دخل در معقولات کی۔ ''مجھے یہ سب پتہ ہے لیکن پرانے وقت کبھی کے لا گئے۔ دادی اماں اس گھر کے بڑے دروازے سے قدم باہر نکالے بغیر ہی اس دنیا سے رخصت ہو گئیں۔ ان کی روح اب بھی اسی چار دیواری میں ناچتی پھرتی ہوگی۔ جگن ناتھ پوری جانے کی کتنی خواہش تھی ان کی لیکن یہ حسرت ان کے دل میں ہی دفن رہ گئی۔ سالانہ دربار کی ایک جھلک دیکھنے کے لئے وہ پردوں کے پیچھے کس طرح چھپی کھڑی رہتی تھیں۔ تم لوگ بھی کچھ اسی طرح کی روحیں ہو اور ظاہر کرتی ہو خود کو گوشت پوست کا انسان......

گوسائی کو غصہ آ گیا۔ ''چپ ہو جاؤ! بدتمیز، اب بکواس نہ کرنا۔ اس گھرانے کی عورتیں زندگی گزارتی ہیں تو دیویوں کے شان دبدنے سے اور مرتی ہیں تو بھی جہان یاد کرتا ہے انہیں! اور تم انہیں بھوت پریت سے تشبیہ دے رہے ہو۔ بولورام کے منحوس جوئے خانے نے تمہارے دل و دماغ کو چاٹ لیا ہے شاید۔ تم اپنی ذات پات بھلا کر اس کے ساتھ چائے بھی

پینے لگے ہو۔ تمہیں پتہ ہے سارے کمی اور نچلی ذات کے لوگ وہاں آتے جاتے ہیں؟''

اندرناتھ نے زوردار جماہی لیتے ہوئے درگا کی جانب دیکھا اور کہا۔ ''درگا ماسی! چکرہائی میں اپنے شوہر کا گھر چھوڑنا تمہاری غلطی تھی۔ اب تمہیں اپنی جائیداد میں سے ایک پیسہ بھی نہیں ملے گا۔ تم انتظار ہی کرتی رہو گی۔ تمہیں کوئی لینے بھی نہیں آئے گا۔ دکھالا سے اڑتی سی خبر آئی ہے کہ کچھ زمین بیچ بھی دی گئی۔ تمہیں ملا اس میں سے حصہ؟''

درگا بپھر کر بولی۔ '' بکواس نہ کرو! مجھے میرا حصہ ضرور ملے گا اور وہ مجھے واپس بھی لے جائیں گے۔ شرط لگا لو میری قبر میری سسرال میں ہی بنے گی!''

درگا غصے میں یہ سب کہہ تو گئی مگر اس کے چہرے پر عجیب مجروح سا تاثر تھا۔ اس نے اپنا سر گھٹنوں میں دے لیا اور نہ جانے کس تصور میں کھو گئی۔

احاطے سے کہیں دور بانسوں کے جھنڈ میں گیڈروں کی آوازیں گونج رہی تھیں۔ گوسائی اٹھی اور برابر والے کمرے میں جا کر حسب عادت حقے کے کش لینے لگی۔ یہاں سے وہ سیدھی اپنے کمرے میں سونے چلی جاتی۔ اندرناتھ بھی گھر کی اندرونی سمت چل دیا۔ درگا البتہ اسی طرح اپنا سر گھٹنوں میں دیئے وہیں بیٹھی رہی۔ رات کو یونہی خاموشی اور بے خوابی کے عالم میں بیٹھے رہنا اس کی عادت سی بن گئی تھی۔ دنیا و مافیا سے بے خبر، اپنے تفکرات میں گم، سردیاں ہوتیں تو آتش دان میں لکڑیاں جل رہی ہوتیں۔ ان سے اٹھتا دھواں اردگرد پھیل رہا ہوتا۔ بعض اوقات اس سے چنگاریاں بھی اٹھتیں۔ راکھ اڑ اڑ کر اس کے کپڑوں پر پڑ رہی ہوتی، کبھی کبھی کوئی پالتو چیتا بھی سردی سے ٹھٹھرتا یہاں آ بیٹھتا۔ گھبراہٹ اور پریشانی کا زیادہ احساس ہوتا تو وہ اٹھ کھڑی ہوتی۔ چیتا یا جنگلی بلی اسے اٹھتے دیکھ کر دم ہلاتے ادھر ادھر ہو جاتے اور وہ دوبارہ اپنی جگہ پر اسی طرح بیٹھ جاتی......

اس کا دماغ قبرستان بن کر رہ گیا ہے۔ ہر گزرتا دن اپنے دامن میں اذیت اور دکھ کے سوا کچھ نہیں لاتا اور وہ کوئی نہ کوئی لایعنی سہارا ڈھونڈنے کی کوشش کرتی ہے تاکہ اپنے ہوش و حواس قائم رکھ سکے۔ ابھی کچھ سال پہلے تک اپنی بیوگی کو بہلانے کیلئے وہ مختلف مذہبی رسوم بڑے شوق سے کیا کرتی تھی مگر اب ان سے اسے خوف سا آنے لگا ہے۔ جلد ہی اموتی آنے والی ہے۔ غم و غصے کی سرد سی لہر اس کے بدن میں تیرتی جاتی ہے۔ تین دن تک اسے بانسوں کے بستر پر رہنا پڑے گا۔ زمین اس کے پیروں کو نہیں لگنی چاہئے۔ حوائج ضروری سے فارغ

ہونے کیلئے بھی اسے اپنے پاؤں کے تلوؤں کو ناریل کی چھال سے اچھی طرح لپیٹنا پڑتا۔کوئی پکی ہوئی چیز وہ کھانہیں سکے گی۔اسے صرف کچی سبزیوں اور پھلوں پر گزارا کرنا پڑے گا......

درگا کی ساس اسے منحوس سمجھتی تھی۔اس کا خیال تھا کہ درگا کی وجہ سے ہی اس کا بیٹا موت کی نیند جا سویا تھا۔وہ درگا کے باپ امرنگا کا گوسان کو بھی کوستی تھی کہ اس نے اپنی بیٹی اس کے بیٹے کے سرمنڈھنے کیلئے ستاروں کا حساب غلط سلط لگا دیا تھا۔اسے شبہ تھا کہ اس کے ستاروں میں تین پاپا گراہاس (منحوس ستارے) بھی موجود تھے۔درگا کو اسی لئے کسی خاص (منحوس ستارے) تہوار یا رسم کے موقع پر بلایا نہیں جاتا تھا۔اسے بہت منحوس جانا جاتا تھا کیونکہ اس کی قسمت ایک چھوڑ تین منحوس ستاروں کی زد میں تھی۔آہستہ آہستہ یہ الٹی سیدھی باتیں اس کے ذہن میں بھی جگہ بنانے لگیں اور وہ ان پر خود بھی یقین کرنے لگی۔اندرناتھ کی باتوں نے دوبارہ اسے تشویش میں مبتلا کر دیا۔وہ خود کو بہت بے یار و مددگار پا رہی تھی۔اس کے سسرال والوں نے تو پلٹ کر کبھی اس کے خیر خبر ہی نہیں لی تھی۔جائیداد میں حصہ ملنا تو دور کی بات تھی اس آتش دان کے گرد بیٹھے بیٹھے شب انتظار کی گھڑیاں دنوں اور مہینوں میں تبدیل ہونے لگیں۔وہ خلاف امید آس لگائے وقت کاٹتی رہی۔اسے لینے کوئی نہیں آیا۔ہوا یہ کہ اس کے چہرے کی رونق اور رنگ ماند پڑنے لگے اور راکھ کے ہاتھوں اس کا لباس خاکستری ہوتا گیا۔زندگی میں کرنے کو رہ ہی کیا گیا تھا......

اور وہ دن بھر کرتی ہی کیا تھا؟ صبح سویرے باہر کہیں حوائج ضروری سے فراغت اور پھر کنوئیں کے کنارے جلدی جلدی نہانا دھونا۔بھیگے کپڑوں میں ہی وہاں سے سیدھی وہ اس کمرے میں جاتی جہاں اس کے بزرگوں اور شوہر کی کھڑاویں رکھی ہوئی تھیں۔وہاں بیٹھ کر وہ پوجا کرتی۔پوجا کے بعد نوکروں کو دن بھر کی ضرورت کے مطابق چاول اور اناج نکال کر دیتی۔بعض اوقات وہ گوسانی کے ساتھ باورچی خانے کے دروازے پر بیٹھی سبزی کاٹنے میں اس کی مدد بھی کرتی لیکن ایسا عموماً اس وقت ہوتا جب دونوں ہی خوش باش ہوتیں اور ان کے ذہنوں پر کوئی بار نہ ہوتا......

اس کی زندگی میں ایک اور بڑا دکھ تھا...... وہ بے اولاد تھی...... یاسیت اور دکھ ہمیشہ ہی اس کی فطرت کا حصہ رہے تھے مگر اب تو انہوں نے اسے پوری شدت سے اپنی گرفت میں لے لیا تھا......

MashalBooks.org

آتش دان کے ایک جانب بیٹھی وہ کسی بھوت یا چڑیل کا سایہ ہی محسوس ہونے لگی تھی......

درگا کا ذہن ماضی کی یادوں میں الجھ گیا...... عرصہ پہلے اندرناتھ چکرہاٹی گیا تھا۔ ہاتھیوں کے شکار کے سلسلے میں چکرہاٹی کے گوسان سے بات چیت کرنے اور ایشیا کمپنی کے جماعت اللہ سے کاروباری معاملات طے کرنے...... وہ ہاتھ میں لالٹین تھامے باہر برآمدے میں آئی۔ لالٹین کی مدہم زرد روشنی میں اندرناتھ اپنی ماسی کا پہلا چہرہ (اور لاغر جسم دیکھ کر ٹھٹک کر رہ گیا تھا) دھنسی آنکھیں حیرانی سے اس نے کہا تھا۔''خدا کی پناہ! ماسی یہ تمہی ہو؟ تم تو ڈھانچہ بن کر رہ گئی ہو! کیا ہو گیا ہے تمہیں؟''

''کچھ بھی تو نہیں۔ چلو تم اندر آؤ۔'' درگا نے جواب دیا۔

''نہیں۔ پہلے بتاؤ۔ ہوا کیا ہے؟ چلو میرے ساتھ امرنگا واپس چلو۔''

سسرال والے اسے واپس اپنے میکے جاتے دیکھ کر خوشی سے پھولے نہیں سمائے تھے۔ درگا کے سسر نے کہا تھا''سرکس کا میلا ختم ہوتے ہی تمہیں لانے کیلئے میں بیل گاڑی بھجوا دوں گا۔''

کئی سرکس آئے' کوئی امرنگا سے آیا تو کوئی سردہارا مدد سے ہر برامد' باری ہٹ' مدھی پاڑہ' ٹال پاڑہ اور دکھالا جیسے دور دراز علاقوں کے سرکس بھی آئے' میلے لگے اور ختم بھی ہو گئے۔ لیکن سسرال سے بیل گاڑی آنی تھی نہ آئی۔

درگا کے وہاں سے آنے کے بعد' اس کے سسر نے اپنے ہاتھی کے ذریعے ایک بہت قیمتی ہاتھی پکڑا اور اس شکار سے اسے بے پناہ منافع ہوا۔ پھرے بانگ سے اس کا ایک پرانا معتقد کاشت کار آیا اور چکرہاٹی میں ایک شاندار مندر بنا ڈالا۔ سونے اور زیورات کی صورت میں اچھے خاصے نذرانے اور چڑھاوے بھی آنے لگے۔ اس نے سات بیگھ زمین بھی دان کر دی' لوگ باتیں بنانے لگے...... چونکہ وہ منحوس عورت چلی گئی ہے اس لئے ستر کی سرزمین پر خوش قسمتی اور خوش حالی در آئی ہے۔ اس نے چپ چاپ یہ سب باتیں سنیں۔ جگالیا کے دوسرے کنارے بھی یہ افواہیں پھیل رہی تھیں...... بانسوں کے جھنڈ کے آس پاس سے کسی گیدڑ کے چیخنے کی آواز سنائی دی اور پھر دوسرے گیدڑوں نے بھی اس کی آواز میں آواز ملانا شروع کر دی اور رات کا سکوت بکھر کر رہ گیا۔

درگا نے سر اٹھایا اور تاریکی میں ادھر ادھر نگاہ ڈالنے لگی۔ باہر کا ماحول چاندنی میں نہایا ہوا تھا۔ اناج گھر کے پاس کھڑی پالکی کا ہیولہ بھی دکھائی دے رہا تھا۔ اس نے تخیل کے

آئینے میں خود کو دلہن بنا ہوا دیکھا۔ وہ اسی پالکی میں سوار ہو کر چکر ہاٹی گئی تھی اپنے شوہر کے ہاں۔ پالکی کے اوپری ستون پر چڑھے چاندی کے پترے اور اس کے نقش نگار جو کبھی اسے جگمگاتے بہت بھلے لگتے تھے۔ چاند کی اس مدہم روشنی میں اسے زہریلے سانپوں سے مشابہ نظر آئے۔ اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اندرناتھ درست کہہ رہا تھا۔ اسے اپنے شوہر کی جائیداد میں سے ایک دھیلا بھی نہیں ملے گا۔ اگر اس نے اپنا حق منوانے کی ٹھان ہی لی تو اسے گوہاٹی جا کر عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑے گا۔ وہ کانپ کر رہ گئی۔ یہ سوچنا بھی اس کے نزدیک انتہائی کراہت انگیز تھا۔ اس نے کبھی یہ نہیں سنا تھا کہ گوسان گھرانے کی کسی خاتون نے عدالت کے احاطے میں قدم بھی رکھا ہو۔ کیا وہ جائیداد میں اپنا حصہ لینے کیلئے گوہاٹی جا سکتی ہے؟ ناممکن! ناممکن! رات اس نے اسی طرح گھٹنوں پر اپنا سر رکھے تن تنہا گزار دی......آسمان کے مشرقی کونے سے صبح کی سفیدی جھلکنے لگی۔ چونے کی میٹھی خوشبو فضا میں بکھرنے لگی۔

درگا اٹھی تو اکڑاہٹ کی وجہ سے اس کے گھٹنے اس کے سیدھا ہونے میں مزاحم ہونے لگے۔ وہ بمشکل سیدھی ہوئی اور آہستہ روی سے کنوئیں کی جانب چل دیا......

☆☆☆

MashalBooks.org

باب۲

میں گیٹ سے گزرتے ہوئے اندر ناتھ نے اپنے مہادٹ کالٹو کو یکے بعد دیگرے شدت سے کھانستے ہوئے دیکھا تو وہ بری طرح آگ بگولا ہو گیا۔ اس خبیث نے پچھلی رات یقیناً بھگوتی میں افیم کے اڈے پر گزاری تھی۔ چھوٹا قد' کبڑی کمر اور اندر کو دھنسی آنکھیں' یہ تھا کالٹو۔ اندر ناتھ نے غصے میں اسے خوب گالیاں سنائیں۔ ''نکمے کہیں کے' مجھے پتہ ہے رات تو نے کہاں کاٹی ہے۔ میں اصلاحی کیمپ والوں کو تیرا نام لکھ بھیجوں گا اور ان کے محافظ تیری گردن میں پٹہ ڈال کر' تجھے گھسیٹتے ہوئے یہاں لے جائیں گے' کسی چوہے کی طرح!''

کالٹو نے اپنی چھینکوں اور کھانسی کو روکنے کی کوشش کی۔ اس کی آنکھوں میں پانی آیا ہوا تھا۔ تھوک اس کے ہونٹوں سے ہوتا اس کی تھوڑی پر بہہ رہا تھا۔ اندر ناتھ نے شعلہ بار نگاہ اس پر ڈالی اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا آگے بڑھ گیا۔

اندر ناتھ ریشمی قمیض اور شانتی پوری دھوتی پہنے ہوئے تھا۔ بغل میں اس نے چھتری دبا رکھی تھی۔ وہ بونگرہ جا رہا تھا وہاں اسے دھان کی فصل کی فروخت کے سلسلے میں پیدا شدہ ایک تنازعے کا معاملہ دیکھنا تھا۔ کئی دن اس نے بیلف کا انتظار کیا تھا مگر وہ خبیث آ کر ہی نہیں دیا اور وہ آتا بھی کیوں؟ دھان کی فصل کی فروخت میں جھگڑے فساد کی وجہ ہی وہ تھا اب اندر ناتھ کو معاملہ نمٹانے خود ہی جانا پڑ رہا تھا۔

سورج آہستہ آہستہ بانسوں کے جھنڈ کے پیچھے سے نمودار ہو رہا تھا۔ بانسوں کے لمبے پتے باد صبا کے مزے لے رہے تھے۔ سورج کی شعاعیں جھنڈ کے اردگرد روشنی اور سائے کا جال سا بن رہی تھیں۔ روشنی گھنے جھنڈ میں سے چھن چھن کر زمین پر پڑ رہی تھی۔ اندر ناتھ نے اپنے چاروں جانب نظر دوڑائی۔ اس کے دائیں بائیں پرانی' خستہ حال اور ٹوٹی پھوٹی

جھونپڑیوں کا ایک سلسلہ تھا۔ کچی دیواروں کا مٹیالا رنگ اسے کسی گدھ کی بھوری اور خاکستری شکل جیسا لگ رہا تھا۔ سرخ تربوزوں کا ایک انبار' کٹا پھٹا' اپنے بیجوں سمیت (چھتوں پر بکھرا' نہ جانے خشک ہو رہا تھا یا سڑ رہا تھا) کھپریل بہرحال اسے یوں محسوس ہوا جیسے کسی بدن پر سرخی مائل بھورے پھوڑوں اور پھنسیوں کا جنگل اگا ہو۔ کہیں سے افیون کے پتے آگ پر فرائی کرنے کی بو بھی اس کی ناک میں آ رہی تھی۔ اندرناتھ کو اپنے اردگرد قبرستان کا سا ماحول لگ رہا تھا۔ ابھی کچھ سال پہلے جب وہ پلاس باری ہائی سکول میں پڑھتا تھا۔ یہاں اپنے دوستوں کے ساتھ کھیلا کودا اور بھاگا دوڑا پھرتا تھا۔ دھان کی مخصوص خوشبو فضا میں پھیلی ہوتی تھی۔ ماحول ہرا بھرا اور زندگی سے بھرپور لگتا تھا اور اب وہاں افیم کی بو باس تھی۔ صرف افیم کی اور کچھ بھی نہیں۔ اسے دکھ اور شدید اذیت نے گھیر لیا' کبھی یہاں ناریل اور کھجوروں کے درخت پھل دیا کرتے تھے۔ افیون کے نشے نے سب کچھ تباہ کر ڈالا' اردگرد نظر آتے افیون کے پتے اسے یوں لگتا جیسے سوکھی انسانی آنتیں ان پودوں سے لٹک رہی ہیں۔

اندرناتھ آگے چلتا گیا' سامنے وہ چوراہا آ گیا جہاں تین بڑی سڑکیں ایک دوسرے سے بغل گیر ہوتی تھیں۔ ایک کنارے پر موجودہ گھنے پیڑ تھے۔ وہی (جذمی کوڑی زمین پر لیٹا ہوا تھا) بے خانماں اس نے حسب عادت اندرناتھ کو سلام نہیں کیا اور نہ ہی متوجہ کیا۔ کوئی گڑبڑ ہو گئی کیا؟ کہیں وہ مر تو نہیں گیا؟ اندرناتھ ٹھٹک سا گیا' قریب جا کر دیکھنے پر پتہ چلا کہ وہ نیم مردہ حالت میں پڑا ہے۔ گاؤں سے باہر' اپنی جھونپڑی کی کھپریل سے بھی محروم' وہ زمین پر پڑا پڑا خود بھی بالکل مٹی کے رنگ وروپ میں ڈھلتا جا رہا تھا۔ اس کے گدلے اور بے شکل مٹی کے برتن اور ٹن اس کے اردگرد بکھرے پڑے تھے۔ اچانک وہاں پڑے ایک پرانے اور شکستہ فرائی پین نے اس کی توجہ اپنی جانب مبذول کرائی۔ اس نے ایسے لمبے ہینڈل والے فرائی پین غالباً حبشی فوجیوں کے کیمپ میں دیکھے تھے۔ پھر اسے یاد آیا ایسے ہی کچھ برتن اس نے سارو گوسائی کے گھر میں بھی دیکھے تھے۔ کئی دفعہ اس نے سارو ماسی سے پوچھنا ہی چاہا مگر پھر چپ رہ گیا۔ نہ جانے وہ برتن اس نے کہاں سے اور کیسے حاصل کئے تھے؟ وہ بہت پرانے خیالات اور انتہائی مذہبی عقائد کی پابند عورت تھی۔ کیا اسے معلوم نہیں تھا کہ حبشی ان برتنوں کو کس لئے استعمال کرتے تھے؟ وہ فوجی کیمپ میں استعمال شدہ چیزوں کو کیسے اپنے کام میں لا سکتی تھی؟ بات سمجھ آئی تو ایک عجیب سا خدشہ بھی ذہن میں رینگ گیا۔ شاید یہ سچ ہو کہ غربت

کا منحوس سایہ اس پر بھی پڑا تھا شاید اس کے علاقے کے کسان بھی صدیوں پرانی تاریکی کو ختم کرنے کیلئے اٹھ کھڑے ہوئے ہوں۔ لیکن اسے یہ فرائی پین ملے کہاں سے ہوں گے؟ ضرور ہرامد کے برہمن نے لا کر دیئے ہوں گے' کیا نام تھا اس کا؟ ارے ہاں مہندر! کچھ افواہیں بھی چل رہی تھیں' اس کے اور مہندر کے تعلقات کے بارے میں......

ایک مریل کتا جو کافی دیر سے ادھر ادھر چیزیں سونگھتا پھر رہا تھا۔ ایک ساس پینا کے پاس آ کر اسے چاٹنے لگا۔ اندرناتھ نے پاس پڑا مٹی کا ایک ڈھیلا اٹھایا اور کتے پر دے مارا۔ وہ گھبرا کر بھاگ کھڑا ہوا۔ سارو گوسائی اور مہندرا ابھی تک اس کے ذہن پر سوار تھے۔ وہ مڑا اور آگے چل پڑا۔ افواہ بے سروپا تھی یا اس میں کچھ سچائی بھی تھی؟ حقیقت کچھ بھی رہی ہو دوسرے جاہل اور پرانے لوگوں کی طرح اس کے ذہن میں کوئی زبردست منفی ردعمل بہرحال نہیں تھا۔ بلکہ شاید وہ اس صورت حال پر ناخوش بھی نہیں تھا۔ دوسروں کی طرح وہ بیواؤں کے بارے میں پرانے جاہلانہ اعتقادات کا سرے سے قائل ہی نہیں تھا۔ بعض بیواؤں پر بیتی' وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکا تھا۔ انتہائی جوانی میں بیوہ ہو جانے والی عورتیں' زندگی کا ہر جبر اور ستم برداشت کرنے کیلئے' گھروں کی چار دیواری' کسی بے زبان جانور کی طرح چپ چاپ ہر سرد و گرم سے گزرنا' ہر لمحے اپنی ہر خواہش کا گلا گھونٹتے، اندر سے گلتے سڑتے بالآخر اپنی قبر میں جا سونا......

کچے مکانوں سے اٹھتی افیم کے پتوں کے جلنے کی بو دوبارہ اس کی ناک سے ٹکرائی۔ اسے لگا جیسے انسانی گوشت پوست بھونا جا رہا ہے۔ شکستگی' زوال' موت' تباہی' دہشت کی ایک عجیب سی لہر اس کے ذہن کو سنسنا گئی۔

اندرناتھ پختہ سڑک سے اتر کر ایک پگڈنڈی پر ہولیا۔ یہ راستہ جگا لیا دریا کی طرف جا رہا تھا۔ کہیں جنگلی گھاس پھوس بے ترتیبی سے بڑھ کر قد آدم ہو گئی تھی۔ کہیں خوبصورت پودے اپنے دامن میں رنگ برنگ پھول لئے نظروں کو بھلے لگ رہے تھے۔ پانی کے کنارے پر مٹی اور کیچڑ میں کھڑی گاؤں کی نوجوان لڑکیوں کو اتھلے پانیوں میں آتی مچھلیوں کو پکڑتے اور نکالتے دیکھا۔ بہت سے سارس امید بھری نظریں لئے اپنی چونچیں کھولے ان لڑکیوں کے اردگرد پھر رہے تھے۔

اندرناتھ کو قریب آتے دیکھ کر بعض لڑکیوں نے چیخ چیخ کر کہا۔ ''چھوٹے آقا! چھوتے

MashalBooks.org

آ قا! یہاں سے دریا پار نہ کرنا' تھوڑا سا آ گے جاؤ' وہاں بیل گاڑی کے پہیوں کے نشان نظر آ رہے ہیں نا' وہاں سے جانا!''

اندرناتھ نے ایک لمحے کو انہیں گھورا' پھر اس نے چھتری بند کی' بائیں بغل میں دبائی۔ چپل اتار کر ایک ہاتھ میں لیئے اور دوسرے سے اپنی دھوتی سنبھالی اور اتھلے پانی میں اتر گیا۔

دریا کے ذرا گہرے پانی میں گیا تو اس کا پاؤں رپٹ گیا اور وہ اپنا توازن بمشکل قائم رکھ سکا۔ پیچھے سے لڑکیوں کے نقرئی قہقہوں کی گونج سنائی دی۔ وہ گانا گانے لگیں۔

دلہا کا گھوڑا' پانی کے پچیس مٹکوں سے دھلتا ہے
اور اس کی کمر پر مقدس نرائنی تیل کی مالش ہوتی ہے
ماتھے پر سنہری پھولوں کے گجرے سجتے ہیں
اور اس کے کانوں میں گیندے کے پھول لگتے ہیں
بسم اللہ! دلہا زور سے بولتا ہے
اور گھوڑے پر سوار ہوتا ہے
لیکن پھر وہ ایک زوردار شور سے' بھد سے' زمین پر آ گرتا ہے......

اندرناتھ دل ہی دل میں دانت پیس کر رہ گیا۔ کتیاں! شیطان کتیاں! پانی گھٹنوں گھٹنوں تھا۔ وہ احتیاط سے چلتا ہوا دوسرے کنارے پر جا پہنچا۔ ٹانگوں کا پانی خشک کیا' کیچڑ کے پاؤں گھاس سے اچھی طرح صاف کیئے اور دوبارہ جوتے پہن لئے۔ پھر خراماں روی سے سال جنگل کی طرف ہولیا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ گھنے جنگل میں داخل ہو کر منظر سے غائب ہو گیا۔

بونگارہ میں کام سے فارغ ہونے کے بعد اندرناتھ اسی راستے سے واپس لوٹا۔ وہ دریائے جگالیا کے کنارے پر کھڑا سوچنے لگا۔ فکر اور پریشانی اس کے چہرے پر نمایاں تھی۔ وہاں گوسان کی زمینوں پر کمیونسٹوں نے افراتفری مچا رکھی تھی۔ اسے یہ سب کچھ اچھا نہیں لگا۔ وہ کسانوں کو مسلسل اکسائے جا رہے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ اگر گوسان اپنی زمینیں رکھنا چاہتا ہے تو اسے خود ہی وہاں کاشت کاری کرنی چاہئے۔ قابل نفرت! جنیٹ باغی! کہتے ہیں وہ گوسان یعنی ادھیکار' خود اپنے ہاتھوں سے اپنی زمین کو کاشت کر لے!

سورج بانسوں کے جھنڈ کے پیچھے چھپتا جا رہا تھا۔ سورج کی کرنیں' خوبصورت بنفشی

مچھلیوں کی طرح دریا کے پانی میں غوطے لگا رہی تھیں۔ پانی کی سطح پر اٹھکیلیاں کر رہی تھیں۔ گاؤں سے اٹھتی ہوئی آگ کا دھواں پورے منظر نامے کو دھندلا کئے ہوئے تھا۔ دھیما خاکستری سنہری سورج دھندلی فضا میں کسی سنہری چھپکلی کی طرح محسوس ہو رہا تھا۔

اندر ناتھ ذہنی طور پر خاصا الجھا ہوا تھا۔ اچانک کسی کے چیخنے چلانے کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی۔ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ دریا کے بیچوں بیچ ایک بیل گاڑی کیچڑ میں دھنسی ہوئی تھی۔ گاڑی بان اپنی پوری قوت سے بیل گاڑی کو دھکا لگا کر باہر نکالنے کی کوشش کر رہا تھا۔ وہ چیختے ہوئے الٹی سیدھی گالیاں بھی دیئے جا رہا تھا۔ کبھی کبھی وہ بیل کو چمکارنے بھی لگتا' اسی کوشش اور دھکم پیل میں اس کا پاؤں رپٹا اور وہ خود بھی اتھلے پانی میں گر پڑا۔ اندر ناتھ نے جلدی سے جوتے اتارے' چھتری ایک طرف پھینکی' تھیلا کہیں چھوڑا اور سیدھا گاڑی بان کی مدد کیلئے لپکا۔ تھوڑی ہی دیر میں وہ بیل گاڑی اور گاڑی بان دونوں کو ہی نکال کر خشک راستے پر لے آیا۔

بیل گاڑی میں سوار عورتیں ایک ایک کر کے نیچے اتر آئیں اور اپنے بھیگے ہوئے کپڑے نچوڑنے لگیں۔ ساتھ ہی ساتھ وہ گاڑی بان کو کوس رہی تھیں۔ ''احمق کہیں کا! دن کی روشنی میں بھی گاڑی خشک راستے پر نہیں چلا سکتا' شاید اندھا ہو گیا ہے۔''

ایک بوڑھی کبڑی عورت جسکی کی تھوڑی کے نیچے گلہڑ نکلا ہوا تھا اپنے گیلے کپڑے سنبھالتے ہوئے بولی۔ ''افیم کے ہاتھوں یہ اپنے حواس ہی کھو بیٹھا ہے اسی لئے یہ حادثہ بھی ہوا۔ اس کی آنکھوں میں تو ہر وقت گرم چاولوں کی بھاپ گھسی رہتی ہے۔ عین وقت پر گوسان کا بیٹا نہ آ گیا ہوتا تو شاید ہم سب وہیں پانی میں پھنسے رہتے' ممکن ہے ڈوب بھی جاتے۔ بیلوں کے پیٹ میں بھی خاصا پانی چلا گیا ہے ابھی تک ان کے نتھنوں سے پانی بہہ رہا ہے!''

پھر وہ عورت تیزی سے پیچھے کو مڑی اور راجہ مکھیوری کے پجاری کی نوجوان بیٹی ایلی مان کو دیکھنے لگی۔ وہ اپنے گٹالا سے پانی نچوڑ رہی تھی۔ بوڑھی عورت فوراً ہی چیخنے لگی ''اری ایلی مان! تم میں کوئی شرم و حیا بھی ہے؟ گوسان کا بیٹا سامنے کھڑا ہے اور تم اپنے کپڑے کھولے کھڑی ہو؟''

بوڑھی عورت کی غصیلی آواز پر اندر ناتھ نے چونک کر دیکھا۔ وہ اس سے کوئی پانچ فٹ دور کھڑی تھی۔ ڈوبتے سورج کی پھیلی سنہری شعاعوں میں اس دوشیزہ کی بھری بھری سڈول

MashalBooks.org

ٹانگوں کی جگمگاہٹ نے اندرناتھ کی آنکھوں تو خیرہ کر دیا۔ (اس کی ٹانگیں شاید وہ ساری زندگی نہ بھلا سکے)

...... کیا بات ہے اس سڈول ٹانگوں کی! مضبوط اور توانا بانسوں جیسی لمبی اور صاف شفاف...... تمام عورتیں اور لڑکیاں دوبارہ بیل گاڑی میں بیٹھ گئیں۔ بیل چھکڑے میں جوت دیئے گئے اور بیل گاڑی دوبارہ دریا کے کنارے اگی جھاڑیوں کے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔ بوڑھی عورت نے پیچھے مڑ کر دیکھا ایلی مان بیل گاڑی میں موجود نہیں تھی۔ وہ ششدر رہ گئی وہ گوسان کے بیٹے کی طرف جا رہی تھی۔ بوڑھی عورت نے ایلی مان کو اندرناتھ سے کہتے سنا ''چھوٹے آقا! پہچانے مجھے؟ تم اکثر دونالی بندوق لئے ہماری زمین پر آتے ہو' بطخوں کا شکار کرنے...... اس دفعہ اگر تم ان کا شکار کرنے آئے تو میں ان بطخوں کے درمیان جھیل کے کنارے بیٹھی ہوں گی کسی بطخ کی طرح!''

...... یہ کیا کہہ رہی ہے؟ کیا الٹی سیدھی ہانک رہی ہے؟ برہمن کی بیٹی بھی اس بے شرمی اور ڈھٹائی سے بات کر سکتی ہے! لیکن اندرناتھ نے ذرا متوجہ ہو کر اسے دیکھا تو اسے ایلی مان کے بدن میں ایک عجیب سحر انگیز سی کشش محسوس ہوئی۔

''ابھی تک نہیں پہچانے مجھے؟''

''نہیں''

''میں بہن رام بھگوتی کی بیٹی ہوں۔ وہ جو کرم بھگوتی کا بھائی۔ راجہ پکھوری کے گوسان کا خانساماں۔ نہیں یاد آ رہا؟ ایک دفعہ زبردست طوفان میں تم ہمارے گاؤں آئے تھے' اب تو سمجھ آ گئی نا' یا نہیں؟''

اندرناتھ ٹکٹکی لگائے اسے دیکھ رہا تھا' ہاں شکار کے دوران کئی بار ایسا ہوا کہ راستے میں طوفان نے آ لیا۔ وہ گاؤں کے کئی گھروں میں بھی ٹھہرا تھا۔ چھوٹے چھوٹے ننگ دھڑنگ بچے دائرے کی شکل میں اس کے گرد اکٹھے ہو جایا کرتے تھے۔ اس کی دونالی بندوق کو خوف اور دلچسپی کے ملے جلے ردعمل سے دیکھا کرتے مگر یہ لڑکی...... نہیں' یہ اسے بالکل یاد نہیں آئی! ایک کرخت آواز نے اس کے خیالات کے بہاؤ کو جامد کر کے رکھ دیا۔ ''تمہاری باتوں اور تمہاری بے ہودہ حرکتوں نے تمہیں غارت کر ڈالا ہے' کچھ ہی دن بعد تمہارے پھول چھڑنے لگیں گے' کہیں ایسا نہ ہو' تمہاری حرکتیں' تمہارے باپ کو برادری سے نکلوا دیں۔ وہ بے چارہ

تو چلو بھر پانی میں ڈوب مرے گا' زندہ رہنے کو بچے گا ہی کیا اس کے پاس؟''

ایلی ماں نے منہ در منہ جواب دیا۔ ''بڈھی چڑیل! بک بک نہ کر' تجھے تو پچھلے سال ہی مر جانا چاہئے تھا ہیضے کی وبا سے' دیکھ نہیں رہی کہ گوسان مجھ سے مخاطب ہے؟''

ہاں' اندرناتھ اس سے بات کر رہا تھا۔ جنوبی کنارے پر اس نے کبھی اتنا پرکشش اور مسحور کن چہرہ نہیں دیکھا تھا۔ لکڑیاں چننے کیلئے آنے والی لڑکیوں میں اس نے بعض بہت خوبصورت چہرے بھی دیکھے تھے' ایسے چہرے بھی' جو دریائے جگالیا کی۔ چاند کی کرنوں سے اٹھکیلیاں کرتی' متموج موجوں سے مشابہ تھے۔ بطخوں کے شکار کے دوران وہ ان بنگارا لڑکیوں سے بھی ملا تھا' جن کی جلد جگالیا کی نرم چکنی مٹی کی طرح صاف شفاف ہوتی تھی۔ جسم ان کے اتنے نازک اور نرم تھے کہ ہاتھ لگانے سے ٹوٹ جانے کا خوف ہوتا۔ زمین کا تنازعہ طے کرنے کیلئے جب وہ دکھالا گیا تھا تو اس نے سرخ سپید رنگ والی' خربوزوں کی طرح کے مدور سینے والی دلکش لڑکیوں کو بھی خاصی قریب سے دیکھا تھا۔ شمال کا مروپ میں رانی کے مقام پر جہاں وہ دوہر میں پکڑے گئے ہاتھیوں کے حتمی انتظامات کرانے گیا تھا۔ اسے خاصی لڑکیاں ملی تھیں' یہ ہاتھیوں کے باڑے میں مچھلیاں بیچنے آیا کرتیں تھیں۔ مہاوت چھوٹے جنگلی ہاتھیوں کو سدھارہے ہوتے تھے۔ اپنی بات منوانے کیلئے بعض اوقات مہابت ان پر ظالمانہ انداز بھی اختیار کر لیتے۔ یہ سب مراحل اور مناظر لڑکیاں بڑے شوق سے دیکھا کرتیں۔ الٹی سیدھی حرکتوں پر وہ کھلکھلا کر ہنس پڑتیں اور ظلم ہوتے دیکھ کر ان کے چہروں پر دکھ اور تاسف کے تاثرات ابھر آتے۔ خوشی اور دکھ کا یہ حسین امتزاج' ان کے چہروں پر بکھرتا ہوا اندرناتھ کو بہت دلکش اور پرکشش لگتا...... ہاں' ہاں! یاد آ گیا' اونچی مچانوں پر بیٹھی لڑکیاں' استعجاب' دکھ اور خوشی کے لمحہ بہ لمحہ بدلتے رنگ' کبھی ان کا ہنسنا اور شور مچانا' کبھی خوف اور تکلیف کے احساس سے خود میں سمٹ جانا' اندرناتھ کو ان کے گول مٹول بدن اپنے مخصوص خم دار انداز میں یوں لگتے جیسے درخت کی شاخ پر کوئی اژدہا بل کھائے لٹک رہا ہو۔ کیا بات تھی ان کے شگفتہ اور تروتازہ چہروں کی' اروی کے پودے کے تروتازہ پتے' جیسے ابھی ابھی بارش میں نہائے ہوں......

اندرناتھ گزرے دنوں کی یادیں ٹٹولنے لگا...... شری تہوار کے موقع پر اردگرد کے دیہاتوں اور قصبوں سے دیوی دیوتاؤں کی مورتیاں یہاں پالکیوں میں رکھ کر لائی جاتیں اور

جگالیا کے کنارے ایستادہ کردی جاتیں۔ پوجا پاٹ کا اہتمام ہوتا' ہر طرف سے عقیدت مند اوڑ پڑتے اور اس طرح ایک رنگ برنگ میلے کا سا سماں بن جاتا۔ مختلف چیزوں کے سٹال' دوکانیں بنتیں اور سجتیں۔ لوگ ان کے اردگرد ہنستے' باتیں کرتے' چیزیں خریدتے نظر آتے۔ اس میلے میں بھی اندرناتھ نے بہت سی دیہاتی دوشیزاؤں کو دستی سوتی کپڑے پہنے دیکھا تھا۔ کیا ایلی مان وہاں کہیں دیکھی تھی؟......اسے صحیح یاد نہیں آ رہا تھا...... ہاں یہ بات اپنی جگہ تھی کہ تلاپاڑہ' مدھی پاڑہ' برہلامدڈ' سوروہرمدڈ' مجھ کچی' چکڑ پٹی جیسے قریبی علاقوں کی نوجوان لڑکیاں شری میلے میں کھنچی چلی آتی تھیں۔ بغل میں دبے یا سر پر رکھے مٹی کے برتنوں میں موجود چیزوں کی خوشبو اور ان کے مرمریں جسموں سے اٹھتی مہک' ابھی تک اس کی یادوں میں اٹکی ہوئی تھی......

ایک کرخت آواز کے ہاتھوں اندرناتھ کے خیالات لمحے بھر میں تتر بتر ہوگئے۔ اس نے لڑکی کو واپس بیل گاڑی کی طرف بھاگتے دیکھا۔ اس نے پیچھے سے گاڑی کی چک اٹھائی اور اندر غائب ہوگئی۔ کیا وہ کچھ کہہ رہی تھی؟ وہ اپنے خیالوں میں اتنا کھویا ہوا تھا کہ کچھ بھی نہ سن سکا البتہ اس کے سانسوں کی تپش ابھی تک اسے محسوس ہو رہی تھی......

شام کا ملگجا پن آہستہ آہستہ رات کے اندھیرے میں بدل رہا تھا۔ ہوا میں موجود خا کی ذرات میں لپٹی' سمٹی روشنی' کسی گہرے سرمئی جانور کی شبیہ اختیار کرتی ہوئی پورے منظر پر چھا رہی تھی۔ بیل گاڑی کے چلتے پہیوں کی آواز کانوں سے ٹکرا رہی تھی...... کرر...... کرر...... کرر......

اندرناتھ دوبارہ لڑکی کے بارے میں سوچنے لگا...... وہ بالغ ہونے والی ہوگی۔ عرصہ پہلے اس کے باپ پجاری کے بارے میں سنی ہوئی باتیں' دھندلائی ہوئی کچھ کچھ اس کے ذہن میں تھیں۔

کہا یہ جاتا تھا کہ بسنت پوجا تہوار کے موقع پر افیم جی برہمنوں اور دوسرے نشہ بازوں کا ایک گروہ اس کے گھر جمع ہوا کرتا تھا۔ افیم پینے اور دھواں اڑانے کا سارا ساز و سامان وہ لوگ مل جل کر لایا کرتے۔ کوئی حقے اور پائپ لاتا' کوئی فرائی پین اور مٹی سے بنے برتن لاتا تاکہ افیم کے پتے تلنے اور اس کی تیاری میں کوئی مشکل درپیش نہ ہو اور ان کا شغل بے کھٹک چلتا رہے۔ قصہ مختصر پجاری کا گھر' پوجا کے تہوار پر افیمچیوں کا بہترین ٹھکانہ بن جاتا۔ یہ افیمی

مذہبی رسوم اور پوجا پاٹ کا کوئی خیال نہیں رکھتے تھے۔ ان میں سے بعض تو نہ صرف لہسن استعمال کرتے بلکہ چھپکلی اور چڑیا کا گندا گوشت بھی بنا صاف کئے ہی پکاتے اور کھا لیتے۔ وہ کھلی فضا میں آگ کا الاؤ جلاتے اور اس میں اپنا کھانا تیار کر لیتے۔ اندرناتھ اپنے تصور میں اس لڑکی کو کریدنے کی کوشش میں تھا۔ انہی افیمیوں کے درمیان یہ لڑکی اپنی ماں بھاگتی دوڑتی ان کی مدد کرتی پھرتی ہوگی۔ کبھی کوئی پلیٹ اٹھا کر کسی کو دے، کبھی کوئی ڈونگا کسی کو لے جا کر دے دیا...... وہ اپنے تخیل میں ان افیمیوں کو کنوئیں کے گرد بیٹھے باتیں کرتے اور ہلکی آواز میں گپیں لگاتے دیکھ رہا تھا...... وہ اپنے میزبان کی بیٹی کے بارے میں بھی بات کرتے ہوں گے۔ شاید کوئی یہ بھی کہتا ہو ''اگر پجاری نے جلد ہی اپنی بیٹی کی شادی نہ کی تو اسے برادری سے خارج کر دیا جائے گا......'' کوئی دوسرا اثبات میں سر ہلا دیتا ہوگا۔

''صحیح کہتے ہو دوست! اس کا بدن ابھی سے چھٹا پڑتا ہے اور لمبی تو کسی کھجور کے درخت کی طرح ہو رہی ہے......''

کوئی تیسرا افیمی ہلکی سی شرمیلی ہنسی کے ساتھ، ممکن ہے یہ کہے ''اس کا سینہ دیکھا ہے؟ انڈے دینے والی فاختاؤں کی طرح پھولا ہوا ہے......''

......اور پھر ان سب کی غلیظ اور خباثت انگیز نظریں اس کے جسم پر گڑ جاتی ہوں گی۔

اندرناتھ خود بھی اچھی طرح سمجھ رہا تھا کہ اس لڑکی کی خواہش اور چاہت اس کے دل میں گھر کرتی جا رہی ہے لیکن اسے یہ سوچنا ہی نہیں چاہئے۔ یہ بھک ننگے نشہ باز، افیم کے ہاتھیوں تباہ حال لوگ، اس دلکش لڑکی کا نہ جانے کیا حال کریں گے؟ عزت و ناموس اور غیرت تو دور کی بات ہے یہ تو اپنے ہوش و حواس ہی کھو بیٹھے ہیں۔

اندرناتھ کو اب سمجھ آئی کہ یہ سب لوگ اس موقع پر دریا کے دوسرے کنارے سے یہاں کیوں آیا کرتے تھے۔ پجاری کا بھائی ان کے شغل کے لئے خصوصی انتظامات کرتا ہوگا۔ آگ کا الاؤ تمام رات اس کے شکستہ گھر کے بوسیدہ در و دیوار کے درمیان واقع لان کو روشن کئے رکھتا۔ تمام افیمی الاؤ کے گرد الٹے سیدھے بیٹھے حقے کی نے آپس میں گھماتے رہتے۔ کچھ پائپ سے دھواں اڑاتے، حقے کی گڑگڑاہٹ اور پائپ سے اڑتی دھوئیں کی لکیریں، بلغمی کھانسی کی آوازیں مل کر شاید انہیں زندگی کے کسی نئے کیف سے آشنا کرتی ہوں گی......لڑکی ایک بار پھر اس کے تصور میں آ دھمکی۔ اس کا نرم و نازک اور ریشم جیسا گداز جسم اسے کسی نئے

MashalBooks.org

کنوئیں کے گرد بکھرے ہوئے پانی کی طرح تروتازہ اور مہکتا لگا...... غالباً یہ لڑکی ستر کے علاقے میں آتی جاتی رہتی ہوگی۔ یہ بوڑھی عورتیں اپنی پرانی سوچوں کے کند ہتھیار لئے اس کی تانکا جھانکی میں ہوں گی۔ گاؤں میں ان کی نگاہوں سے بچنا بھی ایک کاردارد ہے‘ گھر کے پچھواڑے کے کونوں کھدروں میں گندے کپڑوں کی تلاشی جاری رہتی ہوگی۔ کوئی سراغ ملے اور یہ عورتیں اپنی کہانیاں بنائیں‘ مرچ مصالحے لگا کر اسے پورے گاؤں میں پھیلا دیں‘ لڑکی کو اچھوت قرار دلانے میں انہیں جو شیطانی مزا آئے گا اس کا خیال ہی نیندیں اڑا دیتا ہے......

بیل گاڑی بھگوتی کے گھر کے دروازے پر جا رکی۔ اندرناتھ نے دیکھا ان عورتوں کو لینے کیلئے کوئی گھر سے باہر آیا ہے اس کے ہاتھ میں مٹی کا دیا بھی تھا۔ گھر کے اندر لٹکی لالٹینوں کی مدہم روشنی میں بانسوں میں چھپی خستہ دیوار پر جہاں سے مٹی کی لیپا پوتی کبھی کی ختم ہو چکی تھی۔ کسی مردہ گائے کا نقش ابھرا محسوس ہو رہا تھا۔ اچانک ایک آواز فضا میں گونجی۔

’’چھوٹے گوسان! چھوٹے گوسان!‘‘

اندرناتھ ٹھٹک کر رہ گیا‘ پیچھے مڑ کر جو دیکھا تو برگد کے بڑے درخت کے نیچے وہ بوڑھا کوڑھی بیٹھا نظر آیا جسے گاؤں والوں نے یہاں نکال پھینکا تھا۔

’’چھوٹے گوسان! مجھے کھانے کیلئے کچھ دے دو یا کم از کم ایک بیڑی ہی دے دو پینے کیلئے۔‘‘

اندرناتھ نے اپنی جیبیں ٹٹولیں اور ان میں سے سن لائٹ نالی سگریٹ کی ایک تڑی مڑی ڈبیا نکالی اور اسے کوڑھی کی طرف پھینک دیا اور تیزی سے اپنے گھر کے مرکزی دروازے کی جانب بڑھ گیا۔

☆☆☆

MashalBooks.org

باب۳

مئی کا مہینہ تھا۔ اموتی کی پوجا پاٹ ہونے جارہی تھی، کہا جاتا ہے کہ دھرتی ماں کی ماہ داری انہی دنوں ہوا کرتی ہے۔ اس پوجا کے دوران کما کھیا مندر کے تمام دروازے بند رہتے ہیں۔ اندرناتھ کی سب سے چھوٹی بہن کو جو عین جوانی میں ہی بیوہ ہوگئی تھی۔ لانے کیلئے بھیجا گیا چھکڑا واپس آ رہا تھا۔ بیل کے گلے میں لٹکے گھنگھرو بج بج کر اس کے آنے کا اعلان کر رہے تھے۔ ننگ دھڑنگ بچوں اور سوتی کپڑے پہنے عورتیں اور مردوں کا ایک ہجوم اس کے پیچھے پیچھے بھاگا آ رہا تھا۔ بعض عورتوں کی گود میں ان کے بچے بھی سوار تھے۔ سب کی آنکھوں میں یہی ایک سوال تھا کہ آنے والے کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں۔ چھکڑے کو چاروں طرف سے کپڑے اور بانس کی مدد سے ڈھک کر بگھی جیسی شکل بنا دی جاتی تھی اور اس کا دروازہ پیچھے کی طرف سے بھی چک کے ساتھ ڈھکا ہوتا تھا۔ کسی نے چک کی دوز سے دیکھ کر پہچانا تو شور مچا دیا۔ ''آہا' مائی چنا واپس آ گئی ہیں!'' کیا آپ ہمیشہ کیلئے واپس آ گئیں ہیں۔

''کیا آپ نے اپنے مرحوم شوہر کے گھرانے سے ناطہ بالکل توڑ لیا ہے؟''

''کیا یہ صحیح ہے کہ آپ کی ساس آپ سے اچھا سلوک نہیں کرتی تھیں؟''

''سنا ہے کہ آپ کی ساس کے ظلم کی وجہ سے آپ کا بچہ بھی ضائع ہوگیا' کیا یہ سچ ہے؟''

بیل گاڑی سے کسی بھی سوال کا جوب نہیں آیا۔ اس کی بہن نے سفید چادر اوڑھی ہوئی تھی۔ وہ لوگوں کے الٹے سیدھے سوالوں سے گھبرا کر کچھ اور بھی سکڑ کر بیٹھ گئی۔ وہ ایسے جمگھٹوں سے ڈرنے لگی تھی۔ کافی پہلے کی بات ہے ایسے ہی پر ہجوم ہنگامے میں کسی کی آواز اس کے کانوں میں پڑی تھی۔ ''سہاگنو! اسے ہاتھ نہ لگانا' بالکل نہ چھونا' یہ بیوہ ہو چکی ہے!''

بیل گاڑی کی رفتار اور زیادہ تیز ہوگئی ...... کرر...... کرر...... بیل کے گلے میں لٹکے

گھنگھروؤں کی آواز میں بھی تیزی آ گئی۔ بالآخر بیل گاڑی گوسان کے گھر کے عقبی برآمدے میں جار کی' وہاں پہلے ہی رشتہ دار عورتیں اس کے استقبال کیلئے جمع ہو گئی تھیں۔ کسی نے پیچھے سے چک اٹھائی اور کہا "ارے' بالکل اکیلی آ رہی ہو بنگارا سے! انہوں نے کسی کو ساتھ نہیں بھیجا؟ آخر کیوں؟ پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا! وہ جنتر کتر بڑھیا......اس دفعہ بھی تمہارے ساتھ آ سکتی تھی۔"

گری بالا بیل گاڑی سے اتر کر سیدھی برآمدے کی دائیں جانب چلتی گئی۔ وہاں اس کی اماں لکڑی کے ایک سٹول پر بیٹھی چپ چاپ روئے جا رہی تھی۔ اس نے نظر اٹھا کر اپنی بیٹی کو دیکھا تک نہیں۔ گری بالا کچھ دیر اس کے پاس بیٹھی رہی' پھر اس نے باورچی خانے کی جانب قدم بڑھایا ہی تھا کہ عورتوں کے بیچ میں سے درگا کی آواز اس کے کانوں میں پڑی۔ "وہاں نہ جانا! مچھلی پکانے کیلئے چولہا جل رہا ہے وہاں!" دوسری عورتیں سرد آہ بھر کر رہ گئیں۔ گری بالا نے کنوئیں کا رخ کیا۔ کنوئیں کو اندر سے پلاسٹر کیا گیا تھا۔ اس کے کنارے امرود کا درخت ہوا کرتا تھا۔

"ارے وہ درخت کہاں گیا؟" امرود کے درخت کو اپنی جگہ نہ پا کر حیرت سے گری بالا نے پوچھا۔"

"اس کے خشک پتے اڑ کر کنوئیں میں جا گرتے تھے اور اس کا پانی خراب کر دیتے تھے۔ اس لئے اس درخت کو کٹوا دیا گیا۔" درگا نے جواب دیا۔

گری بالا عقبی دالان میں واقع تالاب کی جانب جانا چاہ رہی تھی۔ درگا نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور کہنے لگی۔ "اب حالات بدل گئے ہیں' تم بیوہ ہو گئی ہو' آؤ ہاتھ منہ دھولو' بہت سے لوگ تمہیں ملنا چاہتے ہیں۔"

عورتوں کی بھیڑ میں کسی کی آواز آئی۔ "یہ تو ویسی کی ویسی ہے' کبھی نہ کوئی سینا پرونا کیا اور نہ گھر کا کوئی اور کام کاج۔ یہ سامنے کھڑی پہاڑ سی زندگی کاٹے گی کیسے؟"

درگا نے کنوئیں سے پانی نکالا اور گری بالا کا ہاتھ منہ دھلانے لگی۔ اس نے سرگوشی میں درگا سے کہا۔ "ان عورتوں سے کہو کہ یہاں سے چلی جائیں۔"

درگا نے بھی سرگوشی میں ہی جواب دیا۔ "یہ سب تمہاری وجہ سے ہی تو آئی ہیں۔ تمہارے لئے بہت دکھی ہیں۔" اچانک گوسانی اپنی جگہ سے اٹھی اور عورتوں کے پاس چلی گئی'

پھر انہیں ساتھ لے کر برآمدے میں بائیں جانب واقع قربان گاہ کی طرف چل دی۔ درگا نے گری بالا کو تولیہ تھما دیا تو اس نے اپنا چہرہ صاف کرتے ہوئے دوبارہ کہا۔ 'یہ لوگ چلے جائیں تو اچھا ہے میں تنہائی چاہتی ہوں۔'' درگاہ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ عورتوں نے گوسائی کے گرد جمع ہو کر اب اس پر سوالوں کی بوچھاڑ کر دی۔

''تم اسے چکر ہاٹی سے واپس لے تو آئی ہو لیکن یہ پہاڑ سی زندگی کیسے گزارے گی وہ؟ بس، درگا بن کر رہ جائے گی......''

''جائیداد اس کے حصے کا کیا بنے گا؟''

''جنوبی کنارے کی دوسری گوسائنوں کا حشر نہیں دیکھا کیا؟ ان بھیڑیوں نے کس طرح ان کی جائیداد غصب کر لیں؟......''

گوسائی نے تلملا کر جواب دیا۔'' یہ تو ایک لڑکی ہے دو چار اور ہوتیں تو بھی میں انہیں آرام سے اپنے پاس رکھتی۔ خدا نے مجھے بہت کچھ دیا ہے!......''

یہ الفاظ تو گوسائی کے منہ سے نکل گئے مگر اندر ہی وہ خود بھی بہت پریشان تھی۔ رنگامتی میں کمیونسٹوں کا زور بڑھتا ہی جا رہا تھا۔ دو چار دفعہ تو انہوں نے لگان جمع کرنے والے منشی کی پٹائی بھی کر دی تھی۔ جنوبی کنارے کے بعض گوسانوں کو تو ان خبیثوں نے دھمکیاں بھی دے رکھی تھیں۔ اگر انہوں نے اپنی زمینوں پر خود کاشت کرنا شروع نہ کیا تو ان سے زمینیں ہی چھین لی جائیں گیں......

''گوسان کو اپنی زمین پر کام کرنا ہوگا؟''

...... ہری، ہری، ہری، (چھی، چھی، چھی)......

......کیا یہ کبھی ممکن ہو سکتا ہے؟...... ہری، ہری (چھی، چھی، چھی)......

اس نے بڑے محتاط انداز میں اردگرد موجود سارے چہروں پر نظر ڈالی، پھر انتہائی سرد اور تحکمانہ انداز میں بولی۔'' انصاف کے لئے عدالتیں ہیں! کچہریاں ہیں! ہم جنوبی کنارے کی گوسانیاں خاموش نہیں بیٹھیں گی! ہم عدالت کا دروازہ کھٹکھٹائیں گی!......''

عورتوں میں سے کسی کی چیختی آواز سنائی دی۔'' اف میرے خدا! جنوبی کنارے کی گوسائی اور عدالت میں جائے گی؟ اللہ اپنی پناہ میں رکھے! ہم نے پہلے تو یہ کبھی نہیں سنا تھا......''

MashalBooks.org

بہت سی عورتیں سرد آہ بھر کر رہ گئیں۔ کسی اور نے بات بڑھائی۔

''عدالت' کچہری...... چوروں' بدمعاشوں اور ذلیلوں کی جگہ۔ کیا گوسانی وہاں سب کے سامنے ان لوگوں کے بیچ کھڑی ہوں گی۔ گوسانیاں جنہوں نے کبھی آسمان پر چمکتے سورج تک کو نہیں دیکھا!''

سروتے سے چھالیہ کاٹتی ایک سیاہ رو' لمبے قد اور پتلے ہونٹوں والی عورت نے بڑی رسانیت سے گوسانی کو مخاطب کیا۔ ''دیکھو گوسانی! بہتر ہوگا کہ تم کچھ دن اسے اپنے پاس رکھو اور پھر واپس اس کے شوہر کے گھر بھیج دو۔ شوہر کا گھر عورت کیلئے جنت کی طرح ہوتا ہے۔ اگر کوئی لڑکی اپنے شوہر کا گھر چھوڑ بھاگے تو اس کی مثال گلیوں میں بھٹکتی ننگ دھڑنگ عورت کی سی رہ جاتی ہے۔ چاہے وہ خود کو کتنے ہی کپڑوں میں ڈھانپ لے۔ لوگ ان سب کو چیتھڑوں کی طرح پھاڑ کر اس کے جسم سے علیحدہ کر دیتے ہیں!''

ہرامدد کے سکول ماسٹر کی دو بیٹیاں ننھی چمپا اور بھومی چمپا بھی اور عورتوں کے ساتھ گوسانی کے قریب ہی بیٹھی تھیں۔ ایک نے کہا ''سنا ہے چکرہائی کا گوسان بہت ہی پرانے خیالات کا ہے۔ دین دھرم کے معاملے میں وہ شنکری ستروں کے وشنوا سرداروں کی طرح بڑی سختی سے کام لیتا ہے۔ یہ لوگ دن میں پانچ دفعہ دریا میں آشنان کرتے ہیں اور چاندی پوجا کی رسوم کیلئے کوچ بہار سے برہمنوں کو بلواتے ہیں۔ کہتے ہیں یہ چائے تنیا دیوا کے معتقد ہیں۔ سر پر پانی یا تیل ڈالتے ہوئے یہ اسواتھما کا نام ضرور لیتے ہیں۔''

اب ننھی چمپا بھی گفتگو میں شریک ہوگئی۔ ''اس کی ساس نے بھی تو حد کر دی تھی ظلم کی۔ سنا ہے اسی لئے اس کا بچہ پیدا ہونے سے پہلے ہی مر گیا...... اسے اموتی کے دوران پاخانے جانے کی آخر اجازت کیوں نہیں دی گئی...... وہ ناریل کی چھال میں لپٹی کھڑاویں پہن کر بھی تو چارپائی سے نیچے اتر سکتی تھی......''

بھومی چمپا کہنے لگی۔ ''دو تین گوسانیاں' چکرہاٹی کی۔ گھر کا بیرونی دروازہ دیکھنے کی حسرت دل ہی میں لئے دوسرے جہان سدھار گئیں...... ایک گوسانی تو بسنت پوجا دیکھنے کیلئے بھی برآمدے تک پیٹ کے بل رینگ کر جایا کرتی تھی۔ ایک دن وہ پکڑی گئی۔

خدا کی پناہ! کیا اذیت ناک سزا دی گئی اسے!......''

کئی عورتیں بیک وقت چیخ پڑیں۔ ''کیا سزا دی گئی اسے؟''

MashalBooks.org

بھومی چمپا نے چپ سادھ لی۔عورتیں خوف اور حیرت کے ملے جلے تاثرات اپنی آنکھوں میں سجائے' ایک دوسرے کا منہ تکنے لگیں۔عورتیں وہاں جمع تو اس لئے ہوئی تھیں کہ گری بالا کی زبانی اس پر بیتی دکھ اور زیادتیوں کی کہانی سنیں گی مگر اس نے انہیں موقع ہی نہیں۔وہ کسی کوندتی بجلی کی طرح اس کمرے کی جانب لپکی جہاں پوجا کی ادائیگی کیلئے اس کے پرکھوں کے کھڑاویں رکھے تھے۔(یہ چار جوڑے تھے) اس نے دروازہ کھولا' اندر داخل ہوئی اور ساتھ ہی اندر سے دروازہ بند کرلیا۔

گوسائی اور دوسری عورتیں فوراً دروازے کی طرف بھاگیں۔دروازے کو دھکا دے کر کھولنے کی کوشش کی۔پھر اسے زور سے کھٹکھٹانے لگیں۔تھک ہار کر گوسائی نے کہا۔"اس نے دروازہ اندر سے لوہے کی پٹی سے بند کرلیا ہے۔بالکل نہیں بدلی وہ۔وہی رن چاندی ہے۔غصے کی دیوی اتنے سارے دکھ بھی اسے ذرا نہیں بدل سکے۔"

گوسائی انتہائی شکستہ لہجے میں بولی۔"وہ یہ شادی کرنا ہی نہیں چاہتی تھی' شادی کے دن بھی اس نے اسی طرح کا رویہ اپنایا تھا۔چاول چنتے چنتے ایک عورت نے یاد دلایا۔"تم خود بھی تو اس شادی سے خوش نہیں تھیں۔"

"میں خوش ہوتی بھی تو کیسے؟ تم تو جانتی ہی ہو' وہ لڑکا کرتا دھرتا کچھ تھا نہیں' لفنگوں کی طرح چودھری کی یاترا پارٹی کے ساتھ پھرتا رہتا تھا۔کسی گوسان کے بیٹے نے اپنی بیوی سے اتنا گندا سلوک کبھی نہیں کیا ہوگا......"

"ہاں' سن تو ہم نے بھی رکھا ہے یہ سب' وہ ایک ہارمونیم اپنے گلے میں ڈالے اسے زور زور سے بجاتا آوارہ پھرا کرتا تھا۔ہم نے تو یہ بھی سنا ہے کہ یاتریوں میں موجود افیم بیچنے والی کسی عورت سے بھی اس کی دوستی وغیرہ تھی......"

ایک اور عورت نے لقمہ دیا۔"لیکن ان یاترا پارٹیوں میں اس کتیا کو ناچنے نہیں دیا جاتا تھا......"

"واقعی! یہ تو دل دہلا دینے والا سکینڈل ہوا۔کہتے ہیں وہ اس عورت کے گھر باقاعدہ کھانا کھاتا تھا اور شراب بھی پیتا تھا......"

ایک دوسری عورت نے چیخ کر مداخلت کی۔"چپ ہو جا! رک جا! بند کر یہ بے غیرتی کی باتیں! تجھے ہمت کیسے ہوئی' گوسائی کے سامنے ایسی باتیں کرنے کی؟"

MashalBooks.org

بھومی چمپا نے کہا۔ ''چکر ہاٹی میں میں نے لکڑی کا بنا ہوا دو منزلہ مکان خود دیکھا ہے۔ خدا کی پناہ! یہ تو ہاتھیوں کی سونڈوں' چیتے کی کھالوں' ہرن کی سینگوں' گرگٹ کی کھال اور جنگلی سوروں کے سروں کا قبرستان ہے......!''

ننھی چمپا نے پھر دخل اندازی کی۔ ''گوسان کے پاس ہاتھی دانت کے دستے والی بندوق تھی' بہت قیمتی' کبھی یہ صرف مسلمان بادشاہوں کے افسروں کے پاس ہوا کرتی تھی......وہ گولی کا ڈھکنا اپنے دانتوں سے ہٹایا کرتا تھا۔ پھر اسے بندوق کی نالی میں ڈالا کرتا۔ اف! خدا ہی جانے وہ سور کی چربی چڑھی ہوتی تھی ان کارتوسوں پر یا گائے کی!......''

ایک اور عورت نے بڑھ کر یہ اضافہ کیا۔ ''اور وہ بولو گوسان ان کھالوں' سینگوں اور ہڈیوں کو ایک طرف کھسکاتا اور نیچے بیٹھ کر ہارمونیم کی ریہرسل کرنے لگتا......تم مانو یا نہ مانو' میں نے ان ہڈیوں اور کھالوں کو بھی ہارمونیم کے سر میں سر ملا کر آواز پیدا کرتے سنا ہے......''

ایک اور عورت کی زبان میں کھجلی آئی۔ ''لوگ کہتے ہیں کہ اس کے گھر کے مرکزی گیٹ پر جو لوہے کا بنا ہوا تھا بہت سی سائیکلیں کھڑی رہتی تھیں۔ افیم بیچنے والی وہ خبیث عورت بھی وہاں اپنی منہ دکھائی کیلئے جایا کرتی تھی اور بولو گوسان کی جانب سے تحفتاً دیئے گئے انار کے دانوں جیسے سرخ آویزے اس کے کانوں کی زینت ہوتے تھے......''

''وہ چڑیل بالآخر پچھلے سال پھیلنے والی ہیضے کی وبا کی بھینٹ چڑھی۔'' بھومی چمپا نے بات بڑھائی۔ ''ٹھیک ہی ہوا اس کے ساتھ! بالو گوسانی کے گھر مقدس کھڑاؤں کے کمرے میں داخل ہونے کی سزا تو قدرت نے دینی تھی اسے!''

صرف شمیض میں اپنا سینہ چھپائے دو موٹی عورتیں چاول چنتے چنتے بھی چپ نہ رہ سکیں۔ ''لوگ کہتے ہیں اس چھنال کے پیٹ میں بچہ رہ گیا تھا۔ وہ اس سے نجات پانے کیلئے کسی مہاجن کے پاس بھی گئی تھی۔ ستر میں کسی نے اسے دیکھ لیا۔ لوگوں نے اس پر بڑی تھوتھو کی۔

گوسانی یہ کھلی ڈلی باتیں سن کر حیرت زدہ رہ گئی۔ اسے پتہ نہیں تھا کہ یہ ساری کہانیاں زبان زد ہر خاص و عام ہیں۔ وہ سمجھتی تھی کہ یہ ساری داستانیں شاید صرف اس کے ذہن میں مقید ہیں۔

دھم! دھم! دھم! مقدس کھڑاؤں والے کمرے سے اٹھتے شور کی جانب' سب عورتوں کے کان لگ گئے۔ گری بالا غصے اور طیش کے عالم میں دروازے پر ٹھوکریں مار رہی تھی۔

MashalBooks.org

گوسانی فوراً دروازے کے پاس پہنچی اور اسے کھٹکھٹانے لگی لیکن دروازہ بدستور بند رہا۔
گوسانی نے اپنے دوپٹے کے کونے سے اپنی آنکھیں صاف کیں اور پیچھے مڑ کر ننھی چمپا اور بھومی چمپا کی طرف دیکھنے لگی۔ یہ دونوں لڑکیاں گری بالا کی ہم عمر تھیں۔ شکل وصورت کی بھی مناسب تھیں' البتہ غربت کی لکیریں ان کے چہروں پر پڑ گئی تھیں۔ صاف ستھرے کپڑے پہنے ماتھے پر بندیا لگائے دونوں ہی مطمئن اور پرسکون دکھائی دیتی تھیں۔ انہیں دیکھتے ہی گوسانی پھٹ پڑی۔

''تم کمینی اور پاپی عورتو! یہ سب تمہارا کیا دھرا ہے۔ بانسوں کے جھنڈ کے پیچھے چھپ چھپ کر تم ہی اس کی جاسوسی کیا کرتی تھیں۔ جب کبھی وہ نہانے کیلئے تالاب کا رخ کرتی' تمہاری نظر میں اس کا پیچھا کیا کرتیں تاکہ تم اس کی پہلی ماہواری کے نشان' اپنی آنکھوں سے دیکھ سکو۔ کیا تم اس ساری مصیبت اور دکھ کی ذمہ دار نہیں ہو؟''

''اس کی پہلی ماہواری کے نشانات......؟''

''ہاں' ہاں! سورج نکلنے سے بھی پہلے تم بانسوں کے جھنڈ کے پیچھے جنگلی بلیوں کی طرح چھپ چھپ کر غور سے دیکھا کرتی تھیں کہ اس کے کپڑوں پر ماہواری کے نشانات نظر آجائیں۔

''خدا کے لئے' ہمیں گناہ گار نہ بناؤ'' ان دونوں نے خوف اور دہشت سے بھری آواز میں کہا۔ تم لوگ میرے پیچھے پڑی تھیں کہ میں اس کی شادی کر دوں جلد از جلد۔ پھر تم گڑ وگلی' تھنا کلی کے گوسانوں کے پاس بھی گئیں۔ انہیں بتایا کہ امرنگا کے گوسان کی بیٹی بدچلن ہو گئی ہے......''

وہاں موجود عورتوں کے بے ساختہ چیخ نکل گئی۔ ''اے بھگوان! ہمیں اپنی پناہ میں رکھ!''

چاول چننے والی عورتوں میں سے ایک کمر خمیدہ بوڑھی اور شکستہ حال عورت آگے کو کھسک کر بولی۔

''کیا حقیقت یہی نہیں تھی؟ ہاں' شادی سے پہلے ہی لڑکی کی ماہواری آنے لگی تھی؟''

گوسانی نے کوئی جواب دیئے بغیر اپنا منہ پھیرا اور زمین پر تھوک دیا۔

درگا گری بالا کیلئے چائے بنا رہی تھی۔ جب اس نے گوسانی پر اس طرح کے سوالات کی بوچھاڑ محسوس کی تو وہ کسی بپھری شیرنی کی طرح اس طرح لپکی اور کرخت لہجے میں بولی۔

MashalBooks.org

''تم نے کبھی سنی یہ بات کہ داموور یا کے کسی گوسان کی بیٹی کی شادی اس کے بالغ ہونے کے بعد ہوئی ہو؟ ہماری پوری نسل میں ایسا کبھی نہیں ہوا اور نہ ہی کبھی مستقبل میں ہوگا!''

بھومی چمپا نے ناک چڑھائی اور کہا۔ ''کیا مطلب ہے تمہارا؟ وقت بدل گیا ہے۔ جنوبی کنارے کے گوسانوں کی دو تین لڑکیاں بھی اسی طرح پہلے سے جوان ہوگئی ہیں......!''

درگا نے جل کر جواب دیا۔ ''ہوتا ہوگا لیکن گری بالا کی شادی کے بعد اس کے پہلے ماہواری کے موقع پر یہ تم ہی تھیں جس نے جو سہاگن کے طور پر مٹھائی کا ٹوکرا چکی کے اوپر لا کر رکھا تھا۔

بھومی چمپا بڑی خود پسند اور مغرور قسم کی لڑکی تھی۔ اسے گری بالا کے ان دکھ بھرے حالات سے ایک انجانی سی خوشی ہو رہی تھی۔ ظاہر ہے وہ سہاگن تھی اور گری بالا بیوہ ہوگئی۔ ورنہ ہمیشہ ہی خوبصورتی اور بناؤ سنگھار میں اس کا شمار گری بالا کے بعد ہوا کرتا تھا۔ گری بالا کی بیوگی نے گویا اسے فتح مندی اور سرشاری کا ایک نیا احساس دے دیا۔ مدمقابل کے زوال پر اس جیسی فطرت کے لوگ یقیناً خوش ہوتے ہیں۔

''کیا یہ درست نہیں؟'' بھومی چمپا نے پوچھا۔ ''بولو گوسان گری بالا کو اس لکڑی کے بنے مکان میں گھسیٹتے ہوئے لے گیا تھا اور وہاں اسے موسیقی اور اداکاری سکھانے کی کوشش کی تھی۔ میں نے تو یہ بھی سنا تھا کہ وہاں گری بالا' گوسان اور اس کے سسرالیوں میں خاصی دھینگا مشتی بھی ہوئی...... کیا یہ سب غلط ہے......؟''

ایک زبردست دھماکے سے پوجا کا مقدس کمرہ کھلا۔ گری بالا کسی بپھری ہوئی شیرنی کی طرح باہر نکلی۔ بکھرے بال' بے ترتیب شکن زدہ لباس' شعلہ باز آنکھیں لئے وہ زور سے چلائی۔ ''مجھے دیکھنے آئی تھیں نا! دیکھ لیا؟ اب دفع ہو جاؤ۔ میں زندہ ہوں اور زندہ رہوں گی اور باقی زندگی بھی تم سب لوگوں سے بہتر گزاردوں گی......'' فقرہ مکمل کئے بغیر ہی وہ کسی کٹے ہوئے درخت کی طرح لہراتی ہوئی ماں کی گود میں گر پڑی۔

MashalBooks.org

باب۴

گوسان کی حویلی کے بالکل سامنے ہری مہاجن کا مکان تھا۔ صاف ستھرا' کشادہ اور بھلا دکھائی دینے والا مکان' اس کی ٹین کی چھت اس طرح چمکتی تھی جیسے کسی نے اس پر چاندی کا ملمع چڑھایا ہو۔ عقبی احاطے میں اناج سے بھرے گودام بنے تھے۔ سامنے کا دالان بھی خاصا خوش کن لگتا تھا۔ اس کی دیواروں پر گوبر کا تازہ تازہ لیپ کیا گیا تھا۔ بعض جگہوں پر ایسے لگتا تھا جیسے بکرے کی کھال سکھانے کیلئے لٹکائی گئی ہیں۔ دور سے دیکھنے پر اس کے اناج کے ڈھیر کسی بیٹھے ہوئے خاموش ہاتھی سے مشابہ نظر آتے۔

اندرناتھ حویلی سے باہر نکلا تو اسے ہری مہاجن کے گھر کے باہر لکڑی کے بنچ پر کئی افیمی بیٹھے دکھائی دیئے۔ بعض تو اسی علاقے کے تھے اور بعض گرو دھولی' چکر ہاٹی' مجھ کوچی اور دوسرے دور دراز دیہاتوں سے آئے لگتے تھے۔ ان کی نگاہیں زمین میں گڑی ہوئی تھیں۔ ان کے بال بری طرح الجھے ہوئے تھے۔ وہ کچھ اس طرح بیٹھے تھے جیسے ہڈیوں کو مختلف شکلیں اور ترتیب دے کر ان پر کھال منڈھ دی گئی ہو۔ اندرناتھ نے گھن کھا کر اپنا منہ دوسری طرف پھیر لیا۔

افیون کے راشن کارڈ پر انگوٹھے لگانے کی وجہ سے ان کے انگوٹھوں پر کالی روشنائی کے دھبے لگے ہوئے تھے۔ ان کے نزدیک انگوٹھوں پر لگی ہوئی سیاہی کے یہ دھبے کسی بھی وقت صاف ہو سکتے تھے۔ انہیں قطعی اندازہ نہیں تھا کہ انگوٹھوں پر موجود ان سیاہ دھبوں نے ان کے آنے والے وقت کو بھی کتنا خوفناک اور تاریک کر کے رکھ دیا ہے۔ نہیں' انہیں اس کی پرواہ ہی کب تھی۔ وہ تو عجیب سی مستی اور کیف کی فضا میں خود کو تیرتا محسوس کر رہے تھے۔

افیون کی بو اور پتوں کے فرائی کئے جانے کی دھسک اندرناتھ کی ناک میں چڑھنے لگی تو

اس نے جیب سے اپنا رومال نکالا اور ناک پر رکھ لیا۔ اس نے چاروں طرف نظر دوڑائی۔ گاؤں کے اردگرد ناریل کے درختوں کے ساتھ ساتھ افیون کے پودے اپنے پتوں کے بغیر برہنہ شاخوں کے ساتھ یوں لگ رہے تھے جیسے انسانی آنتیں لٹک رہی ہوں۔ دونوں جانب موجود کچے جھونپڑے اپنے مکینوں کی بدحالی اور شکستگی کا اشتہار دکھائی دے رہے تھے۔

پگڈنڈی سے مڑتے ہی جونہی وہ سڑک پر آیا۔ اسے احساس ہوا کہ وہ بھگوتی کے گھر کے پاس سے گزر رہا ہے۔ کل بولو کے جوئے خانے سے واپسی پر جب اس نے ملگجی روشنی میں اس کا سراپا دیکھا تھا تو وہ اسے دریا کے پانیوں میں اٹھکیلیاں کرتی وہیل مچھلی کی طرح لگی تھی۔ وہ ابھی تک اس کے تصور میں اٹکی ہوئی تھی۔ اس نے ادھر ادھر دیکھا کوئی ذی روح دکھائی نہیں دیا۔ وہ بیل گاڑی اس پر پڑا نقش و نگار والا مخمل کچھ بھی تو وہاں نہیں تھا۔ اندرناتھ کو عجیب سا دکھ ہوا لیکن ابھی کل ہی تو وہ یہاں آئی تھی۔ شاید اپنی سہیلیوں سے ملنے گئی ہو۔ اس نے پچھلے برآمدے کی جانب نظر دوڑائی۔ ہاں وہاں الگنی پر دو قمیضیں ضرور لٹکی ہوئی تھیں۔ ان کا رنگ غروب ہوتے سورج کے ماحول سے کچھ کچھ ملتا تھا۔ ملگجا آسمانی! تیز ہوا کی وجہ سے قمیضیں قریب موجود لیموں کے پودے سے ٹکرائے جا رہی تھیں......۔

اندرناتھ اپنے تصورات میں کھو گیا...... ابھی کل ہی اس کی ماں نے دامو دریا کے گوسان کی نو دس سالہ لڑکی کے بارے میں بتایا تھا۔ اس کے ماں باپ اسے اندرناتھ سے بیاہنا چاہتے تھے۔ بنا ملی دیو کے مہاراستہ کے کچھ لوگ باقاعدہ ستاروں کی چال اور ان کے اثرات کا پورا حساب کتاب لگا کر آئے تھے۔ وپھولی سے بھی ایک جوڑا' ایسے ہی حساب کتاب جوڑے' چاول' تیل' آلو' سبزیاں اور ایک بڑی سی رہو مچھلی بوروں میں بھر کر لائے تھے۔ اندرناتھ خود یہ ساری چیزیں مقدس کھڑاویں والے کمرے میں جا کر دیکھ چکا تھا۔ اس کے اجداد نے کبھی بھی عام برہمن لڑکی سے شادی نہیں کی تھی؟ اس کی ماں' دادی...... سب کا تعلق نامور ستر گھرانوں سے تھا......۔

اندرناتھ بڑی سڑک پر ہولیا۔ ایک بار پھر اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ ان قمیضوں میں سے ایک لیموں کے پودے کی شاخوں میں الجھ کر' کسی جھنڈے کی طرح پھڑ پھڑا رہی تھی۔ آگے بڑھا تو ہاتھیوں کے گوبر کی بدبو اور افیم کی مہکار' اس کے پتوں کے جلنے کی دھسک بیک وقت اس کی ناک سے ٹکرائیں۔ وہ شدید ذہنی اذیت کا شکار ہو رہا تھا۔ اپنے اردگرد کی بدحالی'

MashalBooks.org

شدید غربت اور افیم کا شکار ہوتے لوگ دیکھ کر وہ انتہائی یاسیت اور دکھ محسوس کرتا۔ وہ اپنی ساری حسوں میں شدید ٹوٹ پھوٹ ہوتی محسوس کرتا اس مایوسی اور رات کی پھیلتی تاریکی میں اس لڑکی کا چہرہ بار بار اس کے تصور میں در انداز ہو رہا تھا۔ اسے یوں لگا جیسے وہ کسی چتا کے سامنے کھڑا ہے اور انسانی ہڈیوں اور گوشت کو آگ میں بھسم ہوتے دیکھ رہا ہے۔ مردے کی آخری رسوم ادا ہو رہی ہیں لیکن بار بار اس کی توجہ پھولوں سے لدے پھندے گلاب کے پودے کی جانب مبذول قریب ہی موجود ہو رہی تھی......

درختوں کے کٹے ہوئے تنوں سے لدا ٹرک تیزی سے اس کے پاس سے گزرا تو اس کی اڑائی ہوئی مٹی اور دھول اس کے چہرے اور بالوں پر آ کر جم گئی۔ اب وہ جنگل کی جانب جانے والے راستے پر آ گیا تھا۔ یہ راستہ پہاڑی پگڈنڈیوں کی طرح خاصا پیچ دار تھا۔ ذرا آگے جا کر ایک ندی تھی۔ اس پر ایک چھوٹا سا لکڑی کا پل بنا ہوا تھا۔ یہ ندی کافی آگے جا کر دریائے جگالیا سے مل جاتی تھی۔

اندرناتھ کے پاس لوگوں کا جمگھٹا دیکھا۔ ان میں سے کئی چہرے اس کے جانے پہچانے تھے۔ یہ لوگ بر ہرامدؔ کھرو ہرامدؔ تلہ ہاڑہؔ مدھی پاڑہ کے علاوہ دریا کے دوسرے کنارے سے بھی آئے تھے۔ یہ سبھی سخت نشہ باز افیمی تھے۔ ان لوگوں کے درمیان اسے ایک اور آدمی بھی نظر آیا۔ کھڑی ٹوپی اور کینوس شوز پہنے وہ بڑے آرام سے ان افیمیوں سے باتیں کر رہا تھا۔ وہ غالباً کانگریس پارٹی کے ان رضا کاروں میں سے تھا جو گھر گھر جا کر افیمیوں کے متعلق اعداد و شمار اکٹھے کر رہے تھے۔

وہ درخت کے ایک کٹے ہوئے تنے پر کھڑا تھا۔ اندرناتھ پل کے اور قریب آ گیا۔ یہاں سے وہ ان کی گفتگو بخوبی سن سکتا تھا۔ وہ آدمی سر سے پاؤں تک مٹی میں بری طرح اٹا ہوا تھا لیکن ان کی زبان اور لب و لہجہ بڑے واضح اور صاف ستھرے تھے۔ وہ افیم کھانے کے زہریلے اثرات کے بارے میں بتا رہا تھا۔ اندرناتھ اس کی باتیں سننے لگا۔

''شاید تم لوگوں کو احساس ہی نہیں کہ افیم کا زہر کس بری طرح دریا کے دونوں کناروں پر آباد بستیوں میں پھیل گیا ہے۔ مہاتما گاندھی کی تحریک عدم تعاون کے دوران ہمیں افیم کی زہریلی خباثتوں کا پتہ چلا تھا۔ ہمیں ڈیڑھ سو سال پرانی اس لعنت کو جڑ سے اکھاڑ پھینکنا ہے۔ تم سب مہاتما گاندھی کے پیروکار ہو۔ تم میں سے بہت سے لوگ برطانوی راج کے دوران جیل

میں بھی گئے تھے۔''

مجمع میں سے کوئی آدمی اٹھ کھڑا ہوا اور کہنے لگا۔ ''نہیں۔ کوئی زیادہ لوگ تو یہاں سے جیل نہیں گئے تھے۔ صرف چار آدمی تھے جو جیل گئے تھے اور وہ بھی فوراً رہا کر دیئے گئے۔''

رضا کار نے معذرت خواہانہ انداز میں اپنا سر جھکایا۔ ایک اور آدمی کھڑا ہو کر چیخنے لگا۔

''دریا کے اس کنارے سے کوئی شہید نہیں ہوا یہاں سے تحریک آزادی میں جیل جانے والے لوگوں کی حقیقی تعداد بتا سکتے ہو۔''

درخت کے تنے پر کھڑے رضا کار نے ایک بار پھر معذرت خواہانہ رویہ اختیار کیا۔

''حکومت کے ریکارڈ میں تمام اعداد وشمار محفوظ ہیں اور مناسب وقت پر یہ ساری باتیں تم لوگوں کو بتا دی جائیں گی۔''

مجمع میں موجود لوگ خاموش ہو گئے۔ رضا کار دوبارہ اپنی بات کہنے لگا۔ ''انقلاب کے دوران پورے آسام سے لوگوں نے جیلیں بھر دی تھیں۔ مہاتما گاندھی کی قیادت بڑی کرشمہ ساز تھی۔ ان کے کہنے پر افیم کے خلاف بھرپور لڑائی ہوئی تھی۔ ایک سال کے اندر اندر افیم کے کاروبار میں چھ سو دومن کی کمی آ گئی تھی۔''

مجمع میں سے ایک اور آدمی اٹھ کھڑا ہوا۔ ''لیکن یہاں ہمارے علاقے میں تو افیم کے کاروبار پر کوئی اثر نہیں پڑا بلکہ حالات اور بھی زیادہ بدتر ہو گئے ہیں۔''

اندرناتھ کو یاد آیا کہ دینا بدھوا اینڈریوز کی صدارت میں، افیم کے متعلق ایک کمیٹی تشکیل دی گئی تھی اور یہ طے پایا تھا کہ آسام کے تمام علاقوں میں افیم کے کاروبار پر پابندی لگا دی جائے لیکن برطانوی حکومت ہچکچاہٹ کا شکار تھی۔ افیم کے کاروبار پر حاصل ہونے والا ٹیکس ختم ہو کر رہ جاتا۔ یہ نقصان وہ برداشت نہیں کرنا چاہتی تھی۔ چنانچہ بجائے پابندی لگانے کے اس نے افیم کی فروخت اور زیادہ بڑھا دی تھی۔ رضا کار کی آواز دوبارہ اندرناتھ کے کانوں میں گونجنے لگی۔

''میرا خیال ہے تم لوگوں کو افیم کے قانون میں ہونے والی ترمیم کے بارے میں پتہ نہیں چلا......''

بہت سے افیمی بیک وقت بول اٹھے۔ ''ہمیں بتاؤ، کیا ترمیمیں آئی ہیں قانون میں؟''

رضا کار نے اپنی ٹوپی اتاری اور اسے جھاڑتے ہوئے کہنے لگا۔ ''دوسری ترمیم خاصی

لمبی ہے۔ دسویں ترمیم میں ایک شق کا اور اضافہ کیا گیا ہے......'' اس نے جیبیں ٹٹولیں اور ان میں سے کچھ مڑے ترے کاغذ باہر نکالے......'' یہ انگریزی میں ہے۔ پہلے میں تمہیں اس کا انگریزی متن سناتا ہوں۔'' پھر وہ کم روپ کے مخصوص لہجے میں انگریزی عبارت پڑھنے لگا۔

''ترمیمی سیکشن 10۔ آسام کا امتناع افیم قانون 1947ء...... جو شخص بھی یہ جانتا ہے یا یہ یقین کرنے کی اس کے پاس معقول وجہ ہے کہ اس ایکٹ کے تحت کوئی جرم سرزد ہوا ہے۔ جرم کی شہادت کو غائب کرنے کا باعث بنتا ہو یا مجرم کے متعلق اس انداز میں اطلاع بہم پہنچاتا ہے جس سے مجرم کو سزا نہ دی جا سکے۔ یا (ایسی اطلاع اور شہادت دے جسے وہ خود بھی غلط سمجھتا ہو) جرم کے متعلق تو اسے وہی سزا دی جائے گی جو سزا اس جرم کے لئے تجویز کی گئی ہے۔''

لوگ بے ساختہ قہقہہ مار کر ہنسنے لگے۔ کچھ چہروں پر طنزیہ مسکراہٹ آ گئی۔ ایک آدمی نے بیڑی کا کش لیا' بیڑی کو دور پھینکا اور مضحکہ خیز انداز میں بولا۔ رضا کار بابو! تم ہمیں چیتے اور شیروں کی کہانی سنا رہے تھے یا رام اور راون کی جنگ کا کوئی قصہ! ہمیں تو اس کا سر پیر ہی سمجھ نہیں آیا!''

مجمع میں ایک بار پھر زوردار قہقہہ گونجا۔ لیکن لگا یوں جیسے ٹاٹ کے بورے میں جمع بہت ساری ہڈیاں آپس میں ٹکرا کر بج اٹھی ہوں۔ رضا کار نے ایک بار پھر اپنی ٹوپی سر سے اتاری اور اس کی مٹی جھاڑنے لگا۔ ''مجھے پتہ ہے کہ تم ان پڑھ اور جاہل ہو۔ دکھ کی بات ہے کہ تم اپنا نام بھی نہیں لکھ سکتے۔ اگر تم کچھ پڑھنا لکھنا سیکھ جاتے تو آج تمہاری یہ بری حالت نہ ہوتی۔''

ایک آدمی نے کھڑے ہو کر کہا۔ ''وہ بوڑھا جھلمل صاحب ہمیں انگریزی پڑھانا چاہتا تھا لیکن دھان صاف کرنے والی دھکی کی آواز اسے پسند نہیں تھی۔ دھک' دھک' دھک۔ یہ آواز ہمیشہ اس کے ذہن کو بکھیر کر رکھ دیتی تھی۔''

کسی نے لقمہ دیا۔ ''ایک دن جھلمل صاحب نے شدید ذہنی تناؤ سے تنگ آ کر ساری دھکیاں زمین سے اکھاڑ کر ان کے حصے بخرے کر کے اپنے گھر کے سامنے والے درخت پر لٹکا دیئے......''

ایک اور آواز فضا میں لہرائی۔ ''ہم سب جانتے ہیں یہ گورے صاحب کیا چاہتے تھے۔ ان کی ساری چکر بازیوں سے ہم واقف ہیں۔ ہر کام میں ان کا اپنا مفاد ہوتا تھا' وہ ہماری طاقت کو توڑنے اور ہمیں کمزور کرنے کیلئے ہمیں افیم دیا کرتے تھے۔''

''یہ گورے لوگ'' کوئی چلایا۔ ہمارے دریائے علاقے ہی میں نہیں پورے ملک میں اپنی خباثتیں پھیلاتے پھر رہے تھے۔

ایک شخص نے زور سے لوگوں کو تنبیہہ کی۔ ''چپ ہو جاؤ' نیتا جی دوبارہ بولنے جا رہے ہیں...... تمہیں پتہ ہے یہ چار موضعوں کے سیکرٹری ہیں۔ ان کے پاس بڑا اختیار ہے یہ جسے چاہیں بلا وارنٹ گرفتار کر سکتے ہیں......'' ہر شخص اس آدمی کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ اونچی دھوتی پہنے' ایک پتلی دبلی جسامت کا تھا۔ لکڑی ٹرانسپورٹ کرنے والے کسی ٹرک پر کلینر کا کام کرتا تھا۔ پیڑ کے ساتھ ٹیک لگائے ہوئے ایک بوڑھا افیمی چیخا۔ ''کتو! چپ ہو جاؤ......!''

کسی نے انتہائی نفرت سے اسے دیکھا اور کہنے لگا۔ ''ہیضہ زدہ لاش! یہ تو نے کتا کسے کہا؟''

دونوں ہی لڑنے مرنے کو کھڑے ہو گئے مگر ایک اور رضا کار ان کے درمیان آ گیا اور انہیں ٹھنڈا کرنے لگا۔ رضا کار کی آواز دوبارہ کانوں تک پہنچنے لگی۔

''سنو بھائیو! میں جلد ہی تمہیں ترمیم کے بارے میں بتاؤں گا لیکن میں نے سنا ہے کہ دریا کے کنارے رہنے والے افیمیوں نے ایک بکرا ذبح کر کے گارو پہاڑی کے سمگلروں کی زبردست دعوت کی تھی۔ اگر یہ سلسلہ جاری رہا تھا تو خیال رہے کہ ایسے لوگ خود کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے پائیں گے۔ حکومت نے جاسوسی کا پورا جال بچھا دیا ہے۔ کوئی ان کی نظر سے بچ نہیں سکے گا۔ اس لئے گواہی وغیرہ کی بھی ضرورت نہیں ہو گی۔'' ایک اور رضا کار نے لقمہ دیا۔

''حکومت نے تمہاری بہبود اور علاج معالجے کیلئے ایک کیمپ بنایا ہے۔ وہاں تمہیں کھانا بھی مفت ملے گا......''

اونچی دھوتی والے ٹرک کلینر نے کہا۔ ''مفت کھانا' مفت دوائیں! شاندار! لیکن افیم کی عادی عورتوں کا کیا ہو گا؟ ان کیلئے تم کیا کر رہے ہو؟''

''وہ موٹی اور نکمی عورتیں! وہ کیا کریں گی؟''

''نکمی' چھنال' فاحشائیں' بچی کھچی افیم اپنے لئے چرانا اور پھر بیچ دینا یا لوگوں کے بستر گرم کرنا۔ یہ ہے ان کا کام۔ افیم کے بغیر کیسے چلے گا ان کا دھندا؟''

نیتا جی نے خاصے سراسیمہ ہو کر سر پر سے اپنی ٹوپی اتاری اور اس پر سے یونہی مٹی جھاڑنے لگا۔

''تمہارے بیوی بچوں کی بہبود کے بارے میں بھی حکومت نے سوچا ہے۔ ہر امداد میں

ان کے علاج معالجے اور بحالی کیلئے بھی کیمپ کھولا گیا ہے۔ جو عورتیں اس نشے کی بری طرح عادی ہیں انہیں زبردستی کیمپ میں لے جایا جائے گا۔ اگر ضروری سمجھا گیا تو......!''

پورے مجمع پر سکوت طاری ہو گیا۔

''حکومت تمہاری بہبود کیلئے کام کر رہی ہے۔ مجھے یقین ہے کہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ اب ملک میں تمہاری اپنی حکومت ہے۔ ہم آزاد ہو چکے ہیں' حکومت زبردستی اور جبر میں یقین نہیں رکھتی۔ اس کی خواہش ہے کہ پیار محبت اور باہمی مفاہمت کے ساتھ تمہارا تعاون لیا جائے۔ اس کیمپ میں ہم چار ڈاکٹر رکھیں گے' دو ڈاکٹر باقاعدگی سے گوہاٹی سے اور ایک ڈاکٹر ہلسا باڑی سے بھی یہاں آیا کریں گے۔ امرنگا کا ڈاکٹر یہاں کے عمومی معاملات کا ذمہ دار ہوگا۔ تم اپنے آپ کو اس زہر سے بچاؤ۔ خدا کیلئے اس دھرتی ماتا کو بچاؤ!''

سکوت بدستور طاری تھا۔ پھٹے پرانے کپڑے پہنے ایک بوڑھا افیمی' اپنی چھڑی کا سہارا لے کر اٹھا۔ اس کے جسم کا ہر حصہ بری طرح لرز رہا تھا۔ اس پر نظر پڑتے ہی اندرناتھ کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ ماتھے پر شکنیں آ گئیں۔ بوڑھے نے کپکپاتے ہاتھ کی انگلی سے نیتا جی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

''کیا یہ سچ ہے کہ ہمارے علاج کے دوران ہمیں افیم کی گولیاں بھی دی جایا کریں گی اور کسی نے ابھی ابھی مجھے بتایا ہے کہ کبوتر کا شوربہ اور پپیتا ہمیں کھانے کو ملا کرے گا۔ کیا یہ......؟''

ایک اور افیمی بیچ میں بول پڑا۔ ''کونڈے میں لگی دہی بھی ملا کرے گی؟ جتنی مرضی چاہے کھا لیں؟ کیا یہ بھی سچ ہے کہ کیمپ میں جانے والے چار افیمیوں نے افیم کھانی چھوڑ دی تھی اور وہ سیدھے دوسری دنیا کو سدھار گئے؟''

اندرناتھ بڑبڑایا۔ ''جاہل' بے وقوف کہیں کے......'' اور آہستگی سے سڑک کے ساتھ آگے بڑھنے لگا۔

کسی کے عقبی دالان سے گنے کی میٹھی مہک اس کی ناک سے ٹکرائی۔ اس نے دن دہاڑے سڑک پر سے لومڑیوں کا ایک جوڑا سڑک سے گزرتے دیکھا۔ وہ شاید گنے کی شہد انگیز مہک کے نشے میں مخمور تھے۔ ساتھ ہی اس نے بیل گاڑی کے پہیوں کے چلنے کی آواز سنی۔ کرر......کرر......کرر......۔

ایک بیل گاڑی اس کے قریب آ رہی تھی۔ اس کا چھاتا ناریل کے پتوں کے بجائے جنگور نامی مقامی درخت کے بھاری چمکدار اور لمبے پتوں سے تیار کیا گیا تھا۔ غالباً کسی گوسان کے گھرانے کی عورتیں اپنے رشتہ داروں کے ہاں ٹھہرنے جا رہی ہوں گی۔ بیل گاڑی ساتھ سے گزر کر آگے بڑھ گئی۔ عقبی طرف رنگین پردہ پڑا ہوا تھا۔ کسی نے باہر نہیں جھانکا' نہ کوئی گانے کا سر سنائی دیا......شاید وہ شرادھا کی رسم کیلئے جا رہی تھیں......۔ ناریل اور جبا کسم کے تیلوں کی ملی جلی خوشبو اسے محسوس ہوئی۔ سورج درختوں کے جھنڈ کے پیچھے چھپنے جا رہا تھا۔ غروب ہوتے سورج کی شعاعوں نے خشک پیلے پتوں کے بیچ گزر کر گویا سورج کو سنہری تاج پہنچا دیا۔ زرد روشنی کے مختلف ٹکڑے جنگل کے سائے میں نہاتی سنہری مچھلیوں کی طرح لگ رہے تھے۔ ڈوبتا ہوا سورج ان سنہری مچھلیوں کو اپنے دامن میں چھپائے افق کی سمت کھسک رہا تھا۔

اندرناتھ کے بولو بھدرا کے جوئے خانے تک پہنچتے پہنچتے اندھیرا چھا چکا تھا۔ بولو رات کے کھیل کی تیاریوں میں مصروف تھا۔ چارپائیوں پر گدلے بچھوا کر گول تکیے رکھے جا رہے تھے۔ پٹرومیکس لیمپ ایک قریبی درخت پر لٹکا ہوا تھا اور اس کی سفید براق روشنی چاروں طرف پھیل رہی تھی۔ بولو نے اندرناتھ کو سائیکل ایک جانب کھڑی کرتے دیکھا تو خوشی سے چلا اٹھا۔

''سارو گوسان! میں آپ کو لانے کیلئے کچھ بندے بھیجنے ہی والا تھا' آج تمام رات تاش چلے گی۔ میں نے آپ کے لئے چائے اور پڈنگ بنانے کیلئے خاص طور پر ایک برہمن لڑکے کا انتظام کیا ہے۔''

اسی لمحے اندرناتھ کو گھر کے اندر سے عورتوں کے زور زور سے ہنسنے کی آوازیں سنائی دیں۔ اس نے کہا۔

''مجھے پتہ ہے اندر لوڈو کھیلی جا رہی ہے۔ تمہاری جوان بیوی تو ہمیں تنگ کر مارے گی' چالیں پوچھ پوچھ کر۔''

''نہیں' نہیں۔'' بولو ہنستے ہوئے بولا۔ ''وہ ان عورتوں کے ساتھ کھیل نہیں رہی' وہ آج رات سورجا ٹھاکر کے ہاں لوک فنکاروں کا پروگرام دیکھنے چکرہاٹی جا رہی ہے۔

''ہمارے مہرا پرشوتم کو' تم جانتے ہو بڑی سی توند ہے اس کی۔'' اندرناتھ بولا۔ ''وہ بھی

کام سے لگا ہوا ہے۔ وہ بھسما کھیلتا ہے، صبح کا نکلا ہوا ہے اپنے گھر سے بنا ناشتہ کئے۔"

بنی سنوری ایک بیل گاڑی دروازے پر آ کر رکی۔ اندر سے تین عورتیں باہر نکلیں۔ انہوں نے چادر سے منہ ڈھانپ رکھے تھے۔ اندرناتھ کو دیکھا تو انہوں نے تعظیماً سر جھکایا۔ ان میں سے ایک بولو کی بیوی تھی۔ کہنے لگی۔ "سارو گوسان! یہاں زیادہ دیر نہ ٹھہرنا' وہ ننگا بھوت دوبارہ آ گیا ہے۔ دھی بیچنے والوں کے سارے کونڈے اس نے صاف کر دیئے......"

بولو نے قہقہہ لگایا اور استعجاب سے کہنے لگا۔ "دودھ! وہ تمام دودھ ایک ہی سانس میں پی گیا۔"

عورتیں ایک ایک کر کے بیل گاڑی میں بیٹھ گئیں۔ کوچوان نے اپنا چابک لہرایا اور بیل گاڑی کو چلانے لگا۔ بیل گاڑی چلتے ہی بیل کے گلے میں پڑے گھنگھروؤں کے بجنے اور پہیوں کے چلنے کی احتجاجی صدا کی ملی جلی گونج کانوں سے ٹکرانے لگی۔ ایک مخصوص پرکشش خوشبو اندرناتھ کی ناک سے ٹکرائی۔ غالباً یہ خوشبو انہی جانے والی عورتوں کے جسم سے آ رہی تھی۔ خوشبو گنے کے تازہ جوس کی سی تھی۔ ان دنوں بپھرے ہوئے جگالیا دریا کے پانی میں بھی اسے یہی مہکار محسوس ہوتی تھی۔ اندرناتھ اپنے خیالوں میں کھو سا گیا۔ یہ مہک اس پر عجیب سی بے خودی طاری کر دیتی تھی......

پھر اس کا ذہن ماضی کے مناظر میں کھو گیا...... گھٹنوں تک برہنہ، پتلی پتلی ٹانگیں......اور آنکھیں دریا کے خاکستری سنہرے پانیوں میں سے جھلکتے جڑواں سورجوں کی سی......۔

رات گئے تک کھیل بڑے جوش وخروش سے جاری رہا...... بولو رام گاؤں کا ایک انتہائی خوشحال کاروباری آدمی تھا۔ موٹا تازہ' توانا اور اس پر آگے کو بڑھی ہوئی توند لئے گنجے سر کے عین درمیان بالوں کی چھوٹی سی لٹ۔ اس کی اوپر کو اٹھتی ہوئی توند دیکھ کر اندرناتھ کو دریا کے وہ ریتلے اونچے ٹاپو یاد آ جاتے' جہاں وہ دسمبر کے سرد دنوں میں کچھوے کے انڈوں کی تلاش میں پھرا کرتا تھا۔

بولو رام کے اجداد مروار سے آئے تھے۔ جنگ کے زمانے میں فوجی مراکز کو راشن سپلائی کرنے کے کام میں اس نے بڑا پیسہ کمایا۔ فوجی مرکز ستر کے قریب ہی مرزا میں واقع تھا۔ آزادی کی جدوجہد کے دوران اس نے مسلح جانبازوں کو دو بندوقیں بلا معاوضہ دی تھیں۔ کھیل کے دوران ایک دفعہ بولو نے کہا تھا۔ "سارو گوسان! میری وہ بندوقیں راجیت سنگھ کی

MashalBooks.org

فوج کی تھیں۔ ان کا آسام تک پہنچنا بھی انتہائی عجیب اور دلچسپ داستان ہے...... کوئی برطانوی صاحب مہاراجہ کی فیکٹری میں اس کی فوج کیلئے بندوقیں اور توپیں بنایا کرتا تھا اور انہیں گھوڑوں، اونٹوں اور ہاتھیوں پر رکھا جاتا تھا۔ ایک لمبی پتلی بندوق تمہارے دادا کو جو تین ستر کے گوسان تھے تحفتاً دی گئی تھی اس بندوق کے دستے پر ہاتھی دانت کا کام ہوا تھا۔''

اچانک جھاڑیوں کے ساتھ دو اور سائیکلوں کے کھڑے کئے جانے کی آواز سنائی دی۔ دالان میں بیٹھے نوکر نے...... جو مچھلی کا جال بن رہا تھا...... وہیں سے آواز لگائی۔ ''دیکھو! کون آیا ہے! محلدار چودھری صاحب آئے خان پاڑہ کے، ان کا نوکر بھی ساتھ ہے۔ اب چلے گئی محفل ساری رات۔''

چودھری اور اس کے نوکر نے اندرناتھ کے آگے تعظیماً سر جھکایا اور چودھری کھیل میں شریک ہو گیا۔ کھیل نئے جوش اور ولولے سے دوبارہ جم گیا۔ جلد ہی آدھی رات ہو گئی......

کھیل ختم ہونے کے بعد اندرناتھ نے بولو سے کہا۔ ''تمہیں ایک بندہ دینا پڑے گا مجھے۔'' چاروں کھلاڑی حیرت سے دیکھنے لگے۔ ''بندہ! لیکن کس لئے؟''

اندرناتھ نے مزید کہا۔ ''بندہ ہی نہیں بلکہ دہی یا چونا رکھنے والے دو کونڈے بھی چاہئیں۔ کونڈے خالی ہوں، وہ اکیلا ہی انہیں اٹھائے گا۔''

بولو دل کھول کر ہنسنے لگا۔ ''اب سمجھا، تم پل کے پاس اس بھوت کو پکڑنا چاہتے ہو۔''

تاش کھیلتے کھلاڑی بھی ہنسنے لگے۔ بولو کی زبان کھل گئی۔ ''تم گوسان لومڑیوں کی طرح تیز طرار ہوتے ہو اسی لئے یہ مشہور ہے کہ...... عام کسانوں کے بیل ہل میں جت کر کھیت کاشت کرتے ہیں اور گوسان کے بیل صرف باتیں ہی باتیں کرتے ہیں!''

بولو نے برآمدے میں موجود دو ملازموں کی طرف دیکھا اور انہیں کہنے لگا۔ ''تم دونوں! تمہیں گوسان کے ساتھ جانا ہے۔''

ان میں سے ایک جو برآمدے میں بیٹھا مچھلیوں کا جال بن رہا تھا اپنی چیزیں اکٹھی کرتے ہوئے پیچھے مڑ کر بولا۔ اوہ پربھو! یہ میری کمر پر پڑے نشان تو دیکھو! ایک دفعہ اس نے مجھ پر دھاوا بول دیا تھا۔ میں نے تیل کی بوتل اس پر پھینک ماری اور بڑی مشکل سے جان بچا کر بھاگا۔

......کسی نے مردہ گائے کی پوری کھال اتاری اور اسے جنگل میں پھینک دیا...... یہاں

بھنگی تو ہوتے نہیں۔ ضرور وہی ننگا بھوت گھات لگائے بیٹھا ہوگا رات کے وقت!''

پھاتیک نامی آدمی' جو اس کے ساتھ ہی بیٹھا تھا اس کی ہاں میں ہاں ملانے لگا۔

''ہاں پربھو! یہ صحیح کہہ رہا ہے۔ یہاں خاکروب تو ہیں نہیں' وہی بھوت ہوگا' بہرحال میں گوسان کا سامان لے کر ان کے ساتھ چلا جاؤں گا۔''

بولو نے اندرناتھ کو مخاطب کیا۔ ''اسے ساتھ لے جانا گوسان' یہ نڈر آدمی ہے۔ پتہ ہے ایک دفعہ اس نے کیا کارنامہ کیا تھا؟'' بولورام اندرناتھ کے قریب آ کر سرگوشی میں بتانے لگا۔

''بام دیو موجیدار کی وہ سنسنی خیز کہانی تو سنی ہوگی۔ اس کی خوبصورت جوان بیوی کنوئیں میں گر کر مر گئی تھی۔ بعد میں پتہ چلا کہ اس نے خودکشی کی تھی۔ بام دیو نے کسی کو اس کی لاش نہیں دیکھنے دی اور چپکے سے اپنے گھر کے پچھواڑے میں اسے دفن کر دیا۔ سنسنی اسی سے پھیلی۔ کاتیہ ماڑی اسپتال کی کسی نرس سے اس کے تعلقات تھے......''

پھاتیک بیچ میں بول پڑا۔ ''ہاں' ہاں اسے دفن کیا گیا تھا مگر پہلے اس کی چتا بھی جلائی گئی تھی۔ آدھی لاش تو جل بھی گئی لیکن لوگوں کے شور شرابا کرنے پر ادھ جلی لاش چتا میں سے نکال کر بام دیو موجیدار نے زمین میں دفن کر دی۔ پھر ایک اور عجیب بات ہوئی' ادھ جلی لاش کی خوشبو پا کر بعض لومڑیوں نے اسے کھود کر دوبارہ باہر نکال لیا۔

یہاں محلدار چودھری نے بات آگے بڑھائی۔

''ہمارے شاستروں میں لکھا ہے کہ خودکشی کرنے والے کو دفنایا جائے۔'' پھر چودھری آہستہ آہستہ اور ہچکچاتے ہوئے غلط ملط لہجے میں شاستر کی اصل عبارت سنانے لگا۔ اندرناتھ ہنستے ہوئے کہنے لگا۔

''ہاں' ہاں وہ سبھی پروہت ہیں' چودھری کے چہرے پر ایک پراسرار مسکراہٹ تھی۔ اندرناتھ اس مسکراہٹ کا مطلب جانتا تھا۔ اس خطرے اور اس خوف کی بازگشت نے اس کے ذہن کو دہلا کر رکھ دیا۔ ہاں' بڑا خطرہ! ان کمیونسٹوں نے کیا کہا تھا......! ایک نہ ایک دن گوسانوں کو اپنے کھیت خود ہی کاشت کرنا ہوں گے......

بولو نے اسے مخاطب کیا۔ ''سارو گوسان! پھاتیک کو ہی ساتھ لے جائیں۔ یہ زیادہ حوصلہ مند اور نڈر ہے۔ یہ پانچ گھنٹے اس لاش کے پاس کھڑا اس کے اعضاء کی تعریف کرتا رہا تھا۔ کیا نرم و نازک اور خوبصورت اعضاء تھے اس کے! بے جان ہونے اور آگ میں جل

جانے کے باوجود ان کی نزاکت اور حسن ختم نہیں ہو پایا......'' بولو! ابھی مزید کہانی سنانا چاہ رہا تھا لیکن وقت بہت گزر چکا تھا۔

اندرناتھ نے روانگی کی تیاری کی۔ اس کی ماں اور درگا دونوں ہی نیم جاگتی نیم سوتی حالت میں اس کے انتظار میں ہوں گی۔ گری بالا واپس آ گئی تھی۔ وہ بھی ان کے ساتھ بیٹھی ہوگی۔ ان تینوں عورتوں کے برآمدے میں اکٹھے بیٹھے اس کا انتظار کرنے کا تصور اندرناتھ کو گراں گزرا۔ تصور کی تیز دھار نے اس کے ذہن کو زخمی کر دیا۔ پریشانی اور بے بسی کے عالم میں اس کے ہونٹوں سے آہ نکل پڑی......

اس نے جگالیا پر موجود پل کے قریب لومڑیوں کی آوازیں سنیں تو وہ بولو کی طرف مڑ کر کہنے لگا۔

''بس چلتا ہوں' کونڈے پھاتیک کو دے دو اور میرے پیچھے بھیج دو۔''

یہ کہتے ہی اندرناتھ تیزی سے گھر جانے والی سڑک پر ہولیا۔

لکڑی کے پل کے قریب آ کر اندرناتھ نے آسمان پر نگاہ ڈالی۔ ماحول میں ہر طرف چاندنی پھیلی ہوئی تھی۔ چاند اپنی ہی صاف شفاف اور نتھری ہوئی روشنی میں نہایا ہوا کسی برہنہ دوشیزہ کی طرح عالم سرمستی میں کھڑا تھا۔

وہ جنگل میں گزرنے لگا۔ سامنے دریا میں بنے ریتلے ٹاپو چاندی میں نہائی ہوئی سفید بھیڑوں کے گلے کی طرح لگ رہے تھے۔ پھاتیک اس کے پیچھے پیچھے چل رہا تھا۔ گہرا خوفناک اور دل دہلا دینے والا سکوت ہر طرف طاری تھا۔ دونوں خاموشی سے مگر تیز تیز چلے جارہے تھے۔ وہ ایک دوسرے کے پاؤں کی چاپ اور قدم کے نیچے آنے والے پتوں کی چرچراہٹ بخوبی سن سکتے تھے...... اچانک پل کے داہنی جانب انہوں نے کسی عورت کے ہیولے کو سڑک کی جانب آتے دیکھا۔ پھاتیک کے پاؤں ڈگمگائے...... کون تھی وہ؟ کونڈے اس کے ہاتھ میں لرزے اور پھر چھوٹ کر زمین پر گرے اور پاش پاش ہو گئے۔ وہ مڑا اور واپس اسی جانب بھاگ لیا جہاں سے وہ آیا تھا۔

اندرناتھ بے حس و حرکت کھڑا تھا۔ اس نے پھیلی چاندنی میں ادھر ادھر دیکھا۔ کچھ بھی نہیں۔ اسے کچھ بھی نہیں دکھائی دیا۔ صرف بھگوتی کی گھر' کسی جگالی کرتے ہاتھی کی صورت سامنے نظر آ رہا تھا۔ پھر اس نے جھاڑیوں کے قریب پل کے عین کنارے پر کسی عورت کا

خاکہ سا دیکھا۔ وہ غالباً اسی کی طرف آ رہی تھی۔ اندرناتھ کو یوں لگا جیسے اس کی رگوں میں چلتا خون منجمد ہو گیا ہو' ہوا کی سرد لہر اس کی ہڈیوں میں اترنے لگی۔ وہ بے اختیار چیخ پڑا۔

''کون...... کون ہے وہاں؟''

ہیولہ قریب آ گیا بلکہ بہت ہی قریب۔ اس نے غور سے دیکھا۔ وہ ایک بوڑھی عورت تھی ہاتھ میں لاٹھی لئے اس کا چہرہ اور بدن میلے کچیلے اور پھٹے ہوئے کپڑوں میں ڈھکا تھا۔ وہ اس سے کہنے لگی۔

''پہچانے نہیں مجھے؟ ہم اس روز جگالیا کے کنارے پر ملے تھے۔ پردیت کی بیٹی بھی تھی میرے ساتھ!''

اندرناتھ نے حیرت سے کہا۔ ''ہاں' یاد آیا! لیکن رات گئے تم یہاں کیا کر رہی ہو؟''

اس وقت کے سوا اور کوئی وقت بھی نہیں۔ ہم سب جانتے ہیں کہ رات گئے تم بولو کے اڈے سے اٹھ کر واپس آ ؤ گے۔ میں کافی دیر سے تمہاری منتظر تھی۔'' بوڑھی کی چادر تھوڑی سی پیچھے کو سرک گئی تو اس کا جھریوں بھرا چہرہ اور پٹ سن کی طرح گرہیں بندھے سفید بال نظر آنے لگے۔ اندرناتھ کو وہ واقعی کوئی چڑیل لگی۔ اس نے فوراً ہی چادر سے اپنے سر کے بال ڈھک لئے اور کہنے لگی۔ ''سارو گوسان! معاف کرنا میں خطرے میں ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ میں نے اس ناوقت تمہیں روکا بھی ہے۔''

''خطرہ؟ کیسا خطرہ؟ غالباً وہ افیمی سرکاری رضا کاروں کے جال میں پھنس گیا ہے۔ اچھا ہوا' میں چاہتا ہوں میرے علاقے سے سارے افیمیوں کا صفایا ہو جائے۔''

''نہیں' نہیں' یہ بات نہیں۔ عورت نے اعتراض کیا۔'' میں تو تمہیں ایلی مان کے بارے میں بتانے آئی ہوں۔''

''ایلی مان......؟'' ایک عجیب اور ناقابل بیان سی سنسنی اس کے رگ و پے میں دوڑ گئی۔ اسے یہاں کھڑے ہو کر اس بڑھیا کی باتیں نہیں سننی چاہئیں۔ آخر وہ اپنے علاقے کا ہونے والا ادھیکار ہے۔ اسے سخت مزاج اور محتاج ہونا چاہئے۔ اپنا وقار ملحوظ رکھنا چاہئے۔ اس کے ہر اٹھنے والے قدم پر اس علاقے کی خوشی یا ناخوشی کا دارومدار ہو گا لیکن اس وقت وہ اپنے تصوراتی جال میں پھنس گیا تھا۔ وہ نہ چاہنے کے باوجود وہاں سے نہیں جا سکتا تھا۔ بڑھیا نے اس کے ذہن کی غیر یقینی کیفیت بھانپ لی' وہ ایک قدم آگے آ کر کہنے لگی۔

MashalBooks.org

''لڑکی مشکل میں ہے......''

مشکل میں؟ اندرناتھ بڑبڑایا۔

''سارو گوسان! میں تم سے بات کرتے ہوئے جھجک محسوس نہیں کرتی' اسی لئے رات کی تاریکی میں تمہارے پاس چلی آئی ہوں۔''

اندرناتھ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوگیا۔ اس نے اس کی بات کاٹ دی۔

''بتاؤ معاملہ کیا ہے؟ ذرا جلدی!''

اسی لمحے پل کے کنارے پر واقع جھاڑیاں ہلیں اور اس میں سے کسی پتلی دبلی عورت کا سایہ باہر نقل کر ان کی طرف آنے لگا...... کیا یہ پردیت کی بیٹی ہے......؟ بڑھیا نے لڑکی کی طرف اپنی انگلی سے اشارہ کیا۔

''ڈرو نہیں! سارو گوسان! لوگ جانتے ہیں کہ ہم رات کے پچھلے پہر حوائج ضروری سے فراغت کیلئے باہر نکلتی ہیں۔ غور سے سنیں۔ ایک وقت آتا ہے کہ خوف غائب ہوجاتا ہے۔ شیر یا پاگل ہاتھی بھی تمہیں خوف زدہ نہیں کرسکتا' آدمی کی تو حیثیت ہی کیا ہے!''

اندرناتھ نے عالم پریشانی میں سوال کیا۔ ''وہ وہاں کیوں کھڑی ہے؟ جھاڑیوں کے نزدیک سانپ رینگتے پھر رہے ہوں گے۔ اسے کہو کہ وہ آگے آجائے۔ بات کیا ہے تم دونوں کے بیچ؟''

بڑھیا نے چادر سے اپنا آدھا منہ چھپا لیا اور ہچکچاتے ہوئے کہنے لگی۔

''وہ تمہارے قریب نہیں آسکتی۔ اس کے کپڑے خون آلود ہیں۔''

''خون!'' اندرناتھ نے حیرت سے پوچھا۔

''سنو تو! بعض خبیث اور کمینی عورتیں رات کے وقت چھپ چھپا کر گھروں کے پچھلے برآمدوں میں جھانکتی پھرتی ہیں' محض اس لئے کہ پتہ چلا سکیں کہ گھر کی کونسی لڑکی بالغ ہوگئی ہے۔ مجھے ڈر کہ یہی کچھ اس لڑکی کے ساتھ ہوا ہے۔ میں انہی کے خوف سے اسے یہاں لائی ہوں۔ وہ تو یہ خبر منٹوں میں ہر جگہ پھیلا دیں گیں۔ ہاں' وہ یقیناً ایسا ہی کریں گیں اور پھر اس لڑکی کی شادی نہیں ہو پائے گی۔ وہ بوڑھے برہمن اس کا اور اس کی بیٹی کا سماجی مقاطعہ کر دیں گے لیکن میں جانتی ہوں' مجھے پتہ ہے جنوبی کنارے میں کتنی ہی لڑکیاں بالغ ہوچکی ہیں لیکن بات کھل نہیں پاتی۔ ان کی پشت جو ہے اور اس لڑکی کو بچانے والا کوئی بھی نہیں۔''

اندرناتھ سن ہو گیا۔ وہ ایک لفظ بھی نہیں بول پایا۔ عجیب صورت حال تھی!

لین تانا جھاڑی پھر ذرا ہلنے لگی۔ چاندی کی روشنی میں' خوبصورت پھول جیسا جسم (شرم وحیا کے مارے) لرزتا اور خود میں سمٹا ہوا دکھائی دیا۔ جھاڑی کے پیچھے اندرناتھ کی آنکھوں کے سامنے ایک ایسی دوشیزہ کھڑی تھی جس نے ابھی ابھی جوانی کی سرحد میں قدم رکھا تھا۔ کیا کبھی کسی گوسان نے ایسی عجیب سی صورت حال کا سامنا کیا ہوگا؟ کیا کسی گوسان کی بیٹی کو ان حالات سے گزرنا پڑا ہوگا؟

جگالیا دریا پر بنے لکڑی کے پل پر آدھی رات گئے یہ تینوں افراد تراشیدہ بتوں کی طرح خاموش کھڑے تھے۔ کچھ لمحے بعد اندرناتھ نے کہا۔ ''اسے واپس گھر لے جاؤ۔''

بڑھیا کہنے لگی۔ ''میں نے تمہیں اپنے سروں پر منڈلاتے خطرے کے بارے میں تو بتایا ہی نہیں۔''

''بتاؤ' جلدی بتاؤ!''

''اس کے باپ نے ایک دفعہ کہا تھا کہ کوچ بہار کا وہ بدمعاش افیمی' اس کی لڑکی کو بالغ ہونے کے باوجود قبول کرلے گا اور اس طرح اس کے گھرانے کی عزت بچالے گا......''

''کوچ بہار کا برہمن......؟'' اندرناتھ بڑبڑایا۔

''کہتا تو وہ یہی ہے' اس کی کچھ زمینیں کوچ بہار میں ہیں لیکن کوئی انہیں دیکھنے تو گیا نہیں وہاں۔ پچھلے دو سال سے وہ اس کے باپ کو افیم سپلائی کرتا رہا تھا۔ خدا جانے کہاں سے منگواتا ہے۔ اس برہمن کو پتہ چلا تو وہ فوراً ہی اس کی رخصتی کرا کے لے جائے گا۔''

جھاڑیاں ایک بار پھر ہلنے لگیں۔ یوں تھا جیسے اس میں چھپی بیٹھی لڑکی کپکپا رہی ہے......۔

''سارو گوسان! میں تم سے کوئی بات چھپانا نہیں چاہتی۔ اس دن دریا کے کنارے وہ تمہیں ملی تو وہیں اپنا دل ہار گئی۔ وہ چھوٹی سی تھی تو اس کی ماں چل بسی تھی۔ اس کے بعد میں نے ہی اسے دودھ پلایا' پالا پوسا......'' بڑھیا کی آواز جذبات سے بھرا گئی۔ اس نے کندھے پر پڑی چادر سے اپنے آنسو پونچھے اور کہنے لگی۔ ''وہ دوبارہ راجہ پوکری جانا نہیں چاہتی۔ میں اس افیم فروش سے کیسے اس کی شادی کردوں؟'' عورت جذبات میں بے قابو ہو کر بے ساختہ رونے لگی۔ اس کے پاؤں دہی کے کونڈوں کے ٹوٹے ان ٹکڑوں پر پڑے جو بھاتیک......

اسے بھوت سمجھ کر......زمین پر پھینکتا ہوا وہاں سے بھاگ لیا تھا۔

ادھر جھاڑیوں میں پھر زوردار لرزا آیا۔ یوں لگا جیسے اس کے پتے اور پھول کسی زبردست طوفان کی زد میں پھڑ پھڑا رہے ہوں۔ بڑھیا نے لمحے بھر کو ادھر دیکھا اور پھر کہنے لگی۔

''گوسان! یہ صحیح ہے کہ تمہارے گھرانے میں کبھی بھی کسی نے عام برہمن لڑکی سے شادی نہیں کی۔ لیکن...... سنا ہے...... جنوبی کنارے کے داموِ دریا کے گوسانوں میں شمالی کنارے کی برہمن لڑکیوں سے شادی کی روایت ہے......۔ اس پر مذہبی لوگوں نے کبھی شور نہیں مچایا...... وقت تیزی سے بدل رہا ہے۔ گوسان! گوسانیاں جنہوں نے کبھی چار دیواری سے باہر قدم نہیں نکالا تھا۔ وہ اب گوہاٹی جا رہی ہیں...... اپنی زمین کے لئے لڑنے اور عدالتوں سے انصاف مانگنے کیلئے......''

انتہائی عجیب! اس تاریک رات میں...... دہی کے کونڈوں کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑوں پر کھڑے ہوئے...... یہ بڑھیا کیا اوٹ پٹانگ کہے جا رہی ہے؟...... حیرت ہے!

''جنوبی کنارے کے اس علاقے میں کہیں بھی اس جیسی خوبصورت لڑکی نہیں ملے گی......اپنی ان آنکھوں سے میں نے دیکھا ہے...... میں نے یہاں کے گوسان گھرانوں کی ساری لڑکیوں کے بال سنوارے ہیں...... لیکن یقین مانو...... اس جیسی تمہیں کہیں نظر نہیں آئے گی۔ وہ دیکھو! سامنے کھڑی ہے! چاند کے کسی ٹکڑے کی طرح جو ابھی ابھی افق سے ٹوٹ کر گرا ہو۔ سنو سارو گوسان! تمہاری برادریاں مختلف ہیں' تم چاندلیہ سے ہو اور وہ بھردواج گوترا سے تعلق رکھتی ہے۔ میں نے ہر چیز اچھی طرح جانچی ہے اور اسی لئے...... میں تمہارے پاس آئی ہوں تمہارا کہنا ہی کافی ہوگا''

جھاڑیوں میں پھر لرزا سا آیا' ہر چیز واضح ہو چکی تھی۔ اسے لگا جیسے وہ برہنہ بدن اس کے سامنے کھڑی ہے۔

بوڑھی عورت انتہائی التجا آمیز لہجے میں اسے گویا ہوئی۔

''دکھالا! بامنڈی' راج بہا...... ان سبھی جگہوں پر گوسانوں نے عام برہمن لڑکیوں سے شادیاں رچائی ہیں۔ ہمیں یہ سب معلوم ہے۔ مذہبی پروہتوں کو بھی چپ لگی رہی۔ کیا کہا یا کیا کسی نے؟ ذرا دیکھو تو اس لڑکی کو۔ گوسان! اسے بچالو ظلم اور تباہی سے' تم ہی کچھ کر سکتے ہو۔''

اندرناتھ کچھ لمحے ساکت کھڑا رہا۔ کوئی جواب تو دینا ہی ہوگا...... اس نے عورت سے کہا۔

''میرے والد' بڑے ادھیکار کا سایہ ابھی میرے سر پر ہے۔ میں ابھی کچھ نہیں کہہ سکتا۔ کچھ وقت دو مجھے سوچنے کو۔''

...... بہت دیر ہوگئی...... آدھی سے زیادہ رات گزر گئی۔...... اب مزید یہاں نہیں ٹھہرنا چاہئے...... جلد سے جلد سے چلے جانا چاہئے......۔

بوڑھی عورت ایک قدم اور آگے بڑھی۔ ایسا لگا جیسے وہ اس کا راستہ روک رہی ہو۔

''لیکن وقت بہت کم ہے' کوچ بہار کا وہ برہمن دھکال میں کہیں چھپا ہوا ہے۔ افیون کا اچھا خاصا ذخیرہ بھی ہے اس کے پاس۔ کوئی اور ہے ہی نہیں جو ہماری مدد کر سکے!''

اس کے ہونٹ اندرناتھ کے کانوں کے بالکل نزدیک آ گئے۔ اس نے سرگوشی کی۔

''پولیس کو بتا دو! انہیں کہو' فوراً اس کے پاس جائیں اور تلاشی لیں۔ دھکال میں! اس کی کھوکھلی لاٹھی کو بھی دیکھیں' وہ چھت کے ساتھ لٹکی ہوئی ہے' افیون بھری ہے اس میں۔ کیلوں کے گچھے میں بھی افیون بھری ہوئی ہے۔ جلد کرو' گوسان!''

بڑھیا بولتے بولتے بے حال ہوگئی تھی۔ چنانچہ وہ زور زور سے سانسیں لینے لگی۔ اندرناتھ کو اس کے جسم سے کھٹی سی بو آتی محسوس ہوئی۔ بعض اوقات درگا میں سے ایسی ہی بو اسے محسوس ہوتی تھی اور ہاں ان کسان عورتوں کے جسم سے بھی' جن کی چھاتیوں میں دودھ اترا ہوا ہوتا تھا۔ وہ اپنے دودھ پیتے بچوں کو گھر چھوڑ کر' دھان کے کھیتوں میں کام کرنے چلی جاتی تھیں......

''پولیس ہر دور میں بیکار ٹامک ٹوئیاں مارتی پھر رہی ہے۔ جاؤ' جلدی کرو! تمہی انہیں اطلاع دے سکتے ہو' سمجھ ہو رہے نا حالات! اگر وہ بدمعاش سلاخوں کے پیچھے چلا گیا تو وہ محفوظ ہو جائے گی...... اس دوران تم اچھی طرح سوچ سمجھ سکتے ہو!''

جھاڑیوں میں دوبارہ ہل جل ہونے لگی۔ کیا کہے گا وہ؟ اس کے مقدر کو جگمگانے والا یہ شخص اندرناتھ خاموش کھڑا تھا۔ اسے یوں لگا جیسے جذبات و احساسات کا ایک باریک سا ریشمی دھاگا اس کے گرد لپٹا جا رہا ہے اور وہ جھاڑیوں کے پیچھے چھپی لڑکی کی جانب عجیب لاچاری کے عالم میں کھنچا جا رہا ہے۔ بالآخر اس نے سکوت توڑا۔

''اب تم جاؤ! تم دونوں! جو کچھ بن پڑا' وہ میں کروں گا۔ میں یہاں کھڑا ہوں' تم لوگ میرے سامنے ہی نکل جاؤ' جاؤ سیدھے گھر۔''

بڑھیا اور لڑکی نے پل کے نیچے کا مختصر راستہ اختیار کیا اور تھوڑی ہی دیر میں وہ نگاہوں

MashalBooks.org

سے غائب ہوگئیں۔

جھاڑیوں کے عقب میں گیڈر چیخ رہے تھے۔ گیڈروں کے دو بچے چاندنی رات میں کھیل رہے تھے۔ اندرناتھ کچھ دیر وہیں کھڑا ادھر ادھر دیکھتا رہا۔ کیا کبھی کسی آدمی کو ایسی صورت حال پیش آئی ہوگی۔ جوانی کی حدود میں قدم رکھنے والی لڑکی' اپنے خونیں زیر جامہ سمت اس کے سامنے کھڑی تھی...... کیا یہ واقعی ممکن ہے؟...... اسے یاد آیا۔ جب وہ بچہ تھا تو ایام ماہواری میں ایک بار اپنی ماں سے لپٹ گیا تھا۔ عجیب طوفان بپا ہوگیا تھا۔ ماں کو ایک دن کا برت رکھنا پڑا اور خاندانی پروہت اس کو پاک کرنے خاص طور سے آیا تھا۔ سنسکرت کے وہ اشلوک ابھی تک اس کے کانوں میں گونجتے محسوس ہوئے۔

کیا کیا جائے؟...... کوچ بہار کے اس افیم فروش کو مقامی محافظوں کے ذریعے پکڑوا دیا جائے...... اندرناتھ کو یاد آیا...... ایک دفعہ کہیں جاتے ہوئے راستے میں ایک ایکسائز انسپکٹر اس سے ملا تھا۔ وہ اپنی سائیکل سے اتر کر بہت ادب سے اس سے ملا تھا۔ پھر اس نے کہا تھا ''سارو گوسان! افیم کی علت نے تمہارے گاؤں کو جکڑ لیا ہے لیکن تم خاموشی سے اسے دیکھے جارہے ہو۔''

اندرناتھ کو اپنا جواب بھی یاد آیا...... ''کون کہتا ہے کہ ہم خاموش تماشائی بنے بیٹھے ہیں؟ میرے والد' بڑے ادھیکار کے پاس جب یہ افیمی اپنی زمین رہن کرانے آتے ہیں تاکہ پیسے لے کر افیم خرید سکیں۔ وہ انہیں سختی سے روکتے ہیں۔ سالانہ اکٹھ کے دوران بھی' وہ افیم کھانے کے نقصانات کے بارے میں تفصیل سے لیکچر دیا کرتے ہیں۔ راج بہا میں بنایا گیا...... افیموں کی بحالی کا...... کیمپ مرے والد ہی نے شروع کرایا تھا۔''

''پھر تم ہماری مدد کیوں نہیں کرتے سارو گوسان! تین بالی میں افیون کے تین اڈے ہیں۔ وہ بڑے ٹھاٹھ سے کام کررہے ہیں۔ کچھ سال پہلے کوئی بھی اجازت نامہ لے کر افیون بیچنے کا کاروبار کرسکتا تھا۔ اب تو جگالیا دریا کے کناروں سے لے کر تمہارے ہاتھی باڑے تک ہر جگہ افیون کی لعنت بری طرح پھیل چکی ہے۔''

''ہاں' ہاں! مجھے پتہ ہے۔ ایک دفعہ آسام حکومت کے بجٹ میں افیون سے حاصل شدہ آمدنی دوسرے نمبر پر آگئی تھی۔ ٹھیک کہہ رہا ہوں نا؟''

''ہاں! مجھے خوشی ہے کہ تم چیزیں یاد رکھتے ہو لیکن میں بنیادی بات بتاؤں۔ اب افیم

MashalBooks.org

کھانے کی کھانے والوں کیلئے بھی اجازت نامہ ضروری ہوگیا ہے۔ ہر اڈے والے کو افیم کی ایک خاص مقدار فروخت کرنے کی اجازت ہے۔ پھر بھی (محلدار خزانے سے افیم اڑا لیتا ہے) کوئی نہ کوئی وجہ بتا کر جنوبی کنارے کے علاقے میں ہر جگہ یہی ہو رہا ہے لیکن کیا تمہیں پتہ ہے کہ تمہارے علاقے میں کیا ہو رہا ہے؟''

''کیا؟''

''یہاں افیم کے اڈوں نے حکومتی خزانے سے افیم لینا ہی بند کر دی ہے۔ یہ بات خاص عجیب اور معنی خیز لگتی ہے۔اس کی باقاعدہ تحقیقات کی جانی چاہئے۔''

''اس صورت میں افیون سے حاصل ہونے والے ٹیکس بھی کم ہو گئے؟''

انسکٹر ہنس کر کہنے لگا۔

''محلدار کے کہنے کے مطابق افیون کی فروخت میں کمی اس لئے آئی ہے کہ یہاں کے لوگوں نے افیم کی لعنت سے چھٹکارا پالیا ہے یقین آتا ہے تمہیں؟ کیا یہ ممکن ہے؟''

اندر ناتھ انگشت بدنداں رہ گیا۔ پچھلے سالوں میں صورت حال کا وہ بغور جائزہ لیتا رہا تھا۔ کبھی افیم کے پودے ناریل کے درختوں کے اردگرد خاصے لدے پھندے ہوا کرتے تھے لیکن آہستہ آہستہ یہ خشک ہوتے چلے گئے۔ ان کے پتے افیمیوں کے کام آجاتے تھے۔ وہ ان سبھی پودوں کو اس طرح چٹ کر گئے کہ ان کی ٹہنیاں حیوانی آنتوں کی طرح لٹکی نظر آتی تھیں۔ پھر یہ کیسے ممکن تھا کہ پرانے افیمی نشہ باز اپنی اس لت سے باز آ گئے ہوں۔ پان کے پتے اور چھالیا تک وہاں باقی نہیں رہی تھی۔ شادی تک کیلئے لوگوں کو قریبی دیہاتوں سے پان چھالیا منگوانا پڑتے تھے۔ صحیح صورت حال تو یہی ہے! اور یہ آدمی کہتا ہے کہ محلدار کے مطابق لوگ اپنی پرانی نشے کی عادت سے چھٹکارا پا رہے ہیں!

''سنو گوسان! تمہارے علاقے میں......'' انسپکٹر کہہ رہا تھا۔ ''صرف دس لائسنس یافتہ افیم فروش ہیں لیکن ایکسائز پولیس کی رپورٹ کے مطابق علاقے کی 80% آبادی نشے کی علت میں مبتلا ہے۔ تم ہماری مدد کیوں نہیں کرتے؟ میرے خیال میں افیم کے سمگلروں کا گارو پہاڑی یا کوچ بہار والوں سے باقاعدہ رابطہ ہے۔ تمہیں پتہ ہے گوسان! کلکتہ میں افیم کی کتنی بڑی مقدار پکڑی گئی ہے؟ جنگلوں کے بیچوں بیچ سمگلروں نے برما اور ملایا تک راستے بنائے ہوئے ہیں۔ میرا خیال ہے تمہارے گاؤں میں بھی ایسا کوئی مربوط سلسلہ بن گیا ہے یہاں

تمہارا احترام ہے، تمہاری حاکمیت ہے، لوگوں کی خواہش ہے کہ تم انہیں افیون کی اس لعنت سے بچانے کیلئے کچھ کرو۔"

اندرناتھ ایکسائز انسپکٹر کی باتیں بھولا نہیں تھا۔ بالو کے جوئے خانے میں ہونے والی باتیں بھی اس کے ذہن میں تھیں۔ ایک دو آدمیوں نے گارو پہاڑی میں افیون کی کاشت کا بھی ذکر کیا تھا۔ گارو پہاڑی کی افیم کا رنگ خزانے سے سپلائی ہونے والی افیم سے خاصا مختلف تھا۔ اسی سلسلے میں کسی آدمی نے اسے بتایا تھا کہ محلدار کسی طرح پکڑے جانے سے بال بال بچا تھا۔ اندرناتھ ان باتوں کی طرف زیادہ توجہ نہیں دیتا تھا کیوں کہ اس وقت تمام تر دھیان تاش کے پتوں پر ہوتا تھا لیکن اب اسے سب آ رہا تھا۔ اسے عرصہ پہلے افیم کی بارے میں سنی ہوئی خوفناک کہانیاں تک یاد آ گئیں۔ کہا جاتا ہے کہ پرانے زمانے میں افیون اور ستی کی رسم میں ایک باہمی تعلق تھا۔ ڈھاکہ میں ستی ہونے والی عورتوں کو پہلے اچھی طرح افیم کھلائی جاتی تھی اور پھر انہیں چتا میں دھکیلا جاتا تھا۔ جگا لیا کے کنارے کا ایک برہمن ایک دفعہ ڈھاکہ میں ستی ہوتی کسی عورت کو دیکھنے گیا تھا۔ ستی ہونے والی عورت آگ کے شعلوں میں نہاتی ہوئی باہر نکل آئی۔ وہ برہمن اس کے جلتے ہوئے اعضا اور بدن سے اکھڑتا گوشت دیکھ کر دہشت سے پاگل ہو گیا تھا۔ بہت ہی سفاکانہ منظر تھا وہ بھی!

ولسن اور مل نامی تاریخ دانوں نے کہیں لکھا تھا۔

ہاں، یاد آیا! 1815ء اور 1828ء کے درمیان تیرہ سال کی مدت میں ڈھاکا میں سات سو سال دس اور کلکتہ میں پانچ ہزار ایک سو عورتیں اسی سفاکانہ انداز میں ستی بنا کر، آگ کے شعلوں کی بھینٹ چڑھا دی گئیں۔ کون یقین کرے گا کہ ان عورتوں کے ستی کئے جانے میں گارو پہاڑی (آسام) کا ہاتھ نہیں تھا۔ گارو پہاڑی کی افیون کا دور دور تک شہرہ تھا اور ان دنوں میں بھی اس کی بے پناہ طلب تھی۔

اندرناتھ پل کے قریب بے حس وحرکت کھڑا تھا۔ منتشر خیالی اور ہیجانی کیفیت کا شکار، اسے کیا کرنا چاہئے؟ ہرامدا ایکسائز پولیس سے رابطہ کرنا، کیا عقل مندانہ قدم ہوگا؟ فرض کریں لڑکی کا باپ پروہت بھی اسی کیس میں پھنس جاتا ہے تو کیا ہوگا؟

اندرناتھ کو (امتناع افیون ایکٹ کی دسویں ترمیم یاد آ گئی۔ اس کے مطابق افیم)

MashalBooks.org

آسام کے سمگلر کی پشت پناہی یا اس کو پناہ دینے والا اس کا شریک جرم سمجھا جائے گا اور وہ بھی اسی سزا کا مستحق ہوگا۔ اگر اس کا باپ ملوث ہے تو وہ کہاں جائے گی؟ ایک ایسے برہمن پروہت کے جیل خانے جانے کے خیال نے ہی اندرناتھ کو لرزا دیا جو راجہ پکوڑی کے مندر کا رکھوالا تھا۔ یہ منافق افیمی برہمن! جاہل اور بے وقوف! صرف اپنی نام ونہاد عزت کی خاطر ہر امداد کے بحالی کیمپ میں جانا نہیں چاہتے۔ یہ تو کھلا راز تھا کہ کوچ بہار کا برہمن اور ایلی مان کا باپ' دونوں ہی افیم کی خرید وفروخت میں برابر کے حصہ دار تھے۔ وہ بھلا بوڑھے آدمی کو کیسے بچا سکتا تھا؟ وہ بڑھیا جو سمگلر کو گرفتار کرانا چاہتی تھی معاملے کی پیچیدگی کا تصور ہی نہیں کر سکتی تھی......

......ہاں اب ہر چیز واضح ہوتی جا رہی تھی۔ افیون ایکٹ کی پانچویں ترمیم بھی اس کی نظر سے گزری تھی۔ ''اگر ملزم افیون کا سمگلر یا فروخت کار ثابت ہو جائے تو اسے کم از کم دو سال قید بامشقت بمعہ جرمانہ کی سزا سنائی جائے گی۔''......دو سال بڑا لمبا عرصہ ہے اور ان دو سال میں تو بہت کچھ ہو سکتا ہے۔

اندرناتھ نے چلنا شروع کر دیا۔ ہاتھی باڑے کے پاس سے گزرا اور اسی پرانے برگد کے پیڑ کے پاس جا پہنچا جہاں وہ بیچارہ اچھوت کوڑی پڑا اپنی زندگی کی سانسیں پوری کر رہا تھا۔

رات گئے وہ ہاں نظر نہیں آیا۔ ارے کہاں گیا وہ؟ ممکن ہے رفع حاجت کیلئے ادھر ادھر گیا ہو یا پھر جنگلی بھیڑیوں کے خوف سے کسی کے برآمدے میں جا چھپا ہوگا۔

اندرناتھ دبا کر بھگوتی کے گھر کی باڑ کے قریب سے ہوتا آگے بڑھا۔ اس نے بانسوں کی جھریوں سے جھلکتی ہلکی مدہم سی روشنی آتی دیکھی۔ مٹی کی دیوار تو تقریباً ڈھے ہی چکی تھی۔ اچانک اس نے ......کرر......کرر......بیل گاڑی کے پہیوں کی آواز آتی سنی۔ سامنے سے اسے سامان سے لدی پھندی دو بیل گاڑیاں آتی نظر آئیں۔ ایک بیل گاڑی میں سے اچانک یہ آواز آئی۔

''سارو گوسان ہیں کیا؟ گھر لوٹنے کا یہ کون سا وقت ہے؟''

اندرناتھ فوراً پہچان گیا کہ یہ ان کے خاندانی پروہت کی آواز ہے۔ پرشوتم بھگوتی کی آواز۔ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ پروہت کی چندیا چاندنی میں خوب چمک رہی تھی۔ سفید چادر میں چھپے ہوئے اس کے کندھے کسی براق کی طرح سفید لگ رہے تھے۔

''گوسان! کب تک تم اس طرح ادھر ادھر بھٹکتے رہو گے۔ تمہارا مہورا ساری زمین چٹ کئے جا رہا ہے۔ ابھی اگلے روز گوسانی میرے سامنے رو پڑیں۔ وہ شکایت کر رہی تھیں کہ تم اپنی زرعی اراضی میں کوئی دلچسپی نہیں لے رہے۔ تم نے سنا ہے؟ زرعی اصطلاحات کا خوفناک قانون آنے ہی والا ہے۔ شاہی دور میں ملنے والی ساری زمین تم سے واپس لے لی جائے گی۔ ان معاملات سے نمٹنے کیلئے عقابی نگاہ اور لومڑی کی سی سفاکانہ چالاکی اور مکاری چاہئے۔ اپنا وجود برقرار رکھنے کیلئے یہ دو خصوصیات آج کل بہت ضروری ہیں۔'' ۃ

اندرناتھ کو پہلے ہی اس کی آواز کم سنائی دے رہی تھی۔ اوپر سے بیل گاڑی کے پہیوں کا شور، برہمن کی کوئی بات بھی اس کے پلے نہیں پڑی۔ قریب آتے ہی پروہت بیل گاڑی سے نیچے اتر کر اس کے پاس آیا۔

''سارو گوسان! اتنی رات گئے! لگتا ہے پینے پلانے کا شغل رہا ہوگا؟ تم ایسا کرتے تو نہیں تھے؟'' اندرناتھ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اس کی نگاہیں سامان سے لدے چھکڑے پر جمی ہوئی تھیں۔ دونوں چھکڑے پھلوں، دہی کے کونڈوں، دھان کی بوریوں، پان اور چھالیہ کے جاروں اور کھانے کی کئی دوسری چیزوں سے بھرے تھے۔ دونوکروں نے دہی کے کونڈوں کو مضبوطی سے تھام رکھا تھا تاکہ وہ چھلک نہ سکیں۔ ان کی برہنہ کمر چاند کی روشنی میں چمک رہی تھی۔

''اندرناتھ! تمہاری کم گوئی سے ہر کوئی واقف ہے۔ میں تمہارے پینے کے بارے میں محض مذاق کر رہا تھا۔ پرانے زمانے میں سوما روزا دیوتاؤں کی مخصوص شراب تھی لیکن وہ اس کے ذریعے اپنی عقل کو بڑھاتے تھے۔ کہتے ہیں کہ محض خط اٹھانے کیلئے پینے والے اندر نے کوئی ایسی تخلیق نہیں کی جو اس کے بعد انسانی تاریخ میں کسی اہمیت کی حامل ہوتی...... لیکن دنیا داری اور لذتوں سے دور رہنے والے سنیاسیوں اور بزرگوں نے سوما پی کر آسمانی منتر، اپنی شاد اور ویدوں جیسی عظیم تخلیقات کا تحفہ دنیا کو دیا۔ سوما کے جوس کا قصہ بہت ہی رنگین اور مزیدار ہے۔''

گزشتہ مہینے کی بارش نے پوری سڑک کو ہی شکستہ کر کے رکھ دیا تھا اسی لئے چھکڑوں کے چلنے کا شور معمول سے کہیں زیادہ تھا۔ اندرناتھ پروہت کے قریب آ گیا اور اس کے ساتھ چلنے لگا۔

''تو تم ججمان کے پاس سے آ رہے ہو۔ یہی بات ہے نا؟''

''ہاں میں بنگارا گیا تھا تمہیں پتہ تو ہے وہ موجیدار ہی میرا ججمان ہے'' ہاں میں نے اس کے بارے میں سن رکھا ہے، اس کی بیوی کنوئیں میں گر کر مر گئی تھی۔ جگالیہ کے اس علاقے میں

MashalBooks.org

لوگ اس کے بارے میں عجیب قصے کہانیاں سنا رہے ہیں!''

پردیپ قریب آ گیا۔''یہ تو بڑی خطرناک بات ہوئی اندرناتھ!''

''کیوں؟''

جگالیہ میں اڑنے والی کہانی بالکل بے سروپا بھی نہیں۔ کھاٹیہ ماڑی کے ہسپتال میں کسی نرس سے موجیدار کے تعلقات ہوگئے تھے۔ وہ اس کے گھر بھی آ گئی تھی اور اسی وجہ سے میاں بیوی کے درمیان جھگڑے بھی شروع ہوئے۔'' موٹے گنجی چندیا والے برہمن نے اپنا منہ اندرناتھ کے کان میں گھسا دیا۔ میری آج جو بات ہوئی ہے موجیدار سے۔ اس سے لگتا ہے کہ ان کا آخری جھگڑا کنوئیں کے پاس ہی ہوا تھا اور اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس کی بیوی کنوئیں میں گر پڑی۔''

''تو بالآخر اس نے اعتراف کر لیا۔ اچھا ہے! اب اسے جیل میں روٹیاں توڑنے کیلئے تیار رہنا چاہئے!'' پروہت چیخ پڑا۔''اعتراف؟'' کیسا اعتراف؟ اس نے کوئی بات نہیں قبولی۔ اس نے تو اس کی تدفین سے پہلے ڈاکٹر کا سٹوفکیٹ بھی لے لیا تھا لیکن اصل بات یہ ہے کہ اب موجیدار کا ضمیر اسے ملامت کر رہا ہے اور وہ کسی بھی طرح اس کی تلافی چاہتا ہے۔''

پھر پروہت نے اپنی مخصوص بھرائی آواز میں سنسکرت کے اشلوک (غلط ملط تلفظ کے ساتھ) سنانا شروع کر دیئے۔ پروہت کے الفاظ اس کے سر پر سے گزر رہے تھے کیونکہ وہ خود پھر اپنی سوچوں میں گم ہو گیا تھا۔ بیل گاڑیاں گوسان کے گنے کے کھیتوں تک پہنچ گئیں۔ گنے کی مخصوص میٹھی خوشبو اس کی ناک میں گھسی تو وہ چونکا۔ پروہت کہے جا رہا تھا۔

''سنو گوسان! اگر برہمن کسی برہمن عورت کو مار ڈالے تو اسے بارہ سال تک اس کا کفارہ ادا کرنا ہے اور اگر بیوی کھاشتری تھی تو بھی اسے چھ سال کا کفارہ دینا ہوگا۔ یوگی والکیا نے اس جرم کی تلافی کا بہت ہی خوفناک طریقہ بتایا ہے۔ گناہ گار کو بارہ سال تک ایک ڈنڈے کے سرے پر انسانی کھوپڑی' متوازی ٹکا کر ساتھ لئے گھر گھر جا کر چاول کی بھیک مانگنا ہے۔ اسے یہی چاول کھا کر گزارا کرنا ہے اگر ان سب ضابطوں اور اصولوں پر سختی سے کاربند رہا جائے تو دنیا سے ہر طرح کے جرائم کا خاتمہ ہوجائے گا لیکن اب تو معاملے میں آسانی تلاش کی جاتی ہے۔ میں تو بہرحال ان پرانے اصول قاعدوں کا پابند ہوں......''

اچانک اندرناتھ اس کی بات کاٹ دی۔'' باپو! اگر تمہیں موجیدار کے قصور کا پتہ تھا تو تمہیں فوراً ہی پلاس باڑی پولیس تھانے میں اس کی خبر کرنی چاہئے تھی۔''

''کیا کہہ رہے ہو گوسان؟ اس نے یہ کہا مانا کہ اس نے اپنی بیوی کو کنوئیں میں دھکا دیا تھا۔ اس کا کہنا تھا کہ جھگڑے کے دوران اس کا توازن بگڑا اور وہ کنوئیں میں جا گری اور ڈاکٹری رپورٹ کے مطابق تو اسے دل کا دورہ پڑا تھا۔ اسی دوران میں وہ کنوئیں میں جا پڑی۔ ڈاکٹر نے تو بغیر کسی حیل وحجت کے میڈیکل سٹرٹیفکیٹ بنا دیا تھا۔''

دونوں خاموش چلتے رہے۔ اندرناتھ کو اپنے دل میں عجیب درد محسوس ہوا۔ لیموں کی بھینی بھینی خوشبو اس کی ناک سے ٹکرا رہی تھی۔ ایک الوان کے سر سے پھڑ پھڑاتا ہوا گزر گیا ...... وہ اسی طرح چپ چاپ چلتے چلتے گوسان کے گھر کے مرکزی دروازے تک آ گئے۔ دروازے پر لوہے کے کنگرے چاند کی روشنی میں چمک رہے تھے۔ اندرناتھ کے قدم خود بخود رک گئے۔ اس نے پروہت سے پوچھا۔

''باپو! ایک بات پوچھوں تم سے؟''

''ہاں، ہاں، پوچھو! آج تم خاصے غیر حاضر دماغ نظر آ رہے ہو۔''

''کیا کسی ادھیکار نے ہمارے زمانے میں کسی عام برہمن لڑکی سے شادی کی ہے؟''

پروہت نے فوراً کوئی جواب نہیں دیا۔ شاید وہ دل ہی دل میں کچھ سمجھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ پھر وہ بولا۔

''تمہارے سے سوال کا جواب دینے کیلئے کئی برس پیچھے دیکھنا پڑے گا۔ میں اس کا آغاز سنٹ دیو کی گرائی ماڑی سے کروں گا جو اس نے اس ستر سے بھی پہلے قائم کی تھی۔ ڈھکالا کی ایک لڑکی کے بارے میں یاد پڑا ہے۔ کسی گوسان نے اسے سونے کی بندے تحفے میں دیئے تھے۔ شادی کے انتظامات تقریباً مکمل ہو چکے تھے لیکن لوگوں میں ایک ہنگامہ بپا ہو گیا اور یہ شادی نہ ہو سکی۔ بعد میں سنا گیا کہ اس لڑکی کی شادی بامنڈی میں کہیں ہو گئی لیکن اس کے گوسان کے ساتھ تعلقات کی افواہیں بدستور جاری رہیں۔ ڈھکالا اور سماریا میں نچلی ذات کی کئی لڑکیوں کو گوسانوں نے منگنی کی انگوٹھیاں پہنائیں لیکن شادی کی بات بن نہیں سکی۔ بہرحال میرے حافظے میں تو ایسا کوئی واقعہ نہیں جس میں کسی گوسان نے عام برہمن لڑکی سے شادی کی ہو۔''

اچانک ہی خاردار جھاڑیوں کے قریب کچھ گیڈر چیخنے چلانے لگے۔ شور نے ان دونوں کو بھی بوکھلا دیا۔ مال سے بھرے چھکڑے سڑک کے ساتھ کچھ اور آگے بڑھ گئے۔ پروہت

بہرحال اندرناتھ کے ساتھ ہی چلتا رہا۔ وہ کہہ رہا تھا۔

''لیکن سارو گوپا! تم یہ سوال مجھ سے کر کیوں رہے ہو؟''

''بس! ایسے ہی' میرا خیال ہے مجھے ان چیزوں کے بارے میں پتہ ہونا چاہئے۔''

''غور سے سنو گوسان! بڑا برا وقت آن پڑا ہے۔ جگالیہ کے دوسرے کنارے' داموودریا کے گوسانوں نے عام برہمن لڑکیوں سے بیاہ رچانا شروع کر دیا ہے۔ رنگامتی میں کمیونسٹ لال جھنڈا ہاتھوں میں اٹھائے لوگوں کو ڈرا دھمکا رہے ہیں اور گوسان برہمن زادیاں شادی سے پہلے ہی بلوغت کی عمر پہنچ رہی ہیں۔ ہر جگہ گناہ ہی گناہ دکھائی دیتا ہے۔ تم نے سنی تھیں کبھی یہ باتیں؟ وہ گوسانیاں جنہوں نے کبھی اپنے گھر کی دہلیز سے باہر قدم نہیں رکھا تھا۔ آج گوہاٹی جا کر عدالتوں میں کیس لڑ رہی ہیں لیکن تم تو ایک برہمن لڑکی کے بارے میں پوچھ رہے ہو' کیوں؟ میں سمجھ نہیں پایا......''

''ارے نہیں باپو! بھول جاؤ اسے' پریشانی کی کوئی بات نہیں......''

''مجھے یقین ہے تم ایسا کوئی قدم نہیں اٹھاؤ گے جس سے تمہارے خاندان کے نام پر کوئی دھبہ لگے۔ تمہاری خاندانی تاریخ بالکل بے داغ ہے۔ جانتے ہو' دھرما تایدھ اشتر کے نزدیک سچا اور نیک آدمی کون ہے؟

''......اچھے کاموں کی گونج زمین اور آسمان پر جگہ پہنچتی ہے۔ جب تک یہ گونج موجود ہے' انسان نیک اور اچھا جانا جائے گا......!''

اندرناتھ نے پروہت سے رخصت لی اور گیٹ سے اندر داخل ہو کر دالان کی سمت چلنے لگا اور پروہت تیزی سے اپنے چھکڑوں کی طرف بھاگا۔ اندرناتھ نے دالان عبور کیا اور سیڑھیاں چڑھ کر برآمدے میں آ گیا۔ اس بلندی سے جگالیا دریا' زمین میں سے نکالی ہوئی کسی صاف شفاف ہڈی کی طرح لگ رہا تھا۔ حسب معمول اسے ماں اور درگا وہاں بیٹھی اس کا انتظار کرتی نظر آئیں۔ ان کے سر ان کے گھٹنوں پر رکھے ہوئے تھے۔ ساتھ ہی اسے ایک اور وجود نظر آیا۔ یہ گری بالا تھی جو لکڑی کی چوکھٹ سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔ اندرناتھ نے پریشانی کے عالم میں اپنے ماتھے کا پسینہ پونچھا اور اپنے منہ ہاتھ دھونے کیلئے تیزی سے کنوئیں کی طرف بڑھ گیا۔ وہاں کھڑے ہو کر اپنے چہرے کو خشک کرتے ہوئے اس نے دور جھاڑیوں کی جانب سے نگاہ ڈالی۔ کسی نچی ہوئی صاف ہڈی کی طرح دریا کا ایک حصہ اسے واضح دکھائی دے رہا تھا۔

باب 5

درگا کنوئیں سے پانی نکال کر گری بالا کو دے رہی تھی۔ گری بالا کچھ پانی اپنے بدن پر ڈالتی اور کچھ قریبی دیوار پر ڈال دیتی۔ دیوار کا پلاستر کئی جگہوں سے اکھڑ گیا تھا اور وقت کے ہاتھوں آئی دراڑیں بھی اس میں صاف دکھائی دے رہی تھیں۔ کنوئیں کے اوپر بنا چھتر بھی مگرمچھ کی کھال کی طرح گہرے مٹیالے رنگ کا ہو گیا تھا۔

گری بالا بند گلے کی قمیص اور اس پر ریشمی لکھا پہنے ہوئی تھی۔ گیلے کپڑے اس کے بدن سے کچھ اس طرح چپک گئے تھے کہ اس کے جسم کے سارے نشیب و فراز عیاں ہو رہے تھے۔ درگا نے صرف اپنے سینے کو چھپانے کیلئے سوتی میکھالا پہنا ہوا تھا۔ کنوئیں کی ایک جانب سے سٹر کی طرف آتی ہوئی کچی سڑک صاف نظر آتی تھی۔ دونوں عورتیں خوشگوار موڈ میں ایک دوسرے سے چھیڑ چھاڑ کرتی نہار ہیں تھیں۔

اچانک انہیں باہر سڑک پر بچوں کا شور سنائی دیا۔ درگا اور گری بالا نے سڑک کی جانب دیکھا تو کوئی آدمی سائیکل چلاتا آ رہا تھا۔ سفید لباس پہنے وہ کسی بگلے کی مانند نظر آ رہا تھا۔ دیہاتی بچے اس کی سائیکل کے پیچھے دوڑتے شور مچاتے آ رہے تھے......سنیاسی صاحب! سنیاسی صاحب! ہماری ٹافیاں کہاں ہیں؟ ہمیں ٹافیاں چاہئیں!''

دونوں اچک اچک کر دیکھنے کی کوشش کر رہی تھیں کہ باہر کیا ہو رہا ہے۔ انہوں نے سائیکل پر ایک بڑا اور عجیب سا بنڈل رکھا دیکھا۔ سائیکل سوار اپنے اردگرد بچوں کو دیکھ کر مسکرا رہا تھا۔ گری بالا نے حیرت سے پوچھا۔ ''کون ہے یہ؟''

''یہ مارک صاحب ہے! دوبارہ آیا ہے شاید کمشنر صاحب نے کوئی خط بھیجا ہے اس کے ہاتھ۔''

''کیسا خط؟ گری بالا نے استعجاب سے پوچھا اور یہ کاغذات کیوں لایا ہے یہاں؟''

''وہ ہمارے علاقے کی تاریخ لکھنا چاہتا ہے۔ وہ پرانے قلمی نسخے اکٹھے کرتا ہے' گھر گھر جا کر مفت دوائیاں تقسیم کرتا ہے۔ افیمیوں کے پاس جا کر انہیں افیون کے نقصانات کے بارے میں بتاتا ہے۔

پچھلے سال میں نے اس کے لئے قدیم آسامی نسخہ ''ویسا آشرم'' پڑھ کر سنایا تھا اور اس نے انگریزی زبان میں لکھ لیا تھا۔''

''تم نے قلمی نسخہ پڑھا تھا؟'' گری بالا مزید حیران ہوگئی۔

''ہاں' وہ چھپے ہوئی آسامی الفاظ تو آسانی سے پڑھ لیتا ہے مگر آسامی زبان کے پرانے دستی لکھے نسخے وہ نہیں پڑھ سکتا۔ وہ کسی جاہل اور اندھے آدمی کی طرح ان لفظوں میں الجھا ہوا تھا۔ مجھے ترس آ گیا اور میں نے اسے پڑھ کر سنا دیا۔ اس کام میں اسے بڑی محنت کرنی پڑتی ہے۔ اس کا ترجمہ کرتے اور لکھتے ہوئے بھی' کاغذات پر اس کا پسینہ ٹپ ٹپ گر رہا تھا۔''

پرانی سائیکل کی کھڑ کھڑاہٹ' اس کی گھنٹی کی تیز آواز اور بچوں کا شور وغل اب مین گیٹ پر آ گیا تھا۔ پھر مارک نے اندر داخل ہو کر سائیکل کھڑی کی۔ درگاہ اور گری بالا اپنے گیلے کپڑے سنبھالے بھاگ کر قریب کے کمرے میں چلی گئیں۔

تھوڑی دیر بعد وہ کپڑے بدل کر باہر نکلیں۔ اس وقت تک گوسائی' اندرناتھ اور سمبھو مہورا بھی وہاں آ چکے تھے۔ مارک صاحب سے سلام دعا ہوئی اور اسے لکڑی کی کرسی پر آرام سے بٹھا دیا گیا۔ اچانک ہی ایک انہونی ہوگئی۔ درگا کو محسوس ہوا کہ اس کے جسم پر مارک صاحب کی پرچھائی پڑ گئی ہے۔ ایک گوسائی بیوہ پر فرنگی کا سایہ! وہ فوراً ہی کنوئیں کی طرف بھاگ لی تاکہ دوبارہ غسل کر سکے۔

ایک دو لمبے سانس لے کر مارک صاحب ٹوٹی پھوٹی آسامی میں گوسائی سے مخاطب ہوا۔

''اس دفعہ میرا خیال ہے' مجھے کچھ زیادہ وقت گزرنا ہوگا یہاں۔ اگر آپ میرے لئے اپنی ہاتھی باڑے کے قریب کسی چھوٹے سے مکان کا بندوبست کر دیں تو میرے لئے مناسب رہے گا۔'' اس نے اپنی جیب سے کچھ سکے نکالے اور گوسائی کے قدموں میں رکھ دیئے اور دوبارہ انکساری سے اپنا سر جھکا لیا۔

''جب تک چاہے رہو! ہمارے لوگ سیدھے سادھے دیہاتی ہیں اور وہ تمہاری اچھی

MashalBooks.org

اچھی باتیں سن کر بہت خوش ہوں گے۔''

''اس دفعہ ایک لڑکی بھی تمہاری مدد کیلئے موجود ہوگی۔'' اندرناتھ نے گری بالا کی طرف اشارہ کیا۔ یہی میری بہن ہے۔''

گری بالا اور مارک نے ایک دوسرے کی جانب دیکھا۔ مارک کی نظریں اس کے گیلے سیاہ بالوں پر جم کر رہ گئیں۔ لمبے لمبے سیاہ بالوں کی جانب جو لہراتے ہوئے اس کے کندھوں سے نیچے تک جا رہے تھے۔ اس کا صاف شفاف بدن کسی پکے ہوئے پھل کی طرح شگفتہ اور تروتازہ دکھائی دے رہا تھا۔ اندرناتھ نے کہا۔

''میں اسے سکول بھیجنے کا سوچ رہا تھا لیکن...... میرے والدین میرے خیال سے متفق نہیں۔ گوسان گھروں کی لڑکیاں' یہاں باہر نہیں نکلتیں۔ سکول جانا تو دور کی بات ہے' ابھی چند مہینے پہلے ہی اس کا شوہر فوت ہو گیا اور اب اس کے پاس وقت ہی وقت ہے۔''

مارک صاحب نے دوبارہ لڑکی پر نظر ڈالی۔ اس کی آنکھیں ویران اور خالی سی تھیں۔ گوسانی مہمان کیلئے چائے بنوانے اندر چلی گئی۔ اندرناتھ نے بات جاری رکھی۔

''پچھلی دفعہ...... جب تم یہاں آئے تھے تو...... تم نے بتایا تھا کہ تم گل مین نامی جرمن صاحب کے چھوڑے ہوئے کاغذات کا مطالعہ کرنا چاہو گے۔''

''ہاں' میں سوانح عمری لکھنے کے موڈ میں تھا اور میری وہ خواہش ابھی بھی زندہ ہے۔ اس کام کے لئے تو مجھے ربھا کے قبائلی دیہاتوں میں بھی ٹھہرنا پڑے گا۔''

''بالکل صحیح! تمہیں پتہ ہے کہ گل مین صاحب نے جسے یہاں گل مل صاحب کہا جاتا ہے۔ دوسری شادی کی تھی اور وہ بھی ربھا کی ایک دیہاتی لڑکی سے؟ بے چاری لڑکی! اس کے آخری دنوں میں اس نے اپنے شوہر کی بے پناہ مذمت کی تھی......''

''ہاں میں نے بھی یہ سن رکھا ہے اور سنا ہے۔ جواباً گل مین نے بھی اس کے قبیلے کیلئے بہت کچھ کیا تھا۔''

برآمدے کے کونے میں سمبھو مہورا بیٹھا تھا۔ موٹا اور گنجا آدمی اور سامنے اس کی توند بکھری تھی۔ اس نے ایک چھوٹی سی دھوتی کے اوپر پرانی سی واسکٹ پہن رکھی تھی۔ اس کی ایک طرف پرانی چیتھڑا سی چھتری رکھی تھی۔ وہ بھی گفتگو میں شریک ہو گیا۔

''پتہ نہیں صاحب کو اس بارے میں بھی پتہ ہے یا نہیں۔ گل مل صاحب کو فوجداری

معاملات نمٹانے میں بڑی مہارت حاصل تھی۔ کمشنر صاحب نے انہیں خصوصی اختیارات دے رکھے تھے۔ وہ مختلف جرائم پر چھ ماہ تک کی سزا سنا سکتے تھے...... وہ ربھا عورت مری تو اس کی چارپائی کے گدے کے اندر سے خاصی رقم ملی۔ اس نے برے وقتوں کیلئے بچائی تھی وہ رقم اور گل مل صاحب کو اس کا پتہ بھی نہیں تھا......''

''گدے کے اندر رقم؟'' برآمدے میں موجود سب لوگ حیران رہ گئے؟''

''ہاں، ہاں، زیادہ تر رقم کاغذی نوٹوں کی شکل میں تھی۔ انہیں گدے کے اندر سی دیا گیا تھا۔ لوگوں کا خیال ہے کہ اس نے یہ رقم گل مل صاحب کے علاج کیلئے اکٹھی کی تھی۔ انہیں کوئی خطرناک بیماری ہوگئی تھی۔''

ہر شخص ہنسنے لگا۔ مارک صاحب کے لبوں پر بھی مسکراہٹ آ گئی۔ گری بالا بغور مارک کا جائزہ لے رہی تھی۔ وہ اسے خاصا خوبصورت لگا اس کی آنکھیں اسے ان آبی پھولوں سے مشابہ نظر آئیں جو مون سون کے موسم میں علاقے میں ہر طرف کھلے ہوتے تھے۔ اس کے بال شہد رنگ اور گھنگھریالے تھے اور اس کا رنگ عام برطانوی مردوں جیسا نہیں تھا۔ شاید آسام کے دور دراز علاقوں میں شدید گرم موسموں کے دوران سورج کی تپش نے اس کا رنگ تبدیل کر دیا تھا۔ وہ مقامی جمانی برہمن لگتا تھا۔

ایک ملازم آیا۔ چھالیہ اور سروتا لئے اس کے دوسرے ہاتھ میں پورا پاندان تھا۔ اس نے یہ سب چیزیں موٹے مہورا کے سامنے رکھ دیں جو ابھی تک بات کرنے کے سوا صرف مکھیاں اڑا رہا تھا۔ سمھو مہوترا نے پاندان سامنے کھول کر پان کے پتے اٹھائے اور ان پر کتھا چونا لگانے لگا۔ پھر اس پر نہ جانے کیسی خوشبو ڈالی کہ اس کی مہک چاروں اور بیٹھے لوگوں کو محسوس ہونے لگی۔ پان لگاتے ہوئے ہی وہ کہہ رہا تھا۔

''صاحب! ذرا غور سے سننا، بڑی مزیدار کہانی ہے۔ کوئی موجیدار مونجھ چودھری ہوا کرتا تھا۔ بڑا شاندار شکاری تھا وہ۔ اس کے پاس براس کی بنی ہوئی بڑی اعلیٰ قسم کی بندوق تھی۔ لوگوں کا کہنا تھا کہ اس کے بڑوں نے وہ ایسٹ انڈیا کمپنی سے خریدی تھی۔ بعض کا خیال تھا کہ یہ بندوق نمک کے فرانسیسی تاجروں سے ڈیڑھ سو سال پہلے گوال باڑہ میں خریدی گئی تھی۔ ایک دن وہ ہاتھی پر سوار مرزا کے جنگلوں میں گیا اور وہاں اس نے ایک موٹے تازے جنگلی سور کو نشانہ بنایا......'' مہوترا نے ایک لگا ہوا پان اٹھا کر اپنے منہ میں رکھ لیا اور دوبارہ

کہنے لگا۔

''اسے محض اتفاق ہی سمجھیں جس وقت مونجو چودھری نے سور پر فائر کیا' اسی وقت مخالف سمت سے بھی گولی چلی۔ ایک مشرق سے اور دوسری مغربی جانب سے۔ گویا دونوں شکاریوں کا نشانہ ایک ہی تھا۔

موجی دار نے جنگل میں کافی دور جا کر اپنا شکار ڈھونڈ لیا۔ بانسوں کی ایک جھاڑی میں مرتے مرتے بھی سور نے اپنے دانت زمین میں گاڑ دیئے تھے۔ اس کے سر سے خون بہہ بہہ کر زمین میں جذب ہو رہا تھا۔ بڑا فربہ جانور تھا وہ۔ مونجو چودھری سوچ رہا تھا کہ وہ اسے قریبی گاؤں میں ڈنڈا ڈولی کرا کے لے جائے گا اور اس کا گوشت وہاں کے دیہاتیوں میں بانٹ دے گا...... پھر اسے خیال آیا کہ کیوں نہ وہ اسے گھاس پھونس اور پتوں کے ڈھیر میں چھپا دے...... اسی لمحے اس نے کسی کے بھاری بوٹوں کے چلنے کی آواز سنی۔ ایک انسانی ہیولہ اس کے سامنے ابھرا۔ حیرت کی بات یہ تھی کہ ان خاردار جھاڑیوں میں سے ایک دم ہی وہ اس کے سامنے آ گیا۔ چھوٹے قد کا آدمی' فوجی خاکی یونیفارم پہنے۔ اس کے چہرے کا رنگ جھاگ اڑاتے دودھ جیسا تھا۔ ایک آنکھ غائب تھی۔ مونجو چودھری نے اسے پہچانا تو حیرت کے مارے اس کی آنکھیں پھٹی رہ گئیں۔ وہ گل مل صاحب تھا قریبی بورڈوا چائے کے فارم والا جرمن۔ وہ ٹوٹی پھوٹی آسامی میں اسے کہنے لگا۔ ''میں نے یہ سور مارا ہے۔'' چودھری منمنایا۔ ''کیا کہہ رہے ہو صاحب؟ میں نے مارا ہے اسے۔'' اس نے اپنی بندوق ہوا میں لہرائی اور پھر جوش میں کہنے لگا۔

''یہ گن تیس فٹ تک نشانہ بنا سکتی ہے اور یہ سور میرے فائر کرنے کی جگہ سے لگ بھگ اتنے ہی فاصلے پر ملا ہے۔ میں نے ہی مارا ہے اسے۔'' بندر جیسے منہ والے سفید آدمی کو بھی غصہ آ گیا۔ اس نے کندھے سے بندوق اتار کر اسے دکھائی۔ ''یہ گن دیکھ رہے ہو۔ یہ این فیلڈ تین سو تین ہے۔''

میرا بیٹا الیگزینڈر مالک ہے اس کا۔ اس کی بیوی کسی جنگ میں کام آئی تھی۔ میں اس درخت کے اوپر تھا'' جرمن نے اشارہ کیا۔'' یہ جنگلی سور میرے ہی ہاتھوں مرا ہے......!''

دونوں سور کی لاش کے پاس گئے اور اس کا معائنہ کرنے لگے۔ ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب انہوں نے دیکھا کہ دونوں کی گولیاں سور کے سر میں ایک ہی جگہ جا لگی تھیں۔ ''ایک

ہی جگہ! کیا اتفاق ہے!''

دونوں نے حیرت سے کہا پھر گل مین چیخا۔ ''لیکن مرا یہ مری گولی سے ہے۔ میں نے پہلے فائر کیا تھا۔''

موجیدار بھی جواباً زور سے چیخنے لگا۔ '' بکواس! یہ میری گولی سے مرا ہے۔ وہ بحث کرتے کرتے لڑنے جھگڑنے لگے۔ چودھری نے غصے میں گل مین صاحب کو تھپڑ مارے۔ وہ بھی ایک دو نہیں پورے چار۔''

سمھو مہوترا کے سامنے بیٹھے لوگوں کی حیرت سے چیخ نکل گئی۔

''کیا؟ چار تھپڑ! اور وہ بھی گورا صاحب کو! باپ رے باپ!''

''صاحب کو شدید غصہ آیا وہ وہاں سے باہر نکلا' سیدھا ہاتھی پر بیٹھا اور گوہاٹی چلا گیا۔ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ صاحب سے ملنے۔ اس مجسٹریٹ کے گل مان صاحب سے قریبی تعلقات تھے۔ اس نے انہیں مشورہ دیا...... '' میرے دوست! چھوٹے موٹے معاملات نمٹانے کے اختیارات تو ہیں ہی تمہارے پاس۔ اس معاملے میں بھی تم اپنا فیصلہ سنا سکتے ہو لیکن خیال رکھنا۔ اگر بندوق استعمال کرو تو تمہیں صرف ایک گولی چلانے کا اختیار ہے۔ یہ بات کبھی نہ بھولنا......'' گل مل صاحب نے دوبارہ اپنا ہودا کسا اور فوراً ہی دوبارہ مرزا کے جنگل میں جا پہنچا۔ وہاں اس نے فوراً ہی مونجو چودھری کے آدمیوں کو بلایا اور ان کے سامنے اعلان کر دیا۔ ''میں گوہاٹی سے تمہارے چودھری کے بارے میں آرڈر لے آیا ہوں۔ بندوق کی گولی سے میں اسے خون میں نہلا دوں گا۔ میں ایک ہی گولی سے اس خبیث کا خاتمہ کر دوں گا۔''

مونجو چودھری کے آدمی گل مل صاحب کے پاؤں پڑ گئے اور لگے ان کی منتیں سماجتیں کرنے۔ وہ اس جرمن کے فوجداری اختیارات سے بخوبی واقف تھے۔ انہوں نے اس سے چودھری کی زندگی کی بھیک مانگی۔ چودھری کا ایک آدمی بہت ہی ہوشیار اور چالاک تھا۔ رنگ کالا تھا' جسم پتلا دبلا اور لمبا قد' اس نے خاصا سوچنے کے بعد اپنا سر اٹھایا اور کہنے لگا۔

''آپ جنوبی کنارے کے بہترین شکاری ہیں اور چودھری بھی اپنے علاقے کا مانا ہوا شکاری ہے۔ وہ ایک ہی گولی سے دو چیتوں کو مار سکتا ہے۔ یہ اچھا موقع ہے! دیکھا جائے آپ دونوں میں سے بڑا شکاری کون ہے؟''

گل مین نے خاصا جز بز ہو کر پوچھا۔ ''کیا بکواس کر رہے ہو؟ کیسا موقع؟''

وہ چالاک نوجوان کہنے لگا۔ ''بڑی ہٹ کے ساتھ ہفتہ وار منڈی لگتی ہے۔ شام کے دھند لکے میں چودھری سفید گھوڑے پر سوار' پوری مارکیٹ کو ایک ہی چھلانگ میں عبور کرے گا۔ عین اسی وقت تم اسے اپنی گولی کا نشانہ بنالینا۔''

گل مل صاحب اور چودھری دونوں اس تجویز پر متفق ہو گئے۔

بڑی ہٹ میں منڈی کا مقررہ دن آ گیا۔ یہ عجیب وغریب مقابلہ دیکھنے کیلئے آنے والوں سے منڈی کا پورا علاقہ کھچا کھچ بھرا ہوا تھا۔ لوگ تالو پاڑہ' ماہی پاڑہ' راج بہا' جھارو باڑی' کاٹھیہ ماڑی اور نہ جانے کہاں کہاں سے آئے تھے۔ ان سب لوگوں کی آمد نے منڈی کے ماحول کو میلے میں بدل کر رکھ دیا۔ سورج مغرب میں ڈوب رہا تھا۔ مقابلہ ہونے ہی والا تھا...... ڈوبتا سورج یوں لگا جیسے ہاتھی باڑے میں پھنس کر رہ گیا ہو۔ اسی سمت سے سفید گھوڑے پر سوار' چودھری کا سفید سا ہیولہ' بڑی تیزی سے شام کی ٹھنڈی' یخ بستہ ہوا کے دوش پر' گردوغبار اڑاتا نزدیک آتا جارہا تھا۔

گل مل صاحب! اپنی جگہ پوری طرح تیار تھا۔ بندوق میں گولی بھرے انگلی ٹرائیگر پر جمی' اس کی آنکھیں مقررہ نشانہ پر گویا پتھرائی ہوئی تھیں۔ لوگ شدت جذبات میں ایک دوسرے کو دھکیلتے اور ہٹاتے ہوئے نعرہ بازی میں مصروف تھے۔

''دیکھواس طرف دیکھو! وہ یک چشم صاحب چودھری کو نشانہ بنانے والا ہے۔''

''وہ ادھر ہے صاحب! دیکھواس پر لعنت بھیجو۔ اس ایک آنکھ والے صاحب پر آسمان کیوں نہیں ٹوٹ پڑتا!''

''وہ دیکھو! چودھری اپنے سر پر سفید پگڑی پہنے' کاندھوں پر سفید چادر ڈالے اور سفید کرتا پہنے ہوئے ہے۔''

''وہ ادھر' وہ گھوڑے کو اڑاتا ہوا آرہا ہے' دیکھنا کتنی تیزی سے گزرتا ہے وہ!''

''وہ آرہا ہے تیر کی طرح......لو وہ آ گیا......اور لو وہ چلا بھی گیا......''

''بڑی تیزی سے گزرا...... چلو' اچھا ہی ہوا بچ گیا......!'' لیکن ساتھ ہی ساتھ لوگوں کے شور اور چیخ وپکار کے' گل مین صاحب کی بندوق سے گولی نکلی اور زوردار دھماکہ بھی ہوا۔ لیکن کہاں؟ لوگوں کی سمجھ نہیں آئی۔ بڑی ہٹ کی اس سڑک پر چودھری اور اس کا گھوڑا نظر سے غائب ہو چکے تھے......

مہورا کے اردگرد بیٹھے سب حیرت سے کہنے لگے۔

''اوہ! بیچارہ چودھری! آخر مر ہی گیا! افسوس!''

مہورا نے پرجوش چہروں پر اپنی نگاہ گھمائی۔ اپنے چہرے پر بیٹھنے والی مکھیوں کو اڑایا اور کہنے لگا۔ اوہ ہو! تم تو بات ہی نہیں سمجھے!''

''کیوں؟ پھر کیا ہوا تھا؟'' سب ہی بے ساختہ چیخ پڑے۔

''بتاتا ہوں! کیلے کا تنا' چھلکوں کا گھڑ اور بہت ساری پٹ سن لے کر...... ان سب چیزوں کو انتہائی عقل مندی سے چودھری کے کپڑوں میں بھر کر اسے سفید گھوڑے پر اس طرح کس دیا گیا کہ دور سے ہر شخص یہی سمجھا کہ گھوڑے پر چودھری سوار ہے۔ گھوڑا بھی کمال کا سدھا ہوا تھا......''

ہر طرف بے تحاشہ قہقہے بکھر گئے۔

''کیا یہ واقعی سچ ہے؟ مکار مہوترا!''

''ہاں بھئی! بالکل سچ ہے' کسی لومڑی کی طرح مکار تھا وہ نوجوان۔ اس نے جرمن صاحب کو اس روز خوب بے وقوف بنایا۔ ڈمی کو گھوڑے پر اچھی طرح کسا گیا تھا اور سفید پگڑی بھی پہنا دی گئی تھی۔ گل مل صاحب کی گولی صاحب ڈمی کے پیٹ میں سوراخ کرتی اور منڈی میں موجود شہتوت کے درخت کے تنے میں جا لگی۔ جانتے ہو لوگوں نے اس دن جرمن صاحب کے بارے میں کیا گایا؟ نہیں پتہ نا؟

میں بتاتا ہوں...... اندھا گل مل' اندھا گل مل' ہو گیا ڈھل مل

مونجو چودھری! تو بھی پولیس سے جا کے گھل مل

ایک بار پھر زوردار قہقہہ پڑا۔ مارک کے چہرے پر بھی ہلکی سی مسکراہٹ آ گئی۔ اس نے کہا

''یہ واقعہ عظیم زلزلے سے پہلے پیش آیا تھا نا؟''

سمبھو مہورا نے اقرار میں اپنا سر ہلایا۔

''جی ہاں! یہ ان دنوں کی بات ہے جب گول پاڑہ میں نمک کے فرانسیسی تاجر آئے تھے اور ہمارے سنت دیو مہاپر بھو نے اپنا ستر گرائی ماڑی سے یہاں منتقل کیا تھا اور موجودہ علاقے پر اپنا قبضہ مستقل کیا تھا۔ پہلے یہاں گوپی ناتھ کی سرداری رہی تھی لیکن پتھریلی چٹان پر

کندہ کئے گئے عظیم قدموں کے نشانات بھی اسی تباہ کن زلزلے کی نظر ہو گئے۔ اسی وجہ سے کنیا کبجا کے برہمن اس جنوبی کنارے کی طرف کھنچے چلے آئے۔ یہاں کاشت کاری کے بھی بہترین مواقع تھے۔ سو جو بھی آیا اسی زرخیز زمین سے چپک کر رہ گیا"

اندر ناتھ مسلسل خاموش بیٹھا مہورا کی داستان طرازیوں سے لطف اندوز ہو رہا تھا۔ آخر میں چپ نہ رہ سکا۔ "جہاں تک مجھے علم ہے گل مین 1925ء میں بورڈوا میں فوت ہو گیا تھا۔ میں نے یہ کہانی پہلے بھی سنی ہوئی ہے لیکن آخر میں جب گل مین کو حقیقت کا علم ہوا کہ اس کے ساتھ ہوا کیا تھا تو اس نے ایک زندہ دل انسان کی طرح اس کا صحیح حظ اٹھایا۔ وہ چودھری سے بھی ملنے گیا اور اس سے دوستی کر لی۔"

اسی اثناء میں گوسانی اندرونی کمرے سے باہر آئی۔ اس کے جسم کے اوپری حصے پر سرخ مکھالا لپٹا ہوا تھا جبکہ سر چادر سے ڈھکا تھا۔ پوری زندگی میں اس نے کبھی بھی بلاؤز یا جوتوں کا استعمال نہیں کیا۔ وہ کھلتے ہوئے رنگ کی باوقار وضع قطع کی عورت تھی۔ حقہ پینے کی وجہ سے اس کے ہونٹوں پر گہرے رنگ کے دھبے دکھائی دیتے تھے۔ درگا، ایک ٹرے میں پیتل کے کپ اور مختلف شکل کے چپٹے کٹورے رکھے' گوسانی کے پیچھے پیچھے آئی۔ اس نے مارک صاحب کے پرچھائیں سے حتی الامکان بچتے ہوئے ایک کھلے منہ کا کٹورہ اس کے سامنے رکھا اور باقی ٹرے ایک جانب فرش پر رکھ دی۔ اس کی حرکت کا بغور مشاہدہ کرتے ہوئے مارک نے مذاقاً گوسانی سے کہا۔"

"میرا خیال ہے آپ نے وہ برتن نکالے ہیں جو پچھلی دفعہ مرے استعمال میں رہے تھے۔ شاید آپ نے انہیں خاص طور پر علیحدہ رکھا ہوا تھا۔ آخر کو ہم ہیں تو ملیچھ! یہی بات ہے نا؟"

اس پر بھرپور قہقہہ پڑا مگر گوسانی نے یہ ظاہر کیا جیسے اس نے کچھ سنا ہی نہیں اور کہنے لگی۔

میں نے مرغ پلاؤ' دہی اور سبزی کے سوپ وغیرہ تیار کرا دیئے ہیں۔ کیا کچھ کھانا پسند کرو گے؟ گوسان تو ابھی پوجا میں مصروف ہیں یا ان کا انتظار کرو گے؟ مارک نے اپنا سر اثبات میں ہلایا۔ تھوڑی دیر بعد لوگ وہاں سے اٹھنے لگے۔ آخر میں صرف گری بالا وہاں رہ گئی۔ وہ ابھی تک لکڑی کے ستون سے ٹیک لگائے کھڑی تھی۔ اس کے بال ابھی تک گیلے تھے۔ وہ کھدر کی قمیص پہنے ہوئے تھی۔ اس کا گلا مقامی مہارت کا اعلیٰ نمونہ لگتا تھا۔ اوپر اس نے ایک انتہائی نفیس دوپٹہ بھی اوڑھ رکھا تھا جس سے اس کے سینے کے نشیب و فراز چھپ

گئے تھے۔ مارک نے نگاہ اٹھا کر اس کی جانب دیکھا۔ اس کی نوجوان، شگفتہ تروتازگی اور خوبصورتی نے اس کی حس لطافت کو جھنجھوڑ ڈالا۔ اس نے فوراً ہی نگاہیں نیچے کر لیں۔ عین عالم شباب میں اس کی بیوگی کے دکھ کے بارے میں سوچتے ہوئے اسے اپنے دل میں عجیب سی چبھن محسوس ہوئی۔

''تو کل صبح سے میں تمہارا شاگرد ہوں گا۔ میں نے جنوبی علاقے میں پھر کر خاصے مسودے اکٹھے کئے ہیں۔ خدا جانے میں انہیں کب تک مکمل کر کے چھپائی کیلئے بھیج سکوں گا۔ مجھے یقین ہے تم میری خاصی مدد کرو گی۔''

گری بالا نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کنوئیں کے قریب شہتوت کے درخت سے کسی الو کی مخصوص آواز آنے لگی۔ اولو......لو......لو...... پھر انہیں گوسان کے قدموں کی باہر کی جانب آتی چاپ سنائی دینے لگی۔

☆☆☆

MashalBooks.org

باب 6

بیوہ گوسانی اس ستر میں تنہا رہتی ہے۔ حقیقتاً اس کا تعلق پتھالدیہ سے ہے۔ اس علاقے کے گوسان سے اس کی شادی ہوئی تھی مگر وہ عین جوانی ہی میں اس دنیا سے کوچ کر گیا۔ اس کے پیروکار گورل، ہامنڈی، مجھ کچی اور اردگرد کے دوسرے دیہاتی علاقوں میں رہتے تھے۔

گوسانی غیر معمولی طور پر خوبصورت اور خوش شکل عورت ہے۔ اتنی چمک اور جگمگاہٹ ہے۔ اس کے پورے سراپے میں کہ گہری اندھیری رات میں بھی کوئی عقابی نگاہ اسے فوراً پہچان سکتی ہے۔ ہاتھی دانت سے تراشا ہوا حسین مجسمہ لگتی ہے۔ اس کی رنگت ان سفید سپاہیوں سے ملتی جلتی ہے جو دوسری عالمی جنگ کے زمانے میں یہاں قریب ہی ٹھہرے تھے۔

بھگوان کرشن کے جنم دن کے موقع پر لگے میلے کے موقع پر، جگن ناتھ پوری مندر سے پانڈوں کا ایک گروپ یہاں آیا تھا۔ وہ ایسی برہمن بیواؤں کو تلاش کر رہا تھا جو بھگوان جگن ناتھ کے دیدار کی تڑپ رکھتی ہوں۔ اس ستر میں صرف گوسانی ہی ایسی تھی چنانچہ وہ پانڈوں کے ساتھ چلی گئی تھی اور خاصا عرصہ جگن ناتھ پوری میں گزار کر آئی تھی۔

دسمبر کا مہینہ ہے۔ رس بھری کے درختوں پر خوب پھل آیا ہے۔ ابھی چند سال پہلے تک انہی دنوں میں مقامی راستوں پر خوب چہل پہل ہوتی تھی۔ سبزیوں اور پھلوں سے لدے چھکڑوں کے چلنے کی آوازیں، بیلوں کے گلے میں بندھی گھنٹیوں کی چھن چھن، قریبی دیہاتوں سے آئے لوگوں کے قدموں کی مسلسل چاپ لیکن پچھلے دو یا تین سالوں سے ان کی آمد و رفت نہ ہونے کے برابر رہ گئی تھی۔ گوسانی کا شوہر زندہ تھا تو فصل کی کٹائی کے بعد دھان کے ڈھیر پر ڈھیر لگتے تھے۔ ان کا باقاعدہ حساب لگایا جاتا تھا۔ سارو گوسانی کو عموماً وقت گزرنے کا کوئی خاص احساس نہیں ہوتا تھا لیکن جب اس نے بگوڑی درختوں پر مختلف پرندوں کو منڈلاتے اور

بیٹھتے دیکھا تو وہ بھی سڑک کی طرف اپنے کان لگا کر چھکڑوں کی آمد کا انتظار کرنے لگی۔ اپنے شوہر کی وفات کے بعد اسے بھی محسوس ہو رہا تھا کہ دھان کے چھکڑوں کی آمد میں خاصا وقفہ اور بے قاعدگی ہونے لگی ہے۔ ہرامدد کا جھمانی برہمن مہی دھر باپو خاص طور پر اس کے پاس آ کر بتا گیا تھا کہ پتھالدیہ کے اردگرد بہت سے اجنبی لوگ اپنے ہاتھوں میں لال جھنڈے لئے آئے ہوئے ہیں۔ وہ باری باری ہر کھیت میں جاتے ہیں اور کسانوں سے ملتے ہیں۔

سارو گوسانی اپنے گھر کے مرکزی دروازے پر آئی اور ادھیکار کے گھر کی جانب دیکھنے لگی۔ اس وقت عموماً درگا اس کے پاس گپ شپ لگانے آیا کرتی تھی لیکن وہ تو کہیں دور دور تک نظر نہیں آ رہی تھی۔ کہیں اس کا اپنی بھابھی سے دوبارہ جھگڑا نہ ہو گیا ہو؟ لیکن اگر وہ آپس میں لڑتے تو درگا کی گرما گرم اور تیز آواز اسے یہاں تک صاف سنائی دیتی۔ لیکن آج تو ماحول پہ سکوت طاری تھا! بعض اوقات تو وہ اسی مارا ماری میں کپڑوں کو سیدھا کئے بغیر ہی اس کے پاس چلی آتی تھی۔ وہ گھر کے مرکزی دروازے سے اندر داخل ہوتی اور وہیں ٹھہر کر غصے میں نہ جانے کیا کیا کہتی چلی جاتی۔ الفاظ کے ان تند و تیز بہاؤ میں گوسانی کو بمشکل ''اپنے دیور'' کا لفظ سمجھ آتا۔

''کیا میرے سسرال والے مجھے اسی جہنم میں چھوڑے رکھیں گے؟ وہ یقیناً میرے چھوٹے دیور کو نہ بھیجیں گے تاکہ وہ مجھے یہاں سے واپس لے جائے۔ دیکھ لینا' یہی ہوگا!''

......اور ایسی ہی دوسری باتیں! مگر اتنا عرصہ گزر گیا' سارو گوسانی نے اس کی سسرال سے کسی کو بھی یہاں آتے نہیں دیکھا تھا۔ اس نے سوچا اچھا ہوتا درگا آ جاتی...... اس سے باتیں کرنا اور گپیں لگانا گوسانی کو پسند تھا۔ وہ اس کا مزاج سمجھتی تھی اور اسے ٹھنڈا کرنا بھی جانتی تھی۔ گری بالا کی خاندان میں واپسی کے بعد درگا کا مزاج اور بھی خراب ہو گیا تھا۔ وہ آس لگائے بیٹھی رہی لیکن نہیں، وہاں درگا یا کسی اور کے آنے کا کوئی امکان دکھائی ہی نہیں دیا...... سارو گوسانی کی سوچوں میں ایکبار پھر گری بالا در آئی۔ کیا خوبصورت بچی تھی! ماہواری کے دنوں میں وہ اسے اپنے ہاں بلالیا کرتی تھی۔ بچی اپنے گندے کپڑے ایک جانب پھینکتی اور ننگی ہی باورچی خانے کی جانب بھاگ لیتی اور اپنے لئے دوپہر کا کھانا نکال لاتی...... کتنی کم عمر تھی وہ! اور اب وہ بیوہ ہو کر واپس آ گئی ہے۔ اف یہ دکھوں سے بھری دنیا! اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ اچانک ایک آواز نے اسے چونکا دیا۔

MashalBooks.org

''ماں جی! ہمیں بڑی ہٹ سے تیل لانا ہوگا۔''

سارو گوسانی نے فوراً اپنے کپڑوں کی ترتیب ٹھیک کی اور چادر کو اپنے شانوں پر اچھی طرح ڈال لیا۔ اس آواز کو سن کر اسے اپنے جسم میں ایک عجیب سی سنسنی محسوس ہوتی تھی۔ یہ آواز تھی مہی دھر کی۔ وہ جب بھی اس کے قریب آتی تو اس کے دل کی دھڑکنیں تیز ہو جاتی تھیں۔ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا۔ مہی دھر وہی دھوتی پہنے ہوئے تھا جو پچھلی دفعہ اس نے پتھالدیہ میں اسے دی تھی۔ کندھوں پر اس نے ایک سفید چادر اوڑھ رکھی تھی۔ مہی دھر ایک خوبصورت آدمی ہے۔ گھنگھریالے بالوں اور ستواں ناک والا اس کی آنکھوں میں بھی بڑی چمک ہے۔ یوں لگتا ہے اس کے اندر کہیں رنگ برنگی روشنی والا چراغ جل رہا ہے جس کا عکس اس کی ساری شخصیت سے پھوٹ پڑتا ہے۔

ابھی کل کی بات ہے۔ درگا بتا رہی تھی کہ ہرامدا اور مدھی پاڑہ میں بھی لوگ ان دونوں کے بارے میں چہ میگوئیاں کر رہے ہیں۔ ان کا کہنا تھا کہ گوسانی کے شام کے غسل کیلئے مہی دھر ہی کنوئیں سے پانی نکالا کرتا ہے یا اگر وہ رات کے وقت رفع حاجت کیلئے نکلتی ہے تو وہی ہاتھ میں لالٹین لئے اسے راستہ دکھا رہا ہوتا ہے۔ درگا نے حیرت سے کہا تھا

''بڑی حوصلہ مند عورت ہو تم گوسانی! دامودریا کی کسی اور گوسانی کو کبھی یہ ہمت نہیں ہوئی کہ وہ بیوہ ہونے کے بعد یوں اکیلی رہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ رات کے سناٹے میں جنگلی بھیڑیے تمہارے برآمدے تک میں گھسے ہوتے ہیں۔''

مہی دھر ہاتھ میں خالی بوتل لئے ابھی تک وہیں کھڑا تھا۔

''ذرا سا تیل بھی نہیں ہے؟ گوسانی نے پوچھا۔

''نہیں بھئی! یہ نئے شادی شدہ جوڑے تم سے آشیرباد لینے آتے ہیں تو تمہارے خیال میں کتنا لاتے ہوں گے؟ ابھی کل ہی مہاجن کا لڑکا اور اس کی بیوی آئے تھے۔ اس خسیس نے کتنا تیل دیا تھا!''

''ہاں، تم ٹھیک ہی کہتے ہو! بوتل بمشکل آدھی بھری ہوگی، گول سکے تو غائب ہی ہو گئے ہیں۔ پیتل کی ٹرے کو سجانے میں ہی شاید ختم ہو جاتے ہیں یہ سکے!''

یہ کہتے ہوئے گوسانی اپنے کمرے میں چلی گئی۔ اس کے بستر کے قریب ہی لکڑی کا صندوق ایک کونے میں پڑا تھا۔ اس نے اسے کھول کر کچھ رقم اس میں سے نکالی۔ اسی

دوران مہی دھر کمرے کے دروازے پر آ کر کھڑا ہو گیا۔ گوسانی نے بڑی احتیاط سے اس سے اپنا ہاتھ مس کئے بغیر پیسے اس کی ہتھیلی پر رکھ دیئے اور دنوں کی طرح آج بھی اس نے جھانک کر اس کے بستر کی جانب دیکھا۔ پرانی وضع کی ایک چادر اس پر بچھی ہوئی تھی۔ گوسانی حیرت زدہ رہ گئی۔ بستر پر مہی دھر کی اچٹتی مگر گہری نظر اس کی نگاہوں سے بھی چھپی نہیں رہ سکی تھی۔

یہ خاصا تاریک کمرہ تھا۔ پلاستر اکھڑی ہوئی دیواروں میں موجود جھریوں سے تھوڑی بہت روشنی ضرور اندر آ رہی تھی۔ سرکنڈوں سے بنا پارٹیشن اب نام کا رہ گیا تھا۔ گوسان نے اپنی زندگی میں سوچا تھا کہ وہ اپنی کچھ زمین بیچ کر گھر کی حالت بہتر بنائے گا اور ٹین کی چھت بھی ڈلوائے گا، لیکن اس کے مرنے کے بعد سب کچھ ہی بدل کر رہ گیا۔ زندگی محض تاریکی اور دکھوں کا مجموعہ بن کر رہ گئی تھی۔ پشتی زمین، رنگامتی والی، کمیونسٹوں کی زد میں آ گئی تھی۔ ان لوگوں نے کسانوں کو بری طرح بھڑکا کر ایسی آگ لگا ڈالی تھی کہ پچھلی دفعہ مہی دھر وہاں لگان اکٹھا کرنے گیا تو بڑی مشکل سے جان بچا کر واپس آ سکا۔

مہی دھر پلٹا اور بازار کی طرف چل دیا۔ گوسانی اسے جاتا دیکھ رہی تھی۔ اچانک ایک عجیب سا ہول اس کے دل میں اٹھا۔ اس کا گلا لکڑی کے کسی تختے کی طرح خشک ہونے لگا۔ کچھ دنوں سے انجانے سے خوف اور دشت اسے اپنی گرفت میں لے لیتے تھے۔ کسے پتہ؟ آنے والے دن کیسے ہیں؟ اگر مزارعوں نے دھان میں سے اس کا حصہ دینے سے انکار کر دیا تو وہ کیا کرے گی...... اگر وہ ہنگامہ آرائی اور تشدد پر اتر آئے اور انہوں نے مہی دھر کی تکا بوٹی کر ڈالی تو اس کا کیا ہو گا؟...... نظر یہ آ رہا تھا کہ آنے والے دن اس کی گوسانی کیلئے...... جو تین گوسان گھرانوں کی سربراہ تھی جس کی ملکیت میں وسیع و عریض زمین تھی...... شدید مشکلات کے ہوں گے۔ اسے بھوک، افلاس اور موت کا سامنا کرنا پڑے گا......! سارو گوسانی ڈھکالا کے گوسان کی وہ بیٹی ہے جب امرنگا کے گوسان کو اس کا پتہ چلا تھا تو وہ اسے اپنی بہو بنانے پر تل گیا تھا۔ اس وقت سے جب وہ بمشکل پانچ یا چھ سال کی رہی ہو گی۔ امرنگا کا گوسان ڈھکالا کے گوسان کو ہر موقع پر اس کیلئے کھانے پینے کی چیزیں، کپڑا، چاول اور تیل بطور تحفہ بھیجا کرتا تھا۔ بڑے ناز و نعم میں اس کی پرورش ہوئی تھی۔ جس پالکی میں بیٹھ کر وہ اپنے میکے سے رخصت ہوئی تھی اور سسرال آئی تھی اس کے ہینڈل بھی بیش قیمت چاندی کے بنے ہوئے تھے۔ اس کے گلے میں سونے کی زیورات گویا لاد دیئے گئے تھے لیکن بدقسمتی! اسے یہ

سارا زیورا اپنے شوہر کے علاج پر خرچ کرنا پڑ گیا۔ اس کا علاج کرنے پلاس باڑی کا کوئی ڈاکٹر آیا کرتا تھا۔ وہ بہت زیادہ پیسے لیتا تھا اور ہمیشہ اپنی فیس کی ادائیگی زیورات کی صورت میں کئے جانے پر اصرار کرتا۔ پھر اس کی یہ ضد تھی کہ اسے پلاس باڑی سے لانے اور واپس جانے کیلئے بھی دیدار الدین کی پالکی ہی استعمال کی جائے۔ ان دنوں یہ ایک ہی پالکی تھی جو ایک مسلمان چلایا کرتا تھا۔

سارو گوسانی کمرے سے باہر آئی اور دروازہ باہر سے مقفل کر دیا۔ پھر اس نے اپنی نگاہ آسمان پر ڈالی۔ گہرے سیاہ بادل چھائے ہوئے تھے۔ اسے فوراً اپنی چائے بنا لینی چاہئے ورنہ اگر بارش شروع ہوگئی تو باورچی خانے کی آدھی بیٹھی ہوئی چھت سے پانی اندر آ کر ہر جگہ جل تھل کر دے گا۔ کتنی مشکل ہے! پھر یہ بھی خوف کہ اردگرد کہیں زیر زمین چھپا کوبرا باہر نہ نکل آئے۔ عرصے سے اس نے باورچی خانے کے قریب ہی ڈیرہ جمایا ہوا تھا۔ ایک دن تو دوپہر کے کھانے پر اس نے اپنے جسم کی جھاڑ جھنکار تک پھینک دی تھی۔

وہ باورچی خانے میں چلی گئی اور چولہے میں پھونکنی کے ذریعے دھان کے بھوسے کی آگ جلانے لگی۔ جلد ہی آگ کے شعلے بھڑکنے لگے۔ اس نے پانی کی دیگچی چولہے پر رکھ دی۔ یہ دیگچی اسے مان پور کے رہنے والے ایک رشتہ دار نے تحفتاً دی تھی۔ اس نے غالباً اسے مرزا میں موجود کسی حبشی فوجی سے خریدا تھا۔ گوسانی کو یہ بات پہلے پتہ نہیں تھی کہ دیگچی کسی فوجی کیمپ سے آئی ہے۔ پچھلے دنوں جب وہ کسی کام سے گھر سے باہر گئی تو اس نے اپنے مہاوت کالٹو کے ہاتھ میں ایسی ہی ایک دیگچی دیکھی۔ اس سے سوال کرنے پر اسے پتہ چلا کہ ان چیزوں کا تعلق کبھی غیر ملکی فوجیوں سے رہا تھا۔ کالٹو نے اسے پوری کہانی سنا ڈالی کہ یہ دیگچی کس طرح اس کے ہاتھ لگی۔ وہ اپنے ہاتھی دریا کنارے نہلانے لے جایا کرتا تھا۔ وہیں اس کی کسی فوجی سے دوستی ہوگئی جو ایک ٹوکری لایا کرتا اور اس کے ہاتھیوں سے جونکیں اتار کر اس میں اکٹھی کرتا اور اپنے کیمپ لے جاتا۔ ان جونکوں کو فرائی کر کے فوجی سپاہی شراب پیتے وقت کھانے میں استعمال کرتے تھے۔ اسی فوجی نے دوستی کی نشانی کے طور پر یہ دیگچی اسے دی تھی۔

دروازے پر زوردار دستک نے گوسانی کو اس کے خیالوں کی دنیا سے باہر نکال پھینکا۔ پانی دیگچی میں بری طرح ابل رہا تھا۔ اس نے دیگچی چولہے سے نیچے اتاری اور مڑ کر پیچھے دیکھنے لگی۔ دروازے کے قریب درگا کھڑی تھی۔ اس کے پریشان صورت اور بکھرے بالوں

نے اسے بھی دہلا دیا۔ اس کا دوپٹہ بھی الٹا سیدھا ہی لٹک رہا تھا۔ سینہ بھی صحیح نہیں ڈھکا تھا۔
گوسانی نے پوچھا ''کیا ہوا تمہیں؟ میں تو سہ پہر سے ہی تمہاری منتظر تھی......''

درگا نے رندھی ہوئی آواز میں کہا۔

''کیا؟ تم نے سنا نہیں؟ گری بالا کو کسی سانپ نے کاٹ لیا ہے۔ گوسان اپنے مریدوں اور چیلوں سے ملنے گیا ہے۔ اندرناتھ بھی یہاں نہیں ہے۔ وہ کمیونسٹوں کے خلاف کوئی عملی اقدام کرنے رنگامتی گیا ہوا ہے۔''

''سانپ نے کاٹ لیا! اوہ میرے خدا!'' گوسانی بری طرح چیخ پڑی۔

''کیوں نہ کاٹتا اسے؟ وہ لڑکی اس عیسائی کی مدد کرنے کیلئے دیہاتوں میں نہ جانے کہاں کہاں پھرتی پھری ہے۔ پرانے مسودوں کی تلاش میں! کوئی جگہ بھی نہیں چھوڑی۔ کالا پاڑہ کے ججمانی برہمن کے گھر کی دوچھتی میں گھس گئی۔ پرانی تحریریں ڈھونڈنے! وہیں اس مردود سانپ نے اس پر حملہ کر دیا۔ وہ لوگ اسے منع کرتے رہے کہ اس دوچھتی میں نہ جائے لیکن وہ لڑکی! بھلا کبھی اس نے سنی ہے کسی کی؟''

''کس طرح کا سانپ تھا؟ زہریلا تھا کیا؟''

''کیا کہہ سکتا ہے کوئی؟ وہ تو غائب ہو گیا...... گوسانی نے تمہیں بلایا ہے میرے ساتھ چلی چلو!''

سارو گوسانی نے چولہے کی آگ پر پانی ڈال کر جلدی جلدی اسے بجھایا۔ کمرے کا دروازہ بند کیا اور درگا کو ساتھ لئے اپنے گھر سے باہر آ گئی۔ چند قدم کے فاصلے پر ہی گوسان مہاپربھو کا گھر تھا۔ وہ دونوں تیز تیز قدم اٹھاتیں پہنچیں۔ دالان میں اچھا خاصا مجمع اکٹھا تھا۔ سارو گوسانی کو دیکھ کر گوسانی نے اپنے دونوں ہاتھ اٹھا لئے اور زور سے چیخنے لگی۔

''کچھ کرو، بچا لو اس کی زندگی! اسے موت سے بھلا کون بچا سکتا ہے؟ ارے کوئی کچھ کرے! جلدی!''

گوسانی کے بھی ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا اور وہ بری طرح رو پڑی۔ دل کا غبار کچھ ہلکا ہوا تو اس نے دیکھا کہ گری بالا کی ایک ٹانگ پٹ سن کے گچھے سے سختی سے باندھی گئی ہے اور سانپ کے کاٹے ہوئے پاؤں کے حصے کو پانی کے تسلے میں ڈبو کر رکھا گیا ہے۔ گری بالا کی آنکھیں کھلی تھیں۔ اس کا چہرہ خالی خالی اور بے تاثر دکھائی دے رہا تھا۔

گوسانی سسکیاں لیتے ہوئے بولی۔

''بڑی ہٹ کا ڈاکٹر دیکھنے آیا تھا......اور پھر وہ واپس چلا گیا۔ اس کا کہنا تھا کہ اس کے پاس مناسب آلات نہیں ہیں......اس نے ہمیں کہا کہ اسے پلاس باڑی ہسپتال لے جاؤ...... اف میرے خدا! کون لے جائے گا اسے وہاں؟ ایک ہاتھی پاگل ہو گیا ہے۔ رسی تڑا کر ادھر ادھر بھاگا پھر رہا ہے۔ کوئی بھی اسے پلاس باڑی لے جانے کو تیار نہیں......''

''کیا کہا؟ ہاتھی پاگل ہو گیا ہے؟''

''ہاں' ہاں' اس خبیث مکھانا نے گھاس کے ساتھ ہی اپنی گندگی بھی کھا ڈالی۔''

سارو گوسانی نے پریشانی اور حیرت کا ملا جلا اظہار کیا۔

''ارے! یہ تو بہت خطرناک بات ہو گئی' کیا ہاتھی نے مٹی کھائی؟''

''وہ مٹی کھا لیتا تو زیادہ بہتر تھا۔ ساتھ ہی لہسن کی پوتھی اس کے کانوں کے نیچے پھنسا دیتے تو وہ ٹھیک ہو جاتا۔''

''ہاں! کانوں کے نیچے لہسن کی بس دو پوتھیاں کافی تھیں۔''

مجمع میں سے ایک آواز سنائی دی۔

''مہاپربھو کے باڑے کا وہ جوان ہاتھی کسی گڑھے میں جا گرا ہے۔ کچھ بھی ہو سکتا ہے!''

گوسانی چیخ پڑی۔ ''اب اسے پلاس باڑی ہسپتال لے جانے کیلئے کوئی چیز بھی موجود نہیں......ارے کوئی آئے اور کچھ کرے......'' گوسانی پر ہسٹریا کا دورہ پڑا ہوا تھا۔ وہ چیخے جا رہی تھی۔

''آؤ! دیکھو! اس پر نگاہ تو ڈالو! اس کا رنگ سبز پڑتا جا رہا ہے! ارے کوئی کچھ کرے! ،خدا کیلئے اس کی مدد کرو......''

سارو گوسانی اس نیم مردہ حالت میں پڑی لڑکی کی طرف گئی۔ اس کا ہاتھ پکڑا' نبض دیکھی اور سر اٹھا کر کہنے لگی۔ ''نہیں! یہ سبز نہیں پڑی' اسے کسی زہریلے سانپ نے نہیں کاٹا' اسے غالباً زرد دھبوں والے سانپ نے کاٹا ہے۔''

کسی اور نے کہا

''کیا پتہ؟ وہ کس قسم کا سانپ تھا؟ ابھی کل کی بات ہے۔ مچھیرے کی بیٹی سانپ کے کاٹے کے بعد تین دن تک زندہ رہی تھی۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ گوسان دھتو قریش داری نامی

کتاب پڑھ پڑھ کر کے اسے پھونکتے رہے تھے۔ اس لئے وہ زندہ رہی۔ اب بھلا کون وہ کتاب پڑھے؟ خدا جانے! وہ اسے کہاں رکھ گئے ہیں؟''

مجمع میں سے ایک اور آواز آئی۔

''یہاں کسی کو بھی سنسکرت نہیں آتی۔ اس کتاب کو پڑھنے کیلئے ہر امدد سے کسی ججمانی برہمن کو بلانا پڑے گا۔''

گوسانی کی ہسٹریائی چیخیں اور بھی تیز ہوگئیں۔ وہ برآمدے میں ادھر ادھر پریشانی کے عالم میں آ جا رہی تھی۔ اس کے بال بری طرح الجھے ہوئے تھے' چہرے سے آشفتگی' پژمردگی اور سنکی پن ٹپک رہا تھا۔ بے دھیانی میں اپنے ہاتھ مروڑتی وہ مسلسل ٹہلے جا رہی تھی۔ اس اثناء میں کچھ اور لوگ بھی آ گئے تھے اور ماحول کو سمجھنے کیلئے ایک دوسرے کو دھکے دیتے آگے بڑھنے کی کوشش میں مصروف تھے۔

اسی وقت نہ جانے کہاں سے مارک صاحب بھی ہجوم کو دھکیلتے اندر کی طرف آتا نظر آیا۔ وہ گوسانی کے پاس پہنچا تو گوسانی ایک دم پیچھے کو ہٹ گئی اور درمیان میں مناسب فاصلہ دے کر کھڑی ہوگئی۔

اس انتہائی پریشانی اور دکھ کی کیفیت میں بھی وہ یہ بات نہیں بھولی تھی کہ وہ عیسائی تھا۔ نچلی ذات کا ملیچھ!......

''مجھے کہیں سے ایک تیز چاقو لادو' جلدی سے۔'' مارک نے کہا' ''اور ہاں مجھے اس لڑکی کے پاس اکیلا چھوڑ دو!''

ایک لمحے کو گوسانی کے چہرے پر تذبذب کے آثار نظر آئے۔ اس نے ادھر ادھر نگاہ دوڑائی۔ اس کے ہاتھ پاؤں ابھی تک کپکپا رہے تھے۔

گوسان کے گھر کا یہ کمرہ سب سے خاص نوعیت کا ہے۔ یہاں اس کے اجداد کی مقدس کھڑاویں رکھیں ہیں۔ یہاں وہ پوجا پاٹ کیا کرتا ہے۔ گوسانی نے ایک بار پھر ارد گرد اپنی نگاہ گھمائی۔ کسی بھی شخص کو اعتراض نہیں ہوا' نہ کسی نے احتجاج کرنے کی کوشش کی۔ اس کے قریب کھڑے' خاص الخاص مرید اور پیروکار بھی ہونٹ سیئے کھڑے تھے۔ کسی نے بھی عیسائی کی بات پر مزاحمت نہیں دکھائی ۔ بہت مشکل گھڑی ہے...... اسے تیزی سے فیصلہ کرنا چاہیئے......وقت گزرتا جا رہا ہے......

MasialBooks.org

ایک ایک کر کے لوگ کمرے سے باہر نکل گئے۔ مارک صاحب کا ایمی قلی بھی جوان کے کاغذات کا پلندہ سنبھالے پھرتا تھا' کمرے سے چلا گیا۔سنیاسی صاحب نے دروازہ بند کر دیا۔

اکثر لوگ باہر کھڑے انتظار کر رہے تھے'ان کی متوحش اور فکر انگیز نگاہیں بند دروازے پر جمیں تھیں۔گوسانی کی ٹانگیں جواب دے گئیں لیکن وہ مسلسل ٹہلے جا رہی تھی۔

آسمان پر گہرے بادلوں کا ایک ہجوم امڈ آیا۔ ماحول میں اندھیرا چھانے لگا۔ دور کہیں بجلی چمکنے اور بادلوں کے ٹکرانے کی آوازیں اب قریب آنے لگیں۔اچانک ہوا کے زور سے بند کمرے کی کھڑکی کھل گئی۔ گوسانی کھلی کھڑکی کی جانب لپکی اور اندر جھانکنے لگی۔ مقدس کھڑاوؤں کے قریب رکھی لالٹین بدستور جل رہی تھی۔ سنیاسی صاحب! آخر کر کیا رہا تھا؟اسے شدید دھچکا تھا۔ جب اس نے گری بالا کے سانپ ڈسنے کی جگہ کو چاقو سے کٹا دیکھا۔ مارک اس کے زخم پر منہ رکھے اس کا خون چوس رہا تھا۔

پھر اس کا سر اوپر اٹھا اور اس نے ایک جانب خون تھوک دیا اور دوبارہ جھک کر اسی عمل میں مصروف ہو گیا۔اس کے گلے میں پڑا مفلر خون میں بھیگ کر سرخ ہو گیا تھا۔

لیکن گری بالا؟ وہ تو اب بھی بے حس وحرکت پڑی ہے......اور اس کے کپڑے! اف خدایا! اس کی سوتی قمیض تو بالکل...... گوسانی کے چہرے پر شرم اور خجالت کے آثار نمودار ہو گئے لیکن اس کی گہری نگاہوں نے فوراً ہی بھانپ لیا کہ اس کا خون چوسنے میں مصروف یہ عیسائی اس کے الٹے سیدھے یا بے ترتیب کپڑوں کی جانب قطعی نہیں دیکھ رہا تھا۔ اس نے کھڑکی بند کر دی اور اس کے درمیان تختوں کو پکڑ کر کھڑی ہو گئی۔ وہ نہیں چاہتی تھی کہ کوئی اور بھی وہ منظر دیکھے جو وہ دیکھ چکی تھی۔ یہ منظر کوئی قابل تعریف منظر تو تھا نہیں' ساتھ ہی اس کے ذہن میں تاسف کی لہر ابھری۔ گری بالا! اتنی چیرا پھاڑی اور خون چوسنے کی تکلیف سہنے کے بعد بھی ابھی تک متحرک کیوں نہیں ہو رہی' ہل کیوں نہیں رہی؟

......مردوں کی طرح پڑی ہے! اوہ خدایا! کیوں وہ ابھی تک بے ہوش ہے؟......نہیں' نہیں وہ ہوش میں ہے۔ لالٹین کی ہلکی پیلی روشنی میں اس کی پلکیں بھی پیلی محسوس ہو رہی تھیں۔ ہاں! اس نے انہیں ہلتے بھی دیکھا تھا!

گوسانی وہاں کسی پہریدار کی طرح تنی کھڑی تھی۔ وہ کسی کو بھی کھڑکی کے قریب آنے اور اندر کا منظر دیکھنے کی قطعی اجازت نہیں دے گی۔

MashalBooks.org

مارک صاحب نے چاقو سے گری بالا کے جسم پر اتنا بڑا کٹ لگایا اور اسے درد ہی نہیں محسوس ہوا۔ اوہ میرے خدا! کیا یہ ممکن ہے؟ ایک لمحے کو لالٹین کی روشنی ٹمٹمائی، پھر ذرا تیز ہوئی تو اسے گری بالا اسی طرح بے حس پڑی دکھائی دی۔ کیا وہ ختم ہو چکی ہے؟...... گوسانی نے مدھم روشنی میں آنکھوں پر زور ڈال کر دیکھنے کی کوشش کی...... کیا وہ ابھی تک زندہ ہے؟...... نہیں نہیں، وہ مری نہیں ہے! اس کی آنکھیں جگنوؤں کی طرح چمک رہی ہیں لیکن اس کے ہونٹ...... وہ تو لکڑی کی طرح سخت لگتے ہیں۔

گوسانی کا ذہن شدید انتشار کا شکار تھا۔ اس کی بیٹی گری بالا بالکل برہنہ حالت میں اس طرح بکھری پڑی تھی۔ جیسے اس ناپاک ملیچھ کے بازوؤں میں پڑی سو رہی ہو...... اور میرے خدا! کتنی مکروہ صورت حال سے گزرنا پڑا ہے اسے! خدایا معاف کر دینا ہمیں...... ذرا سی دور ہمارے اجداد کی مقدس کھڑاویں پڑی ہیں جہاں ہم پوجا کرتے ہیں...... اس نے نفرت اور کراہت سے اپنی آنکھیں موند لیں...... اوہ! کیا قسمت ہے! واقعی قسمت کی بات ہے کہ دامو دریا کی گوسانی کو اپنے گھر کے اندر کسی عیسائی کو برداشت کرنا پڑ رہا ہے۔ کیا اسے اس گناہ کی تلافی کیلئے پوجا پاٹ کا پورا سلسلہ کرنا پڑے گا؟......

گوسانی کھڑکی کے پاس سے ہٹ گئی اور دالان میں تلسی کے پودے کے پاس جا بیٹھی۔ اسے یاد آیا کہ ابھی کچھ عرصہ پہلے تک وہ اپنے چیلوں اور مریدوں کو دھرم کے اصول بتایا کرتی تھی۔ وہ ہرامد دراج بہا اور بامنڈی جیسی مختلف جگہوں سے اس کے پاس آیا کرتے تھے۔ اس کے بزرگوں نے انہی مذہبی اور اخلاقی طور طریقوں کا پورا ایک سلسلہ چھوڑا تھا۔ اگر کوئی نچلی ذات کا آدمی برہمن کے بال کھینچ لیتا تو اسے بارہ چونیاں پردیپ کی نذر کرنا پڑتیں۔ کسی برہمن کی لاش کو ہاتھ لگانے پر اسے لازماً چندریانہ پرائسچت کے عمل سے گزرنا پڑتا۔ اگر کوئی بڑھئی، دھوبی یا ناچنے والا، برہمن کا مقدس دھاگہ توڑ دیتا تو اسے ترپن من چھال کا جرمانہ ادا کرنا پڑتا۔ واہ! اسے تو یہ سارے طور طریقے اور قاعدے ازبر ہیں! وہ انہیں بھول بھی کیسے سکتی ہے؟ ان اصولوں کی مرتب شدہ کتاب خاندانی پروہت کے پاس پڑی ہے۔ ابھی کل پرسوں ہی تو اس نے ایک گوسان کو گناہ کی تلافی کا طریقہ بتایا تھا۔ وہ گولی سے شکار کردہ ہرن کا گوشت کھا بیٹھا تھا...... اب اسے کیا کرنا چاہئے؟...... اس کا سر چکرانے لگا اور اسے اپنی آنکھوں کے آگے دھند کی دبیز تہہ آتی دکھائی دی۔

کچھ دیر بعد اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو گومتی اس کے پاس کھڑی تھی۔ گومتی کئی سال سے اس کی ساتھی تھی۔ دونوں اکٹھے بیٹھ کر حقہ پیا کرتے تھے۔

گومتی بولی۔ ''کن سوچوں میں غرق ہو؟ سنیاسی صاحب کا کمرے سے باہر آ گیا۔ بارش ہو رہی ہے۔ اندر چلو' خاصی تیز بارش ہے۔ تم بری طرح بھیگ جاؤ گی۔''

وہ بھاگ کر برآمدے میں آ گئیں۔ مارک بھی وہیں کھڑا تھا۔ اس نے کہا

''اب گری بالا کو پلاس باڑی ہسپتال لے جانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں نے اس کا تمام زہر نکال دیا ہے۔ زہر زیادہ تھا بھی نہیں۔ خوش قسمتی سے سانپ زیادہ زہریلا نہیں تھا۔''

اس نے گری بالا کی ٹانگ سے چوسا ہوا زہریلا خون...... مٹی کی چھوٹی سی کٹوری میں بھرا ہوا...... اسے دکھایا۔ پھر اسے برآمدے میں جلتے ہوئے الاؤ میں پھینک دیا۔ وہاں سے وہ دوبارہ گوسانی کے پاس آیا اور وہاں پر موجود تماشائیوں کے مجمع کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا۔

''انہیں یہاں سے چلے جانے کو کہیں۔ بارش ابھی رکنے والی نہیں...... اور ہاں فکر نہ کریں' وہ بالکل ٹھیک ہو جائیگی۔''

گوسانی نے حیرت سے پوچھا۔ ''کس قسم کا سانپ تھا وہ؟ کوبرا تھا کیا؟ ...... مچوگم تھا یا ہولو گا گم یا ماری گم؟ (آسام میں پائے جانے والے کوبرا سانپوں کی مختلف قسمیں) ان برہمنوں کے گھروں کی دو چھتوں میں عموماً کوبرا اپنا گھر بنا لیتا ہے۔ یہ لوگ بھی تو وہاں نہ جانے کیا الا بلا اکٹھا کیے رکھتے ہیں! اور یہ لڑکی! صرف تمہاری وجہ سے ایسی ایسی جگہوں میں پرانے مسودے ڈھونڈتی پھری۔''

سنیاسی صاحب نے تعظیماً اپنا سر جھکائے ہوئے کہا۔ ''اتنی پریشان نہ ہوں' وہ اب خطرے سے باہر ہے۔ آپ جائیں اور غسل وغیرہ سے فارغ ہو لیں۔''

گوسانی ابھی تک بے یقینی اور بے چینی کی کیفیت میں تھی۔ وہ مین گیٹ کے قریب جا کر اندرناتھ کا انتظار کرنے لگی۔ بادلوں کی گرج چمک جاری تھی۔ طوفانی بارش کے امکانات بڑھتے جا رہے تھے۔ کیا ایسے عالم میں پلاس باڑی سے ڈاکٹر کو بلوانا ممکن ہوگا۔ وہ بری طرح بارش میں بھیگ گئی تھی پھر بھی وہ وہاں سے ہٹی نہیں۔

اسی اثناء میں سارو گوسانی...... گوسانی اور درگا سے اجازت لے کر...... بارش میں بھیگتی

MashalBooks.org

ہوئی اپنے گھر کی طرف چل دی۔

☆☆☆

سارو گوسانی نے اپنے بیڈ روم میں پہنچتے ہی اپنے گیلے کپڑے اتار دیئے' خود کو تولیے سے اچھی طرح خشک کیا اور دوسرے کپڑے پہن لئے۔ بارش میں اور بھی طوفانی تیزی آ گئی تھی۔ بارش کے شور میں ہی اسے جگن ناتھ نامی اس پاگل ہو جانے والی ہاتھی کی چنگھاڑیں سنائی دینے لگیں۔ کہیں وہ باڑے میں بندھی ہتھنی پر حملہ نہ کر دے۔ ہاں' ہاں! اسے اسی سمت سے دو ہاتھیوں کے چنگھاڑنے کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں۔ سارو گوسانی کو اس وقت مہی دھر باپو کی فکر ستانے لگی کیونکہ اسے ہاتھیوں کے باڑے کے پاس سے ہی گزر کر آنا تھا۔ اسے تو شاید معلوم ہی نہیں کہ پاگل ہاتھی کھیتوں میں گھسا ہوا ہے...... اور خدایا! وہ خیریت سے واپس آ جائے!...... بارش ابھی تک اسی تندی سے برس رہی تھی۔ چھت کئی جگہوں سے ٹپک رہی تھی' تھوڑی ہی دیر میں وہاں فرش پر ہر طرف پانی ہی پانی تھا۔

بوڑھے مہاوت نے ایک بار اسے بتایا تھا کہ اگر ہاتھی گھاس کے ساتھ اپنا دقیق مادہ کھا لے تو اسے شدید پاگل پن کا دورہ پڑ جاتا ہے اور ایسے عالم میں وہ باآسانی بڑے بڑے درختوں کو جڑ سے اکھاڑ پھینکتا ہے۔ اس حالت میں وہ بے پناہ خطرناک بھی ہو سکتا ہے۔

''مہی دھر باپو! مہی دھر باپو!'' سارو گوسانی نے دروازہ کھولا اور برآمدے میں آ گئی۔ وہ بہت بے کل' بے چین اور دہشت زدہ لگ رہی تھی۔ بارش کی پروا کئے بغیر وہ دالان سے گزر کر مرکزی دروازے کی طرف چل دی۔ اسے وہ دن یاد آیا جب مہی دھر پہلی دفعہ آیا تھا۔ وہ اس کی ماہواری کے ایام تھے۔ اس دن وہ اپنے کمرے ہی میں تھی۔ دوپہر کے کھانے کے طور پر اس نے صرف کچا انڈا کھایا تھا۔ اچانک اسے باہر سے کسی کے پکارنے کی آواز سنائی دی۔ کس نے ہمت سے سیدھے دالان تک آ جانے کی؟ اور اس طرح آواز دینے کی؟...... وہ حیرت زدہ رہ گئی...... بہرحال وہ باہر آئی۔ دالان میں اس نے ایک اچھی قد و قامت اور کسرتی جسم کا نوجوان دیکھا۔ اس سے پہلے اس نے جنوبی علاقے میں اتنا خوش شکل آدمی نہیں دیکھا تھا۔ اس نے اپنے کپڑے صحیح کئے اور دوپٹہ شانوں پر ڈال لیا۔ اس کے کھلے لمبے بال اس کے کندھوں اور سینے پر بکھرے ہوئے تھے۔ اس نے یہ کہہ کر اپنا تعارف کرایا۔ میرا

MashalBooks.org

نام مہی دھر شرما پتھک ہے۔ ہرامد آنے سے پہلے وٹارہ میں تھا۔ میری بیوی زچگی کے دوران مرگئی تھی اوراب میں اکیلا ہوں۔

''کتنا عرصہ ہوا تمہاری بیوی کو مرے ہوئے؟'' گوسانی نے پوچھا۔

''اس چودھویں کو دو ماہ ہوں گے!''

''اب کیا کر رہے ہو؟''

''کیوں؟ ججمان برہمنوں کے بارے میں تم نے کچھ نہیں سنا کیا؟''

''کیا؟''

''برہمنوں کے مابین اس پر خاصا بحث ومباحثہ رہا اور جھگڑے بھی ہوئے کہ کون لوگ ججمان کی خدمت کریں گے۔ انہوں نے ایک دوسرے کے مقدس دھاگے تک توڑ ڈالے۔ اس زیادتی پر ہمیں بعد میں افسوس بھی ہوا اور ہم نے اس کی تلافی کیلئے سو دفعہ گیاتری بھی دھرائی۔ بغیر کسی کام کاج کے ہم تو بالکل ہی محتاج ہو گئے۔ اسی وجہ سے تو میں تمہارے پاس آیا ہوں۔ سارو گوسانی! راستے میں آتے ہوئے میری سارو گوسان اندرناتھ سے بھی ملاقات ہوئی۔ انہوں نے کہا کہ تمہیں اپنی مدد کیلئے ایک آدمی رکھ لینا چاہئے کیونکہ آج کل وقت بہت نازک ہے۔ ان دنوں کسی کے دل میں گوسانوں کیلئے عزت واحترام ہی ندارد ہو کر رہ گیا ہے۔ واقعی بڑا ہی خراب زمانہ آ گیا ہے۔ میں تمہاری خدمت کیلئے آیا ہوں۔ سارو گوسانی! کھیتوں پر کام کرنے والے کسان لومڑیاں بن گئے ہیں۔ ابھی کل ہی کی بات ہے...... یہ واقعہ میری آنکھوں کے سامنے ہوا...... ایک کمہار کے بیٹے نے برہمن کی پٹائی کر ڈالی۔ زمین کا کوئی جھگڑا تھا۔ کمہار کے بیٹے نے اسے بری طرح زخمی کر دیا۔ لوگ اسے فیصلے کیلئے پنچائیت میں لانا چاہتے تھے لیکن ایسا کرتے ہوئے بھی وہ خوف زدہ تھے۔ وہ اسے پنچائیت میں حاضر ہونے پر آمادہ نہیں کر سکے۔ اس نے کسی کی بھی پرواہ نہیں کی اور نیپالی خنجر ہاتھ میں لئے ادھر ادھر پھرتا رہا۔''

سارو گوسانی مہی دھر سے یہ قصہ سن کر ششدر رہ گئی۔ اس اثنا میں مہی دھر اپنے کینوس کے جوتے اتار چکا تھا۔ اس نے انہیں صاف کر کے ایک کونے میں رکھ دیا۔ پھر وہ دالان میں بچھی بانسوں کی چٹائی پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا اور سارو گوسانی کا انتظار کرنے لگا۔ وہ اندر چلی گئی تھی۔ وہ باہر آئی تو اس کے بالوں سے آتی تیل کی خوشبو نے فضا کو مہکا دیا۔

''میں کسی سے بھی نہیں ڈرتی۔ مجھے اکیلے رہنے سے بھی خوف نہیں آتا۔'' گوسانی نے کہا۔ ''لیکن مجھے ایک برہمن کی ضرورت بہرحال ہے۔ جو میری مرابطہ اور غیر مرابطہ زمینوں پر جا کر لگان اکٹھا کر سکے۔ میں اپنے پیروکاروں اور رعیت کے پاس جاؤں تو وہ میرے ساتھ ہو۔ لیکن ان سب خدمات کیلئے میں تمہیں دے کیا سکتی ہوں؟ جب گوسان زندہ تھا تو بات ہی کچھ اور تھی۔ پیسے وغیرہ کی کمی نہیں تھی۔ آج کل تو مرابطہ زمین سے دھان ہی نہیں آ رہا۔ وہ آمدنی میں سے میرا حصہ دینے ہی نہیں آتے۔ پتھالدیہ کی زمینوں کا بھی یہ معاملہ ہے اور گرال میں مری زمین...... میں نے پچھلے دو سال سے وہاں کے کسانوں سے کوئی خبر ہی نہیں لی۔ میرے حالات اتنے خراب ہیں کہ لگتا ہے کہ کسی بھی وقت حکومت کے کارندے آئیں گے اور لگان ادا نہ کرنے کے جرم میں میرا گھر بار نیلام کر ڈالیں گے۔''

''ہاں! میں سمجھ سکتا ہوں۔'' مہی دھر نے اظہار ہمدردی کیا۔ ''جنوبی علاقے کے ان افیمی کاشت کاروں سے اور توقع ہی کیا ہو سکتی ہے؟ پریشان نہ ہوں سارو گوسانی! میں گودام کے قریب بنے اس کمرے میں سو جایا کروں گا جو جاترا پارٹیوں کی ریہرسل کیلئے استعمال ہی ہوتا تھا جہاں تک کپڑے لئے اور دوسری چور ہی تھی جو جاترا پارٹی کے لڑکوں کی بنائی ہوئی رام اور راون کی تصویریں صاف نظر آ رہی تھیں......لیکن یہ جگہ بہرحال اس کے اپنے کمرے سے زیادہ دور بھی نہیں تھی۔

☆☆☆

کئی سال بیت گئے اس بات کو اور اب مہی دھر اس کا داہنا بازو بن چکا تھا۔ اچھے دن ہوں یا برے، مشکلات ہوں یا آسانیاں، وہ اس کی زندگی کا ایک حصہ بن گیا تھا۔ ایک دفعہ ہیضے نے اسے بستر پر گرا دیا تھا۔ سارو گوسانی نے دن رات انتہائی تندہی سے اس کی دیکھ بھال کی تھی۔

......لیکن اس کا ضمیر بار بار اسے کچوکے لگا تا رہا تھا۔ کیا یہ ایک گوسانی بیوہ کیلئے درست اور موزوں ہے! یہ سوچ ہر وقت اس کے سر پر سوار رہتی تھی۔ وہ اسے ذہن سے کھرچ نہیں پائی۔

ابھی بارش ہو رہی ہے، وہ بارش میں بھیگتی، چلتی ہوئی دالان کی اس باڑ تک بڑے درخت کے قریب آ گئی۔ یہاں سے سڑک بالکل قریب تھی۔ بارش کی گھن گرج کے باوجود

MashalBooks.org

یہاں سے وہ ہاتھیوں کی چنگھاڑ بھی صاف سن سکتی تھی۔ کیا ہوگا اگر مہی دھر مارا گیا تو؟ کیا اس کے مرنے کے بعد' وہ زندہ رہ سکتی ہے؟ نہیں' کبھی نہیں...... اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ وہ کسی بت کی مانند بڑے درخت کے نیچے ہی کھڑی رہی۔ یوں لگا' اسے کسی بڑی طاقت نے وہاں روک رکھا ہے!

اچانک اسے کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ کچھ لوگ اسی جانب چلے آ رہے تھے۔ اوہ مرے خدا! اب کیا کرے گی وہ؟ وہ بھاگ کر گھر کے اندر کیسے جائے گی؟ اس کے سارے کپڑے تو پانی میں بری طرح بھیگے ہوئے ہیں۔ ٹانگوں سے دھوتی بالکل چپک سی گئی ہے۔ اب وہ بھاگے تو کیسے؟ وہ لوگ تیزی سے قریب آتے جا رہے تھے۔ اسے اندرناتھ کی آواز سنائی دی۔

''لگتا ہے اس پاگل ہاتھی نے ہتھنی پر حملہ کر کے اسے مار ڈالا ہے۔''

''اسے باڑے میں لے کون جا رہا تھا؟''

''چکرہاٹی کا گوسان لے جا رہا تھا۔ ہتھنی کی ٹانگ میں شدید چوٹ لگی تھی۔ ہم نے اسے بوتل کے ذریعے بڑی مشکل سے کچھ دودھ پلایا۔ درگا نے کچھ چاول ابالے تھے جو اسے کیلے کی چھال کے ساتھ کھلائے گئے۔'' اچانک اندرناتھ نے حیرت سے ادھر دیکھا۔ ''وہ بڑے درخت کے نیچے کون کھڑا ہے؟''

''بھاگو بھاگو!'' دوسرا آدمی چلایا۔ ''پاگل ہاتھی یہاں آ کر تم پر حملہ کر سکتا ہے' کون کھڑا ہے وہاں؟''

اندرناتھ نے اپنی ٹارچ کی روشنی بڑے درخت کی طرف ماری۔ وہ بارش میں بری طرح بھیگی ہوئی' لمبے بالوں والی عورت کو دیکھ کر حیرت زدہ رہ گیا۔

''کون کھڑا ہے وہاں؟'' اندرناتھ چیخا۔ ''اتنی خوفناک طوفانی بارش ہو رہی ہے۔''

عورت نے اپنا چہرہ چادر میں چھپا لیا تھا۔ اندرناتھ اسے پہچان نہیں سکا' اس نے ہلکی سی آواز میں کہا۔ ''دیکھتے نہیں' میں آئی ہوں باہر......''

اندرناتھ اور اس کا ساتھی آگے بڑھ گئے۔ وہ حیرت زدہ تھا...... اتنا گورا رنگ...... اور لمبے بال......

وہ عورت اسے خاصی جانی پہچانی سی لگی تھی لیکن وہ تھی کون؟ کیا وہ کسی دوسرے گاؤں

سے آئی ہوئی عورت تھی؟ نہیں، نہیں، یہ ہو ہی نہیں سکتا...... یہ رنگت......جنوبی علاقے میں کسی اور کا ایسا چہرہ ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ ضرور سارو گوسانی تھی......سارو گوسانی!...... حیرت ہے! وہ یہاں سڑک کے قریب تک کیوں پہنچ گئی؟ اس کا تو اپنا احاطہ ہی خاصا بڑا ہے۔ تعجب ہے! واقعی تعجب کی بات ہے!

اندرناتھ نے اپنے گھر کے مین گیٹ کے پاس لوگوں کو ہاتھوں میں لالٹین لئے کھڑے دیکھا۔

''افسر جنگلات کو اطلاع دے دی؟ کوئی زور سے بولا۔''

''دو آدمی رانی میں موجود رینجرز کے پاس گئے ہیں۔''

''ہمیں پتہ چلا ہے کہ کمشنر کل اپنی پلٹن بھیجے گا۔''

ایک افیمی جو اندرناتھ کے ساتھ آیا تھا' کہنے لگا۔

کیا! کمشنر خود آئے گا ہاتھوں میں گن اٹھائے اور پاگل ہاتھی کو مار ڈالے گا۔

''چپ رہو' احمق کہیں کے!''

چادر میں ڈھانپے' افیمی کو کھانسی آنے لگی۔ اس نے بلغم باہر تھوکا اور کہنے لگا۔

''ہاتھی جرانگ جنگل میں غائب ہو گیا ہے۔ اب تو کمشنر صاحب کو ہی آنا ہوگا۔ وہ کسی بندر کی طرح اس کے پیچھے اچھلتے ہوئے جائیں گے۔

''اور جنگل سے واپسی پر' ان کی وحشت اور بھی بڑھ چکی ہوگی۔''

ڈکھالا کا اوجھا ہاتھی کے کان سے نکلا ہوا لاوا لے کر غائب ہو گیا ہے۔ وہ اب کبھی بھی ٹھیک نہیں ہو سکے گا۔ اس کے مارے جانے کے بعد' ہاتھی دانت میں لوں گا۔''

''حرامی کہیں کے' زبان بند رکھو۔ وہ ڈکھالا کا اوجھا ہے کون؟''

''اسے دیکھا نہیں تم نے؟ وہ ہاتھیوں کے باڑے کے گرد کئی دنوں سے پھر رہا تھا...... کسی بنجر میدان کی طرح' گنجے سر والا...... وہ اس وقوعے کے بارے میں پہلے سے جانتا تھا۔ تم نے اسے گاتے ہوئے بھی نہیں سنا...... دھت بیٹا دھت......تم سب کچھ جانتے ہو......اب کچھ بھی باقی نہیں......کھاؤ' پیو اور عیش کرو......اور انا شہزادے! مہاوت کی بات مانو! شاباش! میرے بچے' شاباش!

اندرناتھ نے گھر کے بیرونی برآمدے میں آ کر اپنے جوتے اتارے' ان میں موجود

پانی باہر نکالا‘ اپنی دھوتی کو اچھی طرح نچوڑا اور اپنے چہرے پر سے بھی پانی صاف کیا۔ وہ خیال اس کے ذہن میں اس طرح الجھ گیا تھا جیسے ہرن کسی جال میں جا پھنسا ہو۔ وہ عورت تھی کون؟ کیا وہ سارو گوسانی تھی؟ لیکن وہ اس شدید بارش میں بڑے درخت کے نیچے کیوں کھڑی تھی؟ شاید وہ واپس اس کے پاس جاتا اور اس سے پوچھتا لیکن...... وہ اتنی چھپ کیوں رہی تھی؟

زوردار بجلی چمکی اور زوردار گرج کے ساتھ‘ بارش کچھ اور تیزی سے برسنے لگی۔ اچانک اندرناتھ نے کسی آدمی کا ہیولہ دیکھا۔ پانی میں بری طرح بھیگا ہوا وہ سارو گوسانی کے گھر کی طرف چلا جا رہا تھا۔ اور ایک لمحے کے بعد وہ دیکھ کر ششدر رہ گیا کہ سر سے پیر تک لپٹی ہوئی اس عورت کا ہیولہ گھر کے اندر جا کر غائب ہو گیا...... وہ عورت سارو گوسانی ہی تھی!

☆☆☆

MashalBooks.org

باب 7

منہ اندھیرے درگا حوائج ضروری سے فراغت کیلئے کھلی فضا میں نکلی تو اسے لوہار گھاٹ جانے والی سڑک پر کسی بس کے رکنے کی آواز سنائی دی۔ اچانک اس کے ذہن میں آیا کہ ہو نہ ہو جگن ناتھ پوری اور پریاگ کے پانڈے اس بس سے آئے ہیں تاکہ مقدس مقامات کی زیارت کی خواہاں برہم خواتین کو اپنے ساتھ وہاں لے جاسکیں۔ اس نے سنا تھا کہ دکھالا بنگارہ اور دوسری کئی جگہوں کی گوسانی بیوائیں ان پانڈوں کی آمد کی منتظر تھیں اور ان کے ساتھ جانے کیلئے تیار بیٹھی تھیں۔ انہوں نے نہ صرف اپنے آنجہانی شوہروں کی راکھ مقدس گنگا میں بہانی تھی بلکہ ان مقامات پر اپنے چڑھاوے بھی دینا تھے۔ جگن ناتھ پوری میں انہیں اپنے شوہروں کی یاد میں ایک سوا ایک روپے بھی دان کرنا تھے۔

درگاہ چھالیہ کے اونچے درخت کے نیچے کھڑی ہو کر سڑک کا جائزہ لینے لگی۔ تھوڑی دیر بعد اس نے تین پانڈوں کو سڑک کی جانب سے ادھر آتے دیکھا۔ وہ جو چادریں اوڑھے ہوئے تھے ان پر ''رام'' کا نام کڑھا ہوا تھا۔ وہ ایک دوسرے سے باتیں کر رہے تھے لیکن اپنے سر پر کٹھ پھوڑ (مقامی پرندہ) کے مسلسل شور کی وجہ سے درگا ان کی باتیں سن نہیں پا رہی تھی۔

درگا نے جگن ناتھ پوری کی زیارت کیلئے کئی بار اپنی بھابھی گوسانی سے رقم مانگی تھی۔ اس نے اسے یقین بھی دلایا تھا کہ اس کا دیور یہ قرض جلد ہی لوٹا دے گا۔ ان کے پاس پیسے کی بہت ریل پیل تھی کیونکہ چکرورتی کے گوسانی کی زمینوں پر اس سال فصل بہت ہی شاندار ہوئی تھی۔

آشنان اور پوجا پاٹ کے بعد درگا نے برآمدے سے اچک کر دیکھا تو پانڈے سارو گوسانی کے گھر سے باہر نکل رہے تھے۔ انہوں نے سڑک عبور کی اور اس پورٹیکو میں کھڑے ہو گئے جہاں ہاتھیوں کا ساز و سامان رکھا ہوتا تھا۔ گوسانی بھی اپنے ہاتھوں میں چھالیہ اور پان

کی ٹرے لئے وہیں برآمدے میں کھڑی تھی۔ پانڈے ان کے پاس آئے اور گوسانی کے سامنے تعظیماً سر جھکایا۔ کسی ملازم نے ان کیلئے چٹائیاں بچھادیں اور وہ اس پر بیٹھ گئے۔

لومڑی جیسے مکار چہرے والا پتلا دبلا پانڈہ ٹوٹی پھوٹی آسامی میں کہنے لگا۔

''پچھلے سال' جنوبی علاقے سے جگن ناتھ پوری اور پریاگ کی مقدس زیارتوں کیلئے سات بیوائیں گئی تھیں مگر اس دفعہ ہمارے ساتھ جانے کیلئے صرف دو گوسانیاں رضامند ہوئی ہیں......''

اپنے انداز اطوار اور لہجے سے وہ بالائی آسام کا باشندہ لگتا تھا۔ گوسانی نے کہا۔

''ہاں' مجھے پتہ ہے' لیکن تم توقع بھی کیا کر سکتے ہو؟ سارے کا سارا جنوبی علاقہ افیمیوں کے شکنجے میں آ گیا ہے۔''

''ہمارا خیال تھا کہ سارو گوسانی اس دفعہ ضرور ہمارے ساتھ جائیں گی لیکن انہیں بھی زمینوں سے رقم اکٹھی کرنا دوبھر ہوگئی ہے۔ گوسان کی موت کے بعد فصل کی پیداوار ہی گھٹ گئی ہے۔ ویسے بھی وہ ایک دفعہ زیارتوں کیلئے جا چکی ہیں۔''

''اسی اثناء میں درگا وہاں آ کر پانڈوں کے پیچھے کھڑی ہوگئی۔ وہ امید بھری نظروں سے اسے دیکھنے لگے۔ اس نے دوپٹہ اپنے سر پر ڈھکتے ہوئے گوسانی سے کہا۔ ''مقدس زیارتوں کیلئے مجھے کچھ رقم دے دو۔ بے فکر رہو' میرا دیور یہ رقم تمہیں جلد ہی لوٹا دے گا۔ میں خاصی کمزور اور بیمار رہنے لگی ہوں۔ اس سے پہلے کہ مجھے کچھ ہو جائے میری خواہش ہے کہ میں اپنے آنجہانی شوہر کی راکھ مقدس گنگا میں بہادوں۔''

پانڈوں نے اس کی پرزور وکالت کرتے ہوئے کہا۔

''ماں جی! پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ اگر کوئی کمی بیشی ہوئی تو ہم اسے نبھالیں گے اور ان کی دیکھ بھال بھی ٹھیک ٹھاک ہوگی۔ خرچہ صرف ایک سو بیس روپے کا ہوگا۔ امین گاؤں تک کی خاتون کی مکمل ذمہ داری ہماری آپ کو یاد ہوگا کہ ہم اوتال کی بزرگ گوسانی کو پورے سفر میں اپنی کمروں پر بٹھائے رہے تھے۔ وہ کسی کے ہاتھ سے کھانا بھی نہیں کھاتی تھیں۔ ان کے نزدیک دوسرے تمام لوگ ملیچھ اور ناپاک تھے...... ہم ہر طرح کا خیال رکھیں گے۔ فکر کی کوئی بات نہیں جگن ناتھ دیوتا کی جے!''

گوسانی لمحہ بھر خاموش کھڑی رہی۔ پھر منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑاتے ہوئے وہ مڑی اور

اپنے اس چھوٹے سے کمرے میں چلی گئی جہاں وہ عموماً حقہ پیا کرتی تھی۔ حقے کے تمام لوازمات وہیں تیار رکھے تھے۔ گومتی بھی حقہ پینے اور گوسانی سے گپ شپ کی انتظار میں برآمدے میں ہی کھڑی تھی۔

تینوں پانڈے آپس میں باتیں کرنے لگے۔

''میرا خیال ہے' گوسانی اس معاملے پر سوچ وبچار کرنے اندر گئی ہیں۔''

''ہاں' ہاں' میرا بھی یہی خیال ہے!'' پھر وہ درگا کی طرف دیکھ کر کہنے لگے۔'' گوسانی کیلئے ایک سوبیس روپے کی رقم کی کوئی حیثیت نہیں۔ کیا خیال ہے؟ تمہاری زمینیں تو ہزاروں ایکڑ رقبے پر پھیلی ہوئی ہیں۔ ہے نا؟ گوسان اپنے مریدوں کے پاس گئے ہوئے ہیں۔ واپسی پر تو ان کے ساتھ بے تحاشا رقم کے علاوہ نہ جانے تحفوں سے بھرے کتنے چھکڑے ہوں گے؟ باباوشوانا تھ یقیناً تمہاری آرزو پوری کریں گے۔''

درگا نے کوئی جواب نہیں دیا۔

''پچھلے دفعہ تم نے بھی ہمارے ساتھ جانے کا ارادہ ظاہر کیا تھا۔ تم کہہ رہی تھیں کہ تمہارا دیور تمہیں بھیجے گا اور تم نے یہی بات گوسانی سے بھی کہی ہے!''

درگا نے اس دفعہ بھی کوئی جواب نہیں دیا۔

''سنا ہے تمہارے سسرال والے بھی بہت امیر ہیں۔ ان کی بڑی زمینیں ہیں۔ وہ تمہارا خیال......''

درگا ان کی باتوں پر کان دھرنے کے بجائے گوسانی کے کمرے کی جانب چل دی لیکن دروازے پر ہی رک گئی۔ اپنے دکھوں اور مجبوریوں کے ہاتھوں وہ بے بسی سے لرز رہی تھی۔ بالآخر وہ اپنی سسکیوں پر قابو نہ پا سکی۔ اپنے ہاتھوں سے دروازہ کھٹکھٹاتے ہوئے وہ چیخ پڑی۔

''میری ماں نے مرتے وقت تمہیں سونے کی بالیاں دی تھیں۔ میری شادی کیلئے! وہ تم نے مجھے نہیں دیں تھیں۔ کہاں ہیں وہ؟ مجھے وہ بالیاں ابھی چاہئیں اسی وقت!''

کمرے کے اندر سے ہی گوسانی کی غصیلی اور نفرت انگیز آواز سنائی دی۔

''چھنال کہیں کی! تمہیں کس نے دی تھیں وہ بالیاں؟ کیا تمہارے خبیث شوہر نے دیا تھا کچھ تمہیں؟ تم اپنا گھر چھوڑ کر یہاں کیوں آمریں؟''

شور شرابے کی آواز سن کر برآمدے کے قریب کافی لوگ جمع ہو گئے۔ کالٹو مہاوت کی

بوڑھی ماں ...... جو گوسانی کے کنوئیں سے پانی بھرنے آئی تھی...... نے درگا کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کی۔

''چپ ہو جاؤ! اپنے آپے میں رہو! تم بلاوجہ گوسانی سے کیوں جھگڑا لے بیٹھی ہو؟...... حالانکہ تمہارے یہاں کے گھر سے کوئی بھی تمہیں لینے نہیں آیا۔''

ایک دوسری عورت نے مزید بات بڑھائی۔''ہاں سچ تو ہے! تمہاری سسرال سے کوئی بھی نہیں آیا۔''

''اور اب تم رہ بھی رہی ہو' گوسانی کے زیر سایہ!''

''تمہیں گوسانی کا خیال کرنا چاہئے۔اس کے ساتھ گزارا کرنے کی عادت ڈالنی چاہئے۔''

درگا کا سارا غصہ جھاگ کی طرح بہہ گیا۔ایک سرد سی لہر اس کے پورے بدن میں دوڑ گئی۔وہ کسی بت کی طرح جم کر رہ گئی۔اس کا نازنخرہ' غصہ راکھ کی طرح بکھر کر رہ گیا......

''ہاں' وہ کیوں نہیں لوٹے؟...... تین سال بیت گئے......اور کوئی اسے اپنے میاں کے گھر واپس لے جانے نہیں آیا...... کسی نے اتہ پتہ تک نہیں پوچھا...... کیوں؟ کیوں؟ عرصہ پہلے ایک دفعہ پھلوں سے بھرا ایک چھکڑا ضرور آیا تھا اور ہاں دہی کے دو بڑے کونڈے بھی تھے۔اس کے بعد...... کسی نے اس کی خبر ہی نہیں لی کہ آیا وہ زندہ بھی ہے یا مر گئی۔سالوں ہی گزر گئے۔

درگا کو بھیڑ میں سے ایک اور آواز سنائی دی۔

''تمہاری سسرالی زمین میں تمہارا بھی حصہ ہے۔تمہارا جائز حق ہے۔تمہیں اپنا حق لینے کیلئے عدالتی چارہ جوئی کرنی چاہئے۔کوئی وکیل کر ہی ڈالو!''

درگا کو غصہ آ گیا اور وہ بولنے والے پر چڑھ دوڑی۔''میرے معاملوں میں ٹانگ نہ اڑاؤ! کیا اس گھر کی بیٹی گوہاٹی کی کچہری میں جا سکتی ہے؟ دیکھتے رہو' وہ ایک نہ ایک دن ضرور آئیں گے اور بڑی عزت اور محبت سے مجھے چکرورتی واپس لے جائیں گے۔'' جذبات سے بے قابو ہو کر اس کی آواز بھرائی گئی۔وہ بھاگ کر دور برآمدے کے کونے میں چلی گئی اور اپنا چہرہ دوپٹے میں چھپا کر سسکیاں لینے لگی۔

وہاں پر موجود مجمع میں سکوت چھا گیا۔صرف گوسانی کے کمرے سے حقہ گڑگڑانے کی آواز آ رہی تھی۔گوسانی اس دوران کمرے میں' خاموش بیٹھی حقہ پینے میں مشغول رہی۔گومتی

بھی اس کے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔

مجمع میں سے ایک بوڑھی عورت نکل کر درگا کے پاس آئی۔اس کا لکھالا ڈھیلا ہوگیا تھا وہ اس کا ایک پلو اپنے ہاتھ میں تھامے ہوئے تھی۔ بے خیالی میں اس کا سینہ خاصا کھل گیا تھا۔ وہ درگا سے کہنے لگی۔

''مائی چنا! اچھی طرح سمجھ لؤ جائیداد لینے کیلئے تمہیں اپنی سسرال میں ہی رہنا چاہئے۔''

ایک اور عورت نے اس کی بات کاٹی۔تم طشتری میں رکھی بیریوں کی طرح ہو'اس کے ہر دھچکے کے ساتھ بیریاں ادھر ادھر لڑھکتی رہتی ہیں۔تمہیں مستقل مزاج ہونا چاہئے۔سارو گوسائی کی طرح! انہیں دیکھو' کیسے وہ ذمہ داری سے اپنی زمینوں کی دیکھ بھال کر رہی ہے۔ پوری قوت اور اختیار کے ساتھ!''

درگا نے اس کی بات سنی ان سنی کر دی اور مقدس کھڑاؤں والے کمرے کی طرف چل دی۔لوگ حیرت سے گنگ اس کی طرف دیکھتے رہ گئے۔نہ جانے وہ کیا کرے گی' وہ کمرے میں گئی اور غصے میں دیوار کے ایک شیلف سے لکڑی کا بکس کھینچ لیا۔ پھر اسے گھسیٹتی ہوئی دروازے تک لائی۔ چند عورتیں اس کی جانب دوڑیں اور اس کا ہاتھ پکڑنے لگیں لیکن پھر انہوں نے اپنے ہاتھ روک لئے کیونکہ اسے ہاتھ لگا ہی نہیں سکتی تھیں۔وہ اعلیٰ نسل کی گوسائی جو تھی! پھر وہ مل کر چیخنے لگیں۔

''چکرورتیوں کی بہو! کیا کرنے جارہی ہو؟ یہ بکس کیوں گھسیٹے جارہی ہو؟''

''کچھ نہ کہو مجھے' میں سارو گوسائی کے پاس جارہی ہوں۔''

مجمع میں سے ایک اور عورت چیخی۔''کچھ تو ٹھہرو' بکس بہت وزنی ہے۔کسی ملازم سے کہو وہ لے جائیگا!''

بروہو نامی ملازم خود آنکھیں پھاڑے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔عورت کی آواز اس کے کانوں میں پڑی تو وہ عجیب ہچکچاہٹ کا شکار ہوگیا۔اس نے بے بسی سے گوسائی کے حقے والے کمرے کی طرف دیکھا لیکن دروازہ بند تھا۔ وہ اسی ہچکچاہٹ میں پاؤں گھسیٹتا ہوا بکس کے پاس گیا اور اسے اٹھا کر اپنے سر پر جما لیا۔درگا تیزی سے بیرونی دروازے کی طرف چل پڑی۔ بروہو اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ باقی سارے لوگ بھی اس کے پیچھے ہو لئے۔وہ سب اسے دیکھنا چاہتے تھے کہ آگے کیا ہونے والا ہے۔

سارو گوسانی یہ سارا منظر اپنے گھر کی کھڑکی سے دیکھ رہی تھی۔ جب اس نے درگا اور براہو کے ساتھ لوگوں کے ایک اچھے خاصے جم غفیر کو بھی اپنے گھر کی جانب آتے دیکھا تو وہ فوراً برآمدے میں آ گئی۔ یہ لوگ جونہی اس کے دالان میں داخل ہوئے۔ براہو نے لکڑی کا صندوق ایک جانب رکھا اور وہاں سے رفو چکر ہو گیا۔

درگا بھاگتی ہوئی سارو گوسانی کے پاس آئی اور اس کے قدموں کے قریب گر گئی۔ وہ بری طرح رو رہی تھی۔ اس کے بال بکھر گئے تھے۔ چالیس سالہ یہ عورت چھوٹی سی بچی لگ رہی تھی۔

درگا کے ساتھ آنے والی عورتیں آپس میں کھسر پسر کر رہی تھیں۔

''توبہ! توبہ! اب تو گوسانی عورتیں بھی کتے بلیوں کی طرح لڑنے لگی ہیں۔''

''ہوتا ہے! دکھ اور تکلیف میں ہر کوئی اسی طرح ردعمل کرتا ہے۔''

''ایک وقت تھا کہ پتھالو یہ اور بامنڈی کی گوسانیاں اونچی آواز میں بات بھی نہیں کرتی تھیں۔ اب تو گھروں کے باہر بھی ان کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔''

''اب تو گوسانی گھرانوں کی عورتیں گوہاٹی کی کچہری تک چلی جاتی ہیں تاکہ جائیداد کا حصہ لے سکیں۔''

سارو گوسانی فوراً باہر آئی اور غصے سے عورتیں کو کہنے لگی۔

''بہت ہوگئی اب تم لوگ اپنے گھر جاؤ! چاول جھڑوانے کیلئے تمہیں بلائیں تو تم بہت مصروف ہوتی ہو اور گوسانیوں کی زندگی ٹٹولنے کیلئے تمہارے پاس وقت ہی وقت ہے۔''

پھر وہ تیزی سے گیٹ کی طرف گئی اور دروازہ کھول دیا تاکہ عورتیں باہر نکل جائیں۔ ایک ایک کرکے وہ وہاں سے نکلنے لگیں۔ ان کے جسموں سے اٹھتی ہوئی بدبو اتنی ناقابل برداشت تھی کہ گوسانی نے گٹا لا کا پلو ناک پر لئے رکھا۔ ان کے جانے کے بعد اس نے دروازہ بند کیا اور دالان کی طرف واپس آ گئی۔ درگا لکڑی کے بکس کے پاس کھڑی ابھی تک سسکیاں بھر رہی تھی۔

سارو گوسانی اس کے قریب آئی اور پیار سے کہنے لگی۔

''یہ ہماری قسمت ہے درگا کہ ہم عورت پیدا ہوئیں۔ ہمیں ضبط اور برداشت سے جینا سیکھنا چاہئے۔ کیا کریں شوہروں کے مرنے کے بعد ہماری زندگی ٹوٹ پھوٹ کر رہی گئی

ہے۔

اب تم بتاؤ! یہ بکس تم یہاں کیوں لائی ہو اور اس میں ہے کیا؟''

درگا نے رونا بند کر دیا' کچھ دیر چپ رہنے کے بعد وہ کہنے لگی۔

''اس میں چار تولے کی ایک ڈگڈگی ہے اور ایک آنجہانی گوسان کا دیا ہوا تحفہ چندر ہار ہے اور ایک ٹیکہ ہے۔ اس کے علاوہ میرے کپڑے وغیرہ ہیں۔''

سارو گوسانی نے استفہامیہ انداز میں پوچھا۔ ''تو تمہارا زیور سونے کا ہی ہے۔''

''ہاں!''

سارو گوسانی کے لہجے میں کچھ تلخی اور کچھ ہچکچاہٹ سی عود کر آئی۔

''پھر تمہیں انہیں یہاں کیوں لے آئیں؟ وہ اس گھر میں گوسانی کے پاس کہیں زیادہ محفوظ تھا۔''

''اور میں کرتی بھی کیا؟ بس یہی زیور ہے جسے بیچ کر میں مقدس گنگا کی زیارت کرنے اور اس میں اپنے میاں کی راکھ بہانے جا سکتی ہوں۔ اب تو بس یہی ایک خواہش رہ گئی ہے۔''

سارو گوسانی کو درگا کی حالت پر دکھ ہوا لیکن وہ خاصی فکرمند بھی تھی۔

''سنو درگا! میرا گھر خاصا ٹوٹا پھوٹا اور غیر محفوظ ہے۔ چھت ٹپک رہی ہے میں کہاں سے اتنی ہمت لاؤں کہ تمہاری قیمتی چیزیں یہاں رکھ لوں؟''

درگا خاموش رہی' سارو گوسانی نے بات جاری رکھی۔ گوسانی کے گھر میں ایک دوچھتی ہے۔ میں تو یہی کہوں گی کہ تم اپنا بکس واپس لے جا کر گوسانی کے پاس اسی دوچھتی میں رکھواؤ۔ وہاں یہ محفوظ رہے گا۔'' اس نے اپنے ہاتھ درگا کے سامنے پھیلا دیئے۔'' میرے ہاتھ دیکھو! نہ یہاں کوئی چوڑیاں ہیں' نہ کانوں میں بندے' وہ سب کچھ تو گوسان کی زندگی ہی میں خود اس کے ہاتھوں افیم کے دھوئیں اور نشے میں اڑ گیا تھا...... مہی دھر آنے ہی والا ہوگا' میں یہ بکس اس کے ہاتھ واپس بھجوا دوں گی۔

درگا پھر بھڑک اٹھی اور چیخنے لگی۔

''اس چڑیل کے پاس یہ بکس بھیجنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ وہ خبیث بڑی سازشی ہے! میں تمہیں اپنا جانتی ہوں اور تم پر مجھے پورا بھروسہ ہے۔ میرا یہ بکس اپنے ہی گھر میں رکھو۔''

سارو گوسانی دہل کر رہ گئی۔

MashalBooks.org

''چکاؤ! چکاؤ! اپنی ہی بڑی بھابھی کو تم چڑیل اور سازشی بنا رہی ہو۔ تمہیں زبردست غلط فہمی ہو گئی ہے۔ چلو! تھوڑا سا ٹھنڈا پانی پیو۔ طبیعت کچھ بہتر ہو جائے گی۔''

درگا کو اس نے وہاں سے اٹھایا اور کنوئیں پر لے گئی۔ کنوئیں کا چبوترہ کچا تھا۔ گوسانی (پیسوں کی کمی کی وجہ سے) اسے پلاسٹر نہیں کرا سکی تھی۔ نمی کی موجودگی نے بانس سیاہی مائل سبز ہو گیا تھا۔

اس نے پٹ سن کی رسی میں بندے پیتل کے ڈول کی مدد سے کنوئیں سے پانی نکالا اور درگا کے پیالا بنے ہاتھوں میں پانی ڈالتے ہوئے بولی۔ ''میرا اب بھی یہی خیال ہے کہ بکس کو یہاں نہیں رکھنا چاہئے۔ بہرحال مہی دھر کو آنے دو...... میں اپنی زمین کے دس بھیگے رقبے پر خود ہی دھان کاشت کرنے کا سوچ رہی ہوں۔ پتھالڈیہ میں میرے مزارعوں نے زمین خالی کرنے سے انکار کر دیا ہے۔ کام کاج کرانا بھی دوبھر ہو گیا ہے۔ مہی دھر کا کہنا ہے کہ وہ پیسے دے دلا کر ان سے زمین خالی کرالے گا۔ افسوس! کتنے برے دنوں سے گزرنا پڑ رہا ہے ہمیں!''

لیکن درگا یہ سب سن ہی نہیں رہی تھی۔ اس کی سسکیاں جاری تھیں اور وہ اپنے دوپٹے سے آنسو پونچھے جا رہی تھی۔ سارو گوسانی گھر کے عقبی حصے میں گئی اور اپنے گھریلو ملازم کو بلا کر کہنے لگی......

''جاؤ مہی دھر بابو کو دیکھو۔ وہ کہیں سڑک پر تو نہیں ہے۔ وہ اندرناتھ سے باتیں کر رہا تھا۔ اسے فوراً آنے کیلئے کہو۔''

''لیکن ماں جی! وہ تو آپ دونوں کی باتیں سن رہے تھے۔'' ملازم نے کہا۔

''کیا؟ وہ یہاں تھا؟''

''جی، ماں جی!''

''تو تم نے مجھے بتایا کیوں نہیں؟''

''وقت ہی کہا تھا؟ وہ دیوار کے پیچھے کھڑے، کچھ دیر آپ کی باتیں سنتے رہے اور اس کے بعد وہ فوراً ہی باہر نکل گئے۔''

سارو گوسانی نے قہقہہ لگایا اور کہنے لگی۔ ''مجھے یقین ہے اس نے کامیابی سے ان مزارعوں سے پتھالڈیہ کی زمین خالی کرالی ہو گی۔''

''میں تم سے التجا کرتی ہوں۔'' درگا نے کہا۔ ''مرا بکس تم اپنے کمرے میں لکڑی کی

پیڑھی پر رکھ لو مری زندگی میں تو کچھ بھی نہیں بچا' مرے لئے تو روشن دن بھی تاریک اور خوفناک راتوں کی طرح ہیں۔"

سارو گوسانی کچھ دیر خاموش رہی' پھر ذرا غصیلے لہجے میں کہا۔

"ٹھیک ہے۔بکس میری چارپائی کے نیچے رکھ لو لیکن آج کا کھانا میرے ساتھ ہی کھانا اور پھر تمہیں واپس گوسانی کے پاس (ہی جانا چاہئے' تم جب ہر چیز کھو بیٹھی ہو تو یہ) حویلی میں نازنخرے اور غرور آخر کس بات کے؟ سب سے بڑی غلطی تو تم نے یہ کی کہ اندرناتھ کے ساتھ چکرورتی سے یہاں آ گئیں۔ اپنے شوہر کی جگہ چھوڑ آئیں۔ تمہارے بچے تو ہیں نہیں تو تمہارے سسرال والے تمہیں جائیداد یا زمین میں حصہ کیوں دیں گے؟ اور اس چکر میں تمہیں گوہاٹی جا کر عدالت کا دروازہ کھٹکھٹانا پڑے گا۔ کیا یہ ممکن ہے تمہارے لئے؟ کر سکتی ہو یہ؟"

"اندرناتھ میری مدد کرے گا۔" درگا نے جواب دیا۔ وہ مجھ سے بہت پیار کرتا ہے...... لیکن ابھی تک تو دامودریا کا کسی گوسانی نے گوہاٹی کی عدالت کا رخ نہیں کیا۔شاید مجھے بھی اس کی ضرورت نہ پڑے۔ مجھے یقین ہے وہ لوگ ایک دن آ کر مجھے واپس لے جائیں گے۔"

سارو گوسانی کچھ کہنا چاہتی تھی مگر پھر وہ چپ رہ گئی۔ اس نے جگن ناتھ پوری کے پانڈوں کو ہرامدد کی جانب سے آتے ہوئے سڑک پر دیکھ لیا تھا۔

☆☆☆☆

سورج مٹی پہاڑ کے پیچھے غائب ہو رہا تھا۔ آسمان کے چہرے پر کدو کے پھولوں کی سی دھندلی سی پیلاہٹ پھیلی تھی۔ درختوں' پودوں اور جھاڑیوں پر بکھری نرم گیں روشنی نے خاموشی سے سمٹ کر تاریکی کو راستہ دے دیا۔ شام کے کھانے کے بعد سارو گوسانی اور درگا برآمدے میں بیٹھی بیتابانہ گوسان کی حویلی سے کسی کی آمد کی منتظر تھیں۔ ممکن ہے گوسانی درگا کو لینے خود آ جائے یا کسی کے ہاتھ اسے بلوا بھیجے۔ لیکن سڑک کی دوسری جانب مکمل سکوت تھا۔ غالباً گری بالا اس عیسائی مارک صاحب کے ساتھ کسی پھٹے پرانے مسودے کی چھان پھٹک میں لگی تھی۔

درگا نے اپنے گٹالا سے چہرہ پونچھا اور کہنے لگی۔

"اندرناتھ اپنے مریدوں کے پاس باغ جاپ گیا ہوا ہے۔ وہ یہاں ہوتا تو میں اتنی رات تک یہاں نہ بیٹھی ہوتی۔" اس کی آنکھیں پھر آنسوؤں سے بھر آئیں۔ وہ اپنے

جذبات پر قابو نہیں پا سک رہی تھی۔ پھر اسے امید کی ایک کرن نظر آئی۔ اس وقت اندر ناتھ بولو کے جوئے خانے سے واپس لوٹتا ہے۔ جونہی اسے گوسانی سے اس کے بارے میں معلوم ہوگا تو وہ بھاگتا ہوا اسے لینے یہاں آ پہنچے گا۔ ہاں! وہ لازماً ایسا ہی کرے گا۔ وہ کبھی گوارا نہیں کرسکتا کہ گوسان گھرانے کی بیٹی ایک رات کیلئے بھی گھر سے باہر رہے۔

آدھی رات گزر گئی۔ سارو گوسانی اور درگا برآمدے میں ہی ایک دوسرے کے برابر بیٹھی تھیں۔ نیند کی کیفیت میں بعض اوقات سارو گوسانی کا سرا سکے گھٹنوں پر آ پڑتا۔ درگا بہرحال ابھی جاگ رہی تھی۔ اندر ناتھ کے بارے میں الٹی سیدھی اور تشویش ناک سوچیں اس کے پاس نیند کو پھٹکنے ہی نہیں دے رہی تھیں۔ وہ مستقبل کا ادھیکار ہے اور کرتا کیا پھر رہا ہے؟ تمام شام بولو کے ٹھکانے پر تاش کھیلتا رہتا ہے اور رات گئے واپس لوٹتا ہے۔ وہ پاگل ہاتھی کھلا پھر رہا ہے۔ اگر وہ اس وقت سڑک پر آ جائے اور تاریک رات میں اس پر حملہ کردے تو کیا ہو؟ خدا بچائے اسے! اسے اب آ ہی جانا چاہئے!

سارو گوسانی گہری نیند کی آغوش میں تھی۔ مٹی پہاڑ کے قریب بانسوں کے جھنڈ کے ساتھ گیڈرا چانک شور مچانے لگے۔ کنوئیں کی سمت سے اچانک ایک الواڑا اور چاول چھاننے والے کمرے کے اوپر بیٹھ گیا۔ وہ اپنی بڑی گول گول آنکھوں کو درگا پر جمائے بیٹھا تھا۔ اب وہ کیا کرے؟ وہ برآمدے سے اٹھی اور گھر کے دروازے کی طرف چل دی۔ وہ منحوس پرندہ بھی اس کے پیچھے ہولیا اور عین دروازے کے اوپری منڈیر پر آن بیٹھا۔ ایک عجیب سا خوف اس کے جسم کی رگوں میں اترنے لگا۔ پچھتاوے کا احساس شدت سے ابھر آیا۔ وہ بے وقوفوں کی طرح اٹھ کر یہاں کیوں چلی آئی تھی؟ غرور، عزت، حیثیت......اس کی زندگی میں اب یہ سب چیزیں بے معنی ہوگئی تھیں......اب وہ کیا کرے؟ درگا پریشان خیالی اور متذبذب حالت میں دروازے کے قریب کھڑی سوچ رہی تھی......کیا مندر میں جا کر پناہ لوں؟......

اچانک اسے گوسان کی حویلی کی جانب سے لالٹین کی روشنی کی حرکت محسوس ہوتی دکھائی دی۔ وہ ایک دم خوش ہوگئی اور سارو گوسانی کے پاس جا کر اسے اٹھانے لگی۔ ''دیکھو! کون آ رہا ہے، میں نے کہا تھا کہ اندر ناتھ ضرور آئے گا۔''

اسی لمحے اندر ناتھ دالان میں داخل ہوا۔ لالٹین اس کے ہاتھ میں تھی، سارو گوسانی نے جلدی سے اپنے کپڑے ٹھیک کئے اور چادر سر اور سینے پر ڈال لی۔ اس کا انگریزوں جیسا

خوبصورت گورا چہرہ لالٹین کی روشنی میں جگمگانے لگا۔اس نے کہا۔

”اچھا ہوا تم آ گئے۔اندرناتھ! اسے لے جاؤ۔اسے تمہاری ماں کے ساتھ ہی رہنا چاہئے۔ اسی کی حفاظت میں وہ یہاں آئی تو خاصی منتشر خیال تھی۔اب اس کی طبیعت بہت بہتر ہے۔“

اندرناتھ نے گیٹ پر لگا افقی بانس ایک جانب کیا اور باہر نکل گیا۔درگا اپنے سر پر گٹھالا اوڑھے اس کے پیچھے پیچھے تھی۔وہ منحوس الو اب بھی ان کے سروں پر اڑتا چلا آ رہا تھا۔وہ بھی ہاتھیوں کے ساز وسامان والے پورٹیکو کی چھت پر آ کر بیٹھ گیا۔

سارو گوسانی نے دروازے پر بانس کو دوبارہ افقی انداز میں ٹکایا اور مٹی کا دیا ہاتھ میں لئے وہ دھکال کی طرف گئی۔ایک کونے میں لٹکے ہوئے لیمپ کی مدہم روشنی بستر پر پڑ رہی تھی۔وہ لمحہ بھر کو وہاں کھڑی ہوئی۔مہی دھر نیند میں تھا اس کی چھاتی پر اگے بال دیئے کی ہلکی روشنی میں یوں چمک رہے تھے جیسے انہیں ابھی ابھی جگالیا کے صاف پانی میں دھویا گیا ہو۔گوسانی مبہوت کھڑی دیکھتی رہ گئی۔اس نے جنوبی کنارے میں ایسا توانا اور خوش شکل آدمی کہیں نہ دیکھا تھا۔

اس نے پوچھا کیوں نہیں کہ میں نے کھانا کھالیا ہے یا نہیں؟ اس نے یہ سوال کیوں نہیں کیا۔”گوسانی! تمہیں کیا پریشانی تنگ کر رہی ہے؟ مجھے بتاؤ میں اسے حل کرنے کی کوشش کروں گا۔“ ایک بار پھر اس کی نگاہیں مہی دھر کے بدن پر ٹھہر گئیں۔اس کے بدن کا رنگ جگالیا کے کنارے موجود ہلکی خاکی مٹی جیسا تھا۔اسے اس کے بدن کو چھونے کی شدید خواہش ہوئی۔ آہ! جنگل کے دن بھر کے تھکا دینے والے سفر کے بعد شری رام چندر خود کتنے بے خبر سوئے ہیں۔مقدس دھاگے میں پروئی پکھراج کی انگوٹھی لیمپ کی روشنی میں جگمگا رہی ہے۔

سارو گوسانی یونہی کھڑی اسے دیکھتی رہی۔کیا وہ اندر جائے؟ کچھ اور قریب ہو۔ایک دو قدم اور آ گئے؟...... اچانک ایک الو اس کے سر کے عین اوپر سے چیختا ہوا اڑتا چلا گیا اور دھکال کی چھت پر بیٹھ گیا۔سارو گوسانی کسی زخمی ہرنی کی طرح واپس برآمدے کی طرف پلٹ گئی۔دکھ اور خود ملامتی سوچ اس پر سوار ہوگئی۔کتنا بڑا گناہ ہے یہ۔یہ اسے جہنم کی آگ میں جلا کر بھسم کر دے گا۔”لگتا ہے یہ منحوس الو میرے اندر گھس بیٹھا ہے۔خدایا مجھے معاف کر دینا!“ یہ سوچتے ہوئے وہ کمرے میں داخل ہوئی‘ درگا کا صندوق سامنے پڑا تھا۔اس نے ایک پرانی سی شال اسے اوڑھائی۔وہ خود کو بہت منتشر اور تھکا ہوا محسوس کر رہی تھی۔یوں لگا اس میں کوئی توانائی ہی نہیں بچی تھی۔وہ آہستگی سے اپنی بستر کی جانب گئی اور اس پر لیٹ گئی۔

MashalBooks.org

باب 8

کانگریس کے تمام پرانے کارکن افیم کی لعنت کو ختم کرنے والے کیمپ کے محافظ یا امتناعی افسر بن گئے تھے۔ وہ خاکی شرٹ اور نیکر پہنے اپنے ہاتھیوں میں لاٹھیاں پکڑے پھرتے رہے۔ان میں سے بعض لوگ گھر گھر جا کر انتہائی محنت سے افیم کے عادی مردوں اور عورتوں کی فہرستیں تیار کرتے۔ بعض اوقات یہی کارکن افیم کے سمگلروں کی نقل وحرکت پر نظر رکھتے تا کہ ان کے آپریشن کو ناکام بنایا جاسکے۔ افیم ایکٹ 1949ء کی ترمیم نے ان محافظوں یا امتناعی افسروں کو خاصے اختیارات کا حامل بنا دیا تھا۔ وہ کسی بھی جھونپڑی یا گھر میں بلا وارنٹ داخل ہو سکتے تھے۔

ایلی مان سے اس رات کی ملاقات کے بعد اندرناتھ نے مصمم ارادہ کرلیا تھا کہ وہ کوچ بہار کے اس برہمن سمگلر کو پکڑوانے کیلئے محافظوں کی بھرپور مدد کرے گا۔

اسے بہت تیزی سے اقدامات کرنا ہوں گے۔ اس بڑھیا نے ابھی تک ایلی مان کی بلوغت داز کے بوڑھے باپ سے چھپا رکھا تھا۔ اگر کوچ بہار کے اس برہمن پر یہ راز کھل گیا تو وہ فوراً ہی موقع سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے گا۔ ایلی مان کی خوبصورتی کا جادو اندرناتھ کے ذہن سے محو نہیں ہوا تھا۔ اس کے حسن کا سحر اس کے رگ وپے میں سرایت کر گیا تھا۔

خود بخود ہی اچانک ایک موقع پیدا ہو گیا۔ جولائی کا مہینہ تھا۔ اندرناتھ بولو کے اڈے کی طرف تاش کھیلنے جا رہا تھا۔ زبردست بارش ابھی ابھی تھمی تھی۔ (اس نے سائیکل اٹھائی اور گھر کے دروازے پر آ گیا) بوندا باندی ابھی ہو رہی تھی۔ اچانک اندرناتھ کو کسی کی دھاڑ سنائی دی۔ یہ وہی ہاتھی تھا جو زنجیریں تڑا کر بھاگ نکلا تھا۔ وہ اس کی آواز سے ہی سمجھ گیا کہ یہ مکھانا نہیں بلکہ لمبے دانتوں والا ہاتھی ہے۔ یہ ہاتھی بھی سدھائے جانے کے بعد یہاں لایا گیا

MashalBooks.org

تھا۔ اندرناتھ کو اس سے خاصی انسیت تھی۔ یہ بڑا توانا اور مضبوط بدن کا ہاتھی تھا۔ تربیت کے دوران اس کی اٹھان بھی اچھی رہی تھی۔ آہ! کیا زوردار آواز ہے اس کی! لگتا ہے ہزاروں درختوں کی چھال ایک دم گر پڑی ہے۔ نہیں، نہیں، اتنی غضب ناک آواز درختوں کی چھال کے گرنے سے مشابہ نہیں ہوسکتی۔ اس آواز میں غصہ ہی نہیں، سرکشی اور انتقام کی بو بھی آتی ہے۔ وہ بانسوں کے ٹوٹنے اور کچلے جانے کی آوازیں بھی سن رہا تھا۔

محکمہ جنگلات کے افسران رانی سے تفتیش کیلئے آئے تھے۔ گوہاٹی سے پولیس والے بھی آ کر اپنی رپورٹ تیار کر کے لے گئے تھے۔ کہا گیا تھا کہ پاگل ہاتھی نے دو کھیتوں کو اجاڑ ڈالا ہے مگر ابھی تک اس نے کسی کی جان نہیں لی لیکن کسی بھی وقت کچھ بھی ہوسکتا ہے۔ ممکن ہے کمشنر اسے مار ڈالنے کا حکم دے دے۔ اس دوران بنگارہ وتارہ اور چپا تھوڑی سے آئے کئی ماہر مہاوتوں نے اسے پکڑنے کی کوشش کر لی تھی۔ ایک خطرناک جادوگر نے تو اپنے عمل کے ذریعے بھی اس درندے کو قابو کرنا چاہا مگر اسے بھی منہ کی کھانی پڑی۔

صبح اس کی ماں گوسانی نے اسے تنبیہہ کرنے کی کوشش کی تھی۔ ''پاگل ہاتھی بپھرا پھر رہا ہے، رات کو بولو کے اڈے پر نہ جانا، وعدہ کرو مجھ سے اچھے بچوں کی طرح!''

ماں کی محبت کے مزے لیتے ہوئے اندرناتھ نے جواب دیا۔

''سارے ہاتھی جانتے ہیں مجھے! وہ مجھے پہچانتے ہیں اور میرا راستہ چھوڑ دیتے ہیں۔''

''لیکن میرے بچے! ہاتھی پاگل پن میں اپنے آقا کو بھی بھول جاتا ہے۔ وہ اپنے حواس میں ہی نہیں کہ کسی کو پہچان سکے!''

''ماں! تمہیں یاد ہے۔'' اس نے طنزیہ لہجے میں کہا۔ ''اس کے دانتوں کے کٹنے کا پہلا جشن؟ دانت کے اس ٹکڑے سے میں نے اپنی واسکٹ کے بٹن بنوائے تھے۔ آج میں وہ واسکٹ پہنوں گا۔ یاد تو کرو کتنا شاندار انداز تھا اس کا! کتنی تیزی سے اس نے بات سمجھانا اور ماننا سیکھا تھا۔ الفاظ منہ سے نکلتے اور وہ کرتا جاتا...... اٹھ جاؤ، بیٹھ جاؤ...... پیر اٹھاؤ......''

''بکواس نہ کرو'' گوسانی غصے میں چیخی تھی۔ ''وہ جانور گویا تمہارے قیمتی بٹنوں کو پہچان لے گا!''

اندرناتھ زیادہ دیر وہاں نہیں ٹھہرا تھا۔ اس سے پہلے کہ ماں کچھ اور کہتی، وہ سائیکل اٹھا کر گھر سے باہر نکل آیا تھا۔ لگ رہا تھا جیسے کوئی نامعلوم قوت اسے زبردستی باہر لے جا رہی ہے۔

......ٹوٹی پھوٹی دیواروں میں موجود سرکنڈوں کی جھریاں اور ان میں سے آتی ہوئی لیمپ کی مدہم روشنی کی بکھری بکھری کرنیں......جنہیں دیکھنے کی شدید خواہش نے اسے رکنے نہیں دیا......

بارش رک چکی تھی۔ البتہ پانی کی بوندیں بھتارا جھاڑیوں اور جامن کے درختوں کے پتوں سے ٹپ ٹپ گر رہی تھیں۔ پودوں کے لمبے چوڑے پتے پانی میں نہا کر اور زیادہ چمکنے لگے تھے۔ چھوٹے چھوٹے آبی سانپ باہر نکل آئے تھے۔ مینڈک بھی ادھر ادھر ٹراتے پھر رہے تھے۔ پچھلے سال' اس موسم میں اس نے بولورام کے اڈے پر جانا چھوڑ دیا تھا لیکن اس دفعہ تو عجیب حالت جبر تھی۔ حال ہی میں امتناع افیم کے کیمپ کے کچھ کارکنوں نے بھی بولو کے اڈے پر آنا شروع کر دیا تھا۔ ان سے ملنے اور بات چیت کرنے کا یہ اچھا موقع تھا۔

وہ کوڑھی اپنی مخصوص جگہ پر اپنی ٹانگیں سکوڑے بیٹھا تھا۔ کیچڑ میں لت پت وہ خاصا ڈراؤنا بھوت سا لگ رہا تھا۔ چلتے چلتے اندر ناتھ بھگوتی کے گھر کے سامنے آ گیا۔ ٹوٹی ہوئی دیوار کے پیچھے مٹی کا دیا جل رہا تھا اور اس کی ہلکی روشنی جزوی طور پر باہر بھی منعکس ہو رہی تھی۔ اس مدہم روشنی میں نہ جانے کیوں اسے ایک کشش سی محسوس ہو رہی تھی۔ اس کی نظریں شکستہ دیوار کے پیچھے کمرے میں دائرے کی شکل میں بیٹھے افیمیوں تک پہنچ رہی تھیں۔ غالباً وہ سمگل شدہ افیم سے شغل کر رہے تھے۔ افیم کی خوشبو سے بھرا دھواں فضا میں اڑتا دکھائی دے رہا تھا۔ قریب موجود ہاتھی باڑے سے ہاتھیوں کے گوبر کی بو بھی ساتھ ساتھ اس کی ناک سے ٹکرا رہی تھی۔ کمرے میں جلتی روشنی اس بات کا ثبوت تھی کہ کوچ بہار کا وہ سمگلر برہمن بھی اندر موجود ہے۔

اچھا موقع ہے اگر اسے رنگے ہاتھوں یہیں پکڑا دیا جائے! اس افیم کے گروہ کو ان کے اصل ٹھکانے راجہ پکھوڑی واپس پہنچنے کی اجازت نہیں دی جانی چاہیئے۔ وہاں انہیں پکڑنا بہت مشکل ہو جائے گا۔ وہاں کے رضا کار اتنے مستعد اور تیز طرار نہیں ہیں۔

ہاں! یہی وقت ہے! سنہری موقع۔ اسے گنوانا نہیں چاہیئے۔

اندر ناتھ نے سڑک کی نئی پتھریلی سطح پر قدم رکھا۔ جرمن صاحب نے سڑک کے اس ٹکڑے کی حال ہی میں مرمت کرائی تھی۔ چند سال پہلے سے یہ سڑک بہت ہی خراب ہو گئی تھی۔ گل مل صاحب کی چھوٹی فورڈ گاڑی منیاری کیناری تک آ ہی آ پاتی تھی۔ پھر اس کے

MashalBooks.org

بعد کے راستے میں اسے ہاتھیوں کے ذریعے کھینچ تان کر یہاں اور بڑ دوا کے چائے کے باغات تک لے جایا جاتا تھا۔

کبھی کبھی گورے صاحبان گوہاٹی اور اس کے اردگرد کے چائے کے باغات سے شکار کھیلنے کی غرض سے، اسی سڑک سے آتے اور ان کی گاڑیاں سڑک کے گڑھوں میں پھنس جاتیں۔ پھر یہ لوگ وہاں سے ہانپتے کانپتے ہاتھیوں کے باڑے تک پہنچتے اور ان لوگوں سے مدد کیلئے گڑگڑاتے۔ بعض ہاتھی تو اس کام میں خوب ماہر ہو گئے تھے۔ خصوصاً یہ پاگل ہو جانے والا ہاتھی تو ان فرنگی صاحبوں کی کئی فورڈ کاریں وہاں سے کھینچ کر لا چکا تھا......

اندرناتھ لکڑی کے پل کے پاس ایک خاص جگہ پر پہنچا تو اسے چاندنی رات کی ملاقات یاد آ گئی۔

......اس کے اور ایلی مان کے مابین......اسے پورا ہفتہ گزر چکا تھا......آج وہاں کوئی بھی نہیں تھا۔ پل کے نیچے ندی کا پانی انتہائی طوفانی انداز میں بہہ رہا تھا۔ اس کا شور ہوا کی لہروں میں بھی پھیل رہا تھا۔ جڑ سے اکھڑی لستانہ جھاڑیوں کی ٹوٹی ہوئی شاخیں اور گھاس، پانی میں بہتی ہوئی ماحول میں ایک عجیب سی مہک بکھیر رہی تھیں......

اندرناتھ آگے بڑھ گیا......اس نے بولو کے اڈے کے گیٹ پر موجود کراس باڑ اٹھایا اور اندر داخل ہو گیا۔ بولو نے آج شاندار انتظامات کئے ہوئے تھے۔ باہر کھلے دالان میں بانسوں کی مدد سے تارپولین کا چھاتہ بنا دیا گیا تھا۔ دو مختلف کونوں میں گیس لیمپ بڑے قرینے سے لگائے گئے تھے۔ ان کی تیز روشنی سے ہر طرف دن کا سا سماں نظر آ رہا تھا۔ کانگریس کے پرانے کارکن اور افیم سے بچاؤ کمیٹی کے بعض رضاکار تاش پارٹی کے ساتھ گھلے ملے بیٹھے تھے اور بڑے ہشاش بشاش انداز میں حقے کے کش لے رہے تھے۔ بولو کے اڈے کے مستقل کھلاڑی چودھری اور داس بھی گدیوں پر پیر پھلائے کھیلنے کو تیار بیٹھے تھے۔ تانبے کی کیتلیوں میں چائے اور پاندان مناسب فاصلے پر رکھے ہوئے تا کہ ہر شخص جب چاہے انہیں آسانی سے استعمال کر سکے۔ اندرناتھ کو محفل میں آتے دیکھ کر ہر شخص اپنی اپنی جگہ پر کھڑا ہو گیا۔ نچلی ذات کے دو محافظوں نے جھک کر اس کے جوتوں کی مٹی جھاڑی اور تعظیماً اسے اپنے ماتھے پر لگا لیا......

☆☆☆

تاش کا کھیل آدھی رات تک چلتا رہا۔ افیم سے بچاؤ کمیٹی کے کارکن اٹھ کھڑے ہوئے۔ اندرناتھ کے پاس آئے اور کہنے لگے۔ ''جناب! کل صبح کمیٹی کی میٹنگ ہو رہی ہے۔ جنوبی کنارے کے ہمارے تینوں سیکرٹری بھی اس میں شریک ہوں گے۔''

اندرناتھ نے ان کی طرف دیکھا اور کہنے لگا۔ ''ہمارے علاقے میں افواہیں اڑی ہوئی ہیں کہ یہ جگہ سمگل شدہ افیم کا مرکز بن گئی ہے۔ میرا خیال ہے تمہیں بھی اس کا پتہ ہوگا اور تم خاصے ہوشیار ہو گئے ہو گے۔''

''سارو گوسان! بہت سے لوگ اس میں ملوث ہیں لیکن بدقسمتی سے ہم ایک ہی مجرم کو پکڑ پائے ہیں۔ منیادی کنیاری کی وہ بدنام عورت جو افیم کے ڈوڈے توڑتے وقت تھوڑی سی افیم اپنے پاس رکھا کرتی تھی۔ تقریباً رنگے ہاتھوں ہی پکڑی گئی تھی لیکن جب ہم نے اسے اندر لے جا کر اس کی تلاشی لی تو وہ افیم غائب ہوگئی۔ سمجھ نہیں آتی اس نے افیم جسم کے کس حصہ میں چھپالی تھی۔ بڑا عجیب معاملہ تھا! ہم نے ایک اور عورت کو بلا کر اس کے سارے کپڑے اتروا دیئے اور دوبارہ تلاشی لی لیکن اسے بھی کچھ نہیں مل سکا...... کچھ بھی تو نہیں...... واقعی عجیب بات ہے......!''

محفل میں بے اختیار قہقہے گونجنے لگے۔ بولورام اپنی ہنسی کو بمشکل ضبط کرتے ہوئے بولا۔

''محافظ باپو! عورت کا جسم بھی اس کے ذہن کی طرح بہت پراسرار ہوتا ہے۔ افیم کی چھوٹی سی گولی کی تو اہمیت ہی کیا ہے۔ وہ چاہے تو اپنے جسم میں پورا ہاتھی چھپالے!''

ایک اور زوردار قہقہہ پڑا۔ اندرناتھ اپنی جگہ سے اٹھ کھڑا ہوا۔ بولو نے اس کا ہاتھ پکڑ کر روکنے کی کوشش کی۔

''ابھی تو بارش رکی ہے۔ دیکھیں چاند نکل آیا ہے ایسے میں کہاں جانا چاہتے ہیں آپ؟'' جاترا پارٹیوں میں کام کرنے والے چودھری نے کہا۔

''میرا خیال ہے یہ پاگل ہاتھی کی وجہ سے پریشان ہیں اسی لئے جلدی کر رہے ہیں۔ سنا ہے وہ بھٹکتا ہوا جرانگ تک چلا گیا تھا مگر اب وہ واپس مٹی پہاڑ میں آ چکا ہے۔ سارو گوسان! اس دن آپ شیخنی میں بھوت کو پکڑنے چل دیئے تھے۔ پھر پکڑا گیا وہ؟'' یہ کہہ کر وہ طنزیہ انداز میں ہنسنے لگا۔

''میں اس ہاتھی سے ذرا بھی خوف زدہ نہیں۔'' اندرناتھ نے کہا۔ ''یہ دیکھو! میری

واسکٹ' اس پر لگے بٹن اسی ہاتھی کے دانت سے بنے ہوئے ہیں اور رہا سوال اس بھوت کا! دیکھنا میں اس تصوراتی شیطان کو جڑوں سے اکھاڑ ڈالوں گا!''

ان دونوں محافظوں کے ساتھ ہی اندرناتھ بھی باہر آ گیا۔ تینوں کے پاس پرانی سائیکلیں تھیں وہ اپنی سائیکلیں ہاتھوں میں تھامے پیدل ہی چل دیئے۔ کچھ دیر خاموشی رہی۔ لکڑی کے پل کے پاس پہنچ کر اندرناتھ نے کہا۔

''جانتے ہو میں نے اچانک ہی تاش کھیلنا کیوں بند کر دیا تھا اور تمہارے ساتھ کیوں چلا آیا؟''

''کیوں؟ سارو گوسان کیوں؟''

''مجھے کچھ اڑتی اڑتی خبریں ملی ہیں۔''

''خبریں؟ کیسی خبریں؟''

''میں نے افیم کا ایک سمگلر ڈھونڈ لیا ہے۔ وہ اس وقت یہیں ہے۔ اس جگہ کے بالکل قریب!''

دونوں محافظ ایک دم جوش میں آ گئے۔ ان میں سے ایک کہنے لگا۔

''سارو گوسان! ہمیں تفصیلات تو بتائیں۔ ہم صبح کی میٹنگ میں یہ معاملہ پیش کر دیں گے۔''

''ہاں' گوسان! ہمیں اس کا انعام بھی ملے گا۔ آپ کو تو پتہ ہے ہم پر غیر فعالیت کا الزام لگتا رہتا ہے اور ہم محض شرمندہ ہوتے رہتے ہیں۔''

''وہ کون ہے؟'' دوسرے گارڈ نے پوچھا۔ ''کیا وہ کوئی جاسوس ہے جو جنوبی علاقے میں پھرتا پھراتا ہے؟''

''نہیں' نہیں' جاسوس نہیں ہے وہ سمگلر ہے۔ ایک حقیقی سمگلر!''

''خدا کی پناہ! سمگلر؟ اور وہ بھی ستر میں!'' جوش اور جذبے سے مغلوب ہو کر وہ اندرناتھ کے پاؤں چھونے لگے۔ ''سارو گوسان! ہمیں اس کا نام بتا دیں۔ ہم بہت ممنون ہوں گے۔''

''میں اس کا نام نہیں جانتا لیکن وہ بھگوتی کے گھر آتا رہتا ہے۔ خاص طور پر جب راجہ پکھوری کا پردہت بھگوتی سے ملنے آتا ہے۔ وہ آدمی بھی اس کے ساتھ ہی ہوتا ہے...... تم اس کی پہچان سمجھنا چاہو گے؟

دونوں ہی جوشیلے لہجے میں ’’کیسے گوسان‘ کیسے؟‘‘

’’وہ شخص ہمیشہ پرانی سائیکل کے ہینڈل سے مالی بھوک کیلوں کا گچھا باندھے ہوتا ہے۔اس نشانی سے تم اسے فوراً پہچان لوگے۔‘‘

’’کیا؟ بس اتنا ہی! چلیں پھر‘ ہم ابھی چلتے ہیں!‘‘ دونوں رضا کار تیزی سے چلنے لگے۔ان کے قدموں کی چاپ سڑک پر گونج رہی تھی۔

کچھ دیر تک اندرناتھ لکڑی کے پل کے پاس اسی طرح ساکت کھڑا رہا۔ پل کے ایک کنارے پر جامن کا پرانا درخت تھا۔ پانی کی کچھ بوندیں اس کی قمیض پر اور اس کے کھلے سر پر پڑیں۔ ایک ہلکی مانوس سی بو اس کے ناک سے ٹکرائی......مٹی میں لت پت سوکھے اور بے جان پتے چر چرانے کی آواز آئی۔ اس نے ایک دم پیچھے مڑ کر دیکھا۔ خوف اور حیرت کے مارے وہ پتھرا گیا۔ صرف دس قدم کے فاصلے پر وہ پاگل ہاتھی کھڑا تھا۔ دیوقامت‘ پنکھ کی طرح ہلتے ہوئے کان‘ سونڈ پر جنگلی کیڑے مکوڑے چپکے ہوئے تمام جسم مٹی سے لتھڑا ہوا۔ کیا خوف ناک اور دہشت انگیز منظر تھا۔ اندرناتھ کے پورے بدن میں کپکپی دوڑ گئی۔ وہ......وہاں کھڑا ہے نوفٹ اونچا! جامن کے درخت کے پیچھے ساکت کھڑا مجھے ہی گھور رہا ہے۔ اس کے تیز دھار دانت نیچے کو جھکے ہوئے اور کسی اژدھے کی طرح اس کی گھومتی اور بل کھاتی سونڈ!

اندرناتھ تصور ہی تصور میں خوف زدہ چیخ وپکار سن رہا تھا۔’’بھاگو‘ دوڑو‘ تیزی سے‘ بھاگو‘ بھاگو!‘‘

......نہیں‘ نہیں‘ ہاتھی کوئی حرکت نہیں کر رہا۔ وہ بالکل ساکت کھڑا ہے......

...... یہ رہا! مہا پربھو کا سب سے پیارا ہاتھی۔ جگن ناتھ! کئی بار اندرناتھ نے اس کی سواری کی ہے۔ وہ اس کے ساتھ کلسی دریا تک گیا۔ وہاں اس نے لکڑی سے بھری کشتیاں دریا میں بری طرح پھنسی ہوئی اسی ہاتھی کے ہاتھوں باہر نکلتی دیکھیں۔ مہاوت کے ڈنڈے سے اس کی پٹائی اور سر پر لگی ہوئی چوٹیں دیکھیں...... چوٹوں کے نشانات دیکھ کر اندرناتھ اکثر اداس ہو جاتا تھا۔

مہاوت کاٹو اسے عموماً بتایا کرتا تھا۔

یہ جگن ناتھ! سب سے شراتی ہاتھی ہے‘ اسے کوئی چیز اچھی نہ لگے تو اس پر حملہ کر ڈالتا ہے......اور جب کسی سے پیار کرتا ہے......تو یہ بھی کوئی اچھی علامت نہیں! ایک دن وہ لالچی

افیمی کالٹو میرے پاس آیا اور مجھے کہنے لگا۔ کیا شاندار ہاتھی ہے! گوسان اس پر بیٹھ کر اپنے پیروؤں سے ملنے جاتا ہے تو بادشاہوں کی سی مشان ہوتی ہے اس کی۔ مجھے بھی ایک موقع دو اس پر سواری کا! اس غریب افیمی کو بھی بیٹھنے دو'اس خوبصورت ہاتھی پر' صرف ایک موقع! میں تمہیں بھی تھوڑی سی افیم لا کر دوں گا۔

سارو گوسان! اور کوئی خدمت تو میں کر نہیں سکتا۔ میں نے اس کی بات مان لی اور ایک دن جگن ناتھ کی زنجیریں کھولیں اور اس افیمی بالٹو کو اس پر سوار کرا کے چل دیا۔ ہم بڑی ہٹ تک مزے سے گئے۔ جب ہم پل کے قریب جامن کے درخت کے پاس سے گزر رہے تھے۔ ہاتھی درخت کے پاس رک گیا اور یوں ظاہر کرنے لگا جیسے اس کی کمر دکھ رہی ہے۔ وہ درخت کے تنے سے اپنی کمر رگڑنے لگا۔ آہستہ آہستہ اس کی حرکت تیز ہوتی چلی گئی اور بالآخر اتنی تیز ہوئی کہ بالٹو اپنا توازن کھو بیٹھا اور زمین پر دھم سے آ گرا۔ مجھے جگن ناتھ کو سنبھالنے میں خاصی دقت پیش آئی۔ اگر میں ہاتھی کو نہ روکتا تو وہ بالٹو کو کچل ہی دیتا۔ بالٹو تیزی سے اٹھا اور سر پر پیر رکھ کر بھاگ لیا۔ اس کی چیخیں نکل رہیں تھیں۔ ''سارو گوسان! یہ مار ڈالے گا مجھے! میں نے آدھی زندگی ہاتھیوں کی کمر پر گزاری ہے۔ آج تک میں لوگوں کی اس بات پر یقین نہیں کرتا تھا کہ ہاتھی کوئی آسمانی مخلوق ہیں لیکن آج...... میں مانتا ہوں کہ وہ سچے ہیں۔''

جگن ناتھ! آہ! وہ سامنے کھڑا ہے! وہی جنونی ہاتھی جس نے پورے علاقے میں خوف و ہراس پھیلا رکھا ہے۔ پہلے چار دن سے لوگوں کی نیندیں حرام ہوگئی ہیں۔ اور وہ یوں کھڑا ہے جیسے کوئی بات ہی نہیں۔ وہ خاموش کھڑا گوسانی کے ہاتھ میں موجود چاول کی تھال میں سے چاول کھائے جا رہا ہے۔

آہ! ان بے جان پتوں اور کیچڑ سے اٹھتی ہلکی عجیب سی بو اور اس کے سر پر لگی چوٹوں کے خون کی مہک!

اف خدایا!...... اندرناتھ نے سائیکل کے ہینڈل پر اپنے دونوں مضبوطی سے گاڑ دیئے اور بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ اس کی نگاہیں ہاتھی کی سرخ شعلہ بار آنکھوں پر جمی تھیں۔ وہ دونوں ایک دوسرے کو گھور رہے تھے...... آہ آ...... ات...... آ...... آ...... ات

ایسی بے ہنگم آوازیں نکالتا ہوا وہ جنونی ہاتھی اپنی پشت کی جانب مڑا اور بجلی کی سی تیزی

MashalBooks.org

سے جنگل میں گھس کر غائب ہوگیا۔ اندرناتھ کے پاؤں گویا زمین میں ہی گڑے ہوئے تھے۔ کیا جگن ناتھ نے اس جنونی حالت میں بھی اسے پہچان لیا تھا؟ کہا جاتا ہے کہ ہاتھی کو اپنے اردگرد کی چیزیں زیادہ بڑی نظر آتیں ہیں...... یقیناً ہاتھی نے نہ صرف اسے دیکھا تھا بلکہ پہچان بھی لیا تھا۔ اس کے بدن کے رگ وپے میں ہی نہیں بلکہ ہڈیوں تک میں دکھ کی ایک سرد لہر دوڑ گئی...... غریب جگن ناتھ! بالآخر اسے گولی ماردی جائے گی...... اندرناتھ ہوش میں آ گیا۔ سائیکل دھکیلتے ہوئے وہ آگے چل پڑا۔

برگد کے بڑے پیر کے پاس پہنچ کر اس نے دیکھا کہ بھگوتی کے گھر کے پاس اچھی خاصی چہل پہل ہے۔ باہر کافی لوگ جمع تھے۔ آخر کار افیم سے بچاؤ کمیٹی کے رضا کاروں نے وہاں چھاپا مار کر اپنا کام دکھا دیا اور غالباً اس بدمعاش کو بھی پکڑ لیا ہوگا؟ کوچ بہار کے افیون کے اس بدمعاش سمگلر کو!

اندرناتھ کچھ لمحے وہاں کھڑا صورت حال کا جائزہ لیتا رہا۔ اچانک ایک آواز نے اسے چونکا دیا۔ اس نے گھوم کر دیکھا۔ وہی کوڑھی تھا۔

''آقا! مستقبل کے ادھیکار ہو۔ تمہارے ستر میں ایک افیمی سمگلر ہی تو پکڑا گیا ہے۔ اس میں دیکھنے کی کیا چیز ہے؟ گھر جاؤ رات بہت ہوگئی ہے۔''

اندرناتھ چپ چاپ آگے بڑھ گیا۔

اسی رات جنوبی کنارے...... سوناپور، بڑی ہٹ مسترہٹ راج بہا اور دوسری جگہوں کے سکریٹریوں کی میٹنگ طے تھی۔ رضا کاروں کو بھی اس میں شریک ہونا تھا لیکن جو کرم بھگوتی کی خبر پھیلی تو سب لوگ بھگوتی کے گھر کی جانب چل پڑے۔

دونوں میں سے ایک رضا کار کے پاس پرندوں کو مارنے والی شاٹ گن تھی۔ اس نے ہوا میں ایک دو فائر کئے۔ پھر انہوں نے دروازے پر دستک دی اور اسے ہلانا شروع کر دیا۔ اچانک انہوں نے دیکھا کہ کمرے میں چارپائی کے نیچے چھپا ہوا آدمی تیزی سے کمرے سے باہر نکلا اور پچھلی طرف بھاگ لیا۔ دونوں رضا کار بھی انتہائی تیز رفتاری سے اس کے پیچھے ہو لئے۔ آدمی نے مٹی پہاڑ کا رخ کیا۔ بلندی پر پہنچتے ہی وہ جلدی سے ایک درخت پر چڑھ گیا۔ شاید افیون کا نشہ ابھی پوری طرح اس کے ذہن پر حاوی نہیں ہوا تھا۔ قریب ہی ایک اور درخت پر دھکالا کے خان صاحب کا مہاوت جمال الدین جریا چڑھا ہوا تھا۔ وہ باڑے سے

نکلتے ہوئے جنوبی ہاتھی پر نظر رکھنے کیلئے نہ جانے کب سے درخت پر چڑھا بیٹھا تھا۔ اچانک اس کی غصیلی آواز فضا میں گونجی۔ ''اے! کون ہے وہاں؟ مجھے پریشان کیوں کر رہا ہے؟ میں پچھلے دو دن سے رسی لئے یہاں چڑھا بیٹھا ہوں۔ وہ پاگل ہاتھی ابھی تک آزاد پھر رہا ہے۔ مجھے تو اس کے پھڑ پھڑاتے کانوں کی آواز بھی آ رہی ہے۔ بس موقع کی دیر ہے۔ میں اس کی کمر پر سوار ہو جاؤں، سب ٹھیک ہو جائے گا!''

......سکوت! ......لیکن پھر لوگوں کے بھاگنے، دوڑنے اور ان کی سیٹیوں کی آوازیں بھی آنے لگیں۔ پیچھا کرنے والے رضا کار بھی آ پہنچے تھے۔ مچان پر سے پھر غصیلی آواز آنے لگی۔

''کیا مصیبت آ گئی ہے؟ یہ اتنا شور شرابا کیوں کر رہے ہو؟ میں نے جنوبی علاقے میں تین پاگل ہاتھی قابو کئے تھے اور چوتھا یہیں کہیں پھر رہا ہے۔ اس شور اور ہنگامے سے میرا یہ موقع ضائع ہو جائے گا۔ یہ درخت پہ کون چڑھا بیٹھا ہے؟ پتہ نہیں ہاتھی تجھے گھسیٹے گا اور کچل کر مار ڈالے گا۔ بانسوں پر چلنے کی آواز سنائی نہیں دے رہی کیا؟ بالکل ہی بہرا ہے کیا؟''

اسی دوران وہ دونوں محافظ بھی اسی درخت کے نیچے آ کھڑے ہوئے۔ ان کا سانس بھاگنے کی وجہ سے بری طرح اکھڑا ہوا تھا۔ وہ افیمی درخت کے اوپر چڑھا ہاتھی کی موجودگی کا سن کر بری طرح خوف زدہ ہو گیا تھا۔ کپکپی کے ہاتھوں ٹہنی پر اس کی گرفت ڈھیلی ہوئی، توازن خراب ہوا اور وہ دھڑام سے نیچے زمین پر آ رہا۔ ان محافظوں نے فوراً ہی اسے دبوچ لیا۔ اسی اثنا میں اور رضا کار بھی وہاں پہنچ گئے۔ ان سب نے مل کر اسے رسی سے باندھ کر قیدی بنا لیا۔ وہاں زیادہ دیر رکنا خطرے سے خالی نہ تھا۔ اس لئے وہ لوگ فوراً ہی اپنے قیدی کو لے کر وہاں سے (روانہ ہو گئے) گوسان کے گھر کی جانب۔

اتنی رات گئے بھی گوسان کی حویلی کے دروازے پر زبردست بھیڑ لگی ہوئی تھی۔ وہ ایک برہمن افیمی کی گرفتاری کا سن کر ششدر رہ گئے تھے۔ جنوبی علاقے میں یہ پہلا اتفاق تھا کہ کوئی برہمن افیون کی سمگلنگ کرتا ہوا پکڑا گیا تھا۔

قیدی دروازے کے پاس ہی ایک ستون کے پاس پڑا ہوا تھا۔ ایک محافظ کیلوں کا گچھا اٹھا لایا اور انہیں سمگلر کے سامنے ہی زمین پر رکھ دیا۔ اس نے کیلے اپنے سامنے دیکھے تو اس کا دل ڈوبنے لگا اور اس نے اپنا سر اپنے گھٹنوں میں دے دیا۔ محافظ کیلے چھیل کر ایک ایک کر کے ان میں سے افیون کی چھ سات ٹکیاں باہر نکالنے لگا۔ لوگ یہ منظر دیکھتے اور حیرت سے

اپنی انگلیاں دانتوں کے نیچے دیئے جاتے۔ حیرت اس بات پر تھی کہ ان ٹکیوں کو کتنی عقل مندی اور نفاست سے کیلوں میں بند کیا گیا تھا۔ عام آدمی سوچ بھی نہیں سکتا۔

......صبح کی سفیدی آہستگی سے فضا میں پھیل رہی تھی۔ طوطوں کا چہکتا غول مٹی پہاڑ کی طرف سے آ رہا تھا اور جگالیہ دریا کی طرف بڑھ رہا تھا۔ جنگلی مرغابیوں کی بھی ایک لمبی قطار اڑتی ہوئی اسی سمت جا رہی تھی۔ جنگلی بیریوں کی مہک اردگرد کے خوشگوار اور میٹھے ماحول کو مزید مہکا رہی تھی......

......آخر کار رضا کاروں اور امتناعی افسر کی کاروائی مکمل ہوئی۔ امتناعی افسر نے کہا۔

''جنوبی علاقے میں ہم نے پہلی دفعہ کوئی حقیقی سمگلر پکڑا ہے۔ گارو کی پہاڑیوں میں سمگلروں کی پناہ گاہوں کے راز اب کھلیں گے۔ کلکتہ کی بندرگاہ پر بھی ان کا کہنا ہے۔ روزانہ ہماری افیم کی خاصی بڑی مقدار غائب ہو جاتی ہے۔!......

''کوچ بہار کا یہ برہمن سمگلر بتائے گا کہ کلکتہ میں کن سمگلروں سے اس کا رابطہ ہے۔''

مجمع میں بھی لوگ چہ میگوئیاں کر رہے تھے۔

''دیکھو! اس نے ہر شخص کو ہی دھوکا دیئے رکھا۔''

''کتنی آزادی سے آتا جاتا تھا یہ شخص!''

''ہاں، ہمارے اپنے علاقے کے لوگوں کی طرح!''

''ہم نے ایسا مکار برہمن نہ کبھی دیکھا اور نہ سنا!''

اسی اثنا میں رضا کار جوکرم بھگوتی اور اس کے بھائی کو بھی لے آئے۔ ان کے ہاتھوں میں بھی ہتھکڑیاں تھیں۔ ان کے سر پر سیاہ اور سفید بالوں کی گویا کھچڑی بنی ہوئی تھی۔ بڑے بھائی کی تو بھوئیں تک سفید ہو رہی تھیں۔ لمبی لمبی ناک، دونوں جانب ڈھلکے ہوئے موٹے موٹے گال، جوکرم کی پژمردہ آنکھیں، زندگی کی چمک سے بالکل ہی عاری تھیں۔ دونوں نے ہی گھٹنوں تک دھوتی اڑس رکھی تھی۔ اپنے ظاہری حلیئے سے وہ کسی جانور کے خشک اعضاء کی طرح لگ رہے تھے۔ انہوں نے پرانی واسکٹیں پہنی ہوئیں تھیں۔ وہ بار بار زمین پر تھوکے جا رہے تھے اور التجا کر رہے تھے۔

''مہربانی کر کے ہمیں پلاس باڑی پولیس تھانے نہ لے جاؤ! خدارا ہم پر ترس کھاؤ!'' وہ ہاتھ جوڑے بری طرح منتیں کر رہے تھے۔ مجمع میں سے کسی نے چیخ کر کہا۔

''پلاس باڑی کیوں؟ تم دونوں کو تو گوہاٹی جیل بھجوائیں گے وہاں تمہیں اچھوتوں کے ہاتھ کا پکا گندا کھانا کھانا ہوگا!''

اور کئی لوگ چیخ پڑے۔ ''دھرم رہ کہاں گیا! وہ تو کبھی کا ختم ہوگیا! کیا برا زمانہ آیا ہے؟''

جوکرم بھگوٹی کو اچانک امتناع افیون قانون کی دسویں ترمیم یاد آ گئی جس کے تحت سمگلروں کی مدد کرنے والے یا تحفظ دینے والے یا تحفظ دینے والے کو بھی کم از کم تین سال قید بامشقت کی سزا دی جاسکتی تھی۔

وہ رضا کاروں کے پیر پکڑنے لگا۔ ''چند لمحوں کیلئے ہی سہی مجھے ادھیکار گوسان کے پاس لے چلو!''

جنوبی کنارے کے بااختیار افسر نے کہا۔ ''افیون کے معاملے میں گوسان بھی قانون اپنے ہاتھ میں نہیں لے سکتا۔ کوئی شخص بھی وہاں نہیں جائے گا۔ ہمیں اب سیدھا منیاری کناری جانا ہے۔ پلاس باڑی تھانے کی پولیس وہاں آ کر مناسب اقدامات کرے گی۔''

راجہ پکھوڑی کا پروہپ برہمن اپنی عزت اور مقام سب کچھ بھول کر زور زور سے رونے اور چیخنے چلانے لگا۔ بیچ میں رک رک کر وہ رندھی ہوئی اور شکستہ آواز میں انہیں کوسنے بھی دیئے جا رہا تھا۔

''گناہ گنارو! تم سب جہنم میں جاؤ گے!...... برہمن کو مارو گے......تو تم جہنم میں...... جاؤ گے۔ تمہیں پتہ ہے......مقدس شاستروں میں......کیا لکھا ہے!۔

دنیا میں بہت سی مقدس جگہیں ہیں...... یہ مقدس جگہیں سمندروں میں بھی موجود ہیں اور تمہیں وہ مقدس جگہیں کسی کاہل اور ناکارہ برہمن کے پاؤں تلے بھی مل سکتی ہیں......

جوکرم بھگوٹی نے گرفتاری سے بچنے کیلئے دوسری مقدس کتابوں کے حوالے بھی دینے شروع کر دیئے۔

''کتابوں میں یہ بھی لکھا ہے کہ برہمن کے ہاتھوں میں جنت ہے اور دیوتا ہری کا بسیرا بھی......اور اس کے چرنوں میں انتہائی مقدس زیارتوں والی جگہیں ہیں......اور اس کی رگوں میں تری کونا تمک پرا کرت ہے......اور اس کے گلے میں گیاتری منتری ہے......''

امتناعی افسر نے انتہائی سختی سے اسے ڈانٹا اور کہا۔

''یہ سب سننے کا کوئی وقت نہیں۔ ہمیں فوراً منیاری کنیاری چل دینا چاہئے۔''

اس سارے ہنگامے کا بنیادی کردار کوچ بہار کا برہمن اچانک کھڑا ہو گیا اور ان دونوں برہمنوں کی طرف اشارہ کر کے کہنے لگا۔

''ان دونوں نے کوئی غلطی نہیں کی۔ جناب انہیں جانے دیں۔ میں تو بار بار یہاں اس لئے آتا تھا کہ میں اس برہمن کی لڑکی سے بیاہ کرنا چاہتا تھا۔ انہیں خوش کرنے کیلئے ہی افیون بھی سمگل کرتا تھا۔ پلیز! انہیں چھوڑ دیں!' لیکن اس کی فریاد رائیگاں گئی۔ محافظ نے اس پر اپنی گرفت اور سخت کر دی اور پٹ سن کی رسی سے اسے اچھی طرح جکڑ لیا گیا۔ جوکرم اور اس کا بھائی جسمانی طور پر اتنے کمزور اور لاغر تھے کہ انہیں باندھنے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی۔

پھر یہ سب لوگ بڑی سڑک پر روانہ ہو گئے......

اس علاقے میں اتنا سنسنی خیز واقعہ کبھی نہیں ہوا تھا۔ افیون کی سمگلنگ کے لئے ایک پروہپ برہمن پکڑا گیا تھا۔ یہ خبر جنگل کی آگ کی طرح اردگرد کے دیہاتوں میں پھیل گئی۔ لوگ انہیں دیکھنے کیلئے گھروں سے نکل کر سڑک پر آ گئے۔ بہت سے لوگ تو ان کے اور محافظوں کے پیچھے پیچھے ہو گئے۔

☆☆☆

گاؤں کی سبھی عورتیں ایلی ماں کے گھر اسے تسلی دینے جا پہنچیں۔ (ان تینوں برہمنوں کی گرفتاری کے بعد) وہ گھر میں اس بوڑھی عورت کے ساتھ اکیلی رہ گئی تھی......

وہ کچے فرش پر بچھی چٹائی پر بیٹھی تھی۔ بے حال اور بجھی بجھی آنکھیں اس کی زمین میں گڑی ہوئی تھیں۔ گھنے بال بکھرے ہوئے تھے۔ الجھے الجھے اور بے ترتیب! کچھ شانوں پر اور کچھ سینے پر پڑے تھے۔ بلاؤز اس نے پہنا ہوا نہیں تھا۔ وہ گٹا لے اور مکھالے سے ہی اپنا جسم چھپائے بیٹھی تھی۔ بھگت کی بیوی نے کہا

''بھگوان نہ کرے! تم جیسی خوبصورت لڑکی! اور کوچ بہار کا وہ خبیث! اس کا تمہارا کیا مقابلہ! شرم آنی چاہئے۔ لوگ کہتے ہیں اس کی تو کوچ بہار میں بھی ایک عورت ہے۔ بھگوان نہ کرے!''

''کیا خرابی ہے اگر پیچھے بھی کوئی عورت ہے وہاں؟ دکھالا کے گوسان کی بھی دو دو

بیویاں ہیں اسے تو کوئی شرم نہیں آتی! ہے نا ایسا ہی؟ سنا ہے جب ایک گوسانی اس کے ساتھ بستر میں ہوتی ہے تو دوسری باہر برآمدے میں آتش دان کے آگے بیٹھی اپنی باری کا انتظار کر رہی ہوتی ہے۔ آگ کے آگے بیٹھ بیٹھ کر اس کے ہاتھ اور پاؤں کالے سیاہ ہو گئے ہیں۔ اس کا جسم سوکھ کر کانٹا ہو گیا ہے نگ پھاند جھاڑیوں کی طرح......''

چھوٹے قد اور کبڑی کمر والی گومنی بھی وہاں موجود تھی۔ وہی جو اکثر گوسانی کے ساتھ بیٹھ کر حقہ پیا کرتی تھی۔

وہ بولی ''چیخو مت میری بچی! سارو گوسان جلد ہی تمہارے باپ کو چھڑا لائے گا۔ مرے الفاظ یاد رکھنا۔ میں نے اپنے کانوں سے سنا ہے۔ چلو اچھی بچی بنو اور اپنا موڈ ٹھیک کرو!......''

بوڑھی عورت جو ایلی ماں کے ساتھ سائے کی طرح لگی رہتی تھی۔ اپنی جگہ سے اٹھی اور کمرے میں ان افیمیوں کی بکھری ہوئی چیزیں اکٹھی کر کے صفائی کرنے لگی۔ مٹی کی ہنڈیا' افیون کے پتے' افیون کے پائپ اور نہ جانے کیا الا بلا چیزیں پڑیں تھیں۔ جلد ہی اس نے کمرہ صاف ستھرا کر ڈالا۔

گومنی! اپنے کب کی وجہ سے آگے کو بہت زیادہ جھکی رہتی تھی اور خود کو سنبھالنے کیلئے اپنے دونوں ہاتھوں سے اپنا سینہ سنبھالے رکھتی تھی۔ وہ دوبارہ بولی۔

''وہ کالے منہ والا بندر ہے کون' جس نے اس کا ہاتھ مانگنے کی کوشش کی تھی؟''

''میں کیا کہہ سکتی ہوں؟'' وہ بوڑھی عورت بولی ''پروہپ کی حالت تو بہت ہی خراب ہے' بمشکل گزارا ہوتا ہے' لڑکی جوان ہو رہی ہے' لوگوں نے جہیز بھی مانگا...... غالباً بنگالی دیہاتوں کے لوگ تھے...... میں نے تو سنا ہے کہ گوسان کی بیٹی کی شادی ہوئی تھی تو چکرہاٹی میں اس کے سسرالیوں نے بھی اس سے سات سو روپے مانگے تھے۔ اپنے بیٹے کے کلکتہ میں پڑھائی کے نام پر! کیا برا زمانہ آ گیا ہے!''

''سات سو روپے!'' ایک اور عورت نے تعجب سے کہا۔

''ہاں' ہاں! اب ایسی حالت میں اس غریب برہمن کی لڑکی کون لے گا؟ اس کے باپ کو تو افیم کے نشے کے علاوہ کوئی ہوش ہی نہیں۔ لگتا ہے وہ باپ کے گھر میں ہی بوڑھی ہو جائے گی!''

''کیا بکے جا رہی ہو؟ بے وقوف بڑھیا! چاول کی ہنڈیا سے اٹھتی بھاپ نے تمہیں اندھا کر دیا ہے! ذرا دیکھو! کیا خوبصورت بال ہیں؟ اور اس کی جلد کا رنگ کتنا پیارا اور پرکشش ہے! لگتا ہے ابھی ابھی آسمان سے کوئی حور اتری ہے! دیکھو! ارے تم سب ادھر آؤ' ذرا کمرے کی تلاشی تو لو' کھوکھلے بانسوں میں کہیں نہ کہیں رقم ضرور چھپی ہوئی ہوگی۔ اگر اس برہمن لڑکی کو برت رکھنا پڑ گیا تو بڑا گناہ ہوگا!''

ایلی مان کے ساتھ رہنے والی بڑھیا نے لیموں کے نشان لگے بانسوں کو دیکھنا شروع کر دیا۔ ایک بانس پر اسے شک ہوا اور اس نے سروتے سے اسے کاٹ ڈالا۔ اس کے کھلتے ہی چاندی کے سکے' چھن چھن زمین پر گرنے لگے۔ اردگرد بیٹھی گاؤں کی ساری عورتیں حیران رہ گئیں۔ گومنی بے ساختہ چیخ پڑی۔

''یہ پیسے گورے سپاہیوں کے زمانے کے ہی ہوں گے۔ ناکارہ اور احمق بھگوتی! ہر شخص جانتا ہے کہ ان دنوں اس نے بے تحاشا پیسہ کمایا تھا۔ گوروں کو ہاتھیوں کی جونکیں بیچ بیچ کر! وہ غیر ملکی فوجیوں کا کنٹریکٹر تھا نا۔ وہ جو چاہتے تھے یہ انہیں مہیا کر دیتا تھا اس کی وجہ سے علاقے کی ساری بطخیں غائب ہوگئیں تھیں۔ اس نے ساری کی ساری بیچ کھائیں۔ ان دنوں اس کے بر آمے میں لوگوں کی خوب آرجار لگی رہتی تھی۔''

پھر نہ جانے کس موڈ میں گومنی نے گورا پلٹن کے بارے میں مشہور گانا' گانا شروع کر دیا۔

مرے یارو! غم گسارو!
اپنے اپنے ڈنڈے اٹھالو
بم اور بندوقیں ساتھ لئے
گورا پلٹن ہے آنے کو!

ایلی مان کی ہمراہی بڑھیا نے گومنی کے شور وغل کی جانب کوئی توجہ نہیں دی اور خاموشی سے کھوکھلے بانسوں کی تلاش میں لگی رہی۔ اسے لیموں کے نشان زدہ دو اور بانس بھی مل گئے مگر وہ انہیں ان عورتوں کے سامنے کھولنا نہیں چاہتی تھی۔ اس نے ایک لمحہ ان پر نظر ڈالی اور پھر کہنے لگی۔

''صبح کے وقت تم لوگوں کو کوئی کام کاج نہیں کیا؟ دھان کی بوائی کا وقت ہو گیا ہے۔ میں نے تو گوسان کے ملازم کو چھکڑے میں سبزیاں' پھل اور چاول بھرے جاتے دیکھا تھا'

کافی پہلے!''

بوڑھی عورت کا یہ کہنا تھا تو وہاں موجود عورتوں کو جیسے ہوش آ گیا۔ وہ ہڑ بڑا کر اٹھیں اور وہاں سے ایک ایک کر کے چل دیں۔ برہمن سمگلر کو دیکھنے اور واقعات جاننے کے چکر میں وہ واقعی بھول بیٹھی تھیں مگر کام یاد آیا تو ذرا دیر بھی نہ ٹک سکیں۔ تاہم گومنی اسی طرح بیٹھی تھی...... گھر کا سارا کام کاج اس کی بہوئیں سنبھالتیں تھیں۔ اس کا رعب ہی بہت تھا ان پر۔ خود وہ سارا دن ادھر ادھر پھرتی رہتی یا گوسائی کے پاس بیٹھی حقہ پیتی اور گپ شپ کرتی رہتی۔ چنانچہ اس نے کونے سے ہاون دستہ اور موصل اٹھایا۔

ایلی ماں کے قریب جا بیٹھی اور اس میں چھالیہ کوٹنے لگی۔ پھر آہستگی سے بولی۔

''اے چنا! تم خاصی بڑی ہو گئی ہو' پوری عورت لگتی ہو' تمہارا سینہ انڈوں بھری فاختاؤں کا جوڑا لگتا ہے' تمہاری ماہواری شروع ہوئی یا نہیں؟''

بوڑھی عورت نے غصے میں اسے ٹوکا۔

''گومنی! میرا خیال ہے آج کل تمہارے پاس کوئی کام کاج نہیں ہے' تم تو سکوں کا ڈھیر لے کر منڈی میں بیٹھا کرتی تھیں۔ یاد ہے ایک دفعہ بکل درخت کے نیچے بری طرح گر پڑی تھیں؟ اس وقت بھی سکوں کا ایک بڑا بنڈل تھا تمہارے ساتھ!''

''کیوں نہیں یاد ہو گا مجھے؟ ان دنوں گوروں کی وجہ سے سکوں کی بڑی ضرورت ہوتی تھی۔ اب انہیں کوئی پوچھتا ہی نہیں۔ وقت بالکل بدل گیا ہے۔ مجھے اب اتنا کام کرنے کی بھی ضرورت نہیں لیکن میں یہاں تم سے ایک خاص بات پوچھنے کیلئے رکی ہوں۔ بہت راز والی اور بہت اہم بات!''

ایلی ماں نے ...... جو ابھی تک اپنا سر گھٹنوں میں دیئے بیٹھی تھی...... سر اٹھایا اور گومنی کو دیکھنے لگی۔ اس کی بوڑھی آیا اس کے قریب آ کر بیٹھ گئی لیکن ایلی ماں کے سامنے گومنی نے کوئی بات نہیں کی۔ وہ بڑھیا کو اناج کے کمرے کی طرف لے گئی اور وہاں اس سے سرگوشی میں کہنے لگی۔

''بڑی گوسائی نے مجھے یہاں بھیجا ہے۔ تم مجھے سچ سچ بتاؤ اگر تم نے جھوٹ بولا تو گوسائی کی لعنت تم پر پڑے گی اور تمہاری اگلی سات نسلوں کو اس کا بھگتان بھگتنا ہو گا۔''

بوڑھی آیا یہ بات سن کر دم بخود رہ گئی۔

''گوسانی نے سنا ہے کہ ایلی ماں اور اندرناتھ ایک رات لکڑی والے پل کے پاس ایک دوسرے سے ملے تھے۔کیا یہ سچ ہے؟ کیا واقعی ایسا ہوا تھا؟......''

بڑھیا یہ سب کچھ سن کر بھی اسی طرح کھڑی تھی جیسے اس پر بجلی گر پڑی ہو......

''اچھا! سچ سچ بتاؤ تمہیں پتہ ہی ہے کہ میں نے گوسان اور اس نیچ عورت کے تعلق کی بات کی تھی تو بکل کے درخت کے نیچے میرے ساتھ کیا ہوا تھا؟''

''ہاں' وہ بات تو ہر شخص کو پتہ ہے۔'' بوڑھی آیا ہوش میں آئی۔ ''تم ہفتہ وار منڈی سے واپس آ رہی تھیں۔سکوں کا بنڈل تمہارے ساتھ تھا' رات کا وقت تھا' سیاہ بھوت نے تم پر حملہ کر دیا اور خوب مارا پیٹا تمہیں تمہارے سارے سکے وہیں بکھر کر رہ گئے۔ بعد میں بچوں نے وہاں سے پیسے اکٹھے کئے اور مزے اڑائے لیکن ہمیں یہ بھی پتہ ہے کہ وہ سیاہ بھوت تھا کون؟''

گومنی بوڑھی عورت کی طرف جھک کر بولی۔''کون؟ کون تھا وہ؟......''

''لوگوں کا کہنا ہے کہ بوڑھا گوسان خود ہی تھا وہ بکل پیر کے پیچھے چھپا تمہارا انتظار کر رہا تھا۔''

''بکواس! محض بکواس!'' گومنی غصے میں بھڑک اٹھی۔''یہ صحیح ہے کہ اندھیری رات میں میری ٹھیک ٹھاک پٹائی ہوئی۔ وہ تھا کون؟ میں نہیں دیکھ سکی لیکن مکار عورت! کیا میں اتنی ہی بے وقوف ہوں کہ تمہاری بات مان لوں گی۔ بزرگ گوسان کو اس وقت پوجا پاٹ کرنا ہوتی ہے۔وہ اپنے سارے فرائض بھول کر وہاں بکل پیڑ کے نیچے جا کر چھپ کے کھڑا ہوگا؟''

''ہاں' ہاں' گوسان ہی تھا اس پیڑ کے پیچھے ہر شخص کو پتہ ہے کہ گوسان اس نچلی ذات کی عورت کو پھوٹی اور ڈگڈگی جیسے زیورات تحفے میں دے چکا تھا۔وہ اسے بند بیل گاڑی میں بٹھا کر سیر تفریح کے لئے گوہاٹی لے جایا کرتا تھا۔اب اگر کوئی اس کا راز فاش کر دے تو خود ہی سوچو اسے کتنا غصہ آئے گا......''

گومنی کا غصہ اور بھی بڑھ گیا۔

''کم بخت! بھگوان کرے تو ہیضے سے مرے' تو مہا پربھو کے بارے میں الٹی سیدھی ہانک رہی ہے۔تو سیدھی جہنم کے آخری حصے میں جائے گی۔میری بات یاد رکھو' چھنال کہیں کی!''

''میں نے تو تمہیں سنی سنائی بتا دی' جا کے خود گوسانی سے پوچھ لو۔ ہر کسی کو پتہ ہے کہ

موجودہ گوسان تو فرشتہ ہے۔ اس نے تو سکول اور اسپتال کیلئے زمین تک دان کر دی ہے۔ اس کی مہربانی اور عنایت کی کوئی حد ہی نہیں۔ امتناع افیم کمیٹی کے کیمپ کیلئے بھی اسی نے جگہ دی ہے۔ وہ تو دیوتاؤں جیسا انسان ہے لمبی عمر ہو اس کی!''

گومنی نے اپنی کبڑی کمر پر سے ہاتھ اٹھا کر آسمان کی طرف اشارہ کیا۔

''اچھا' اچھا' چاند کو پکڑنے کی کوشش نہ کر' پروہپ برہمن گوسان کی ہم سری نہیں کر سکتا' اب تو قسم کھا اور سچ سچ بتا! اس سڑک پر...... جہاں گل مل صاحب نے نیا ٹکڑا بنوایا ہے......اس اندھیری رات۔

اندرناتھ گوسان اور ایلی ماں کے درمیان کیا بات ہوئی تھی؟ دوزخ کی آگ سے ڈر اور سچ سچ بتا دے۔''

بوڑھی نوکرانی کچھ دیر خاموش سوچتی رہی۔ اچانک اسے یاد آ گیا۔ بڑے پروہپ کا چھکڑا! ہاں وہی گزرا تھا اس رات سڑک پر ہے۔ غالباً اس نے ان دونوں کو اکٹھا دیکھ لیا تھا۔ اف بھگوان!

اب ہر چیز واضح ہوگئی۔ پروہپ اس آدمی کی کفارے کی رسم میں شریک ہونے گیا تھا جس نے اپنی بیوی کی جان لی تھی۔ واپسی پر اس کے چھکڑے پر پھل' سبزیاں اور دہی کے کونڈے لدے ہوئے تھے۔ وہ خبیث برہمن بہت ہی مکار اور چیتے کی طرح چالاک ہے۔ ہاں اسی نے دیکھا ہوگا اور بلاشبہ اسی نے یہ ساری رپورٹ گوسانی تک پہنچائی ہوگی۔ وہ اتنا اچھا موقع کیوں کھوئے گا۔ ایک بدمعاش اور نشے باز برہمن پر ہاتھ ڈالنے کا! وہ تو کسی موذی سانپ کی طرح پہلے اپنے شکار کو اپنی آنکھوں کی کشش میں الجھاتا ہے اور پھر اسے اپنے جبڑوں میں پھنسا لیتا ہے۔ کسی ہاتھی کی طرح اپنی سونڈ کے ذریعے اپنے شکار کو توڑ پھوڑ ڈالتا ہے' بالکل ایسے ہی جیسے کوئی بڑا ہاتھی چھوٹے سے سکے کو آسانی سے اٹھا لیتا ہے۔ اس مکار برہمن نے چھوٹی چھوٹی خبریں اکٹھی کیں اور انہیں بڑھا چڑھا کر گوسانی کے سامنے پیش کر دیا۔ وہ تو کسی ایسے تیاگی گرگٹ کی طرح ناقابل یقین اور پیچیدہ ہے جو ہر وقت اپنی مرضی کا لبادہ اوڑھے رکھتا ہے اور حالات کے مطابق اپنی کینچلی کا رنگ بدل لیتا ہے۔ دیکھنے والے حیران اور ششدر رہ جاتے ہیں۔ بوڑھی عورت بڑبڑائی۔ ''خدا کی پناہ! بہت خطرناک تھا!''

گومنی پھر چیخ پڑی۔ '' کچھ بول! بڑھیا! کیا تیری زبان گنگ ہوگئی ہے؟''

گوسان کے غصے کا سوچ کر بڑھیا کانپنے لگی۔ کافی دیر تک اس کی زبان ہل نہیں پائی۔ پھر وہ ہلکی آواز میں بولنا شروع ہوئی۔ ''گومتی! سمجھ نہیں آتی۔ تمہیں کیسے بتاؤں؟......اس رات ایلی مان رفع حاجت کیلئے نکلی تھی...... وہ پاگل ہاتھی کھلا پھر رہا ہے تو وہ ڈر کے مارے زیادہ دور نہیں گئی بلکہ لکڑی کے پل کے قریبی جھنڈ میں چلی گئی۔ اندرناتھ گوسان بولو کے اڈے سے واپس آرہے تھے۔ انہوں نے اتفاقاً ایلی مان کو وہاں دیکھ لیا۔''

اسی لمحے انہیں ایلی مان کی سسکیاں بھرنے کی آواز سنائی دی۔ روتے روتے اس کے منہ سے ٹوٹے پھوٹے الفاظ بھی نکل رہے تھے۔ انہیں اس کے کچھ ہی لفظ پلے پڑے۔ یوں لگا جیسے وہ گومتی سے کہہ رہی ہو......تم انسان ہو یا آدم خور شیرنی!......ہم دونوں...... یہاں اکیلے رہ گئے...... باپ اور چاچا گرفتار ہو گئے......اور تم......ایسے بے ہودہ سوال کئے جارہی ہو؟

گومتی نے اپنے دو ہاتھ اپنی کبڑی کمر پر رکھ لئے اور جھک کر دروازے کی طرف دیکھا۔ پھر وہ سیدھی کھڑی ہوگئی اور سوچنے لگی...... آخر کو برہمن کی بیٹی ہے۔ ابھی تک اس نے کچھ بھی نہیں کھایا پیا۔ نہیں، یہ واقعی ایسے سوال کرنے کا موقع نہیں۔

اس کے بعد وہ زیادہ دیر وہاں نہیں ٹھہری۔ گوسانی کے پاس جانے کا وقت ہو رہا تھا۔ وہ اپنے کام کاج سے فارغ ہو کر اب اپنے برابر والے کمرے میں جانے کیلئے تیار ہوگی۔ جہاں وہ آرام سے بیٹھ کر حقہ پیئے گی۔ گومتی نے اپنا کب سنبھالا اور دروازے کی طرف جانے لگی۔ پھر جاتے جاتے وہ مڑ کر بوڑھی عورت سے مخاطب ہوئی۔

''سنو، برا وقت آ گیا ہے بہت ہی برا۔ وہ شاندار ہاتھی جس پر کبھی گوسان کا ہودا کسا جاتا تھا۔ اب مستی میں آ گیا ہے، اپنے پاگل پنے میں وہ ہر شے کو کچل کر پھینک سکتا ہے۔ ایک ناپاک عیسائی نے مقدس کھڑاوؤں والے کمرے میں قدم رکھ دیا ہے۔ اگر پرانا گوسان ہوتا تو وہ ایسے آدمی کی کھال کھنچوا کر رکھ دیتا۔ بالکل اسی طرح جیسے قربانی کے بکرے کی کھال اتاری جاتی ہے۔

یہ کہہ کر گومتی نے دروازہ کھولا اور سڑک کی اس جانب چل دی جہاں سرکنڈوں کے جھنڈ اب خاصے بڑھ گئے تھے۔ اس نے ان کے نزدیک جا کر اپنا مکھالا اٹھایا اور پیشاب

کرنے لگی۔ پیشاب اتنا شدید تھا کہ اس نے احتیاطً ادھرادھر دیکھنے کی زحمت بھی گوارا نہیں کی۔

☆☆☆

کسی نہ کسی طرح ایلی ماں کو یقین آ گیا تھا کہ اس کا باپ اور چچا جلد ہی واپس آ جائیں گے اور کوچ بہار کا وہ کمینہ برہمن!......اس کے جیل کی کال کوٹھری میں جانے کی خبر سن کر اسے بڑا سکون ملا تھا۔ آخری دنوں میں اسے محسوس ہوا تھا کہ وہ اس سے بات کرنا چاہتا ہے۔ وہ جب بھی گھر کے پچھواڑے میں سبزیاں وغیرہ لینے جاتی۔ وہ بھی افیون کے ڈوڈے توڑنے کے بہانے باہر آ جاتا تھا۔ کتنی خباثت تھی اس کی نگاہوں میں! اس نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ کسی آدمی کی آنکھیں اس کے کپڑوں کو پھاڑتی ہوئی اس کے جسم کے اندر تک گھس سکتی ہیں۔ اس کے اعضا کے ٹکڑے ٹکڑے کر سکتی ہیں' اب اس کی یہ حرکات اس کیلئے ناقابل برداشت ہو گئی تھیں۔

اس اثناء میں بوڑھی آیا نے کھوکھلے بانسوں میں سے سارے سکے نکال لئے تھے۔ اس نے انہیں اپنے گچھے میں باندھ کر رکھ دیا۔ وہ اندرناتھ کے بارے میں سوچ رہی تھی۔ اس کا دل کہہ رہا تھا کہ اندرناتھ ضرور خود آئے گا یا ان کی خیریت دریافت کرنے کسی کو بھیجے گا۔ وہ ایلی ماں کے پاس گئی۔ موصل اور ہاون دستہ اپنے پاس کھینچ لئے' ان میں کچھ ثابت چھالیہ کے ٹکڑے ڈالے اور انہیں کوٹنے لگی۔

''باڑ کا دروازہ کھول کر باہر بالکل نہ جانا'' اس نے کہا ''تمہیں حیض آنا شروع ہو گیا ہے۔ ایک بہت بڑا گناہ پہلے یہ ہمارے سر پر لٹکا ہوا ہے۔ سو اور کوئی گناہ نہ کرنا' اگر تم نے پچھلی زندگی میں کچھ اچھے کام کئے ہیں تو بھگوان ضرور تم پر مہربان ہوگا۔ اندرناتھ گوسان تمہارے پاس آئے گا اور تمہیں لے جائے گا۔ اسے پتہ ہے کہ ہم اکیلے رہ گئے ہیں اور بے یار و مددگار بھی۔ میری بات لکھ لو وہ ضرور آئے گا!''

''وہ اور لوگوں کی باتوں پر کان نہیں دھرے گا۔ آخر اس کی رگوں میں سنت دیومہا پربھو کا خون دوڑ رہا ہے۔''

ایلی ماں نے فرش کو چھوا اور پھر اپنے کان کو ہاتھ لگا کر جھلاے ہوئے لہجے میں بولی۔

''اپنا منہ بند رکھو بے وقوف مائی! اگر وہ سنت دیومہاپربھو جیسا ہے تو بھلا ایک برہمن لڑکی سے شادی کیوں کرنے لگا؟''

بوڑھی آیا نے ہاتھ میں دبا موصل ایک طرف رکھا اور سنت دیومہابربھو کی شان میں قصیدے پڑھنے لگی۔

وہ واقعی دیوتا تھا۔اس کے درزی نے ایک دفعہ اس کے چار ہاتھ دیکھے تھے......تم اپنے دل میں اس کا نام لیتی رہتی ہو...... وہ ضرور تمہاری مدد کو آئے گا اور تمہاری مرادیں پوری کرے گا۔جنوبی علاقے کے کتنے ہی گوسانوں نے برہمن لڑکیوں سے شادیاں کیں ہیں۔ ان کے پیروکاروں نے بھی اس پر کوئی اعتراض نہیں کیا۔

چلو! سنت دیومہاپربھو کے مقدس نام کا جاپ کریں' چلو اٹھو! اچھی بچی بنو!''

بات ختم کرنے کے بعد بوڑھی آیا نے ہاون دستے میں سے چھالیہ کے دانے نکالے اور انہیں پھانک لیا۔ پھر اس نے چاروں طرف نظر دوڑائی اور ایلی مان کے قریب آ کر سرگوشی میں کہنے لگی۔

''اب یہاں کوئی نہیں ہے۔تمام عورتیں اپنے اپنے کام میں جا کر لگ گئی ہیں۔کوئی کھیتوں میں اور کوئی اپنے گھروں کی چاردیواری میں۔اندرناتھ آئے تو اسے باہر کھڑا نہ رکھنا' اپنا دماغ استعمال کرو' اسے اندر بلا لینا۔''بوڑھی عورت نے اسے معنی خیز انداز میں سمجھایا۔پھر اس نے اٹھ کر تھیلا ہاتھ میں لیا اور گھر سے باہر نکل کر خرید وفروخت کرنے' بڑی ہٹ کی منڈی کی سمت روانہ ہوگئی۔

ایلی مان دور تک اسے دیکھتی رہی۔ وہ لکڑی کا پل عبور کرتے وقت بھی اسے دکھائی دے رہی تھی۔وہ سوچنے لگی...... جب اندرناتھ اپنی سائیکل پر آئے گا تو کیا وہ یہ کرسکتی ہے؟ کیا اتنا حوصلہ ہوگا' اس میں کہ وہ اسے اندر آنے کی دعوت دے؟

......گزشتہ دن کے واقعات! یقیناً ان میں اندرناتھ کا ہاتھ رہا ہوگا! اور اس سے صاف پتہ چلتا ہے کہ اس کے دل میں ایلی مان کے لئے نرم گوشتہ ہے! ورنہ وہ مکار برہمن کوچ بہار کا رنگے ہاتھوں کیسے پکڑا جاتا؟

ایلی مان اٹھ کھڑی ہوئی۔وہ عقبی حصے میں بنے کنوئیں کی جانب گئی۔کنوئیں کے اردگرد بانس کی باڑ بالکل ہی ٹوٹ گئی تھی اور بس گرنے ہی کو تھی لیکن کٹھانہ پھول اپنے جوبن پر تھے۔

وہ بہت حسین اور دلکش نظر آ رہے تھے۔ سفید پھولوں کی رنگت اسے کسی صحت مند گائے کے دودھ کی خالص سفیدی یاد دلاتی تھی جہاں وہ کھڑی تھی۔ وہاں سے گوسان کی حویلی کا برآمدہ صاف دکھائی دیتا تھا......

اندرناتھ کے اندر آنے جانے کا دروازہ معمولی سا کھلا تھا......نہیں، نہیں، وہ نہیں آئے گا!......لیکن کیوں نہیں؟ اسے پتہ ہے کہ وہ اکیلی ہے......

وہ کافی دیر تک کتھانہ درخت کے نیچے کھڑی رہی۔ گردن اونچی کرکے اس نے ایک بار پھر وہاں دیکھا۔ کوئی بھی وہاں نہیں تھا۔ کچھ افسردہ سی ہو کر وہ واپس گھر میں چلی آتی۔ پھر اس نے چاروں جانب نگاہ دوڑائی۔ بوڑھی آیا نے وہ کمرہ صاف ستھرا کر دیا تھا جہاں افیمی اپنی محفل جمایا کرتے تھے۔ ان کی چیزیں، برتن اور نہ جانے کیا کیا الابلا وہاں بکھریں پڑیں تھیں لیکن اب وہ جگہ بالکل صاف تھی۔ ان کے بیٹھنے کے سٹول، دیوار کے ساتھ ایک قطار میں لگے ہوئے تھے۔ ایلی مان نے ان میں سے ایک پیڑھی اٹھائی اور اسے کمرے کے درمیان لے آئی۔ وہاں اسے اپنے گٹالا سے صاف کرنے لگی۔

......وہ یہاں آیا تو میں اسے اس جگہ لاکر بٹھاؤں گی......عقبی جانب جہاں کتھانہ کے دو درخت ہیں۔ ان میں بے پناہ پھول کھلے ہیں۔ اپنے گھنے پن کی وجہ سے وہ ساری جگہ کو چھپا لیتے ہیں اور بیٹھنے کیلئے بھی خوبصورت جگہ ہے۔ ہاں! وہ یہاں آ کر بیٹھے گا اور ہم باتیں کریں گے۔ کوئی دوسرا ہمیں دیکھ بھی نہیں سکے گا!......

وہ مستقبل میں اس سارے علاقے کا ادھیکار ہونے والا ہے۔ شہزادوں کی سی دلکشی اور وقار اس میں نظر آتے ہیں۔ آہ! وہ خود کو ایک رنگ برنگی تتلی کی طرح محسوس کرنے لگی۔ کسی کے ہاتھ میرے چمکدار پروں کو پکڑنے کیلئے بڑھ رہے ہیں...... وہ خود کو پگھلتا اور بکھرتا ہوا دیکھ رہی تھی۔

ایک ناقابل یقین وجود میں خود کو گم ہوتا محسوس کر رہی تھی۔ شدت جذبات میں مغلوب وہ کنوئیں کی طرف چلی گئی۔ اس کی آنکھیں وہاں سے گوسان کے گھر میں اسے تلاش کر رہی تھیں اور پھر اسے اندرناتھ نظر آ ہی گیا۔ وہ وہاں کھڑا ہوا تھا اب وہ کیا کرے؟ ارے! دیکھو وہ اسی طرف دیکھ رہا ہے اور وہ......وہ یہاں ہے کتھانہ پھولوں کے کنج میں! راستے میں اگے بانسوں کے پودے یقیناً اس کے دیکھنے میں رکاوٹ نہیں بن رہے ہوں گے۔ ہاں وہ بھی

اسے دیکھ رہا ہے۔ اس کا ذہن اس کی روح' اس کا بدن' سب کچھ ان سفید پھولوں میں گڈمڈ ہو گیا ہے لیکن...... وہ یہاں آ کیوں نہیں رہا۔ پچھلی جانب سے آنے والا راستہ تو بالکل سیدھا یہیں آئے گا۔ آخر وہ کیوں نہیں آ رہا؟ کب تک انتظار کرنا پڑے گا؟

سورج کی شعاعیں کنوئیں کی شکستہ منڈیر پر پڑ رہی تھیں۔ آہستہ آہستہ پودوں کا سایہ سمٹنے لگا۔ سورج اپنے سفر پر آگے بڑھتا جا رہا تھا اور پھر اترتا ہوا وہ لکڑی کے پل کے قریب چلا گیا......

اندرناتھ نہیں آیا......

بوڑھی آیا بڑی ہٹ سے واپس آ گئی۔ اس نے سامان کا تھیلا باہر برآمدے میں چھوڑا اور کنوئیں پر چلی گئی۔ اس نے کنوئیں میں پانی کھینچا اور منہ ہاتھ دھونے لگی۔ اسے کچھ کچھ اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کے پیچھے ایلی مان کی کیا ذہنی کیفیت تھی۔ اس نے ایک ٹھنڈی آہ بھری' اپنا گھاگھرا گھٹنوں سے اوپر اٹھایا اور اپنی ٹانگوں کو اچھی طرح صاف کرنے لگی......

اندر گھر میں آ کر وہ ایلی مان کے پاس آئی اور کہنے لگی۔

''پگلی کہیں کی! چاول تک نہیں ابالے۔ جاؤ۔ پہلے بناؤ اور پھر باورچی خانے میں گھسنا!''

پھر اس نے تھیلے میں سے سامان نکال کر قرینے سے اسے اس کی جگہ پر رکھا۔ اس دوران وہ مسلسل بڑبڑائے جا رہی تھی۔'' صحیح طریقہ تو بہرحال صحیح ہی ہوگا۔ آخر کو وہ کل کا ادھیکار ہے...... وہ بھلا ایسے گھر میں کیسے آ سکتا ہے جہاں عورتیں اکیلی رہتیں ہیں؟ اور پھر...... کل جو کچھ ہوا اس کے بعد...... وہ کیسے آتا؟...... کیا کسی چور کی طرح...... پیار جتانے کیلئے۔ وہ ایک دفعہ آنا جانا شروع کر دے' بہت سی آنکھیں اور کان چوکنے ہو جائیں گے۔ زبانیں نہ جانے کیا کیا خرافات بکنے لگیں گی۔ وہ اپنے صحیح وقت پر آئے گا اور وہ بھی دلہن کیلئے بہت سے تحفوں کے ساتھ۔ یاد رکھنا میرے الفاظ!''

''بند کرو! تم چپ نہیں ہو سکتیں۔'' ایلی مان ہذیانی کیفیت میں چیخی۔

''ارے! تم ناراض کیوں ہو رہی ہو؟ اتنے عرصے سے تمہارا باپ اس خبیث کوچ بہار کے برہمن کے پیسے پر عیش کر رہا تھا۔ گندے پیسے پر! گناہ کی پوٹ پر۔ آج وہ پولیس کے چنگل میں آ گیا ہے اور بھئی! یہ تو ہونا ہی تھا۔ کہاوت مشہور ہے نا! جو بہت زیادہ بولتا ہے اسے

اس کے لفظ ہی لے ڈوبتے ہیں۔ بڑا ماہر اور نامی گرامی حکیم خود بھی سانپ کے ہاتھوں ہی مرتا ہے اور ستارہ شناس ستاروں ہی کے جال میں جا پھنستا ہے۔ اسی طرح برہمن اپنے ہی گناہوں کی بھینٹ چڑھ جاتا ہے۔''

''اگر وہ دونوں نہ آئے تو ہمارا کیا ہوگا؟'' ایلی مان شدید ذہنی اذیت کا شکار تھی۔

''ارے اتنی جوانی میں اتنا خوف؟ تمہیں آخر ڈر کس کا ہے؟ اندر ناتھ گوسان ہے اس سارے معاملے کے پیچھے۔ وہ کوئی نہ کوئی راستہ نکال ہی لے گا۔'' یہ کہہ کر بوڑھی آیا چولہے کے پاس جا کر لکڑی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کرنے لگی تاکہ چولہا جلا سکے۔

شام کا دھندلکا جو ابھی تک لکڑی کے پل کے آس پاس تھا۔ آہستہ آہستہ جگالیہ دریا کے اوپر سے ہوتا ہوا پورے ماحول پر چھانے لگا۔

☆☆☆

قدموں کی چاپ سنائی دی۔ خاکی وردی پہنے دو رضا کار جوکرم بھگوتی اور پروہپ کو لئے اندر گھر میں داخل ہوئے۔ وہ واپس آ گئے تھے۔ دونوں کے چہرے مرجھائے ہوئے تھے۔ ایک ہی دن میں وہ بری طرح کمزور دکھائی دے رہا تھے۔ ہڈیاں کھال پھاڑ کر باہر آتی محسوس ہو رہی تھیں جو تھوڑا بہت گوشت ان پر نظر آ رہا تھا وہ بھی افیون کے رنگ کا لگ رہا تھا۔ نشے کا ترنگ نہ ہونے کے باعث بھی وہ خاصے جھلائے ہوئے تھے۔ محافظوں نے انہیں گھر میں چھوڑا اور واپس چلے گئے۔

دونوں بھائی کنوئیں پر جا کر اپنا ہاتھ منہ دھونے لگے۔ جب وہ اندر کمرے میں داخل ہوئے تو دونوں کا پارہ غصے سے چڑھا ہوا تھا۔ جوکرم نے آیا کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

''کیا ایلی مان ستر کے کسی گھر میں گئی تھی؟''

''ابھی کل پرسوں، مہاجن نے اپنی بہو کی رسم پر اسے بلایا تھا لیکن میں نے اسے وہاں نہیں بھیجا۔ آخر کو وہ برہمن زادی ہے۔ اگر وہ اٹھ کر اسی طرح کہیں بھی چل دیئے تو واپس آتے ہی اسے نہانا پڑے گا۔''

''بکواس بند کر بوڑھی کتیا۔'' جوکرم بھگوتی غرایا۔

''میں اس کی ماں کے ساتھ آئی تھی اس کی شادی کے بعد!'' بڑھیا چیخنے لگی۔ ''اب وہ مرگئی ہے...... کیا یہ ننھی بچی اسی بند کمرے میں بند گھٹتی رہے گی؟ وہ باہر کیوں نہیں جاسکتی؟ وہ

گوسان کے گھر ضرور جائے گی۔ بوڑھے گوسان کی شرادھا کی رسم میں! وہ جگالیہ دریا پانی بھرنے بھی جائیگی۔ مجھے اچھی طرح پتہ ہے کہ اسے کہاں جانا ہے اور کہاں نہیں؟ یہ بال سفید ہوگئے ہیں اور یہ ہڈیاں مڑگئی ہیں یہی کام کرتے کرتے! ...... میں سایہ کی طرح اس کی حفاظت کرتی ہوں...... ہمیشہ......اس دفعہ برہمن پروہت چلایا۔

''تو پھر کس نے ہمارے سینے پر یہ زخم لگایا ہے؟''

''زخم کیوں نہیں لگے گا؟'' شیر دس بیس گائیں مار ڈالتا ہے تو موت بھی اس کی تلاش میں پھرنے لگتی ہے۔تم بڑے مزے سے کوچ بہار کے اس مردود برہمن کی دولت پر عیش کر رہے تھے۔تم تھے اور تمہارے افیمی دوست!اور کوچ بہار کا وہ شیطان میں نے اس کے رنگ بھی دیکھے ہیں۔تمہاری آنکھوں پر پٹی بندھی تھی کیا؟ لوگ ٹھیک ہی کہتے ہیں۔اس کی ماں کسی بانجھ عورت کی طرح تیز اور خطرناک ہے اور اس کا باپ سلطان غازی کی طرح بدنام ہے۔''

پروہت پھٹ پڑا۔ایلی مان جوان ہوگئی ہے۔آخر اس کی شادی بھی تو کرنا ہے۔اس ٹوٹے پھوٹے گھر میں کون آئے گا اس کا ہاتھ مانگنے؟ مجھے اس برہمن سے بڑی امیدیں تھیں۔وہ کیسا بھی رہا ہو' پیسہ بہت ہے اس کے پاس' اس کی زندگی سنور جاتی۔ان گندے حالات سے تو بچ جاتی وہ! بہر حال مجھے یقین ہے پیسے کے زور پر وہ جیل سے باہر آ ہی جائے گا۔''

''شرم کرو! کیسے باپ ہو تم؟'' بڑھیا نے چیخ کر جواب دیا۔ایک گندے اور مکار چور کے حوالے کرنا چاہ رہے ہو اپنی بیٹی۔اپنی لالچی نظریں اس کی دولت پر گاڑے بیٹھے ہو! کسی نے صحیح کہا ہے؟ یہ نہ کہو برہمن کا تھیلا چھوٹا ہے۔اس میں پکنے کیلئے چاول بھی ہے اور پکانے والی ہنڈیا بھی اور اس کے علاوہ اس میں ایک موٹا تازہ بچھڑا بھی سما سکتا ہے۔''

ایلی مان کا باپ روہانسا ہو گیا تھا؟ وہ کہنے لگا۔

''میں کیا کروں گا؟ وہ کسی بھی دن بالغ ہو جائے گی اور اگر میں نے فوراً اس کی شادی نہ کی تو سارا گاؤں ہمارا سماجی بائیکاٹ کر دے گا!''

ایلی مان اپنے بزرگوں کی یہ باتیں سن سن کر شدید پریشانی اور گھبراہٹ کا شکار ہو رہی تھی۔وہ خود میں سمٹ رہی تھی۔وہ اپنے بڑھتے ہوئے بدن کو چھپانا چاہتی تھی لیکن اس کے

جسم کا ہر رنگ اپنی جگہ کتھانہ کے پھولوں کی طرح کھلتا جا رہا تھا...... آخر کب تک خود کو سمیٹے رکھے گی؟ کب تک خود کو دنیا کی نگاہوں سے بچائے گی؟ اس بوسیدہ اور ٹوٹی ہوئی مٹی کی دیواروں کے اندر رہتے ہوئے بھی اس کا بڑھتا ہوا جسم...... دیکھتی آنکھوں کو دریائے جگالیہ کے پانی کی سطح پر چمکتا دمکتا چاند جیسا دکھائی دیتا ہے۔

ایلی ماں کی بے چینی اور بھی بڑھ گئی۔ وہ آدمی کیوں نہیں آ سکتا؟ مقام، مرتبہ، عزت، کیا یہ سب چیزیں زیادہ اہم ہیں؟ کیا وہ ان سب چیزوں کو ایک طرف رکھ کر نہیں آ سکتا؟ نہیں، نہیں، شاید اس علاقے میں ایسی صورت حال کبھی پیدا نہیں ہوئی۔ وہ مستقبل کا ادھیکار ہے۔ ایسی بات سوچنا ہی بے وقوفی ہے۔ ایک ناقابل بیان درد اس کے دل (کی گہرائی) میں جگہ بنانے لگا۔ عجیب سے وسوسے اور تصورات اس کی روح کو لرزانے لگے۔

☆☆☆

MashalBooks.org

باب 8

سابقہ گوسان کی برسی بڑی دھوم دھام سے منائی گئی۔ ہرامددراج بہا' تلہ پاڑہ' منیاری کنیاری' بوکواور دوسری جگہوں سے آنے والے لوگ اب واپسی کی تیاریوں میں لگے ہوئے تھے۔سابقہ گوسان موجودہ ادھیکار کا باپ یعنی اندرناتھ کا دادا تھا۔

اندرناتھ کے باپ نے ایسے مواقع پر پہنا جانے والا شاندار ریشمی لباس پہنا ہوا تھا۔ عقبی برآمدے میں دو بڑے اور آراستہ پیراستہ پیڑھے رکھے گئے تھے۔ان دونوں پیڑھوں پر باپ بیٹے کو بٹھایا گیا تھا۔ان کے پیروکار یہیں آکر ان کے آگے احتراماً سر جھکاتے اور پھر اپنی نذر پیش کرتے۔نذر عموماً نقدی کی شکل میں ہی کی جاتی تھی۔ادھیکار کے سامنے پیتل کے دو بڑے پتیلے بڑے تھے اور ان میں سکوں کا انبار لگ رہا تھا...... سکے چاندی کے روپوں کے بھی تھے اور دوسرے چھوٹے پڑے سکے بھی۔

ان کے پیرو نذر دینے کے بعد ادھیکار کے قدموں کی مٹی اٹھاتے اور پیچھے ہٹ جاتے' پتیلے سکوں سے بھر جاتے تو جمانی برہمن لڑکے انہیں اندر کمرے میں لے جا کر بڑے پلنگ پر ڈھیر کر دیتے۔

گری بالا نے موٹی دہی کے بڑے بڑے کونڈے نہ صرف گنے بلکہ انہیں مناسب جگہ بھی رکھوایا۔ تقریب کے ایسے ہی دوسرے کاموں سے فارغ ہوکر وہ برآمدے میں چلی گئی جہاں بکرے کی قربانی کی رسم ادا ہونا تھی۔ برآمدے کے ساتھ ہی ایک چھوٹا سا کمرہ بھی تھا جو ان دنوں غیر مستعمل تھا۔اس کمرے میں وہ پرانی پالکی رکھی ہوئی تھی جس میں بیٹھ کر کبھی سابقہ گوسان ارپت سے اس حویلی تک پہنچا تھا۔ یہ پالکی اڑیم کی لکڑی سے بنی تھی لیکن سالہا سال گزر جانے کے بعد یہ مضبوط لکڑی بھی اب خاصی بوسیدہ ہوگئی تھی۔ پالکی کی دونوں اطراف نہ

جانے کس دھات کی بنائی گئی تھیں کہ عرصہ دراز بعد بھی اس کی چمک دمک باقی تھی۔

گری بالا نے اپنے سارے جمع کردہ مسودے اسی پالکی میں رکھے ہوئے تھے...... وہ اندر گئی اور ایک ایک کر کے سارے مسودے گننے لگی۔ یہ سب مختلف مضامین کے بارے میں ہیں۔ تلسی داس کی رام چرت منا کے پہلے باب کا مسودہ بھی ان میں ہے۔ جس کا ترجمہ آسامی زبان میں سری کانت سوریا وپرا نے نے کیا تھا۔ مارک اس پر کافی عرصے سے کام کر رہا ہے۔ یہ نسخہ لگ بھگ ڈیڑھ سو سال پرانا ہے۔ کچھ کاغذ کے پرزوں پر پرش موہنی منتر بھی لکھے ہیں۔ گری بالا نے ہنستے ہوئے ایک ٹکڑا اٹھایا اور اسے پڑھنے لگی...... پھولوں کا ایک تالاب ہے جس کے کنارے بھی پولوں کے بنے ہیں۔ یہ پھول کسی خاتون کے سر پر سجیں گے اور کوئی شخص اسے ٹوکری میں رکھے گئے پسندیدہ قیمتی کپڑے کی طرح اپنے قبضے میں محفوظ رکھنا چاہے گا......

مارک بھی آیا ہوگا اس رسم میں شریک ہونے۔ شاید وہ نچلی ذات کے لوگوں کے ساتھ خارجی برآمدے میں بیٹھا ہو۔ کیا اسے وہاں جا کر دیکھنا چاہئے کہ وہ وہاں ہے بھی یا نہیں؟ آج اس نے مختصر گتالا نہیں پہن رکھا بلکہ ریشم سے بنی خوبصورت چادر پہنی ہوئی ہے۔ بلاؤز اور قمیض بھی خاصی پرکشش ہیں۔ ان کی کٹائی سلائی بھی خاصی نئی طرز کی ہے۔ بال اچھی طرح کنگھی کر کے سنوارے ہیں اور دو چوٹیاں بھی بنائی ہیں۔ ان صاف ستھرے اور تروتازہ کپڑوں میں وہ کسی حور کی طرح لگتی ہے۔

پالکی والے کمرے سے نکل کر گری بالا اوپری برآمدے کی طرف گئی۔ وہاں دیہاتی لوگوں کا ایک جم غفیر اکٹھا تھا مگر وہاں مارک کہیں نظر نہیں آیا۔ وہ باہر بنے عارضی اور کھلے باورچی خانے کی طرف گئی۔ چاول کی دیگیں کافی سے زیادہ خالی ہو چکی تھیں۔ بکرے کا گوشت، کالی دال، سبزی کی بھجیا، ارہر کی دال......ان سب کے دیگچے بھی بالکل خالی تھے۔

یہاں سے گری بالا، گھر کے وسیع وعریض دالان کی طرف جا نکلی۔ وہاں گاؤں کے ننگ دھڑنگ بچے اپنے آگے پتے اور پلیٹیں رکھے کھانے پینے میں لگے ہوئے تھے۔ وہ اتنے کمزور اور لاغر تھے کہ ان کی اندرونی ہڈیاں کھال میں سے بھی صاف نظر آ رہی تھیں۔ پیٹ البتہ ان کے پھولے ہوئے تھے۔

ان کی آوازیں، اس کے کانوں میں پڑیں۔

MashalBooks.org

''تھوڑا سا گوشت تو دے دو، برہمن باورچی!''

''سال میں ایک ہی تو دعوت ہوتی ہے۔ وہ گوسان سال میں کئی بار کیوں نہیں مرتا؟''

''اوئی، اوئی، انہیں بد دعا دو!...... گوسان کو کئی دفعہ مرنا چاہئے!''

''بکواس بند کرو! گوسان نے سن لیا تو زندہ ہی تمہاری کھال کھنچوا دے گا!''

گری بالا برہمنوں کی حالت زار اچھی طرح سمجھ رہی تھیں۔ انہیں نہ صرف ان نیچ ذات کے بچوں کو کھانا دینا پڑ رہا تھا بلکہ ان پر یہ احتیاط بھی لازم تھی کہ کسی کے ہاتھ ان کے کپڑوں یا بدن سے نہ لگ جائیں...... مارک ان شیطان بچوں کے درمیان بھی نہیں تھا۔

پکے ہوئے لوبیا گوشت کی سوندھی خوشبو اس کی ناک سے ٹکرائی۔ وہ دوبارہ عارضی کھلے باورچی خانے کی جانب چلی گئی۔ درمیان میں دس فٹ لمبے اور چھ فٹ چوڑے گڑھے میں کھری کا جو یا چاولوں کے ڈھیر اس طرح موجود تھے جیسے ہاتھی دانت کا تالاب۔ راج بہا اور بھگوتی پاڑہ کے برہمن زادے ابھی تک میزبانی میں لگے ہوئے تھے۔ مہمانوں کو چاول اور سالن دے رہے تھے۔ چاولوں اور کالے لوبیئے کی اٹھتی اور پھیلتی خوشبو نے بھوک کو اور بھی چمکا دیا۔ انہوں نے ادرک اور کالی مرچوں کا صحیح استعمال کیا ہے...... گھی کا تڑکا بھی لگا ہے اور گھی بھی وہ جو گائے کے دودھ سے نکالا گیا ہے اور وہاں سے کافی دور اسے قربان کئے گئے بکرے کی کھال شہوت کے پیڑ پر لٹکی نظر آئی۔ تیز ہوا کی وجہ سے وہ کسی کپڑے کی طرح پھڑ پھڑا رہی تھی۔ اس کی قربانی کیلئے کھودا گیا گڑھا ابھی بند نہیں کیا گیا تھا۔ اس سے نکالی گئی مٹی اس طرح اردگرد پڑی تھی۔ اس دفعہ بھی ہمیشہ کی طرح اسے قربانی کی رسم دیکھنے کی اجازت نہیں ملی تھی۔ بچپن میں بھی یہ جگہ اس کے لئے ممنوعہ رہی تھی۔

ایک کرخت اور گرجدار آواز نے اچانک گری بالا کو چونکا دیا۔ یہ آواز سمھو مہورائی تھی۔ وہ بچوں کو ڈانٹ ڈپٹ کر رہا تھا...... ''چلو اٹھو، شیطانو، بھاگو یہاں سے! اب برہمنوں کی باری ہے۔ چلو، جلدی کرو، کیا تم ہمیشہ یہیں بیٹھے رہنا چاہتے ہو؟''

برہمن زادے اور زیادہ مستعد ہو گئے۔ انہوں نے برہمنوں کی دعوت کیلئے سینے پر خصوصی نیپکن باندھ لئے اور سر پر ٹوپیاں اوڑھ لیں۔ ان کی ننگی کمر پر پسینے بہہ رہے تھے۔ بدن کی تیز حرکت کی وجہ سے مقدس دھاگوں میں بندھی سونے کی بالیاں بھی گویا رقصاں تھیں۔ گری بالا کھڑی ان کی تیز رفتاری اور چابک دستی دیکھ دیکھ کر حیران ہو رہی تھی۔ ان کے

MashalBooks.org

ہاتھوں میں تھمے پیتل کے بڑے بڑے قاب اور پرندوں کی سی تیزی میں اٹھتے قدم کچھ انہی کا کمال تھا! واہ! کیا اشتہا انگیز خوشبو ہے!......لیکن اچانک یہ خوشبو کہیں اور سے بھی آنے لگتی ہے۔اسے کہیں قریب ہی بالکل وہی مہک محسوس ہوئی' وہ پریشان ہوگئی۔کیا کسی لالچی برہمن نے بکرے کا گوشت اور لوبیا' کسی برتن میں ڈال کر پالکی والے کمرے میں تو نہیں رکھ دیا؟ ان میں یہ بڑی پرانی عادت ہے! یقیناً کسی نہ کسی نے یہ سالن کمرے میں لے جا کر چھپایا ہے۔

اس نے چاروں جانب دیکھا اور چھوٹے کمرے میں چلی گئی۔اس کا اندازہ صحیح تھا۔ اسے ایک مٹی کا پیالہ کیلے کے پتے سے ڈھکا ہوا دکھائی دیا۔وہ چارے کی ٹوکری کے بالکل پیچھے رکھا تھا۔

اسی وقت اسے باہر برہمنوں کا شور سنائی دیا۔وہ اپنے اپنے تختوں پر جھپٹ پڑے تھے ۔بھوجن دکشنا کے موقع پر ہلکی پھلکی لڑائی اور مار کٹائی کوئی نئی بات نہیں تھی۔ یہ ہنگامہ آرائی اب تو باقاعدہ اس رسم کا حصہ بن گئی تھی۔سابقہ گوسان کی پہلی برسی کے موقع پر تو برہمنوں میں اچھی خاصی سر پھٹول ہوگئی تھی۔نذر میں بے پناہ چیزیں اکٹھی ہوئیں تھیں۔ پہلے تو زبانی تو تو میں میں چلتی رہی' تقسیم کا مسئلہ پھر بھی حل نہ ہوا تو دھینگا مشتی اور مار کٹائی ہونے لگی۔باقاعدہ دو گروہ بن گئے تھے ایک برہمن کا تو بازو ہی ٹوٹ گیا اور اسے گوہائی کے اسپتال میں داخل کرانا پڑا......

وہی بھوجن دکشنا رسم ہورہی ہے۔ چنانچہ کوئی برہمن بھی اس طرف آنے کا نہیں سوچے گا۔نوکر چاکر،باہر چیزیں اٹھانے اور صفائی وغیرہ میں لگے ہیں،کھانے کے خراب برتن اٹھا کر،ایک طرف کررہے ہیں۔وہ بھی اس جانب متوجہ نہیں ہونگے۔ کچرے کے پاس کتے اور کوے اپنی دعوت اڑانے میں مصروف ہیں......تو ایسے میں بھلا کون گودام کی سمت دیکھے گا یا آئے گا؟......

بے چارے کمی بھی برہمنوں کی بھوجن دکشنا میں مست ہیں......گری بالا نے پھر بھی ایک نظر برآمدے کی جانب ڈال لی۔ایک بوڑھا آدمی خالی لنگوٹ پہنے' بیل کے سینگ سے بنی ہوئی ایک عام سی بانسری بجانے کی کوشش میں لگا ہوا تھا۔گوسان اسے داد دینے میں مصروف تھا۔

بہترین موقع ہے! ہاں اور وقت بھی مناسب ہے۔وہ پالکی والے کمرے میں گئی اور مٹی

کے اس پیالے پر سے کیلے کا پتہ اٹھایا' پھر اس کی جانب اپنا ہاتھ بڑھانے لگی مگر دوسرے ہی لمحے اس کا بڑھتا ہوا ہاتھ واپس ہو گیا...... کیا کرنے جا رہی ہو؟ یہ تو نا قابل تلافی گناہ ہوگا۔ دامودر یا گوسان بیوہ اور گوشت کھائے! ایسا تو کبھی کہیں نہیں ہوا!!

گری بالا واپس برآمدے میں اس گڑھے کے پاس چلی گئی جہاں بکرے کی قربانی کی گئی تھی وہاں اسے درگا دکھائی دی۔ اس کے ہاتھوں میں پیتل کا پانی سے بھرا ایک بڑا سا جگ تھا۔ وہ زمین پر بکھرے چاولوں پر پانی ڈال رہی تھی۔ شاید یہ چاول' برہمن زادوں کے ہاتھوں اس وقت گرے ہوں گے جب وہ کھلے دالان میں لوگوں کو کھانا کھلا رہے تھے۔ درگا کمر کے بل جھکی' چاول کے گرے دانے ڈھونڈ ڈھونڈ کر ان پر پانی گرا رہی تھی۔ اس وقت گری بالا کو اس کا لاغر اور ضعیف جسم کسی بھوت کا سایہ محسوس ہوا۔

آہ! پھر وہی لوبیے اور گوشت کے سالن کی مہک۔ اس میں ادرک' کالی مرچ' اور گرم مصالحہ بھی پڑا ہوگا۔ بلاشبہ بنگارہ کے برہمن باورچی کمال کا سالن بناتے ہیں۔ یہ لوبیا گوشت بھی کسی بنگاری برہمن کا ہی بنایا ہوا ہے۔ ہر چیز' گھی' مرچ' ادرک' مصالحے نپی تلی اور صحیح ڈالتے ہیں۔

گری بالا نے لوگوں سے سنا تھا کہ اس کا شوہر لاٹو گوسان بھی بنگارہ برہمنوں کا پکایا ہوا کھانا بہت پسند کرتا تھا۔ وہ عموماً تھیٹر والوں کے ساتھ مختلف شہروں میں جایا کرتا تھا اور منیاری کناری کی وہ منحوس افیم بیچنے والی اسے ہر روز کدو کے ساتھ کبوتر کا گوشت بنا کر کھلایا کرتی تھی۔ ایک دفعہ اس نے غلطی کا احساس کر کے گوئی مارا کے کسی برہمن کے سامنے اس کا اعتراف بھی کیا تھا۔ دو بھائی اس سے بڑے تھے' اس لئے اس کے ادھیکار رہنے کا دور دور تک کوئی امکان نہیں تھا۔ وہ آزاد منش آدمی تھا اور اسے خود بھی ذمہ داری کی زندگی پسند نہیں تھی۔ اس کا ذہن آزاد پنچھی جیسا تھا۔ اب تو خیر وہ مر چکا ہے ہاں۔ وہ محض خیالی ہی رہ گیا لیکن اس کے الفاظ آج بھی اس کے ذہن میں زہر کا سا کام کرتے ہیں۔

"تم تین ستر کی شہزادی ہونا!...... شاعر تمہارے بارے میں ہی کہتے ہوں گے کہ تمہارا جسم کھجور کے نوجوان درخت کی طرح پرکشش ہے! ہوگا' مگر اب ہماری شادی ہو چکی ہے اور تمہیں ایک بات اچھی طرح جان لینی چاہئے تمہیں میری بعض عادتیں برداشت کرنا پڑیں گی۔ لوگ انہیں برا کہتے ہیں لیکن تم انہیں قبول کرو گی!"

وہ خاموش بیٹی رہی؟ وہ جواب نہ پا کر غصے سے غرایا۔

''بتاؤ! تم میری بات مانو گی یا نہیں؟''

''ہاں! میں مانتی ہوں......''اس نے کسی خوف زدہ ہرنی کی طرح کہا تھا۔

''مجھے عورتیں پیاری لگتی ہیں۔ میں ان کے ساتھ رہنا پسند کرتا ہوں' میں جب جاترا والوں کے ساتھ بورڈوا سماریا' دکھالا جیسے شہروں میں جاتا ہوں تو میں نچلی ذات کی عورتوں کے ہاتھ کے چائے پیتا ہوں......اور منیاری کنیاری کی وہ عورت نہ صرف میرے لئے کدو اور کبوتر کا سالن بناتی ہے بلکہ آ ؤ پھل کا میٹھا بھی بناتی ہے اور اس میں ہرن کا گوشت بھی ملا ہوتا ہے۔لیکن ذرا غور سے سنو! گوسان کی بیٹی! میں نے جب بھی یہ ممنوعہ چیزیں کھائی ہیں تو ان کا پرائسچت بھی کیا ہے' کبھی کسی پروہت کے سامنے اور کبھی گیاتری منتر پڑھ کر......

بھیس پو!......بھیس پو! بھیس پو! کالیہ کے تیز سروں کی آواز نے گویا گری بالا کے کان کے پردے پھاڑ ڈالے۔ لگتا ہے' جگمانی برہمن زادوں سے تحفے سمیٹنے کے چکر میں اس بوڑھے کیڑے کو کچھ زیادہ ہی جوش آ گیا اور اس کے ساز کے سر زیادہ ہی تیز ہو گئے۔

کاش اس نے میرے ہاتھوں سے بنا آ ؤ ٹنگا ہی کھا لیا ہوتا؟ یا وہ اس سے کبھی بغل گیر ہی ہو لیا ہوتا؟......کسے پتہ نہیں کہ وہ اس عورت سے ہم بستر ہوتا رہا تھا؟ گوسان گھرانے کے ایک اچھے لڑکے کو عیاسی اور تماش بینی نے انسانیت کی نچلی ترین سطح پر کھڑا کیا تھا۔

اف خدایا!......آ ؤ ٹنگا اور گوشت اور وہ بھی ہرن کا! شاید اس میں بھی ایسی ہی خطرناک خوشبو آتی ہو جیسے لوپے گوشت کا اس سالن سے آ رہی ہے۔ کہتے ہیں کہ کھانے کو سونگھنا' کھانا کھا لینے جیسا ہی ہوتا ہے اور ایک گوسان بیوہ کیلئے ایسے سالن کو سونگھا بھی اتنا ہی بڑا گناہ ہے۔ پرانے شاستروں میں تو یہی لکھا ہے۔

وہ خاصی بے چین اور بے کل تھی۔ اوپر سے کلیہ کا بے سرا ساز اور شور اسے تنگ کئے ہوئے تھا۔ اس کی بے ہنگم اور بھدی آواز اسکے کانوں کے پردے پھاڑے جا رہی تھی دوسری جانب لوپے گوشت کی اشتہا انگیز مہک نے اسکے اندر ہلچل مچا رکھی تھی۔

اچانک آٹھ سال پرانا ایک واقعہ اسے یاد آ گیا۔ اندرناتھ نے کلکتہ سے آئے ہوئے اپنے دو دوستوں کے ساتھ مٹی پہاڑ میں شکار کھیلتے ہوئے ایک سور مارا تھا۔ انہوں نے وہیں اس کی کھال اتاری' الائشیں وغیرہ نکالیں' گوشت کے چھوٹے چھوٹے پارچے بنائے اور

گاؤں میں لے آئے۔ یہاں انہوں نے کھلے میدان میں چولہا بنا کر اسے پکایا تھا۔ سارے مصالحے اکٹھے کر کے انہیں سل پر پیسا گیا تھا۔ بڑے ولایتی آلو بھی اس میں ڈالے گئے تھے۔ وہ اس وقت اتنی کم سن تھی کہ گٹالا بھی نہیں پہنتی تھی۔ آج کے سالن میں آنے والی خوشبو بھی بالکل اس سے ملتی جلتی ہی تھی۔ انسانی ذہن کو مسحور کر دینے والی اور پیٹ میں بل ڈال دینے والی، ہر شخص کھانا کھانے کیلئے اپنے آگے کیلے کے پتوں سے بنی پلیٹ لئے بیٹھا تھا۔ اسے تیار کرنے والے برہمن باورچی کا تعلق پٹ دائی سے تھا۔ اس دن اس نے پرشاد جوہا نامی قسم کے چاول بھی بنائے تھے۔ برہمن کا کہنا تھا کہ اس چاول کا سور کے گوشت کے سالن کے ساتھ خاص میل بنتا تھا۔ ان کے ساتھ ہی ایک موٹا سمجھو مہوترا بھی بیٹھا تھا۔ اس کے الفاظ آج بھی اس کے کانوں میں گونجتے رہتے ہیں۔

''مٹی سان پور میں ایک دفعہ ہم نے سور مارا تھا۔ اس کا ذائقہ بالکل ہرن کے گوشت کا سا تھا۔ کٹھا کٹھا اور نرم۔''

برہمن جو سالن کو گاڑھا کرنے کیلئے پسے ہوئے چاول کا ملغوبہ بنا رہا تھا کہنے لگا۔

''تو اس میں کٹھاس آ گئی ہے۔ یہی بات ہے نا؟''

کسی نے اونچی آواز میں مداخلت کی۔ ''نہیں، نہیں اس کا مزا برالی مچھلی کا سا ہے۔''

''نہیں، یہ تو بالکل سل مچھلی کا گوشت لگ رہا ہے۔'' کسی اور نے اپنی رائے دی۔ ''سور کے گوشت کے پارچے بالکل مش روم کی طرح لگ رہے ہیں۔''

ہاں، اب اسے صحیح یاد آیا! سب لوگ اپنی اپنی پتوں کی پلیٹیں لئے گول دائرے میں بیٹھ گئے تھے۔ اندرناتھ بھی انہی کے ساتھ بیٹھا تھا۔ اس نے اپنی خوبصورت پیتل کی پلیٹ ایک جانب کر کے خود بھی پتوں والی پلیٹ ہی اپنے سامنے رکھ لی تھی۔ پھر بڑے بڑے تھالوں اور ڈونگوں میں چاول اور سالن لایا گیا۔ ہر شخص نے شوق سے اپنی اپنی پلیٹ بھر لی اور کھانا شروع کر دیا۔ سور کا گوشت کھانے کا یہ پہلا موقع تھا۔ سالن خوب گاڑھا تھا اور اس پر دیسی گھی تیرتا ہوا بہت اچھا اور اشتہا انگیز لگ رہا تھا۔ اس کا رنگ سنہری اور مٹیالا تھا۔ اتنا مزیدار اور پیارا کہ دیکھنے والا کھائے بغیر رہ نہ سکے۔

لیکن اندرناتھ چاولوں میں یونہی انگلیاں پھیرے جا رہا تھا۔ اس کا ذہن اسے کھانے پر تیار نہیں ہو پا رہا تھا۔ اس کے ساتھیوں نے اسے مضطرب دیکھا تو بے اختیار ہنسنے لگے۔

''ارے بھائی! کیا کر رہے ہو؟''

اندرناتھ نے ایک لقمہ منہ کے اندر لیجانے کی کوشش کی لیکن ناکام رہا۔ اس نے دو تین دفعہ کھانے کی کوشش کی مگر وہ کھا نہیں پایا۔ اندرناتھ کیوں؟ وہ برہمن جس نے یہ کھانا تیار کیا تھا اور اس کا بیٹا خود بھی نہیں کھا پائے۔ انہوں نے پتوں کی پلیٹیں ایک طرف کیں اور باہر کچی ندی کی طرف چل دیئے۔ وہاں انہوں نے غرارے کر کے اپنا منہ صاف کرنے کی کوشش کی۔ ان کے غرارے کی آواز لوگوں تک آ رہی تھی......

لیکن وہ......؟ اس کی اشتہا میں عجیب وغریب کیفیت تھی' شدید لالچی کی سی۔ اس نے مزے سے لے لے کر وہ کھانا کھایا تھا۔ سور کا سالن تو ایک طرف رہا' اس نے بعد میں اپنی ماں کے ہاتھ کا پکا وہ کھانا بھی چٹ کر لیا جو دراصل اندرناتھ کے لئے پکایا گیا تھا۔ اس کی ماں سرخ مکھالا پہنے باورچی خانے میں داخل ہو رہی تھی کہ اس نے گری بالا کو دیکھ لیا۔ وہ چیخ ہی تو پڑی۔

''چیکو! چیکو! یہ کیا کر رہی ہو؟ لڑکیوں میں گوشت کھانے کی حرص اچھی نہیں ہوتی۔''

ایک اور عورت اپنے سینے پہ مکھالا چڑھائے جو وہاں چاول صاف کرنے کیلئے آئی تھی۔ اس کی ماں کو مخاطب کر کے کہنے لگی۔ ''دیکھو' دیکھو! وہ کسی بھتنی کی طرح گوشت اڑائے جا رہی ہے!''

اس دن اندرناتھ کے دوست ہی اس کھانے سے انصاف کر سکے۔ باقی بچ جانے والا کھانا گاؤں کے مدقوق مگر چلبلے اور شرارتی لڑکوں کے ہاتھ لگا۔ وہ منٹوں میں سب کچھ چٹ کر گئے۔ لگ رہا تھا مردہ بکرے پر گدھوں کے غول آ چمٹے ہیں۔

اور ہاں' اس کے شوہر لاٹو گوسان نے یقیناً اس عورت پر دست درازی کی ہوگی۔ بہت ہی شہوت کا مارا تھا' میری اشتہا کا اس سے بھلا کیا مقابلہ! اف یہ خوشبو! ہر سمت بکھری ہوئی ہے۔ باہر سے آئے ہوئے برہمن بلاتردد ضیافت اڑا رہے ہوں گے۔ شاید رات کا اندھیرا پھیلنے سے پہلے اپنے گھروں کو جانے کی فکر سوار ہو ان کے ذہن پر! پاگل ہاتھی کھلا جو پھر رہا ہے!

برآمدے سے گری بالا کو درگا دکھائی دی۔ اس نے بالوں کا جوڑا بنا رکھا تھا۔ کتنی تیز اور تیلی ہے یہ بھی! اردگرد کی خبر رکھنے کیلئے اپنے کان اور آنکھیں ہر وقت کھلے رہتی ہے لیکن میرے خیال میں اب وہ ادھر نہیں آئے گی۔

گری بالا پالکی والے کمرے میں گھس گئی اور لوہے گوشت سے بھرا ہوا برتن ہاتھ میں اٹھا

لیا۔ ہر چیز اس کے ذہن سے محو ہو چکی تھی...... مذہب، رسمیں، عقل و دانش یا ضبط نفس......اس نے برق رفتاری سے اسے حلق سے نیچے اتارنا شروع کر دیا......

آہ! کیا شاندار مزا ہے!

بیوہ ہونے کے بعد اس کا گزارا چاول اور ابلی دالوں یا سبزیوں پر ہی تھا۔اس میں وہ تھوڑا سا نمک اور معمولی سا گھی ضرور ڈال لیتی تھی لیکن اس کا منہ بے ذائقہ اور بدمزہ ہو کر رہ گیا تھا۔

نہ خوشبو، نہ ذائقہ، نہ کوئی مزا! یہ بھی کوئی کھانا تھا! منیاری کنیاری کی وہ عورت میرے شوہر کو ضرور اسی طرح کے مزیدار اور چٹ پٹے کھانے کھلاتی ہوگی۔ وہ تو مزے میں اس کی انگلیاں تک چاٹنے لگتا ہوگا......گری بالا نے ایک اور زبردست لقمہ حلق میں اتارتے ہوئے سوچا۔اس کے ذہن میں سینکڑوں قسم کے عجیب اور پراسرار خیالات اور تصورات بن اور بگڑ رہے تھے لیکن اس نے اپنا ہاتھ کھانے سے نہیں روکا۔تھوڑی ہی دیر میں برتن تقریباً خالی ہو گیا۔اس حویلی میں پہلی بار کسی گوسان کی بیٹی نے یہ نفرت آمیز حرکت کی تھی۔

چیخ کی خوفناک آواز نے گری بالا کو بری طرح چونکا دیا۔اس نے اپنے سر کو جھٹکا دیا۔ آنکھ جھپکتے میں اس نے درگا کو پالکی کے قریب بے ہوش ہو کر زمین پر گرتے دیکھا۔دو جسمانی برہمن حیرت اور خوف کے مارے زمین میں گویا گڑ کر رہ گئے تھے۔کوئی زور سے چلایا۔''تو یہ تھا گوشت کا برتن! اس کا ہاتھ پکڑلو! اسے کمرے سے باہر نکالو!''

شور وغل سن کر تقریب میں شامل اور لوگ بھی اس کمرے کی طرف دوڑنے لگے اور وہاں اچھا خاصا جمگھٹا ہو گیا۔ گوسانی نے سنا تو وہ اپنا کام چھوڑ کر سیدھی اسی جانب بھاگی۔ شدید غصے کی حالت میں اس نے گری بالا کو جھنجھوڑ ڈالا۔ پھر اسے مارنے پیٹنے لگی۔ وہ غصے میں بپھری شیرنی لگ رہی تھی۔اس نے گری بالا کے بال اس بری طرح کھینچے کہ اس کی چیخیں نکلنے لگیں۔اس کے دونوں ہاتھ گویا گری بالا کی دھنائی کئے جا رہے تھے۔ گوسانی اس کی تکہ بوٹی کرنے پر تلی ہوئی تھی۔

اردگرد کھڑے لوگ حیرت سے پتھر بنے بے حس و حرکت کھڑے تھے۔زمین پر پڑی بے ہوش درگا کا دھیان کسی کو بھی نہیں تھا۔وہ ابھی تک دنیا و مافیا سے بے خبر اسی طرح زمین پر پڑی تھی۔

اچانک ایک مردانہ آواز فضا میں گونجی۔ اندرناتھ لوگوں کو ادھر ادھر دھکیلتا' راستہ بناتا ہوا آگے آ رہا تھا۔ وہ تیزی سے اپنی ماں کے پاس آیا اور اس کے دونوں ہاتھوں کو پکڑ لیا۔

''مار ڈالنا چاہتی ہو کیا اسے؟ اسے پاک کرنے کے اور بھی طریقے ہیں' کنارہ دیا جا سکتا ہے' تم اتنی بری طرح اسے کیوں پیٹ رہی ہو؟''

جھمانی برہمن بھی زور سے بولا۔ ''ہاں' ہاں' وہ اپنے گناہ کی تلافی کرلے گی۔ شاستروں میں موجود مقدس منتروں کے مطابق اس کا کفارہ ہو سکتا ہے۔''

تھوڑی سی دیر میں وہاں موجود لوگوں کی تعداد دوگنی ہو گئی تھی۔ اسی ہنگامے اور شور وغل میں ایک برہمن زادہ پالکی کے کمرے میں گھس گیا اور وہاں سے سالن کا برتن اٹھا لایا۔ پھر اسے ٹھوکر مار دی۔ اس میں بچا کچا سالن فرش پر ادھر ادھر بکھر گیا۔ قریب کھڑی برہمن عورتیں خوف زدہ ہو کر چیخ پڑیں اور گھبراہٹ میں ادھر ادھر بھاگنے لگیں۔ انہیں خوف تھا کہ گرے ہوئے سالن کی ایک بوند بھی ان کے کپڑوں پر لگ گئی تو انہیں پاک ہونے کے لئے نہانا پڑے گا۔

ادھر ہرامداد اور بنگارہ سے آئے ہو جھمانی برہمن دو گروہوں میں بٹ کر آپس میں لڑنے جھگڑنے لگے۔ وہ زور زور سے بحث کر رہے تھے...... کہ وہ کفارے کی یہ رسم کون ادا کرے گا؟ پرائسچت کی اس تقریب میں جو برہمن گری بالا کو پاک کرنے کی مذہبی رسم ادا کرے گا اسے کون کون سے تحفے اور نذرانے ملیں گے؟ چاول' آلو' ہلدی' نمک اور اصلی گھی......اور یہ اتنی مقدار میں تو ہوں کہ کچھ دن تک چل سکیں۔ اور ہاں' ساتھ میں مقدس دھاگوں کا جوڑا بھی ہونا چاہئے۔

لیکن جب بڑے پروہت نے اپنا فیصلہ سنایا کہ وہ تلافی کی رسم خود ادا کرے گا تو دوسرے سارے برہمن ٹھنڈے پڑ گئے اور ان کا شور وغوغا ختم ہو گیا۔ بڑے پروہت نے پہلے ہی کاشت کی غرض سے کافی زمین لے رکھی تھی اور وہی گوسان کے ایسے معاملات نمٹایا کرتا تھا۔ اس نے بلند آواز میں حکم دیا۔

''کنوئیں سے پانی لاؤ اور اسے نہلاؤ! اور باقی لوگ یہاں سے چلے جائیں۔ جلدی کرو! کچھ چاول' تانبے کا ایک سکہ اور کچھ گھونگھے یہاں لا کر رکھو اور ہاں کچھ پھول اور تھوڑی سی تلسی بھی!''

MashalBooks.org

ہرآمدے سے آئی کچھ برہمن عورتوں نے گری بالا کو اٹھایا اور کنوئیں کی طرف لے گئیں۔
گوسانی برآمدے کے قریب قربانی کے لئے کھدے گڑھے کے پاس جا کر بیٹھ گئی۔ اس کے دونوں پاؤں اس کے سینے سے جڑے ہوئے تھے اور سر گھٹنوں پر رکھا تھا۔ وہ سخت اعصاب کی مالک عورت تھی اور عام عورتوں کی طرح ذرا سی مشکل پڑنے پر رونے دھونے اور چیخنے چلانے کی عادی نہیں تھی۔ اس کی ساتھی گومنی جو عموماً حقے پینے کے دوران اس کے ساتھ گپ شپ لگایا کرتی تھی۔ خاموش اس کے پیچھے کھڑی گوسانی کے موجودہ رویئے کا جائزہ لے رہی تھی۔

پروہت نے دبوری نامی مقدس گھاس میں ڈبوئی اور وقفے وقفے سے اس کے چھینٹے گری بالا پر مارنے لگا۔ ساتھ ہی وہ سنسکرت کے منتر بھی حسب معمول اپنے غلط سلط لہجے میں پڑھتا اور پھونکتا جا رہا تھا۔ تاہم اس کے لہجے میں خاصی توانائی تھی......

اگر کوئی بیوہ یا برہمچاری جان بوجھ کر مچھلی یا گوشت کھالے تو اسے کفارہ کے طور پر آٹھ چونیاں نذر کرنا ہوں گی۔ اور اگر وہ مسور کی دال، چھالیہ، سفید کدو کھالے تو پھر اسے تین چونیاں نذرانہ دینا ہوں گی پرائسچت کیلئے۔

حال ہی میں مقدس دھاگہ پہننے والے برہمن کنوئیں کے پاس کھڑے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔

''جنوبی کنارے کے دوھان (مذہبی اصول) بدل دیئے جانے چاہئیں۔''

''ہاں، ہاں، بالکل بدل دینا چاہئے۔ ایک اور برہمن بولا۔'' پرانے دقیانوسی دوھانوں کے مطابق اگر آپ مقدس دھاگے پہنے بغیر بھی کچھ کھا پی لیں تو تلافی کیلئے ایک ہزار دفعہ گیاتری منتر پڑھنا پڑ جاتے ہیں۔!''

''اور کیا! آج کل کون برہمن ایسا ہے جو دھوبی یا مچھیرے کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا کھا کر اس کی تلافی کے طور پر تیس چونیاں نذر دیتا ہے؟''

''کسی کو بھی پروا نہیں، گولی سے مرے ہوئے ہرن کا گوشت کھاتے ہیں اور چار چونیاں بھی نہیں نکلتیں، جیب سے پرائسچت کے طور پر۔'' اندرناتھ بندوق سے فاختہ یا ہرن مارتے ہیں اور اس کا گوشت اڑاتے ہوئے اس کے پرائسچت کا سوچتے بھی نہیں۔ اور وہ جو چور پکڑے گئے تھے رنگے ہاتھوں گوسان کی حویلی میں۔ کیا وہ مذہبی قائدے کے مطابق بارہ

سال برت رکھیں گے؟''

''دیکھو! گری بالا کپکپا رہی ہے۔'' مجمع میں سے کوئی چلایا۔ ''وہ گر پڑے گی۔ اوہ' وہ گرنے لگی ہے! کوئی اسے پکڑے......کوئی......اسے پکڑے' سنبھالے!''

☆☆☆

پاکی' صفائی اور روحانی تلافی کا یہ ڈرامہ کافی دیر چلتا رہا۔ پھر نصیحتوں' ڈراوؤں اور اخلاقی تقریروں کا دور چلا۔ گھر کے بڑوں نے اپنے اپنے دل کی خوب بھڑاس نکالی۔ گری بالا کو یہ سب کچھ بتانا اور سنانا ضروری تھا تا کہ وہ دوبارہ اتنے گھٹیا گناہ کی مرتکب نہ ہو۔ بالآخر جوش اور ہنگامے کی جگہ سکون اور خاموشی نے لے لی اور گوسان کی حویلی میں سکوت چھا گیا۔

o

اس کے بعد گری بالا بے ہوش ہوگئی تھی۔ اسے پتہ نہیں تھا کہ کون اسے اٹھا کر مقدس کھڑاوؤں والے کمرے کے برابر والے کمرے میں لایا تھا۔ کمرہ بہت ہی چھوٹا تھا۔ اس میں ایک جانب پلنگ بچھا ہوا تھا اور دوسری جانب لکڑی کا ایک صندوق انہی دونوں چیزوں نے پورا کمرہ گھیر رکھا تھا۔ صندوق کا ڈھکنا کھلا ہوا تھا اور اس میں گری بالا کو اپنے کھالے اور گٹالے اور دوسری ضروری چیزیں پڑی نظر آ رہیں تھیں۔ ظاہر ہے اس کی نوکرانی نے سب کپڑے الٹے سیدھے اس میں بھر دیئے تھے......

وہ ابھی تک سردی کے مارے کپکپا رہی تھی۔ اسے پاک کرنے کیلئے چھڑکا گیا پانی اس کے گیلے کپڑے اور پانی میں شرابور بال اس کی حالت ابتر کئے دے رہے تھے۔ اس نے فوراً کپڑے تبدیل کئے۔ اس کے ہاتھ' پاؤں' چہرہ' گردن' غرض ہر جگہ پر اس کی ماں کی نوچ کھسوٹ اور مار پیٹ کے ہاتھوں پڑے نیل نظر آ رہے تھے۔ بعض جگہ کھال پر خون کے دھبے ابھرے ہوئے تھے۔ اس نے کمرہ اندر سے بند کر لیا......تمام دروازوں اور کھڑکیاں مضبوطی سے بھیڑ دیئے۔ سر پر موجود لکڑی کی چھت میں دیمک کی ہلکی ہلکی آواز سنائی دے رہی تھی۔ نظر نہ آنے والی تباہی کی اس طرح کی نشانیوں نے اس کے دل میں خوف کی لہر اور گہرائی تک دوڑا دی......

گوسان اور سارو گوسان اپنی جگہ سے اٹھ گئے۔ ان کے پیروکار انتہائی ادب و احترام سے اپنے اپنے نذرانے انہیں پیش کر کے واپس جا چکے تھے۔ تھال سکوں سے لبالب بھرے

ہوئے تھے۔ وہ دونوں وہاں سے مقدس کھڑاوؤں کے کمرے میں چلے گئے۔

حویلی کے دروازے کے پاس موجود دو ججمانی برہمن زادوں کی بحث کی آواز سنائی دے رہی تھی۔ شاید وہ اپنے تحفوں کا باہمی تبادلہ کرنا چاہ رہے تھے۔ یا شاید ان کا مول تول کر رہے تھے۔ کچھ ایسا ہی معاملہ تھا۔

بامنڈی کے گوسان اور کسی ججمانی برہمن کی باہمی گفتگو بھی فضا میں گونج رہی تھی۔

''قانون ساز نے ٹھیک ہی کہا ہے......!''

''کیا کہا ہے اس نے؟''

''اس کا کہنا ہے کہ دیوتاؤں کی برسی کے موقع پر ایک دو برہمنوں کو کھانا کھلا دینا کافی ہے اور اگر برسی تمہارے باپ یا دادا یا پڑدادا کی ہے تو تین برہمن کافی ہوں گے۔ اگر یہ کسی دیوتا اور تمہارے باپ یا دادا......دونوں ہی کی...... برسی ہے تو ایک برہمن کی موجودگی بھی درست ہے......اب دیکھو! یہاں حویلی میں کیا افراتفری اور دھاچوکڑی مچی۔ برہمنوں کی اتنی بڑی تعداد کو اکٹھا کرنے کی بھلا ضرورت ہی کیا تھی؟''

اچانک ادھیکار مہاپربھو کی گرج دار آواز سنائی دی۔

''کیا اسی منوں نے یہ نہیں کہا کہ وہ مردہ آدمی کی روح...... چاہے وہ باپ ہو یا دادا...... ان برہمنوں کے بدن میں حلول کر جاتی ہے۔ جنہیں اس برسی کے موقع پر کھانے کیلئے بلایا جاتا ہے! چنانچہ بلائے گئے برہمنوں کو ان معاملات کے بارے میں انتہائی احترام اور احتیاط سے کام کرنا چاہیے۔''

ایک طویل وقفے تک ماحول پر مکمل سکوت چھایا رہا۔ چھوٹے سے کمرے میں بند، گری بالا سوچ رہی تھی کہ کوئی لمحہ گزرا اور اس کی آج کی حماقت کا موضوع شروع ہوا اور پھر ماحول میں گرما گرمی شروع ہو جائے گی۔ وہ آنکھیں کھولے بند دروازے کو گھورتی رہی۔ پھر اس کے کانوں میں کوئی الفاظ سنائی دیئے لیکن بات اس کے بارے میں نہیں ہو رہی تھی۔ ذکر اس پاگل ہاتھی کا چل رہا تھا جو باہر دندناتا پھر رہا تھا۔

''پاگل ہاتھی چرانگ کی طرف نکل گیا ہے۔''

''اور ایک بیوہ نے وہ کھانا کھالیا جو اسے کھانا نہیں چاہیئے تھا۔ یہ سب شیطان کے کرشمے ہیں۔''

''ہاں' یہ مکھانا نہیں ہے جیسے شروع میں افواہ اڑی تھی۔ یہ تو لمبی سونڈ والا ہاتھی ہے۔ گوسان کا سب سے پسندیدہ ہاتھی! مہاپربھو اس کے ہودے پر بیٹھ کر اپنی رعیت کو دیکھنے یا شادیوں میں شریک ہونے جایا کرتے تھے۔ کیا شاندار اور خوبصورت منظر ہوا کرتا تھا وہ! کیا دیکھنے والی سجاوٹ ہوتی تھی ہاتھی کی!

گوسان اس واقعے پر دل سے بہت ناخوش ہے مگر وہ اپنا غم و غصہ چھپائے ہوئے ہے۔ چہرے سے اس کا اظہار نہیں ہونے دیتا۔ اس نے اور اس کے باپ دادا نے ہاتھی کی سواری کرتے ہوئے زندگیاں گزار دیں اور اب اس ہاتھی نے وہ ہودا وغیرہ اتار پھینکا ہے اور پاگل ہوگیا ہے۔ واقعی وقت ہی برا آ گیا۔''

ایک اور سرگوشی سنائی دی۔ ''تم نے محسوس کیا کہ گوسان نے اپنے پاؤں میں پڑے سکوں کے لبالب تھالوں کی طرف دیکھا تک نہیں اور جب وہ اپنی پیڑھی سے اٹھا ہے تو اس میں سے کرر......کر......کی آواز آ رہی تھی۔ یہ کوئی اچھے آثار نہیں ہیں۔''

سائے پھیلتے جا رہے تھے۔ جلد ہی رات کا اندھیرا چاروں جانب پھیل جائے گا۔ باتیں کرتے کرتے اچانک انہیں یاد آیا کہ انہیں رات سے پہلے پہلے اپنے گھر پہنچ جانا چاہئے۔ کون جانے؟ پاگل ہاتھی کس کے راستے میں آ کھڑا ہو۔ یہ ذہن میں آتے ہی سب اٹھ کھڑے ہوئے۔

o

کوئی آیا اور گری بالا کے قبر نما سیاہ تاریک کمرے میں لالٹین رکھ گیا......

افسوس! کچھ بھی تو ٹھیک نہیں' میں کروں بھی تو کیا؟ کیا ہو سکتا ہے؟ خودکشی؟

آہ! وہ عیسائی! وہ بھی اپنی زبان نہیں کھولتا۔ میں نے ہر کام چھوڑ چھاڑ کے......صرف اس کی خاطر......سے سارے مسودے اکٹھے کئے ہیں اور یہاں......گودام میں محفوظ کر ڈالے ہیں۔

رات اور گہری ہوگئی۔ گری بالا چارپائی پر اکڑوں بیٹھ گئی۔ اس نے اپنے ہاتھ' اپنی ٹانگوں پر باندھ رکھے تھے اور لالٹین کی مدہم روشنی میں دروازے کو گھورے جا رہی تھی۔

ناگہاں دروازے پر دستک کی آواز سنائی دی۔ وہ ایک جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔ کھڑکی کے قریب گئی اور ہچکچاتے ہوئے اسے کھول دیا۔ کھلی کھڑکی سے چاند کی روشنی کمرے میں داخل ہوئی اور کمرے کا سارا اندرونی منظر چاندنی میں نہا گیا۔ باہر چاند کی بھرپور روشنی

میں مارک صاحب! ایک سائے کی طرح کھڑا تھا۔ وہ اس کی آنکھوں میں سرخی باآسانی دیکھ سکتی تھی۔ غالباً وہ جگالیہ دریا کے پار سے آ رہا تھا۔ اس نے کھڑکی میں سے کہا۔

''آج کے واقعے پر مجھے جو صدمہ ہوا ہے' میں الفاظ میں انہیں بیان نہیں کر سکتا۔ مجھے سمجھنے کی کوشش کرو اور میری بے بسی پر مجھے معاف کر دو!''

اس نے کوئی جواب نہیں دیا۔ کچھ دیر چپ رہنے کے بعد مارک دوبارہ بولا۔

''جس خواہش کی کوئی انتہا نہ ہو یا جسے پورا نہ کیا جا سکتا ہو اس کے بارے میں پریشان ہونے کا کیا فائدہ؟ ایسے معاملے خدا پر چھوڑ دینے چاہئیں!''

دوبارہ بھی خاموشی رہی۔ گری بالا نے کوئی جواب نہیں دیا۔

''کسی حد تک ہم سب ہی گناہ گار ہیں۔ خدا کے گھر میں قربان گاہ پر لٹکا ہوا بدن بالکل پاک ہے لیکن ہم نے اس میں شراب ڈال ڈال کر اسے ناپاک کر دیا ہے۔ ہم سب کے ہاتھوں میں ایک نظر نہ آنے والا کتبہ ہے۔ جس پر ہمارے متعلق فیصلے اور سزائیں درج کر دی گئیں ہیں! خدا کے احکام کی پابندی کے سلسلے میں جب بھی ہمارا جائزہ لیا جائے' ہم ہمیشہ ہی اس کے مجرم ٹھہرتے ہیں......اور......''

گری بالا نے شدید غصے میں اس کی بات کاٹ دی۔

''بکواس بند کرو' گورے آدمی! اور سنو......تمہارے مسودے گودام میں لکڑی کے تختے پر رکھے ہوئے ہیں۔ جاؤ' انہیں وہاں سے اٹھاؤ اور چلے جاؤ۔'' پھر وہ کھڑکی کے بہت قریب آئی۔ کھڑکی کی گرل کو مضبوطی سے پکڑ کر لمحہ بھر کو مارک کو گھورتی رہی۔ پھر اس نے اپنا دایاں بازو کھڑکی کی سلاخوں کے بیچ میں سے نکالا اور اس کی قمیض کا کالر سختی سے پکڑ لیا۔ مارک نے بڑی نرمی سے اس کی انگلیوں سے اپنا کالر چھڑایا۔ اس کا ہاتھ دوبارہ کھڑکی کے اندر کیا اور نرمی سے کہنے لگا۔

''جانتی ہو' ہمارے نجات دہندہ نے کیا فرمایا ہے؟ تم جو میرے پیروکار بننا چاہتے ہو تو آؤ مرے پیچھے مگر ہر ایک ہاتھ میں اپنی اپنی صلیب ہونی چاہئے۔''

گری بالا کے جسم میں ایک سرد لہر دوڑ گئی۔ اس کا تناؤ ختم ہو گیا اور وہ بغیر کچھ کہے تیزی سے واپس اپنے بستر پر جا گری۔ کسی ٹوٹی ہوئی لکڑی کی طرح! مارک باہر کھڑکی کے پاس کافی دیر تک کھڑا رہا۔ اچانک اسے محسوس ہوا جیسے کوئی اسے دیکھ رہا ہے۔ وہ فوراً وہاں سے ہٹا اور

اپنے مسودے لینے کیلئے گودام کی طرف چل پڑا۔

تھوڑی دیر بعد گری بالا نے آنکھیں کھولیں۔ اس کی نگاہ کمرے کے کونے پر پڑی۔ وہاں سرخ، سبز اور گلابی رنگ کی ایک بڑی سی چھتری رکھی ہوئی تھی۔ گوسان یہ چھتری اپنے آباؤاجداد کی برسی کے موقع پر اس ضیافت میں استعمال کیا کرتا تھا جو دریائے جگالیہ کے کنارے دی جاتی تھی۔ چھتری کا نفیس ریشمی کپڑا اس اندھیرے میں اسے کسی اژدھے کی کھال کی طرح لگ رہا تھا......

یادوں کا ایک اور ریلا اسے اپنے ساتھ بہالے گیا...... یہ اس دن کی بات ہے۔ جب اس کا شوہر، شادی کے بعد پہلی مرتبہ اس گھر میں بنوتے کیلئے آیا تھا۔ اندرناتھ اور سمبھو مہوترا اس کے سر پر اسی چھتری کا سایہ کئے ہوئے گھر کے اندر لائے تھے۔ لیکن اس یاد کی لہر نے بھی اس کے دل میں اپنے شوہر کی محبت کا کوئی جذبہ جاگنے نہیں دیا اور محبت کا جذبہ ابھرتا بھی کیسے؟ اس کے شوہر نے افیم بیچنے والی عورت کا بھوت جو اپنے اور اس کے درمیان لا کھڑا کیا تھا۔

آخر، اسے ہو کیا گیا ہے؟

ساٹن کا ریشمی کپڑا اس کی آنکھوں کو اپنی چمک دمک سے خیرہ کر رہا تھا۔ وہ آہستگی سے اپنے بستر سے اٹھی اور اس کی طرف بڑھنے لگی۔ اس نے کپڑے کو ہاتھوں سے چھوا۔ اس کے لمس سے اس کے جسم میں بجلی سی دوڑ گئی۔ وہ اسے اپنے ہاتھوں اور چہرے سے بار بار مس کرنے لگی۔ آہ! یہ تو اپنی نرمی اور شگفتگی میں بالکل مارک صاحب کی جلد کی طرح ہے۔ نرم اور گداز، صاف شفاف...... وہ اسے اپنے چہرے، گردن اور سینے سے رگڑنے لگی۔ پھر اس کے ہاتھوں کی یہ جنبش تمام بدن پر پھیلتی چلی گئی...... جیسے وہ چاہ رہی ہو کہ تمام کپڑا اسے ڈھک لے یا وہ اس کے گداز میں لپٹ کر کھو جائے۔

یہ ریشم، یہ چھتری...... جس کے سائے میں اس کے شوہر کو پہلی دفعہ گوسان کی حویلی میں انتہائی عزت اور احترام سے لایا گیا تھا...... یہی ریشم آج گورا صاحب کی جلد لگ رہی ہے۔ گورا عیسائی، جو ملیچھ کہلاتا ہے!...... کیا یہ ممکن ہے؟...... کیا اس جگہ کبھی کسی نے ایسا مشاہدہ بھی کیا ہوگا؟...... گری بالا کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے......

اس کے دل کی اتھاہ گہرائیوں سے ایک سرگوشی سی ابھری۔

''خدا کے لئے مجھے لکڑی کے اس تابوت سے باہر لے جاؤ! خدا کے لئے میں التجا کرتی ہوں!''

باب10

ابھی تک کوئی انسانی جان اس پاگل ہاتھی کی بھینٹ نہیں چڑھی تھی۔اسی لئے اسے مار ڈالنے کا کوئی پروگرام نہیں بنایا گیا تھا۔تاہم علاقے کے لوگوں میں بے پناہ خوف و ہراس پایا جاتا تھا۔ابھی کچھ عرصے پہلے تک اسے شاندار اور ہر دل عزیز جانور کے طور پر جانا جاتا تھا۔ شاید اسی لئے لوگوں کے دل میں یہ اس کے لئے ہمدردی بھی موجود تھا۔ان کی خواہش تھی کہ اس کے ہاتھوں کسی کو نقصان نہ پہنچے اور وہ یونہی آزادانہ علاقے میں گھومتا پھرتا رہے۔اور پتھ اور ہتھالدیہ کے گوسانوں کے ہاتھی بھی پاگل ہو کر باہر نکل بھاگے تھے۔مگر کچھ عرصے کے بعد وہ جرانگ کے گھنے جنگلوں میں جا کر غائب ہو گئے تھے۔کاش یہ ہاتھی بھی وہی راستہ اپنائے اور ادھر ادھر غائب ہو جائے......آہ! کیا شاہانہ طرز کا ہاتھی تھا۔اس کے پاؤں میں اٹھارہ ناخن تھے۔ یہ خوبی بہت بھاگوان سمجھی جاتی تھی اور اس کے خمیدہ دانت سکھوں کی آبدار تلواروں کی طرح لگتے تھے۔اس کی دم کے آخیر میں اگے ہوئے بال مور پنکھ جیسے لگتے تھے۔ جس ہاتھی کی دم لمبی ہو اور زمین سے جا لگتی ہو اسے منحوس سمجھا جاتا ہے لیکن اس ہاتھی کی دم ایسی نہیں تھی۔

چار ماہ سے مسلسل جگن ناتھ نامی ہاتھی کو پکڑنے کی کوششیں جاری تھیں۔جنوبی علاقے کا مشہور شکاری جمال الدین جریا' مصمم ارادے لئے مٹی پہاڑ پر مچان بنائے پاگل ہاتھی کی نقل و حرکت پر نظر رکھے ہوئے تھا۔وہ ہر قیمت پر اسے پکڑنا چاہتا تھا۔اس نے شیخیاں بھی خوب ماری ہوئی تھیں کہ کیسے کیسے ظالم ہاتھی اس نے اپنی مہارت کے ذریعے بالآخر پکڑ لئے تھے لیکن مسلسل ناکامی نے اس کے فخر' غرور اور شیخی بازی کو شدید زک پہنچائی تھی۔تاہم وہ اسی طرح مچان پر جما بیٹھا رہا۔وہ شاید ہار ماننے والوں میں سے نہیں تھا۔

MashalBooks.org

ایک دن علاقے کا بھگت ہاتھی باڑے کی طرف آ نکلا۔اس نے لوگوں سے کہا۔

''پاگل ہاتھی کو جمال الدین کے ہتھے نہیں چڑھنا چاہئے۔اس نے اس کی ماں کو اس وقت مارا تھا جب جگن ناتھ بہت چھوٹا تھا۔ یہ بہت ہی پرانی بات ہے۔ جمال الدین کو پتہ تھا کہ (جس ہاتھی کو وہ پکڑنے کے) کنکی نامی لئے استعمال کر رہا ہے۔ بہت خودسر اور ناقابل اعتبار ہے۔ پھر ہوا بھی یہی کہ بچے کو پکڑنے کیلئے اسے اس کی ماں کے خون سے اپنے ہاتھ رنگنے پڑے۔

دوسرے شکاری حیرت زدہ رہ گئے۔انہوں نے پوچھا۔''اس نے ہتھنی کو کیسے مارا تھا؟''

''اوہ! یہ بڑا خوفناک منظر تھا۔ کنکی نے اپنے تیز دانت ہتھنی کے اندر گاڑھ دیئے اور اسے بری طرح زخمی کر دیا۔ وہ آخری وقت تک اپنے بچے کو اپنے پیٹ کے نیچے لئے اسے بچانے کی کوشش کرتی رہی۔ میں وہ خونی منظر کبھی بھلا نہیں سکتا۔آخر میں حملہ کرتے کرتے وہ نیچے گر پڑی۔ ہر طرف اس کا خون پھیلا ہوا تھا' بچے کو بڑی مشکل سے اس کی مردہ ماں کے نیچے سے نکالا گیا۔شکر ہے وہ بچ گیا تھا!''

''لیکن یہ تو خلاف قانون ہے؟''

''وہ جنگل اتنا گھنا تھا کہ اس میں سے کوئی پرندہ اڑ کر نہیں جا سکتا۔اب ایسے میں کون جنگل میں گھسے کا تحقیقات کرنے کو! پھر بھی...... مجھے یاد ہے کہ شکاری اور کنکی کے پرمٹ منسوخ کر دیئے گئے تھے۔''

''ہاں اور کیا! جنگل کے قانون اور ضابطوں کی پرواہ بھی کسے ہے۔ابھی کچھ دن پہلے ہی ہمارا پرانا گوسان اور ارپٹ کا گوسان شکار کھیلنے مٹی پہاڑ کے جنگلوں میں گئے تھے۔اچانک ان کا ایک پاگل ہاتھی سے آمنا سامنا ہوگیا۔ انہوں نے اسے مار ڈالا اور اپنے ہاتھوں سے......رات کی تاریکی میں......انہوں نے اس کے ٹکڑے ٹکڑے کئے اور خاموشی سے دریا میں بہا دیئے۔''

مفلوک الحال بوڑھا بھگت اپنی لمبی داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔

''تم نے دیکھا' اس پاگل ہاتھی نے دن دہاڑے کیا کیا؟''

''کیا کیا' عظیم جگن ناتھ نے؟''

واقعہ سنانے سے پہلے بوڑھے آدمی نے کہا۔''جگن ناتھ کو پکڑنے کے بعد تین مہینے

MashalBooks.org

تک اس کی خوب تربیت کی گئی۔ وہ خاصا عقل مند تھا۔ اسے سدھانے میں کوئی مشکل نہیں ہوئی' بڑی تیزی سے سیکھا اس نے! بچوں نے درخت کے تنے سے کچھ مرلیاں بنائی تھیں۔ اس نے ان میں سے ایک مرلی بجانی بھی سیکھ لی۔ جب اسے آگے بھاگنے کا حکم دیا جاتا تو وہ اپنی مقررہ حد سے بھی آگے تک بھاگتا چلا جاتا تھا۔ دائیں یا بائیں لیٹنے کو کہا جاتا تو وہ یہ بات نہ مانتا اور وہاں جمع بچوں کے اردگرد تیزی سے گھومنے لگتا...... جان بوجھ کر......اور جب بری کا لفظ کہا جاتا تو......

لوگوں میں صبر کا یارا نہ رہا تو ایک آدمی نے بات دی۔

''ہاں' ہاں' خاصی دلچسپ بات ہے مگر اس دن دوپہر کو دن دہاڑے کیا ہوا؟ اس کے بارے میں بتاؤ نا؟''

''اوہ! ہاں' ہاں! یہ واقعہ پرانی حویلی کے بالکل قریب پیش آیا تھا۔ 1818ء کے عظیم زلزلے کے بعد گوسان گرائی ماری چھوڑ کر اس علاقے میں آن بسے تھے۔ انہوں نے چوپال کی جگہ پر ٹین کی خوبصورت چادروں کو باقاعدہ کٹائی کرا کے لگوایا تھا۔ بڑے دلکش ڈیزائنوں میں اب تو زنگ کھا کر یہ اونٹ کی کھال کی طرح لگنے لگے ہیں۔ کہیں سے جھک گئے کہیں سے ٹوٹ گئے' شروع میں ان کی شان ہی نرالی تھی۔ گوسان نے......اپنے پیروکاروں کے علاقے کا دورہ کرنے اور نئے مرید بنانے اور مذہبی رسومات ادا کرنے کا پروگرام بنانے سے پہلے بھولا گون سے مسلمان مستری بلوائے تاکہ ہاتھی کے ہودے کی صفائی ستھرائی کر سکیں۔ تین چار لوگ تھے۔ وہ خالی دھوتیاں پہنے ہوئے پہلے تو وہ قریبی کنوئیں میں جا کر نہائے اور پھر ہودے کی صفائی کے کام کیلئے چوپال میں آ کر بیٹھے۔ انہوں نے اسے جھاڑا پونچھا اور مختلف حصوں پر پالش کی اور پھر لکڑی کے حصے اور اس پر بنے ہوئے نقش ونگار پر نیا رنگ کیا۔ جس دوپہر کو یہ واقعہ پیش آیا۔ وہ مسلمان مستری اسی کام میں مصروف تھے......سب کے چہروں پر حیرت چھائی ہوئی تھی۔

''ہاں' ہاں' ' آگے چلو نا! جگن نے پرانی حویلی کے چوپال میں کیا کیا تھا؟''

بوڑھے آدمی نے کچھ سوچتے ہوئے' اپنا سر نیچے جھکا لیا اور کہنے لگا۔

یہ تو جانتے ہی کہ ہاتھی آسمانی مخلوق ہیں' وہ بہت کچھ جانتے ہیں......''

''ہاں' ہاں' پھر کیا ہوا؟''

''صبح سویرے وہ مٹی پہاڑ کے علاقے سے باہر آیا اور جگالیہ دریا کے اردگرد پھرنے لگا۔ پھر وہ چوپال میں آیا اور ہودے کے قریب کھڑا ہو گیا۔ مسلمان مستری ہودے کی صفائی اور مرمت میں لگے ہوئے تھے۔ انہوں نے اتنے بڑے جانور کو اپنے قریب کھڑے دیکھا تو ان کی سٹی گم ہو گئی۔ تھوڑا سا حواس میں آئے تو جان بچانے کو ادھر ادھر بھاگ لئے۔ بتاؤ' پھر کیا ہوا ہوگا؟ حیرت انگیز منظر سامنے آیا پھر! جگن ناتھ نے ہودا اپنی سونڈ میں لپیٹا اور اسے ساتھ لے کر چلتا بنا۔ تمام علاقے میں وہ اسی حالت میں گھوما پھر جس نے بھی دیکھا' خوف سے لرز کر رہ گیا۔ بعض لوگوں کے منہ سے تو چیخیں بھی نکل گئیں۔

''پھر؟''

''جگن ناتھ ہودے کو جگالیہ دریا کے کنارے لے گیا...... پھر غصے میں اسے توڑنے پھوڑنے لگا۔ ہزاروں ٹکڑے کر دیئے۔ اس نے ہودے کے پھر ان ٹکڑوں کو ہوا میں اچھالنے لگا۔ وہ بہت دیر تک ان سے ایسے کھلیتا رہا جیسے ہولی کا سماں باندھ رہا ہو۔''

بوڑھے بھگت کی باتیں حیرانی سے سننے والے ایک آدمی سے رہا نہ گیا۔ وہ بولا۔

''مگر کیوں؟ اسے ہودے سے بھلا کیا پرخاش؟ انتہائی عجیب بات ہے یہ بھی!''

''کیا پتہ کیوں؟ بھگوان جانے لیکن ایک چیز بتا دوں۔ گوسان کے مرنے کے بعد تین منحوس پودے خود بخود زمین سے پھوٹ نکلے تھے۔ لگتا ہے موجودہ راج پاٹ ختم ہونے والے ہیں۔ تم نے سنا نہیں کیمونسٹوں نے رنگا متی میں گوسانوں کو الٹی میٹم دے دیا ہے کہ وہ زمین خود کاشت کریں ورنہ زمین چھوڑ دیں۔ بھلا گوسان کھیتوں میں جا کر ہل چلائیں گے' مٹی کیچڑ میں ہاتھ خراب کریں گے؟''

گوسان کے ہاتھی کی دیکھ بھال کرنے والا کملا چھوٹے قد کا مگر خاصا موٹا تھا۔ وہ بھی بول اٹھا۔

''وہ ہودا پرانے گوسان کے دادا کے وقتوں سے چلا آ رہا تھا۔ اس کی پیتل سے بنی کھڑاویں آج بھی گوپھی ناتھ کے مندر میں رکھی ہیں۔ پرانے گوسان کے دادا کے بارے میں' میں بھی کئی باتیں بتا سکتا ہوں۔''

اس کے گرد موجود لوگوں نے استعجاب سے پوچھا۔ ''حیرت ناک کہانیاں؟ وہ تو ضرور بتاؤ!''

''اس گوسان کا غصہ بڑا خوفناک تھا۔ ایک دفعہ اس نے غیض و غضب میں آ کر اپنی

بیوی کواتنی شدت سے مارا پیٹا کہ وہ مرگئی......''

''کیا؟''لوگوں نے حیرت سے سوال کیا۔''واقعی مار ڈالا؟ کیا یہ ممکن ہے؟''

''راجہ سیوا سنگھ نے جب یہ سنا تو اس نے فوراً اپنے سپاہیوں کو بھیجا کہ وہ گوسان کو گرفتار کرلائیں۔ یہ خبر گوسان کے کانوں میں پڑی تو وہ فوراً اپنے چیتے پر سوار ہو کر جرانگ کے جنگلوں میں جا چھپا۔ وہاں اس نے خود کو فولادی دروازوں والے ایک پتھریلے گھر میں مقید کرلیا۔''

دوسرے بے یقینی کے عالم میں چیخ پڑے۔''کیا کہا؟ اس کا چیتا؟''

''کہانی تو اسی طرح کی ہے' شاید اس کے پاس پالتو چیتا ہو یا ممکن ہے اس کے گھوڑے کا نام چیتا ہو۔

سیوا سنگھ کے سپاہی بہرحال اسے پکڑ نہیں سکے...... اور یہ ہودا جسے جگن ناتھ نے توڑ پھوڑ ڈالا' اسی گوسان کی ملکیت تھا۔ وہی گوسان جس کے پیتل کے کھڑاویں آج بھی گوبھی ناتھ کے مندر میں رکھے دیکھے جاسکتے ہیں۔''

امتناع افیون کمیٹی کا ایک مقامی رضا کار بھی یہ ساری باتیں بڑی دلچسپی سے سن رہا تھا۔ کتابی چہرہ اس پر گھنی بھنوئیں' ناک کے عین اوپر باہم ملتی ہوئی اس پر اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھیں' مشتبہ انداز میں ادھر ادھر تانک جھانک کرتی...... یہ تھا وہ مقامی رضا کار...... وہ کہنے لگا۔

''ہاتھی نے بلاوجہ سے ہودا نہیں توڑا ہوگا۔ اس کے پیچھے ضرور کوئی نہ کوئی راز ہے......''

باڑے سے ہاتھیوں کے کانوں کے ہلنے کی آوازیں آرہی تھیں۔ مون پور کے گوسان کی ہتھنی جو دوہرے لائی گئی تھی' بری طرح زخمی تھی اس وقت وہ زمین پر پڑی درد کے مارے کراہ رہی تھی۔

ہوا کے دوش پر اس کی کراہیں اور دوسرے ہاتھیوں کے کانوں کے پھڑ پھڑانے کی ملی جلی آوازیں یہاں تک آرہی تھیں۔ ان لوگوں کو یہ فکر لاحق ہوگئی کہ کہیں پاگل ہاتھی جگن ناتھ زخمی ہتھنی کی بو سونگھ کر یہاں تک نہ آپہنچے اور اس پر حملہ نہ کردے۔

مقامی رضا کار نے دوبارہ اپنی بات کی وضاحت کرنا چاہی۔

''باپو! اتنی لمبی عمر میں تم نے تو بہت سے پاگل ہاتھی دیکھے ہوں گے۔ ان کی کہانیاں بھی سنی ہوں گی۔ یہ بتاؤ' ایسے ہاتھی کو پہچاننے کیلئے کیا نشانیاں ہوتیں ہیں؟ تمہارے خیال میں اسے پکڑا جاسکتا ہے یا اسے مارنا ہی پڑے گا؟''

بوڑھے بھگت نے زمین کی جانب دیکھا اور کچھ لمحے چپ رہا۔ اس کے چہرے پر پڑی جھریاں کسی پھٹے پرانے کپڑے کا نقشہ پیش کر رہی تھیں۔ غور وفکر کی وجہ سے آنکھوں کے گرد پڑے حلقے اور لکیریں کچھ زیادہ ہی گہرے اور واضح ہو گئے تھے۔ کچھ دیر کی خاموشی کے بعد وہ بولا۔

''وری کو دار گوسان کے زمانے میں ایک پاگل ہاتھی نے کسی آدمی کو مار دیا تھا۔ وہ جرانگ کے جنگلوں میں جا کر غائب ہو گیا اور پھر کبھی نظر نہیں آیا۔ لوگوں کا کہنا ہے کہ وہ کسی پہاڑ جتنا بڑا تھا اور اس کے دانت ان نیم گول تلواروں کی طرح تھے جن سے (بیلوں کو قربان کیا جاتا تھا) کما کھیا مندر میں۔

دو رسوں کی مدد سے اس کے دانتوں پر ایک لکڑی کا سٹول باندھ دیا جاتا تھا تاکہ گوسان اس پر بیٹھ کر گوہاٹی وغیرہ کے سفر کو جا سکے۔ کیا دن تھے وہ بھی!''

مقامی رضا کار حیرت سے چیخ پڑا۔ ''وری کو دار گوسان! وہی جو اپنے ہی چیلوں کے ہاتھوں مارا گیا تھا' کیا یہ واقعی سچ ہے؟ کتنے دکھ کی بات ہے! پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا تھا...... اپنے ہی چیلوں کے ہاتھوں موت......؟'' یہ کہتے ہوئے اس نے زمین سے تھوڑی سی مٹی اٹھائی اور اسے اپنے ماتھے سے لگا لیا۔

تیز ہوا کے ساتھ ہاتھی کے گوبر کی بدبو وہاں موجود لوگوں کو محسوس ہوئی۔ بوڑھے نے اپنے شانے پر پڑی چادر کے کونے سے اپنی ناک ڈھانپ لی اور کہنے لگا۔

''کچھ لوگوں کا کہنا ہے کہ اسے سنگسار کیا گیا تھا۔ کچھ کے مطابق مے یا نگ کے جادو ٹونے نے اس کی جان لی تھی۔ اس کی موت بیل ٹالا کے قریب ہوئی تھی۔'' اس نے اپنی چادر سے منہ پونچھا اور خالی الذہنی کی کیفیت میں کچھ دیر اس کے سامنے چپ چاپ بیٹھا رہا۔

اسی اثناء میں کچھ بچے جو تالاب میں چھوٹی چھوٹی مچھلیاں تلاش کرتے پھر رہے تھے' بھی وہاں آ کر جمع ہو گئے۔ خاکی نیکر پہنے کملا اور دوسرے لوگ بوڑھے بھگت کے اردگرد بیٹھے تھے۔ جب بھگت اچانک چپ ہو گیا تو دوسرے لوگ بے تابی سے بول اٹھے۔

''تم یہ بیچ میں بار بار رک کیوں جاتے ہو۔ ہمیں ساری کہانی سناؤ!''

''ایک دفعہ وری کو دار گوسان نے کسی آدمی کو بڑے ظالمانہ انداز میں سزا دی۔ اسے زمین پر سیدھا لٹا کر اس کے سینے پر بھاری پتھر رکھ دیا گیا۔ کافی عرصہ اسے اسی طرح پڑا

رہنے دیا گیا۔ بے چارہ غریب!...... بڑی تکلیف میں ہوئی تھی اس کی موت۔ اس واقعے سے دوسرے چیلے بھڑک اٹھے۔ انہوں نے غیض کی حالت میں گوسان کو مار ڈالا۔"

سننے والوں کے درمیان مکمل خاموشی تھی۔ صرف ہاتھیوں کے کان پھڑ پھڑانے کی آواز اس سکوت کو برہم کر ڈالتی تھی۔ انہیں ایک بیل گاڑی کے چلنے کی آواز بھی سنائی دی۔ بیل گاڑی گوسان کی حویلی کی طرف سے آ رہی تھی۔ اس پر پھول دار کپڑے کا چھتر بنا ہوا تھا۔ وہ ریت کے پاس پھیلے ہودے کے ٹکڑوں کے قریب جا رکی۔ بیل گاڑی کا کوچ بان اور چند دوسرے نوکر نیچے اترے اور ہودے کے ٹوٹے پھوٹے ٹکڑے بیل گاڑی میں (جمع کرنے لگے۔ انہوں نے سن رکھا تھا کہ ہاتھی اپنے شکار کا مکمل صفایا) کرنے کیلئے دوبارہ وہاں آتا ہے۔ اس لئے وہ جلدی جلدی بکھرے ہوئے ٹکڑے اکٹھے کر رہے تھے۔

انہیں مہاگنی کی لکڑی سے بنے خوبصورت ہودے کا یہ حشر دیکھ کر افسوس بھی ہو رہا تھا۔ ہودے کے دونوں اطراف میں پرندوں اور جانوروں کی شبیہیں بڑی محنت سے بنائیں گئیں تھیں۔ دو باز استقلال اور ثابت قدمی کی علامت کے طور پر کندہ تھے جبکہ گھوڑے کی شکل رفتار کی علامت تھی۔ کیا شاندار ہودہ تھا وہ بھی! اب یہ سب علامتیں اور نشان ٹوٹ پھوٹ کر ریت پر بکھرے پڑے تھے۔ یوں جیسے ثابت قدمی اور تیز رفتاری عام سی چیزیں ہوں اور ان خصوصیات کی کوئی اہمیت نہ ہو......

اچانک نیکر پہنے ایک کملا شدید حیرت کے مارے چیخ پڑا۔

"او بھگوان! یہ مڑے تڑے ناخن تو دیکھو!" اس نے ہودے کا نچلا حصہ اٹھایا اور وہاں موجود لوگوں کو دکھانے لگا۔ دو مڑے ہوئے ناخن اس کی نچلی سطح پر گڑے ہوئے تھے۔ سب حیرت زدہ رہ گئے۔

"اوہ! کتنا تکلیف دہ ہوگا۔ یہ دونوں ناخن ہاتھی کی پیٹھ پر چبھتے رہتے ہوں گے اور اسے زخمی کر دیتے ہوں گے اور کسی کو پتہ بھی نہیں چلتا ہوگا۔"

جگن ناتھ کی ہمدردی میں ماحول سوگوار سا ہوگیا۔ کسی نے جملہ کسا۔

"ہر شخص عالی شان اور قیمتی ہودا دیکھتا تھا یا گوسان کا زرق برق لباس اور ارد گرد موجود لوگوں کا ہنگامہ غریب ہاتھی کی کمر کا وہاں کسے خیال آتا!"

ایک اور شخص نے با آواز بلند اپنی حیرت کا اظہار کیا۔

''مجھے اب یاد آیا۔ گوسان کی پالکی لے جانے والے کہاروں کے شانے بھی اسی طرح زخمی ہوجاتے تھے اور ان میں کیڑے پڑ جاتے تھے۔ ہاتھی کے زخموں کا بھی یہی حال ہوتا ہوگا......''

مقامی رضا کار نے غصے میں کہا۔''بے وقوف کہار! انہیں بھی ہاتھی ہی کی طرح اپنے غصے کا اظہار کر دینا چاہیئے تھا۔ انہوں نے پالکی کو توڑ پھوڑ کر پھینکا کیوں نہیں؟''

''ان میں سے ایک غریب تو ٹیٹنس سے مرگیا۔ اس کی کمر کمان کی طرح جھک گئی تھی اور جسم لکڑی کی طرح!''

ہودے کے ٹوٹے ہوئے حصے بیل گاڑی میں رکھے جا چکے تھے۔ کوچ بان اور دوسرے لوگ بیل گاڑی میں بیٹھے اور تیزی سے واپس گوسان کی حویلی کی طرح چل دیئے۔ بیل گاڑی کے پہیوں کے چلنے کی آواز کانوں میں آ رہی تھی۔ کرر......کرر......کرکرر

☆☆☆

اندرناتھ نے کافی عرصے کے بعد اپنا مہاگنی کا بنا ہوا پائپ نکالا تھا۔ اس نے پائپ میں تمبا کو بھرا۔ ماچس سے اسے آگ لگائی اور اس کے کش لینے لگا۔ وہ برآمدے کے کچے فرش پر ایک سرے سے دوسرے سرے تک ٹہل رہا تھا۔ وہ خاصا ناخوش اور بے چین تھا۔ مرابط کی زمینوں پر صورت حال سنگین ہوگئی تھی۔ یہ گوسان گھرانے کی عزت ووقار کا مسئلہ بن گیا تھا اور اندرناتھ کیلئے...... یہ ایک ناسور بنا ہوا تھا...... کافی عرصہ زمین کا یہ ٹکڑا سیلابی پانی میں ڈوبا رہا اور ان کے نزدیک بے کار ہوکر رہ گیا تھا۔ پھر بھی گوسان لوہار گھاٹ میں اس کا ٹیکس ادا کرتا رہا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ پانی اتر گیا۔ زمین کی زرخیزی ابھر آئی۔ گوسان کو خبر کیئے بغیر مقامی لوگوں نے زمین خود ہی کاشت کرنا شروع کر دی۔ دریائی پانی نے اس زمین پر کیمیا کا کام کیا تھا اس لئے شاندار اور بھرپور فصلیں ہونے لگیں۔ کئی فصلیں بوئی اور کاٹی گئیں۔ پھر اتفاقاً ہی ایک دن سمبھو مہورا کا وہاں سے گزر ہوا۔ لہلہاتی فصلیں دیکھ کر اس کی آنکھیں چکا چوند ہوگئیں...... دھان کی سنہری بالیاں کسی خوبصورت اور سرسبز قالین کا منظر پیش کر رہی تھیں۔

اس نے زوردار آواز سے کھیتوں میں کام کرنے والے لوگوں کو بلایا۔ لوگ اس کے پاس آئے تو وہ ان پر بری طرح برسنے لگا۔

''بے وقوفو! گوسان کی اجازت کے بغیر ہی تم یہاں فصل اگانے لگے ہو؟ صرف اس

لئے کہ وہ شریف آدمی ہے۔ تمہارا کیا خیال ہے' تم جو مرضی کرتے رہو' اسے پتہ ہی نہیں چلے گا۔ ایسے نہیں چلے گا' سن رہے ہو نا؟ ایسا ممکن نہیں ہے۔ گوسان اس زمین کا ٹیکس بھرتا رہا ہے۔ اب اس مسئلے کو طے کرنا ہی ہوگا...... تم سب یا تو آدھی فصل پر راضی ہو جاؤ یا پھر اس کا معاوضہ دو!''

قریب ہی ایک مثلث شکل کے کھیت میں ایک بانس کے اوپر لال رنگ کا جھنڈا لہرا رہا تھا۔ اس کے بالکل نیچے ایک بوڑھا آدمی بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے سر کے بال اور داڑھی بے تحاشہ بڑھے ہوئے تھے۔ وہ اپنی جگہ پر اٹھ کھڑا ہوا اور سخت نظروں سے مہورا کو دیکھنے لگا۔ پھر وہ طنزیہ لہجے میں گویا ہوا۔

''مہورا! حرامی کہیں کے! تمہیں یہاں کون نہیں جانتا؟ تم ہم سے آدھی فصل مانگ رہے ہو؟ ایسا ہی ہے نا! ہمیں اچھی طرح پتہ ہے کہ کیا مانگا جائے؟ ہمیں اپنے حقوق کا بھی پتہ ہے۔ ہم اب رشوت دینے اور زمین کے جھوٹے کاغذات بنانے کیلئے قطعی تیار نہیں...... سن رہے ہو نا! بہت ہو گیا۔ زمین کے عارضی معاہدے کو بار بار موسمی معاہدہ نہیں بنائیں گے ہم!''

قریب آتے ہوئے کچھ لوگ بوڑھے آدمی کی باتیں سن کر راستے سے ہی واپس ہو گئے لیکن ایک بوڑھا جو شاید ابھی تک گوسان کا حامی تھا۔ مہورا کے پاس آیا اور سرگوشی میں اسے کہنے لگا۔

''گوسان سے کہو' وہ اپنے ہاتھی پر سوار ہو کر خود یہاں آئے اسی پرانے ہودے میں۔ اس کا محض یہاں چلے آنا ہی خدا کی رحمت بن جائے گا اور یہ سب لوگ......'' اس نے اپنے ہاتھ کو نیم دائرے کی شکل میں گھمایا۔ ''ہاں' یہ سب لوگ اس کے پیروں میں گر پڑیں گے۔ اس سرخ جھنڈے کے چیتھڑے اڑا کر اسے دریا میں پھینک دیا جائے گا۔'' بوڑھا کسان شاید کچھ اور بھی کہنا چاہتا تھا مگر عین اسی وقت کچھ لوگوں نے وہاں مٹی کے بڑے بڑے ڈلے اور نوکیلے پتھر پھینکنا شروع کر دیئے۔ غالباً وہ سمبھو مہورا اور اس بوڑھے کو نشانہ بنا رہے تھے۔ بوڑھا وہیں زمین پر گر پڑا جبکہ مہورا جان بچانے کیلئے پاؤں سر پر رکھ کر بھاگ لیا بعد میں پہنچنے والی اطلاعات کے مطابق وہ بوڑھا زخموں کی تاب نہ لا کر ختم ہو گیا تھا اور جہاں تک سمبھو کا تعلق ہے۔ وہ اس واقعے کے بعد کبھی مرابطہ نہیں گیا......

اندرناتھ پائپ کے کش لیتا ہوا اسی بے چینی کے عالم میں برآمدے میں ٹہل رہا تھا۔ اس

MashalBooks.org

بدقسمت زمین کے معاملات اس کے ذہن کو بری طرح پریشان کیئے ہوئے تھے۔ وہ کس ذہنی انتشار اور کشمکش کا شکار تھا۔ پائپ کیلئے پے در پے کش لینے کا انداز واس کی بخوبی عکاسی کررہا تھا۔ یوں لگ رہا تھا جیسے اس کے خیالات پائپ اور اس سے اڑتے دھوئیں کی تجسیم ہوں......

گوسانی بھی برآمدے میں ایک لکڑی کے موڑھے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اس نے سرخ مکھالا پہنا ہوا تھا۔ گومتی اس کی کبڑی دیہاتن سہیلی بھی اپنے پاؤں پھیلائے وہیں بیٹھی حریص نظروں سے حقے کی جانب دیکھ رہی تھی اور ساتھ ہی گوسانی کو گاؤں کی خبریں سنا رہی تھی۔ گوسانی کے باورچی خانے میں جانے کا وقت ہو چلا تھا کیونکہ وہ اپنا کھانا خود پکانا پسند کرتی تھی لیکن اس کام سے پہلے اس کی ہمیشہ سے یہ عادت رہی تھی کہ وہ چھوٹے کمرے میں جا کر تنہائی میں حقے کے چند کش لیا کرتی تھی۔ تاہم آج اس کا ذہن بھی الجھا ہوا تھا۔ مرابطہ زمین کا انتہائی اہم مسئلہ پھر سر پر تھا۔ یہ مسئلہ اس کے دل ودماغ کو ہمیشہ ہی ہلا کر رکھ دیتا تھا۔ گومتی کی موجودگی کے باوجود ایک لفظ بھی اس کے منہ سے نہیں نکل سکا۔

اچانک حویلی کے باہر دالان میں کسی بیل گاڑی کے آ کر رکنے کی آواز سنائی دی۔ افیم سے بچاؤ کمیٹی کے مقامی رضا کار کملہ اور......کونے میں ہودے کے ٹوٹے پھوٹے ٹکڑوں کا ڈھیر لگانے لگے۔ ہر کوئی باہر نکل آیا اور اس تباہ شدہ ہودے کو دیکھنے لگا بالآخر مقامی رضا کار نے سکوت توڑا۔

''اتنا مایوس نہیں ہونا چاہئے کچھ نہ کچھ تو کیا ہی جا سکتا ہے۔ وہ مسلمان مستری غالباً اس کی مرمت کر کے اسے ٹھیک کر سکتے ہیں۔ اس کے سارے حصے دوبارہ جوڑ سکتے ہیں۔''

اس کی باتیں سن کر کملا کو بھی بولنے کا حوصلہ ملا......''کیا خوبصورت شاہکار تھا یہ بھی! اتنا شاندار ہودا پورے ہندوستان میں کہیں نہیں مل سکتا۔''

مقامی رضا کار نے اس کی بات کاٹ دی۔ ''تم یہ تو کہہ رہے ہو کہ کتنا شاندار اور قیمتی ہودا ہے یہ۔ کہہ سکتے ہو مگر ہودے کے نچلے سرے پر لگے مڑے ہوئے ناخنوں کا کیا ہوگا؟ تمہیں یہ بات پہلے ہی جان لینی چاہئے تھی۔ بتاؤ؟ جاننا چاہئے تھا یا نہیں؟''

اندرناتھ نے پائپ منہ سے نکالا اور حیرت سے پوچھنے لگا۔

''کیا؟ یہ مڑے ہوئے ناخنوں کا کیا قصہ ہے؟ کیسے مڑے ہوئے ناخن؟''

مقامی رضا کار اسے بتانے لگا۔

''ہودے کے نچلے فریم میں چار مربع شکل کے تختے لگتے ہیں۔ انہیں جوڑنے کیلئے ہاتھی کے ناخن استعمال کیئے گئے تھے۔ اب ٹوٹا ہوا ہودا لایا گیا تو پتہ چلا کہ وہ ناخن موڑ کر باہر کی طرف نکالے گئے تھے۔ ہودا ہاتھی پر رکھتے ہوئے ظاہر ہے یہ ناخن سیدھے اس کی کمر میں جا چبھتے ہوں گے اور اس جگہ زخم لگنے سے اسے شدید درد ہوتا ہوگا۔ خدا جانے مستریوں نے یہ ناخن ایسے ہی لگائے تھے اور لگائے تھے تو کس وجہ سے؟ یہ بھی ممکن ہے کہ طویل عرصے میں یہ خود ہی باہر نکل آئے ہوں۔''

گوسائی' گومتی کے ساتھ ابھی تک برآمدے ہی میں بیٹھی تھی۔ اس نے غیر یقینی لہجے میں سوال داغ دیا۔

''اس میں کیا پراسراریت ہوگی؟ میلوں میں تمام ہاتھیوں پر اسی طرح کے ہودے رکھے جاتے ہیں۔ مٹی کے کھلونے بنانے والا کور یہ اپنے کھلونا ہاتھی کے اوپر رکھنے کیلئے اسی طرح کا ہودا بناتا ہے۔ ان معمولی سے ناخنوں میں بھلا کیا اسرار چھپا ہوگا۔ اپنی تو سمجھ سے باہر ہے......''

وہ برآمدے میں سے اٹھی اور ہودے کے ان ٹوٹے ہوئے ٹکڑوں کے پاس آ کر ان کا معائنہ کرنے لگی۔ گومتی اس کے پیچھے پیچھے تھی۔

مقامی رضا کار کو اچانک کچھ یاد آ گیا۔ ایک دفعہ وہ گارو پہاڑی کے گاؤں کے قریب گنے اور بانس کے درختوں کے گھنے جھنڈ میں...... افیم کے سمگلر تاجر کو پکڑنے کیلئے...... چھپا بیٹھا تھا۔ وہاں کمیونسٹ خیالات کا حامل ایک نوجوان بھی اس سے مل بیٹھا۔ اسی اثناء میں دو ہاتھی اپنی کمر پر کئی لوگوں کو بٹھائے وہاں سے گزرے۔ نوجوان نے انہیں دیکھ کر کہا تھا۔

''دیکھو' کوچ بہار کے ان تاجروں کو! کس شان سے ان آرام دہ ہودوں میں بیٹھے ہیں۔ یہ لوگ یہاں ہاتھی خریدنے آئے ہیں۔ جانتے ہو؟ یہ حیوان ساری زندگی انسانوں کا بوجھ ڈھوتے رہتے ہیں۔ ان کی جان اس وقت چھٹتی ہے جب ان میں جان ہی نہیں رہتی...... یہ بھی میری اور تمہاری طرح ہیں...... ہم جیسے ہی لوگ ہیں۔ یہ بھی مورکھ ہیں اور ہم بھی!'' وہ بلند آواز میں کہنے ہی جا رہا تھا کہ ''پتہ ہے یہ سجے سجائے ہودے کس چیز کی علامت ہیں؟'' لیکن یک بیک اس کی آواز ہکلا گئی۔ گوسائی کے طیش بھرے چہرے پر اس کی نظر پڑ گئی تھی......

اندرناتھ نے گھریلو نوکروں کو بری طرح ڈانٹتے ہوئے حکم دیا۔

''جلدی کرو' یہ سب ٹکڑے یہاں سے اٹھاؤ اور احتیاط سے گودام میں لے جا کر رکھ دو' اور ہاں کسی کو ہاتھ نہ لگانے دینا ان ٹکڑوں کو......''

آہستہ آہستہ سبھی وہاں سے غائب ہونے لگے۔ اس شام گوسانی حقے پینے کیلئے چھوٹے کمرے میں جانے کے بجائے سیدھی باورچی خانے کی طرف چل دی۔ بے چاری گومتی حسرت بھری نظروں سے حقے کو دیکھ رہی تھی۔ اس کا انتظار بھی بیکار گیا' بہرحال وہ بھی اٹھی اور اپنے گھر کو سدھاری۔

اندرناتھ عقبی دالان کی طرف چلا گیا اور دوبارہ پائپ کے کش لیتا ہوا ٹہلنے لگا۔ وہ بہت پریشان اور افسردہ تھا۔ برآمدے میں ٹہلتے ہوئے اور پائپ کے تیز تیز کش لے کر وہ گویا ڈپریشن سے لڑ رہا تھا۔ اچانک اس کی نظر بھگوتی کے گھر کی جانب اٹھی' اس کی سوچوں کا رخ ایک دم بدل گیا۔ تازہ ہوا کا جھونکا اس کے سر سے مس ہوا اور اس کا سردرد غائب کر گیا۔ کیا خوبصورت کتھانا درخت ہے' سفید رنگ کے پھولوں سے لدا پھندا کوئی جنگلی بیل ہے جو تنے کے اردگرد لپٹی اوپر کی جانب بڑھتی جا رہی ہے۔ بعض شاخوں سے شہد کی چھتوں کی طرح لٹک رہی ہے۔ ایک دم اسے غصہ آنے لگا۔ اگر یہ گھنی بیل دیوار بن کر درمیان میں نہ کھڑی ہوتی تو وہ جب بھی کنوئیں کی طرف آتی میں اسے یہاں سے باآسانی دیکھ سکتا تھا۔ سارا منظر ہی خراب کر دیا اس بیل نے!

جانے کس طرح کی بیل ہے یہ! جانے کتنی اور اوپر جائے گی؟ اور جانے یہ کب سوکھ کر نیچے گرے گی؟ آسمان صاف اور شفاف تھا...... اس کے خوبصورت چہرے کی طرح۔ جس دن اس نے خودسپردگی کا اظہار کیا تھا اسے یہ احساس ہوا تھا کہ اسے بہت کچھ مل گیا ہے زندگی کی (انتہائی کمیاب اور بے پناہ قیمتی شے) اسے حاصل ہو گئی ہے......

وہ عقبی دالان میں دوبارہ ٹہلنے لگا۔ کچھ دیر بعد اس کا پائپ بجھ گیا۔ پائپ میں موجود سارا تمباکو جل چکا تھا۔ گوسان پوجا پاٹ سے فارغ ہو کر مقدس کھڑاوؤں والے کمرے سے نکلنے ہی والا تھا۔ آج اسے شمالی کنارے کے علاقے میں اپنے معتقدین کے سالانہ اجتماع میں شرکت کرنا تھی۔ پروہت بھگوتی نے ستاروں کی چال دیکھ کر اس کے جانے کیلئے دوپہر کا وقت صحیح قرار دے دیا تھا۔

گھریلو ملازم بالاخانے سے وہ سارا ضروری سامان نکال کر اکٹھا کر رہے تھے جو گوسان

کے ہمراہ جانا تھا...... ساٹن کی بنی ہوئی چھتری' پیتل اور تانبے کے برتن' ڈونگے' پلیٹیں' جام شراب کی طرح کے کٹورے' چاندی کے چپٹے پیندے والے گلاس اور مختلف ڈیزائنوں کی چھوٹی پلیٹیں' مچھردانیاں' دستی بنی ہوئی شالیں' پیتل اور تانبے کے چمچے اور کف گیر' لالٹین' مٹی اور تانبے کے تیل کے چولہے اور بانس کی تیلیوں سے بنی چٹائیاں...... یہ ساری چیزیں چھکڑوں میں بھر کر لے جائی جائیں گی۔

اندرناتھ مقدس کمرے کے دروازے کے سامنے کھڑا تھا۔ وہ با آسانی اندر گوسان کو دیکھ رہا تھا۔ وہ مذہبی کتابیں صاف ستھرے سفید کپڑوں میں بڑی احتیاط سے لپیٹ رہا تھا۔ اندرناتھ باہر اس کا منتظر تھا تاکہ اسے پاگل ہاتھی کے ہاتھوں ہوا توڑے جانے کا واقعہ بتا سکے۔

☆☆☆

درگا' گوسان کے سفر کے لئے' اس کے استری شدہ کپڑے لکڑی کے ایک خوبصورت صندوق میں تہہ کر کے رکھ رہی تھی۔ ان میں نفیس شانتی پوری دھوتیاں' تلک' برکھا پوری شالیں' مختلف طرح کے تولیے اور مقدس دھاگے شامل تھے۔ کام ختم کرنے کے بعد وہ منہ ہاتھ دھونے اور پانی پینے کنوئیں پر چلی گئی۔ اچانک اس کی نظر سڑک پر آتے ہوئے پانڈوں پر پڑی۔ وہ پوری کے جگن ناتھ مندر سے آ رہے تھے۔ ان میں کوئی چھوٹے قد کا تھا' کوئی لمبا' کوئی پتلا تھا اور کوئی خاصا موٹا لیکن سبھی زرد رنگ کی دھوتی اور چادر میں ملبوس تھے۔ ان میں سے ہر ایک کے پاس سرخ رنگ کی شال بھی تھی جس سے انہوں نے اپنی چندیا ڈھک رکھی تھی۔ ایک روحانی جذباتی رو درگا کے جسم میں بجلی کی طرح کوندگئی۔ بالآخر جگن ناتھ پوری مندر کے درشن کا ایک اور موقع اسے مل رہا تھا۔ کون جانے دوبارہ یہ موقع پھر کب ملے گا؟ وہ عرصے سے خشک کھانسی کو اپنے سینے میں چھپائے پھر رہی تھی۔ اس کی تکلیف برداشت کرتی رہی تھی' کیا پتہ کہیں یہ موذی ٹی بی ہی نہ ہو؟ اس نے اپنے ہاتھ پاؤں پر نگاہ دوڑائی۔ ان پر گوشت نام کو بھی نہیں تھا۔ ہڈیوں پر کھال چڑھی دکھائی دیتی تھی۔ جب کبھی وہ اپنا میکھالا اور گٹالا پہنے باہر نکلتی تو گاؤں کی عورتیں یہ کہہ کر اس کا مذاق اڑایا کرتیں' وہ بالکل ان جادوئی گڑیوں کی طرح لگتی ہے۔ جو جگالیہ کے کنارے ہونے والے سالانہ میلے کیلئے کوریا نامی کمہار بنایا کرتا ہے۔ نہیں' نہیں' وہ یہ موقع ہرگز ضائع نہیں ہونے دے گی۔ یہ واحد خواہش ہے جو اس کے دل و دماغ پر چھائی ہوئی ہے۔ ممکن ہے اسے پرایاگ جانے اور مقدس گنگا میں اپنے

شوہر کی مقدس ہڈیاں بہانے کا موقع بھی مل جائے! اس نے تو یہ بھی ٹھان لی تھی کہ وہ اپنے بال بھی دیوتاؤں کی نذر کر دے گی......

''ارے! تم اپنے بال بھی بھینٹ چڑھا دو گی؟'' سارو گوسانی نے ایک دن حیرت سے پوچھا تھا' اس کے میکھالا اور گٹالا صاف ستھرے ہوتے ہیں اور اس کے بالوں میں خوشبو دار تیل لگا ہوتا ہے۔ لوگ کہتے ہیں کہ وہ یہ تیل پلاس باڑی میں برہم پتر کے کنارے آباد مار واڑی تاجروں سے منگاتی ہے۔

☆☆☆

یقین نہیں آتا' پانڈے حویلی کی طرف آنے کے بجائے دوسری سمت کو نکل گئے۔ آہ! شاید انہیں پتہ چل گیا ہے کہ دامودریا کی گوسانیاں اس سال زیارتوں پر نہیں جا سکیں گی۔ ان پانڈیوں اور بدنام جاسوسوں میں بھلا فرق ہی کیا رہ گیا! گوسان گھرانوں اور برہمنوں کی حالت زار کے بارے میں انہیں مکمل خبر ہے۔ انہیں سب معلوم ہے کون جائے گا اور کون نہیں جائے گا۔ کس سے وہ زیادہ رقم کھینچ سکتے ہیں۔ ہر چیز ان کے ہاتھوں کی لکیروں میں موجود ہے۔ حویلی والوں کی خستہ حالی کا بھی انہیں علم ہے۔ پاگل ہاتھی نے جو خوف و ہراس پھیلا رکھا ہے۔ گری بالا کا اس عیسائی مشنری کے ساتھ خفیہ تعلق اور مرابطہ کی زمینوں پر کمیونسٹوں کا دھاوا...... کچھ بھی ان سے چھپا ہوا نہیں اور ہاں اندر ناتھ کی اس برہمن لڑکی کی جانب توجہ! یہ تمام خبریں اور افواہیں ان کے شانوں پر لٹکے زرد تھیلوں میں جمع ہوں گی۔ وہ لوگ بات گھر کے سامنے سے گزرے تو اس کے دل پر گویا چھریاں چل گئیں۔

ابھی گزرے ہوئے برسوں میں' وہ اندر آ جاتے تھے اور برآمدے میں کھڑے ہو کر کہا کرتے تھے۔

''ہم جگن ناتھ پوری اور پرایاگ کے پانڈے ہیں...... یہ لو بنی مدھو کا پرشاد! ہم گنگا جمنا اور سرسوتی کے مقدس سنگم سے آئے ہیں۔ مہابھارت کا کہنا ہے کہ صرف پرایاگ میں ہی ساٹھ کروڑ دس ہزار مقدس مقامات ہیں!''

طوطوں کی طرح رٹے ہوئے الفاظ وہ مختلف گھروں کے خارجی برآمدوں میں کھڑے ہو کر کہا کرتے تھے۔ پھر گھر کے اندر سے چٹائیاں لا کر باہر بچھائی جاتیں۔ مٹی کے گھروں میں کنوئیں کا ٹھنڈا میٹھا پانی لایا جاتا۔ پیتل کی کیتلیوں میں چائے بھر کر رکھی جاتی' مہمان نوازی

سے فراغت پا کر پانڈے اپنے تھیلوں سے جمنا کی تہ سے نکالی گئی مٹی' انہی کی تانبے کی پلیٹ میں ڈالتے۔ بابا وشوا ناتھ کے سوکھے پھولوں کے ہار اور جگن ناتھ اندر سے لائے گئے۔ میٹھے چاولوں یا خشک خورمہ کا پرشاد انہیں دیتے۔ آج تو حد ہی ہوگئی! کوئی پانڈہ بات گھر کی جانب آ کر جھانکا بھی نہیں' سب کے سب تلوک دار پاڑے اور ہرامد کی طرف چلے جا رہے ہیں۔ ارے! وہ دو لمبے پانڈے اور تن بونے پیچھے کیوں رہ گئے؟ کیا انہیں آواز دے کر بلانا مناسب ہوگا؟ وہ بے چین ہوگئی' کچھ نہ کچھ کرنا چاہئے! وہ فوراً بات گھر کی جانب گئی۔ ہاں' اگر وہ موذی بیماری اسے لگ ہی گئی ہے تو اسے کچھ نہ کچھ کر ہی ڈالنا چاہئے' فوراً اور ابھی!

اگر اس کا وقت قریب آ گیا ہے تو اسے اپنی آخری رسوم کے بارے میں فکر مند نہیں ہونا چاہئے۔ وہ اجلی روح' اندر ناتھ' ان سب کا مناسب بندوبست کر ہی لے گا۔ ہاں' اگر وہ مرگئی تو چکر ہاٹی کے گوسان بھی اسے چیلوں' کوؤں اور گدھوں کی غذا نہیں بننے دیں گے۔ آخر کو وہ دامودریا کے گوسان کی بیٹی ہے اور انہی گوسانوں کی وہ بہو بھی ہے۔ پھر اس کے اپنے چیلے بھی ہیں جو اس کے پاؤں کی خاک اپنے ماتھے پر لگاتے ہیں۔

وہ سارا کام چھوڑ چھاڑ کر پانڈوں کے انتظار میں بیٹھ گئی۔ نہ جانے وہ کب آئیں اور کب یہاں سے نکل جائیں......اور وہ یہ موقع ہمیشہ ہمیشہ کیلئے ضائع کر دے!......

☆☆☆

گوسان کے ہمدرد اور وفادار اس کے اردگرد اکٹھے کھڑے تالیاں بجا کر اپنی خوشی کا اظہار کر رہے ہیں اور اس کے کامیاب سفر کی دعا بھی۔ گوسان ان کے جمگھٹ سے نکل کر اپنی بنی سنوری پالکی میں جا بیٹھا ہے اور منیاری کنیاری کی طرف روانہ ہوگیا ہے۔ وہاں سے اسے اپنی پرانی فورڈ کار میں شمال کی جانب جانا ہے۔ اس دفعہ ہاتھیوں کی فوج اس کے ہمراہ نہیں جا رہی' بھاری بھرکم سامان لے جانے کیلئے البتہ ایک بوڑھا ہاتھی ساتھ لے جایا جا رہا ہے۔

البتہ گوسان نے اپنا سفر شروع کرنے سے پہلے جمال الدین جریا کو خاص طور سے بلوا کر اسے اپنی آشیرباد دی اور اسے بتایا تھا۔ ''ہر حال میں اپنے بزرگوں کی روایات کا خیال رکھنا' وہ ہاتھیوں کے زبردست شکاری تھے۔ ان کے نام پر بٹہ نہ لگنے پائے۔ اگر تم نے اس پاگل ہاتھی کو پکڑ لیا تو میں تمہیں اوکیم کی معیاری خراج کی سات بیگھ زمین انعام میں دے دوں گا!''

پھر گوسان نے فربہ اندام سمبھو مہورا کی جانب دیکھا اور کہا۔ ''اگر تم مرابطہ زمین کا مسئلہ حل کرنے میں ناکام رہو تو فوراً گوہاٹی کا رخ کرنا۔ بالائی آسام کے وکیل جگدیش نے جنوبی علاقے کے گوسانوں کے اسی طرح کے جھگڑے اور معاملات بہت خوش اسلوبی سے اور باعزت انداز میں طے کیے ہیں۔''

مرابطہ کی زمینوں کے ذکر پر قریب کھڑے ہوئے لوگوں کے چہرے پر پریشانی اور فکر مندی کے آثار نظر آئے۔ انہوں نے اپنی نگاہیں جھکا لیں......

(سمبھو مہورا ہر مرابطہ زمینوں پر جو پتھراؤ کیا گیا تھا اس کی چوٹیں اور ان کا درد ابھی تک ختم نہیں ہوا' کسی جگہ چوٹیں خاصی گہری آئیں تھیں۔ درد اتنا شدید ہے جیسے کیکڑے کی تیز اور نوکدار پنجے اس کے جسم میں گھسے ہوئے ہوں)

اب گوسان اندرناتھ کی جانب مڑا۔ وہ چہرے سے اس کے متعلق خاصا فکر مند لگ رہا تھا۔ وہ اسے پالکی کے قریب لے گیا اور ہلکی آواز میں اسے کہنے لگا۔

''مجھے کئی لوگوں نے بتایا ہے کہ اس پروہت برہمن کی رہائی میں تمہارا ہاتھ تھا۔ یہ صحیح ہے کہ ہم برہمنوں کا جیل بھیجا جانا پسند نہیں کرتے......لیکن ان میں سے بہت لوگ ماضی میں بھی خطاوار پائے گئے ہیں۔ آخر جرم تو جرم ہی ہوتا ہے اور یہ تو معاملہ بھی خاصا خطرناک ہے۔ ایسی صورت حال میں تمہیں ذات پات کے معاملے میں نہیں الجھنا چاہئے۔ ہمارے اپنے مذہبی اشلوکوں میں کہا گیا ہے کہ جرم کے معاملے میں سب برابر ہیں اور اس میں ذات پات کی کوئی قید نہیں' لیکن......''

گوسان نے بڑے اطمینان سے اندرناتھ کے چہرے پر نگاہ ڈالی مگر اس کے چہرے پر اسے پشیمانی یا تاسف کی کوئی لکیر ابھرتی نظر نہیں آئی۔ کچھ لمحے گوسان خاموش اور ساکت کھڑا رہا کسی پتھر کی طرح......

بوڑھا وجیہہ گوسان اپنی تھوڑی اور پیٹ پر کچھ چربی چڑھ جانے کے باوجود اب بھی خاصا دلکش اور باوقار انسان ہے۔ اس نے اندرناتھ کو اسی طرح بے حس اور خاموش کھڑے دیکھا تو اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔

گوسان وہاں سے ہٹ کر عقبی برآمدے کی طرف چلا گیا اور کچھ تلاش کرنے لگا۔ وہاں موجود سبھی لوگ اندازہ لگانے کی کوشش میں تھے کہ وہ کسے ڈھونڈ رہا ہے۔ سب کی نگاہیں

عقبی دالان کی طرف جم گئیں۔

گری بالا کہاں تھی؟ عام طور سے اسے وہیں ہونا چاہئے تھا سب کے ساتھ گوسان کو الوداع کہنے کیلئے! گوسان نے دہلیز کے قریب کھڑے ہو کر کہا۔

''دو آدمی آئے تھے وہ اسے مجھ کچی لے گئے ہیں۔ تمہیں پتہ ہے اس کی وہاں کے گوسان کی بیٹی سے بڑی گہری دوستی ہے لیکن میں جانتا ہوں وہ وہاں کیوں گئی ہے؟ اسے معلوم ہوا تھا کہ مجھ کچی کے گوسان کے گودام میں کچھ پرانے قلمی نسخے موجود ہیں اور وہ عیسائی مشنری بھی وہیں گیا ہوا ہے۔ میں نہیں سمجھتا کہ وہ شام سے پہلے یہاں واپس آ سکے گی۔''

گوسان کی سنہری پھولدار ریشمی چادر پھسل کر زمین پر گر گئی۔ اس نے جھک کر اسے خود ہی زمین سے اٹھالیا۔ پھر کسی کی جانب دیکھے بغیر خاموشی سے مڑا اور پالکی میں بیٹھ گیا۔ نچلی ذات کے شوریوں نے پالکی اپنے کندوں پر اٹھالی۔ ان کے چہرے فخر اور خوشی کے احساس سے دمک رہے تھے۔ بوڑھا کوریا اپنے جسم پر خالی لنگوٹ کسے بڑے جوش وخروش سے مرلی بجاتا ان کے پیچھے چل رہا تھا اور اس کے بعد باقی سارے ہم سفر تھے...... ہرامدد کے برہمن باورچی، لوک گیت گانے والے لوگ تھے، ڈرم بجانے والے اور دوسرے سازندے تھے۔ (یہ لوگ مختلف کرتب بھی دکھائیں گے) منیاری کناری سے یہ لوگ مختلف سواریوں کے ذریعے آگے جائیں گے۔ بعض چھکڑوں پر بعض ہاتھیوں پر اور بعض پلاس باڑی سے بسیں پکڑیں گے۔ صرف گوسان...... بالائی آسام کے پیروؤں کی جانب سے بھیجی گئی...... پرانی فورڈ کار میں سفر کرے گا۔

اس کارواں کے پیچھے پیچھے ایک ہاتھی بھی آہستہ آہستہ چل رہا تھا۔ منیاری کنیاری اور پلاس باڑی کی درمیانی سڑک بہت ہی خستہ حالت میں تھی۔ سو عموماً ایک ہاتھی کو قافلے کے ساتھ رکھا جاتا تھا کہ اگر کار کہیں خراب سڑک کے گڑھوں میں پھنس جائے تو اسے ہاتھی کی مدد سے باہر نکال لیا جائے۔ اس بوڑھے ہاتھی کو پہلی بار لایا گیا تھا اس لئے اسے اس کام کا کوئی تجربہ نہیں تھا۔ دراصل آزادی کے بعد گوسان کے پاس صرف دو ہاتھی رہ گئے تھے۔ گوسان کے ساتھ جانے والا ہاتھی اب پاگل ہو گیا تھا۔ چنانچہ مجبوراً یہی بوڑھا ہاتھی ساتھ لینا پڑا۔ اس کی سونڈ بہت موٹی تھی اور وہ اپنی وضع قطع اور چال ڈھال سے کوئی کھوا لگتا تھا۔

گوسانی کے بدن میں ایک سرد لہر سی دوڑ گئی۔ وہ خاصی بے چین تھی۔ پہلی دفعہ ایسا ہوا

کہ گوسان حویلی سے ناراض اور ناخوش روانہ ہوا تھا۔ رخصت ہوتے ہوئے اس نے گوسانی سے کوئی بات تک نہیں کی۔ ظاہر ہے گوسان کو گری بالا پر غصہ آ رہا تھا۔ وہ کسی کو بتائے بغیر چلی گئی تھی مگر اس بیچاری کی بھی کیا خطا! صبح سویرے ایک نو بیاہتا جوڑا اس کی آشیر باد لینے آ گیا۔ ان دونوں نے گوسان کا خاصا وقت لے لیا اور گری بالا کو اس سے بات کرنے کا موقع ہی نہیں ملا لیکن اس عیسائی مشنری پر غصہ ہونے کی کیا ضرورت تھی؟ خود گوسان نے ہی تو کہا تھا کہ اس شخص میں بعض کمال کی خصوصیات ہیں اور سخت مہا پر بھوکی قیمتی اور نایاب تحریروں کو ڈھونڈنے، جمع کرنے اور ان کو یکجا کرنے کے کام کیلئے وہ بہترین آدمی ہے۔ کیونکہ یہ قلمی نسخے پورے علاقے میں نہ جانے کہاں کہاں بکھرے ہوئے ہیں اور ان کو اکٹھا کرنا یقیناً وقت طلب کام ہے۔

کوریا کی مرلی کی چبھتی ہوئی آواز گوسان کے قافلے کے ساتھ دور جاتے ہوئے مدہم ہوتی چلی گئی۔ قافلے نے دریائے جگالیہ کا پل عبور کیا اور نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔ گوسانی نے اندر ناتھ کی جانب دیکھا جو اپنی سائیکل لے کر بڑی ہٹ مارکیٹ جانے کیلئے پر تول رہا تھا۔

☆☆☆

عموماً درگا اس وقت کھڈی کے پاس بیٹھی ہوتی تھی جہاں گوسانی کپڑا بن رہی ہوتی تھی اور وہ اس کے دھاگوں کا الجھاؤ وغیرہ ٹھیک کرتی رہتی تھی۔ بڑا پرسکون اور اطمینان بخش ماحول ہوتا تھا لیکن جب سے درگا نے اپنے زیورات کا ڈبہ سارو گوسالی کے پاس لے جا کر رکھا ہے۔ ماحول بالکل بدل گیا ہے نامعلوم کشیدگی کی ایک دیوار سی دونوں کے بیچ کھڑی ہو گئی ہے۔

گوسان کی روانگی کے بعد درگا بات گھر میں جا کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے گومتی کو دالان سے باہر آتے ہوئے دیکھا۔ وہ ابھی ابھی حقے پی کر فارغ ہوئی تھی اور فی الحال فارغ تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ محلے کے کچھ بچوں کو ساتھ لے کر جگالیہ دریا کے کنارے جائے گی اور وہاں کچھ مچھلیاں پکڑ لے گی۔ درگا پر نگاہ پڑی تو وہ بلاوجہ ہی رک گئی۔ وہ سوچنے لگی کہ درگا وہاں کیوں کھڑی ہے؟ گومتی نے اپنے ہاتھ پیٹھ کے پیچھے رکھ کر کمر سیدھی کرنے کی کوشش کی اور درگا سے مخاطب ہوئی۔

''آہ! مائی چنا! تمہارا گٹالا تو بڑی خستہ حالت میں ہے۔ ہڈیاں باہر کو نکلی جا رہی ہیں، کانٹوں کی طرح! کیا ہو گیا ہے تمہیں؟ اور اس وقت یہاں تم کس کے انتظار میں کھڑی ہو؟''

MashalBooks.org

درگا کو اس بوڑھی کبڑی عورت کی چالاکی، مکاری اور اس کی بی جمالو فطرت کا اچھی طرح علم تھا۔ علاقے کی ہر خبر نمک مرچ لگا کر وہ گوسانی تک پہنچاتی تھی۔ جواباً گوسانی اپنے دکھ درد کی ساری حکایتیں اس کے سامنے کھول دیتی۔ گوسانی جب بھی کسی مشکل میں پڑتی گومنی اس کے ساتھ ہوتی۔

درگا نے کوئی جواب نہیں دیا، گومنی کی چھٹی حس نے محسوس کرلیا کہ کوئی غیر معمولی صورت حال ہے اس نے زمین پر بیٹھ کر بات گھر کے لکڑی کے کھمبے سے ٹیک لگالی۔

''غالباً تمہیں چکرہٹی سے آنے والے کسی عزیز کا انتظار ہے؟ یہی بات ہے نا؟''

پھر بھی درگا کے منہ سے کوئی لفظ نہیں نکلا۔

''ارے، مائی چنا! اتنے عرصے سے وہاں سے کوئی نہیں آیا۔ کوئی آ رہا ہے کیا؟ شرمندگی یا انا کے احساسات کو پھینکو ایک طرف اور اپنی سسرال چلی جاؤ۔ میرا تو یہی مشورہ ہے، زندگی کے آخری دن اپنے شوہر کے گھر میں گزارنا زیادہ بہتر ہوگا۔''

درگا کی زبان نہیں کھلی۔ وہ اب بھی خاموش تھی۔

''تم قمیص کیوں نہیں پہننے لگتیں؟ تمہارے سینے کی ہڈیاں باہر کو نکل رہی ہیں۔ تم تو بالکل ڈراؤنا پتلا لگ رہی ہو، وہی جسے کھیتوں میں کھڑا کردیتے ہیں اس مدقوق جسم کے ساتھ اور کتنا تم جی لوگی؟''

درگا کا دماغ گرم ہونے لگا تھا مگر اچانک اس کی نظر مخالف سمت سے آنے والے پانڈوں پر پڑی۔ تین چھوٹے قد والے اور دو لمبے آدمی اپنے مخصوص پیلے لباس میں سڑک پر چلے آ رہے تھے۔ اسے یوں لگا جیسے علاقے کے روحانی پیشوا گوپیش در خود پھولوں کی مالا لئے کھڑے ہوں۔ گومنی کی موجودگی کو بھول کر وہ جوشیلی آواز میں چیخ پڑی۔

''وہ رہے وہاں، وہ واپس آ رہے ہیں!''

وہ کھڑی ہوگئی اور سڑک کی جانب دیکھنے لگی۔

''وہ پانڈے! وہ تو کافی پہلے آ گئے تھے۔ ہرامد میں انہیں ایک عورت ملی ہے۔ اب تو وہ وہاں سے واپس آ رہے ہیں۔''

لیکن درگا کے ذہن میں تو کھلبلی مچی ہوئی تھی۔ اس نے گومنی کی بات سنی ہی نہیں اور تیزی سے پانڈوں کی جانب لپکی۔

''ارے' کیا کر رہی ہو'مائی چنا؟ تم اس وقت سڑک کے بیچوں بیچ کھڑی ہو!''

پانڈوں نے اسے دیکھا تو ادب سے اسے سلام کیا۔ اس نے انہیں جواب دیتے ہوئے کہا۔

''اس بار'میں بھی تمہارے ساتھ مقدس زیارتوں کیلئے جاؤں گی!''

طوطے جیسی ناک والے ایک لمبے آدمی نے تنقیدی نگاہ اس پر ڈالتے ہوئے کہا۔

''اخراجات کا کیا ہوگا؟''

''کچھ پرانے زیورات پڑے ہیں میرے پاس'انہیں بیچنے کا سوچ رہی ہوں۔''

یہ سنا تو خوف کے مارے گومنی چیخ پڑی۔ ''کیا کہا؟ اپنے سونے کے زیورات بیچ دوگی؟''

پانڈے بھی دم بخود رہ گئے اور بے وقوفانہ انداز میں درگا کو تکنے لگے۔ چند لمحوں بعد چھوٹے قد والے دو پانڈے بیک وقت بول اٹھے۔ ''کیا شاندار سوچ ہے! اور کس نے پہنتے ہیں وہ زیور؟ تمہارے بچے تو ہیں نہیں' بدقسمت ہو' تمہارے مرنے کے بعد ساتوں بھوت تمہارے زیورات کھا پی جائیں گے!''

گومنی نے اپنا ایک ہاتھ اپنی کبڑی کمر پر رکھا اور دوسرے سے درگا کی طرف اشارہ کرتے ہوئے تحکمانہ لہجے میں بولی۔

''مائی چنا! تم اس انداز میں کیسے بات کرسکتی ہو؟ پہلے ان لوگوں سے مشورہ تو کرلو جنہوں نے تمہیں پناہ دے رکھی ہے اور جو تمہاری دیکھ بھال کرتے رہے ہیں۔''

لیکن درگا نے گومنی کی بات نظرانداز کردی۔ ایک پانڈے نے بیواؤں کے بارے میں ایک آسامی کہاوت سنائی...... ''بوڑھی لالچی گوسائی بیوائیں اور ان کی دولت! نہ وہ اس سے لطف اٹھا سکتی ہیں اور نہ ہی اسے چھوڑ پاتیں ہیں۔ بس اسے دیکھتی' چھوتی اور گنتی رہتیں ہیں۔

درگا نے ان کی بات بھی سنی ان سنی کردی اور سارو گوسائی کے بات گھر کی طرف چل پڑی۔ پانڈے بھی قطار بنائے پیچھے چل پڑے۔ گومنی بھی ان کے ساتھ ساتھ تھی۔

سارو گوسائی اپنی صفائی ستھرائی کیلئے بہت مشہور تھی۔ دالان کی براق حالت ہی اس بات کی گواہ تھی۔ جگالیہ کے کناروں سے لائی گئی سفید مٹی سے اس کی دیواریں باقاعدگی سے پوتی جاتی تھیں۔ انہیں بلاشبہ بگلے کے سفید پروں سے تشبیہ دی جاسکتی تھی۔ دالان کے درمیان میں آکر وہ سب رک گئے۔

MashalBooks.org

سارو گوسان دالان کے عقبی حصے میں درختوں اور جھاڑیوں کے پیچھے غالباً رفع حاجت میں مصروف تھی۔ اس نے درگا کی آواز سنی تو جلدی جلدی فارغ ہو کر باہر نکل آئی لیکن وہ آنے والوں سے ذرا مناسب فاصلے پر رہی۔

چٹائیاں گودام میں پڑی ہیں' انہیں لا کر اپنے بیٹھنے کیلئے بچھالو۔" سارو گوسانی نے کہا۔

پانڈوں نے فوراً ہی جواب دیا۔ "نہیں' نہیں' چٹائیوں کی کوئی ضرورت نہیں' ہمیں فوراً جگالیہ پار کھاٹیہ ماڑی پہنچنا ہے۔ ہم نے سنا ہے کہ دو گوسانیاں مقدس زیارتوں کے لئے ہمارے ساتھ جانا چاہتی ہیں اس لئے ......"

سارو گوسانی آگے نہیں بڑھی۔ اس نے جنگلی بیری کے درخت کے نیچے کھڑے پوچھا۔

"کوئی خاص بات ہے کیا درگا؟ یہ سب کیا ہے؟"

"میں اپنا صندوق لینے آئی ہوں۔"

ٹھیک ہے! وہ اندر چارپائی کے نیچے رکھا ہے۔ اس لڑکے ہرامد کو بلالو۔ وہ اسے نکال کر دے دے گا۔"

درگا ایک دم اٹھ کھڑی ہوئی اور آگے چلی گئی۔ دالان کے کونے میں واقع درختوں پر بیٹھی فاختائیں گڑ بڑا کر' ادھر ادھر اڑ گئیں۔

اچانک' مٹی پہاڑ کی جانب سے کسی ہاتھی کی کان کے پردے پھاڑ دینے والی چنگھاڑ سنائی دی۔ ہر شخص دہشت کے مارے وہیں کھڑا کا کھڑا رہ گیا۔ ہر کوئی یہ سوچ رہا تھا کہ شاید جمال الدین آخر کار پاگل ہاتھی کو پکڑنے میں کامیاب ہو گیا ہے اور کیوں نہ ہو' اسے ہاتھیوں کو پکڑنے کے سارے طریقے پتہ تھے۔ ایک خاص منتر کے ذریعے' وہ کسی ہاتھی کو گھنے ترین جنگل سے بھی باہر نکال سکتا تھا۔ بلاشبہ وہ جنوبی کنارے کا سب سے ماہر شکاری تھا۔

سارو گوسانی کا سونے کا کمرہ کسی کنوئیں کی طرح چھوٹا اور تاریک ہے۔ اسی کے کونے میں اس کے آنجہانی شوہر کی کھڑاویں بھی رکھیں ہیں۔ ان پر ہمیشہ میٹھے تیل کے دیے کی روشنی پڑتی رہتی ہے۔

درگا تیزی سے کمرے میں داخل ہوئی۔ پلنگ کے نیچے جھکی اور ہاتھ سے صندوق باہر کھینچ لیا اچانک دو چھوٹے چوہے' اس کے چہرے کے پاس سے ہوتے گزر گئے ......ایک چھپکلی بھی

فرش پر زور سے گری اور تاریکی میں کہیں گم ہوگئی' درگا خوف کے مارے پیچھے ہٹ گئی۔

بہر حال وہ کسی نہ کسی طرح صندوق کے باہر دالان میں لے آئی۔ صندوق پٹ سن کی رسی سے مضبوطی کے ساتھ بندھا ہوا تھا۔ رسی خاصی موٹی تھی۔ عموماً اس سے گائے بیل باندھنے کا کام لیا جاتا ہے۔ پانڈوں کی مدد سے اس نے رسی کھولنا شروع کی۔ ایک پانڈے نے پوچھا۔

''تم نے اسے صرف رسی سے باندھنا ہی کافی سمجھا' تالا کیوں نہیں لگایا؟''

''میں تو تالا مانگتی رہی'' درگا نے جواب دیا'' مگر کسے خیال ہے میرا' اس گھر میں!''

تھوڑی سی محنت کے بعد' درگا نے صندوق کا ڈھکنا کھول دیا۔ وہ اس میں سے اپنے پرانے کپڑے نکال کر' انہیں زمین پر رکھنے لگی۔ پرانے کپڑوں کا رنگ گھی کے رنگ جیسا ہوگیا تھا۔ سوکھے ہوئے پھولوں کی کچھ پتیاں بھی کپڑوں میں سے گریں۔ یوں لگا جیسے لال بیگ کے پر گر رہے ہیں۔ خوشی اور استعجاب کے عالم میں سب پانڈے' درگاہ کے ہاتھوں کو چلتا دیکھ رہے تھے' اچانک درگا کے ہاتھ رک گئے اور وہ بے حس و حرکت ہوگئی۔ اس کے چہرے پر حیرت اور خوف کے اثرات تھے۔ خاموشی کا ایک طویل لمحہ گزر گیا...... پھر اس کے ہونٹوں سے ایک دکھ بھری چیخ برآمد ہوئی اور وہ بے ہوش ہو کر زمین پر گر گئی!

''پانی' پانی! ارے بھئی کوئی پینے کو پانی لاؤ!''

''اسے پکڑو! ہاں' ٹھیک اسی طرح!''

اس کے بال بکھر گئے' گٹالا بھی الٹا سیدھا ہوگیا اچانک درگا اٹھی اور چیخنے لگی۔

''میں تباہ ہوگئی! مجھے کھا لیا گیا! ان جانوروں نے میرا سارا خون چوس لیا! کچھ نہیں بچا میرے پاس!''

پانڈوں نے جوش میں' اسے سنبھالنے اور دلاسا دینے کی کوشش کی لیکن سب بے کار!

''صبر کرو گوسائی صبر! ہمیں بتاؤ' ہوا کیا ہے؟''

درگا اپنے بال نوچتی اور سینہ کوبی کرتی ہوئی بری طرح رو رہی تھی۔ لمحوں میں' وہاں اچھا خاصا ہنگامہ برپا ہوگیا اور لوگ وہاں اکٹھے ہونے لگے۔ سارو گوسائی کنویں پر نہانے گئی تھی۔ وہ بھاگتی ہوئی آئی اور بپھری ہوئی درگا کو سنبھالنے کی کوشش کرنے لگی۔ درگا نے انتہائی شدت سے سارو گوسائی کو دھکا دیا اور وہ چاروں شانے چت زمین پر جا گری۔ درگا میں شاید کوئی

MashalBooks.org

حیوانی قوت حلول کر گئی تھی۔لڑکوں کا ایک گروہ دریا کے کنارے بنے چھوٹے تالابوں سے چھوٹی مچھلیاں پکڑ کر واپس آ رہا تھا۔ جب انہوں نے حویلی کی اس جانب شوروغل برپا دیکھا تو وہ بھی ادھر آ گئے اور درگا کے گرد کھڑے ہو گئے۔

پانڈے ابھی تک سمجھ نہیں پائے تھے کہ ہوا کیا تھا۔ وہ ہر کسی کو مطمئن کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔

''گوسانی کے زیورات چوری ہو گئے ہیں۔ روپوں میں ان کی قیمت کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔''

نوجوان لڑکے کہنے لگے۔''گوسانی کے گھر میں کون آتا ہے؟ بھلا یہ کیسے ممکن ہے؟''

''نہیں، نہیں، آتا ہے ایک آدمی، ہرآمدو کا مہی دھر باپو!''

''اور راج بہا کی ایک نوکرانی بھی صفائی وغیرہ کے کام کیلئے دفعہ آتی ہے۔''

''کسی جان پہچان والے کا ہی کیا دھرا لگتا ہے۔ دیواروں میں تو کوئی نقب وغیرہ نہیں لگی ہوئی۔''

ایک گرم مزاج لڑکا غصے میں غرایا''ہرامدو کے اس چور برہمن کو بلاؤ بلکہ اس کے بالوں کے ساتھ گھسیٹ کر لاؤ، یہاں!''

خدا کی پناہ! سارو گوسانی کو یوں لگا جیسے کوئی اس کی کھال ادھیڑ رہا ہے۔ گیلے کپڑے اس کے بدن سے چپک رہے تھے۔اس کا چہرہ لال بھبھوکا ہو رہا تھا۔ وہ بڑی مشکل سے بولی۔

''میں نے تو یہ بھی نہیں دیکھا کہ صندوق میں کیا ہے۔ پوچھ لو اس سے، صندوق لائی تھی تو کیا اس نے اس میں رکھی چیزیں دکھائی تھیں مجھے؟ صندوق یہاں آنے سے پہلے ہی، کسی نے وہ زیورات اڑا لئے ہوں گے۔''

کچھ لمحے کو ماحول میں مکمل سکوت چھا گیا۔ سارو گوسانی کی بات میں خاصا وزن تھا۔ سب کی نظریں درگا کی طرف اٹھ گئیں۔ وہ پوچھ رہے تھے۔

''اب بتاؤ! صندوق کی چیزیں سارو گوسانی کو دکھائی تھیں؟ یہ تو بڑی غلطی کی تم نے!''

درگا کسی زخمی شیرنی کی طرف چنگھاڑی''یہ صحیح نہیں، دیکھو، خون کیسے ابلا پڑ رہا ہے اس کے چہرے پر۔ وہ اس کتیا کے پلے برہمن کو بچانا چاہتی ہے۔ صرف دو روز پہلے، میں نے صندوق کھولا تھا، ہر چیز موجود تھی۔ صرف دو دن پہلے۔ مجھے کھا لیا! ہائے رے، میں برباد ہو

گئی۔'' سانس لینے کے بعد وہ دوبارہ چیخنے لگی ''وہ ڈگڈگی ......ڈرم کی شکل کے جھمکے جس میں موتی جڑے ہوئے تھے۔ کوچ بہار کے ہیروؤں نے نذرانہ دیا تھا اور سونے کی بالیاں تھیں جن میں انار کے پھولوں کی شکل کے موتی لگے تھے۔ یہ سب چیزیں اسی صندوق میں موجود تھیں۔ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا!''

''خدا کرے وہ مرجائے......مرجائے!''

''تمہاری اگلی سات نسلیں بھی دوزخ کا ایندھن بنیں!''

گومتی بار بار' دونوں فریقوں کے درمیان بھاگتی پھر رہی تھی۔ بالآخر رکی اور کہنے لگی۔

''ہائے ہائے! آخر کون خبیث اس کی دولت ڈکار گیا ہے؟''

سارو گوسانی خود کو بے پناہ تنہا محسوس کر رہی تھی۔ وہ برآمدے میں چلی گئی اور وہاں فرش پر بیٹھ گئی۔ انتہائی یاسیت کی کیفیت میں اس نے رونا دھونا شروع کر دیا۔ پانڈے اس کے نزدیک جا کر' اسے تسلیاں دینے لگے۔

''ماں جی! یہ تو بڑی مصیبت آن پڑی ہے آپ پر! بہتر ہے اندرناتھ گوسان کو بلوا لیں اور ہاں اپنے گھر میں پولیس کو یا مقامی رضا کاروں کو نہ گھسنے دیں۔ اندرناتھ گوسان ضرور آپ کی مدد کریں گے۔''

''پولیس...... پولیس......'' سارو گوسانی بڑبڑائی۔

''ایکسائز کے افسر افیم کے چوروں کی تلاش میں گاؤں گاؤں جا رہے ہیں۔ پولیس بھی ان کے ساتھ ہے۔ آپ گوسان گھرانے کی خاتون ہیں۔ دنیاوی معاملات کا آپ کو کچھ اتہ پتہ نہیں۔ چور کو کیسے پکڑیں گی؟ پولیس کی مدد لے لیں۔''

سارو گوسانی سر سے پاؤں تک لرز کر رہ گئی۔ دوبارہ اسے یہی لگا جیسے کوئی اس کے جسم سے اس کی کھال اتار رہا ہو......

پانڈوں کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ وہ اس ڈرامے کے اختتام تک وہاں ٹھہرتے چنانچہ ان میں سے ایک نے کہا ''ہمارے پاس وقت بالکل نہیں' ہمیں جگالیہ عبور کرنا ہے اور آپ کو تو پتہ ہے کہ پاگل ہاتھی کھلا پھر رہا ہے۔ ہمیں چلنا چاہئے گوسانی! برا نہ ماننا!''

پانڈے وہاں سے رخصت ہو گئے لیکن لوگوں کا مجمع اسی طرح وہاں موجود تھا' لگ رہا تھا' وہ درگا اور سارو گوسانی کی لاشوں پر گویا نظر رکھے ہوئے ہیں۔ سارو گوسانی بے صبری سے

اندرناتھ کا انتظار کر رہی تھی۔ اسے دلی امید تھی کہ اس کے نام پر لگتا ہوا بٹہ صاف کر کے وہ اسے دوبارہ زندگی کی طرف لے آئے گا۔

چمکتا دمکتا سورج آہستہ آہستہ پیلا پڑتا گیا اور اس کا رنگ اونٹ کی کھال کی طرح دکھائی دینے لگا۔

کچھ دیر بعد، اندرناتھ بڑی ہٹ سے واپس لوٹا۔ اس کی سائیکل کی گھنٹی کی آواز سارو گوسانی کے کانوں میں پڑتے ہی اس میں نئی جان آ گئی۔ کسی نے پہلے ہی اندرناتھ کو آج کے سارے واقعے سے باخبر کر دیا تھا۔ وہ سیدھا بھاگتا ہوا، سارو گوسانی کے بات گھر میں داخل ہوا اور لوگوں کے درمیان میں سے راستہ بناتا ہوا، ان تک جا پہنچا۔ تمام مجمع، مچھلیاں لانے والے لڑکے، کھیتوں میں کام کرنے والی عورتیں اور گومنی تک، سبھی خاموش ہو گئے۔

درگا ابھی تک اپنے کالے صندوق کے پاس بیٹھی تھی۔ اندرناتھ نے اس کی طرف اشارہ کرتے ہوئے پوچھا ''تم یہ صندوق یہاں لائی کیوں تھیں؟'' پھر اس نے اسی ہاتھ سے گھر کی خستہ حال دیواروں کی طرف اشارہ کیا۔ ''دیکھ رہے ہو نا یہ ٹوٹی ہوئی دیواریں؟ وہاں لکڑی کا بنا ہوا، بڑا محفوظ سٹور ہے۔ صندوق کو وہاں رکھنے کے بجائے، تم نے اسے یہاں کیوں رکھا تھا؟''

''ابلتے چاولوں کی بھاپ کی وجہ سے اس کی آنکھیں صاف دیکھ نہیں سکتی تھیں!'' گومنی نے کہا۔

سارو گوسانی آہستگی سے اٹھی، اندرناتھ کے قریب آئی اور اس کے بازو تھامتے ہوئے شکستہ لہجے میں کہنے لگی، آنسو اس کے رخساروں پر بہہ رہے تھے۔

''یقین کرو، بابا! جب یہ صدوق یہاں لائی تھی تو میں نے نہیں دیکھا تھا کہ اندر کیا ہے۔ سچ یہی ہے۔ میرا یقین کرو۔''

''جب سے اس علاقے میں افیم کی چاٹ لگی ہے۔'' اندرناتھ نے کہا ''ہر جگہ چوری اور ڈاکے زیادہ پڑنے لگے ہیں، ہمارے اپنے سٹور سے، ہاتھی دانت چوری ہو گئے ہیں۔'' یہ کہنے کے بعد وہ درگا کے پاس گیا۔ وہ اس وقت صندوق کے پاس تقریباً گری پڑی تھی۔ اس نے اس کے ہاتھ پکڑ کر، اسے اپنے پاؤں پر کھڑا کیا اور اپنے ہاتھوں کی مضبوط گرفت کا سہارا دے کر، اسے آہستہ آہستہ بات گھر سے لے جانے لگا لیکن باہر جانے سے پہلے درگا نے مزید

دو چار جلی کٹی سنا دیں۔ وہ کہہ رہی تھی۔

''دیوتا میرے گواہ ہیں! میں چکر ہائی گوسان کی بیوہ ہو۔ میں تو اسی غم میں چل بسوں گی کہ اپنے شوہر کی چتا کی راکھ بھی گنگا میں نہیں بہا سکی۔ لعنت ہو ان تمام لوگوں پر جنہوں نے مجھے یہ نقصان پہنچایا ہے۔''

اسی چیخ و پکار کی حالت میں' اندرناتھ اسے کھینچتا ہوا' بات گھر کی جانب سے نکلتا چلا گیا۔ اس کے نکلتے ہی گومتی کی خاموشی ٹوٹ گئی۔ اس نے انتہائی علامتی لہجے میں کہا۔

''ہائے' ہائے! جب اس کا شوہر زندہ تھا تو وہ دہی کے کونڈوں پر جمی ملائی پر پلتی تھی۔ جانے کس نے اس کے دل میں یہ گہرا زخم لگایا ہے؟''

دیہاتی لڑکوں کو پھر غصہ آ گیا۔ انہوں نے کہا ''ہر آمد کے اس خبیث برہمن کو آنے تو دو' بانس کی سنی سے اسے ایسے مار لگائیں گے کہ نانی یاد آ جائے گی۔''

ایک ایک کر کے' سبھی وہاں سے جانے لگے۔

سارو گوسانی کو دوبارہ وہی کیفیت محسوس ہوئی جیسے کوئی اس کے جسم پر سے کھال ادھیڑ رہا ہو۔ اس نے اپنی آنکھیں موند لیں۔ گومتی جانے کیلئے اٹھ کھڑی ہوئی تھی مگر پھر وہ اس کی طرف بڑھی اور اپنے مخصوص انداز میں' کمر پر ہاتھ رکھ کر اور تھوڑا سا آگے جھک کر بولی۔

''گوسانی! اس مرد ذات پر یقین کیا بھی کیسے جائے؟ یہ حرامی دوہری زندگی گزارتے ہیں' بعض اوقات تو یہ فرشتے لگتے ہیں آسمان سے اترے ہوئے...... لیکن در حقیقت' یہ دوزخ کی تہہ میں بسنے والے شیطان ہیں۔ بھلا ان کا کیا یقین! لیکن گوسانی! یہ تو بتاؤ اگر پولیس یہاں آ گئی تو کیا تم انہیں کھڑاوؤں والے مقدس کمرے میں جانے دو گی؟''

سارو گوسانی کچھ دیر خاموش رہی' پھر کہنے لگی ''مجھے معلوم ہے' میری چھٹی حس کہتی ہے کہ وہ خود ہی اس کمرے میں داخل نہیں ہوں گے' آنے دو انہیں!''

اس وقت تک لوگ منتشر ہو چکے تھے' بڑا سیاہ صندوق اسی طرح باہر پڑا تھا' اس کا اوپری ڈھکنا کھلا ہوا تھا۔ سارو گوسانی کو یوں لگا جیسے قبرستان میں' کسی کو دفنانے کیلئے گڑھا کھودا گیا ہو...... آخر یہ ہوا کیا ہے؟ اور کیوں؟ کس نے کیا یہ سیاہ کرتوت؟ کیا واقعی یہ ممکن ہے کہ وہ سب چیزیں اسی کے کمرے سے چرائی گئی ہوں؟ نہیں' نہیں کبھی نہیں۔ یہ ممکن ہی نہیں! صرف مہی دھر باپو کو ہی اس کمرے کے قریب آنے کی اجازت ہے تو کیا یہ ممکن ہے کہ وہ

......نہیں! ایسا نہیں ہو سکتا......

سارو گوسانی پر دوبارہ وہ تکلیف دہ کیفیت طاری ہونے لگی، جیسے کوئی اس کے جسم کی کھال ادھیڑنے لگا ہو......اس برہمن نے تو کبھی اس کے پلنگ پر نگاہ تک نہیں ڈالی......اس کے خیالات......اس انداز میں......نہیں نہیں! یہ گناہ ہے! یہ تو سیدھا اور یقینی راستہ ہے دوزخ کا!......

......ہاں، اس روز، وہ پتھالڈیہ کی زمینوں سے رقم اکٹھی کر کے لایا تھا اور ایک ایک پائی اس نے گن کر، اس کے ہاتھوں پر رکھ دی تھی اور یہ پتھالڈیہ کی زمین! اس کے گلے میں پھنسی ہڈی کی طرح تھی۔ اس کا انتظام کرنا دوبھر ہو گیا تھا لیکن مہی دھر باپو نے معاملات ہاتھ میں لئے......تو ہر بات سیدھی ہوتی چلی گئی......

اور وہ مرزا نار گاؤں اور رانی کی میعادی خراج والی زمین! اس کی فصلوں کا سارا حساب کتاب ہی الٹا سیدھا ہو گیا تھا۔ اس نے ہر چیز کو علیحدہ علیحدہ کیا اور سارا حساب آسان اور سادہ انداز میں بنا ڈالا۔ نہیں، وہ ایسی حرکت نہیں کر سکتا!

......یا پھر وہ راج بہا کی نوکرانی تو نہیں لیکن وہ تو اس کی مریدنی ہے۔ وہ تو شادی کے بعد اس کی آشیرباد لینے بھی آئی تھی، اپنے میاں کے ساتھ، وہ کیسے یہ کر سکتی ہے؟......پھر؟

سورج کا بڑا گولا درختوں کے گھنے جھنڈ کے پیچھے جا کر غائب ہو گیا لیکن صندوق لینے کیلئے کوئی بھی نہیں آیا۔ اپنے کام کاج سے فارغ ہو کر، راج بہا کی نوکرانی بھی واپس جا چکی تھی۔ جانے سے پہلے اس نے کہا تھا۔ ''گوسانی! جاؤ اور اپنے لئے چاول ابال لو۔ تم نے آج اپنے شوہر کی کھڑاووں پر پھول بھی نہیں چڑھائے۔ اوپر والا ہر چیز پر نظر رکھتا ہے۔ جاؤ، باورچی خانے میں، گوسانی!'' لیکن سارو گوسانی اٹھی نہیں۔ گیلے کپڑے اس کے جسم پر ہی خشک ہو گئے تھے۔ بیچ میں شاید وہ اونگھ بھی گئی تھی۔ نیم بے ہوشی کے عالم میں، اس نے ایک خواب دیکھا تھا......وہ اس کے سامنے خون میں تربتر پڑا ہے۔ اس کے منہ سے بھی خون بہہ رہا ہے۔ کسی نے اس کے سارے جسم پر بری طرح کسی تیز دھار ہتھیار سے وار کئے ہیں......آہ! یہ لڑکے نہ اپنے گرو کی سنیں اور نہ ہی گوسان کی......یہ لوگ یقیناً راستے میں کھڑے ہوں گے......اپنے ہاتھوں میں سنی اور برچھی لئے......!

......ایک دم اس کی آنکھ کھل گئی۔ نیم خوابی کی کیفیت میں، اس نے خوفزدہ ہو کر، ادھر

MashalBooks.org

ادھر دیکھا۔ اس کا بدن بری طرح کانپ رہا تھا لیکن پھر بھی وہ برآمدے سے نہیں گئی۔ بڑا کالا صندوق بھی وہیں پڑا تھا اور اس کا کھلا ڈھکنا' اسے کسی بڑے سیاہ سوراخ کا سا تصور آیا۔

بدشگونی تو ہو چکی۔ اب کوئی نہ کوئی منحوس واقعہ پیش آئے گا اگر مہی دھر کو اس کی زندگی سے نکال دیا جائے تو کیا وہ زندہ رہ سکتی ہے؟ کیا یہ ممکن ہے؟ کیا یہ ممکن ہے؟ نہیں! وہ تصور میں بھی یہ سب کچھ برداشت نہیں کر سکتی لیکن پھر! درگا نے وہ کیسا اشارہ کیا تھا' بدنیتی کا؟ شاید اس کے ذہن کے کسی تاریک گوشے میں' بعض بے ہودہ سوچیں جنم لے چکیں تھیں۔ کیا یہ ممکن ہے؟ کیا وہ اتنی ہی گر گئی ہے؟ یہ گوسائی جو اپنے مریدوں کو جھاڑتی ہے' جو اپنے سر پر اپنے مقدس دھرم کا تاج سجائے ہوئے ہے' کیا اتنی ہی گناہگار ہو گئی ہے؟ کیا واقعی؟ اور آج گناہوں کی یہ کتاب سب کے سامنے کھلی پڑی ہے' جو چاہے' اسے پڑھ ڈالے! اوہ بھگوان! انہیں روک لے! اوہ بھگوان......!

...... یہ سچ ہو ہی نہیں سکتا۔ اس نے خود کو مطمئن کرنے کی کوشش کی۔ آخر اس نے غلطی ہی کیا کی ہے؟ پچھلے دو سالوں میں' وہ اس خستہ حال کمرے میں تنہا سوتی رہی ہے اور صرف دس گز دور' وہ برہمن ......نہیں نہیں! اس نے کوئی خباثت نہیں کی۔ کیا وہ اس کے پلنگ کے نزدیک بھی گئی؟ وہ جو اس کی پریشانی دیکھ کر دکھی ہوتا تھا اور اسے خوش دیکھ کر خوش ہو جاتا تھا۔ کیا کبھی وہ رات کے اندھیرے میں' اس کے پلنگ کی جانب بھی گئی' اپنے ہاتھوں میں جلتا مٹی کا دیا لئے ہوئے؟

...... یہ سوال ایک مخصوص شکل اختیار کر کے' اس کے دل کی گہرائی میں دفن ہو گیا ہے۔ یہ سچائی تو روز روشن کی طرح واضح ہے یا دوسرے لفظوں میں یہ جھوٹ کسی سیاہ شب ہی کی طرح تاریک ہے۔ کئی دن تک اس کے ذہن میں یہی کھلبلی مچی رہی کسی زخمی گھوڑے کی طرح' جو بغیر رکے' میدان جنگ سے دور بھاگ جانا چاہتا ہو......

مہی دھر کے ذاتی التفات کے بعض مواقع' اس کے ذہن کے پردے پر جھلملا اٹھے۔ پتھالڈیہ سے واپسی پر اس نے کہا ''یوکیم میں تمہاری کچھ اجمالی زمین ہے لیکن تمہاری اجازت کے بغیر بنگارہ اور چپاتھڑی کے دو کسان نے وہاں فصل کاشت کر ڈالی۔ کسی نے تمہیں اطلاع کرنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھی لیکن اس پر ہم ایکشن لیں گے اور اپنی زمین خود کاشت کریں گے' بشرطیکہ تمہیں بھی اس سے اتفاق ہوا!'' پھر اس نے ایک چھوٹی سی تھیلی سے کچھ

سکے نکالے اور اس کے قدموں میں رکھ کر کہنے لگا ''پچھلے چار سالوں سے یوکیم کے دو گھرانے تمہارا نصف حصہ ادا نہیں کر رہے تھے۔ میں نے تین دن اور تین راتیں مچھروں سے بھری اس جگہ پر اکیلے گزاریں اور آخر ان سے نقد رقم لینے میں کامیاب ہو گیا۔ یہ رہی وہ رقم!

......ایک دفعہ تم نے بتایا تھا کہ تمہارے پاس کوئی نقد رقم ہی نہیں' یاد ہے نا! بس اس بات نے میرے دل کو چیر کر رکھ دیا!''

اس نے رقم اٹھالی تھی اور اندر چلی گئی تھی جب بعد میں وہ باہر آئی تو ہر طرف چاندنی بکھری ہوئی تھی۔ وہ مٹی کی خستہ حال دیوار کے بیچ موجود سوراخوں میں سے با آسانی دیکھ سکتی تھی۔ مہی دھرا اپنے پلنگ پر بیٹھا' دیے کی روشنی میں کوئی قلمی نسخہ پڑھ رہا تھا۔ کچھ دیر بعد' اس نے مٹی کا دیا پھونک مار کر بجھا دیا اور لیٹ کر سو گیا۔

سارو گوسانی' برآمدے کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ٹہلنے لگی۔ لیموں کی جھاڑیوں کے پاس سے ایک خوشگوار خوشبو اس کی ناک سے ٹکرائی۔ اس کے پاس سے' مٹی پہاڑ تک جانے کا ایک راستہ موجود تھا اگر علاقے میں پاگل ہاتھی کھلا نہ پھر رہا ہوتا تو وہ اس راستے سے پہاڑ تک چہل قدمی کا لطف با آسانی اٹھا سکتی تھی۔ وہاں سے چاندنی میں ڈوبے ہوئے علاقے کا منظر بہت ہی دلکش دکھائی دیتا۔ ماضی میں کئی دفعہ اس خوبصورت اور دلکش منظر کا حظ اٹھایا تھا اس نے!

اس نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی۔ سفید بادل جا بجا نظر آ رہے تھے لیکن چھوٹے چھوٹے اور شفاف ٹکڑوں میں۔ یوں لگ رہا تھا جیسے چاند ریشم کے ڈھیر میں پھنس کر رہ گیا ہے...... پھر اس کی نظریں دوبارہ گودام کی طرف چلی گئیں...... ہاں' وہ سو رہا تھا' گہری اور پرسکون نیند۔ گوسانی آہستہ روی سے رباب تنگا درخت کی طرف بڑھی۔ وہاں سے وہ اسے چوری چوری دیکھ سکتی تھی......ستواں ناک' چوڑا چکلا جسم اور مردانہ وجاہت سے بھرپور شخصیت!

......شرم! شرم! یہ کیا ہو گیا ہے اسے! مٹی کی ٹوٹی ہوئی دیوار سے' ایک نیم عریاں اور خوابیدہ آدمی کو دیکھے جا رہی ہے؟ کیا ایک تیس سالہ بیوہ کے ذہن میں ایسے خیالات آنے چاہئیں؟ دوسری جنگ عظیم کے دوران' یہاں آنے والے آسٹریلوی سپاہیوں کے رنگ و روپ والی سارو گوسانی کا چہرہ شرم سے سرخ ہو گیا۔ اس کے سینے میں سختی اور تناؤ آنے لگا' بالکل اسی طرح' جب کسی زمانے میں گوسان اسے چھیڑا کرتا تھا...... کیا ایک تیس سالہ بیوہ کے

وہی محسوسات ہو سکتے ہیں؟

...... لیموں کی خوشبو اور چاندنی رات کا پرسکون ماحول! اسے کچھ بھی یاد نہیں رہا۔ ریشمی کپڑے کے ڈھیر میں پھنسا ہوا چاند ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا۔ شیشے کی چھوٹی چھوٹی کرچیوں کی طرح......اور یہ سب کرچیاں اس کے سینے میں پیوست ہونے لگیں۔

وہ بھاگتی ہوئی اپنے کمرے میں گئی اور اپنے آنجہانی شوہر کی مقدس کھڑاوؤں کے قریب گر گئی۔ مکاری اور خباثت اس کے خیالات اور عمل کو کبھی چھو کر نہیں گزرے تھے۔ مہی دھر کی گھر سے غیر موجودگی میں بھی' اس کے پلنگ پر بیٹھنا تو کیا' اسے چھوا بھی نہیں تھا۔ اس نے خود کو اور اپنی زندگی کو روزمرہ کے کاموں میں اس طرح منضبط کر لیا تھا کہ مزید کچھ سوچنے کا وقت ہی' اسے نہیں ملتا تھا۔ پھر درگا نے اتنا خوفناک الزام کیوں لگایا تھا؟...... کتنے گھٹیا الفاظ تھے اس کے اور...... کسی نے اسے روکنے کی کوشش بھی نہیں کی تھی؟

اب' اس کا اگلا قدم کیا ہونا چاہئے؟ اسے یہاں سے چلے جانے کا کہلائے؟ ہاں' اسے پتھالڈیہ یا چکراد جا کر' اس کی زمینوں کی دیکھ بھال کیلئے کہا جائے لیکن پھر عجیب سے خوف اس کے ذہن میں سرسرانے لگے۔ اس کا پورا بدن لرز کر رہ گیا۔ نہیں' نہیں وہ اس آدمی کو نہیں چھوڑ سکتی۔ اس کی ساری زندگی اس سے منسلک ہے۔ یہ تو اپنے ہی بدن کے ایک نادیدہ عضو کو کاٹ ڈالنے کے مترادف ہوگا۔ نہیں' وہ ایسا نہیں کر سکتی......اور وہ مسلسل خوف...... چکراد' گرال اور یوکیم کے وہ کاشتکار......جو ہمیشہ رعایتی پٹے کو میعاری کرنے کی دھمکی دیتے رہتے ہیں۔ ہمیشہ کی طرح' کسی کی سرگوشی اسے کانوں میں محسوس ہوئی۔ ''اب نہ تمہارے پاس دولت ہے اور نہ وہ مرتبہ' جو زمین کی پیائش کرنے والے سرویئرز کو رشوت دے سکے یا انہیں دبدبے میں رکھ سکے اور وہ کم بخت تمام چھوٹی چھوٹی جزئیات پر اس طرح نظر رکھتے ہیں جیسے تمام حساب کتاب ان کی ہتھیلیوں پر ہی تو لکھا ہے......اب تمہیں' تمہارے چیلوں تک لے جانے کیلئے کوئی پالکی نہیں آئے گی کیونکہ'' کہار بننے والے تو گوہاٹی چلے گئے پڑھنے لکھنے۔ وہاں وہ انسپکٹر اور پولیس والے بن گئے۔ اب تو تمہیں' انہی پرانے اور بوسیدہ کپڑوں میں گزر کرنا ہوگی......

زمین کی ملکیت پر بھی حکومت حد مقرر کرنے والی ہے۔ زمین کی بالائی حد جلد ہی مقرر ہو جائے گی......اور جو بھی زمین' اس مد میں' ملنے والی ہے......فرض کرو' وہ ان دیہاتی سرویئرز

کی چکر بازیوں سے نہ بچائی جا سکی......تو پھر کیا ہوگا؟ نہیں نہیں، مہی دھر کو یہیں رہنا چاہئے۔ ......اسے کہیں نہیں جانا چاہئے......!

ایک سرد آہ اس کے سینے سے نکلی۔ اس کا دل ٹکڑے ٹکڑے ہوتا محسوس ہو رہا تھا۔

وہ ابھی تک برآمدے میں ہی بیٹھی ہوئی تھی۔ اس کے گیلے کپڑے، بدن پر ہی خشک ہو کر، خاصے کڑک ہو گئے تھے۔ درگا کا صندوق بھی اسی طرح کھلا پڑا تھا اور زمین پر اس کے کپڑے اس طرح بکھرے پڑے تھے جیسے کسی بکری کی سوکھی ہوئی کھال کے ٹکڑے پڑے ہوں۔

وہ ہمت کر کے اٹھی۔ اس نے درگا کے کپڑے سمیت کر صندوق میں رکھے، اسے بند کیا اور خود ہی گھسیٹتی ہوئی اسے کمرے کے قریب لے گئی۔ اس اندھیری گھڑی میں، یہ کام سرانجام دیتے ہوئے، اسے لگا جیسے وہ کوئی شیطانی مشن مکمل کر رہی ہے۔ کسی جادوگرنی کی طرح اچانک اس نے مٹی پہاڑ کی جانب سے پاگل ہاتھی کے چنگھاڑنے کی آواز سنی۔ یقیناً وہ پاگل ہاتھی جمال الدین کے قابو آ گیا ہوگا۔ بڑے زبردست منتر جانتا ہے وہ! کامیاب کیوں نہ ہوگا۔

آہ! کیا شاندار ہاتھی تھا! اس کے ہودے پر سوار ہو کر، گوسان، برہم پتر کی بپھرتی موجیں باآسانی گزر جایا کرتا تھا۔

وہ اندر اپنے کمرے میں چلی گئی اور اندر سے اس کا دروازہ بند کر لیا۔

☆☆☆

MashalBooks.org

باب:11

ایک بیل گاڑی جس پر سائبان تنا ہوا تھا...... گری بالا کو لئے' پہاڑی سڑک پر آہستہ آہستہ چل جا رہی تھی۔ گری بالا سفید ریشمی کپڑے پہنے ہوئے۔ اس کے آدھ کھلے ہاتھوں اور ٹانگوں سے دلکش مگر غیر مرئی شعاعیں خارج ہو رہی تھیں۔

ایک مناسب تن بدن کا لڑکا' بطور گھریلو خادم' گاڑی بان کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا۔ مجھ کچی کی جس سہیلی کے پاس گری بالا گئی تھی' وہ اسے تنہا واپس بھیجنے سے خوفزدہ تھی چنانچہ اس نے اس لڑکے کو گری بالا کے ساتھ کر دیا تھا۔ اس سارے علاقے میں' پاگل ہاتھی نے دہشت پھیلا رکھی تھی اور مختلف اطلاعات کے مطابق' اس راستے پر تو' اس ہاتھی نے کئی افراد پر حملہ بھی کیا تھا۔

بیل گاڑی اب درختوں کے گھنے جھنڈ میں داخل ہو رہی تھی۔ ہر طرف درخت ہی درخت تھے یا خودرو جھاڑیاں۔ مارک صاحب بھی اپنی عجیب وغریب پرانی سائیکل پر' تھیلے اور نہ جانے کیا الا بلا رکھے' بیل گاڑی کے پیچھے پیچھے چلا آ رہا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ گری بالا مجھ کچی کیوں گئی تھی۔ اس نے وہاں گاؤں گاؤں پھر کر' کئی دیمک زدہ' پرانے نسخے تلاش کئے تھے۔ وہ اس وقت بیل گاڑی کے ساتھ ساتھ سائیکل چلا رہا تھا۔ گاڑی بان کے کندھوں کے اوپر سے' نگاہ اونچی کر کے' گری بالا اس کے سنہری بال دیکھ سکتی تھی۔ سنہری بال جب ان کی آنکھیں ملتیں' وہ بیل گاڑی کے پہیے کے پاس آ جاتا۔ وہ اپنی نظریں' اس پر سے ہٹا نہیں پاتی تھی۔ کھلی فضا' گرمی اور دھول مٹی میں سفر کرنے کی وجہ سے' اس کا رنگ وروپ بھی ان لڑکوں کی طرح سرخی مائل ہو گیا تھا جو قربانی کے قریب زیادہ دیر رہنے والے' ہرامدد کے برہمن زادوں کا ہو جاتا تھا۔ اس نے کہا ''گری بالا' مجھے خوشی ہے کہ تم اس طرح گھوم پھر رہی ہو۔

اس لکڑی کے بند کمرے میں گھٹے پڑے رہنا تو انتہائی احمقانہ بات تھی۔ کسی دن میں تمہیں ہر امدو کے اس اصلاحی کیمپ میں لے جاؤں گا جہاں افیمی مردوں اور عورتوں کا علاج کیا جاتا ہے......

اچانک گری بالا نے پھولدار پردہ پیچھے کو سرکایا اور جوشیلے انداز میں کہنے لگی۔

''دیکھو! یہ ہے وہ جگہ جہاں کبھی ایک دولت مند مہاجن کا ہستا بستا گھر ہوا کرتا تھا۔ اب کھنڈر ہو کر رہ گیا ہے۔ یہ مہاجن اور اس کے بال بچے گل مل صاحب کے زمانے میں زندہ تھے۔''

مارک نے اس پراسرار جگہ اور اس کے کھنڈرات کو دیکھا۔ ہر طرف خود رو جھاڑیاں تھیں یا حشرات الارض۔ تباہ شدہ گھر اور اس کے ستونوں کو درختوں اور جھاڑیوں نے اپنی آغوش میں چھپا کر، غائب ہی کر ڈالا تھا۔ اس کے بالائی حصے پر لکڑی کی ریلنگ کو دیمک چاٹ چکی تھی۔ ٹوٹی پھوٹی ریلنگ کراس کی شکل میں نیچے کو جھکی ہوئی تھی۔ جنگلی بیلیں ٹوٹی ہوئی دیوار پر، ہر طرف پھیلی ہوئیں تھیں۔ مارک صاحب حیرت زدہ نگاہوں سے اس جگہ کو تک رہا تھا۔ مہولتا بیل نے ایک اور جگہ کو کچھ اس طرح ڈھک لیا تھا کہ مگر مچھ کی شکل، کسی مچھلی کے جال میں پھنسی دکھائی دے رہی تھی۔ اس نے جوشیلے لہجے میں گری بالا کو آواز دی۔

''بیل گاڑی کو یہاں رکوا کر، تم نیچے اتر کیوں نہیں آتیں؟ ہمیں اس جگہ کو اچھی طرح دیکھنا چاہئے۔'' گری بالا تو گویا اس دعوت کے انتظار ہی میں تھی۔ اس نے فوراً گاڑی بان سے بیل گاڑی روکنے کو کہا۔ گاڑی بان خوف اور حیرت کے بارے بمشکل بول پایا۔

''یہاں کیوں رکنا چاہتی ہو؟ پاگل ہاتھی کی وجہ سے ہر شخص نے اپنے دروازے اور کھڑکیاں بند کر لئے ہیں۔ ایسی خطرناک جگہ پر کیوں اتر رہی ہو؟ میں تمہیں یہاں ادھر ادھر جانے کا بالکل مشورہ نہیں دوں گا۔ کسی بھی لمحے، وہ پاگل ہاتھی یہاں آسکتا ہے!''

خادم لڑکا بھی ڈرتے ڈرتے کہنے لگا۔

''مقامی حکیموں کا کہنا ہے کہ مہاجن گھرانے کے افراد کی روحیں، اسی خطرناک جگہ پر پھرتی رہتی ہیں، آپ لوگ یہاں قطعاً نہ ٹھہریں۔''

لیکن گری بالا اور مارک نے ان کی باتوں پر کان نہیں دھرے اور وہاں کھڑے ہو گئے۔ مارک نے اپنی سائیکل ایک درخت کے تنے سے لگا کر کھڑی کر دی پھر دونوں ہی اس گہری

اندھیری جگہ کی طرف چل دیئے۔ بیل گاڑی چلانے والا حیرت سے پتھرا گیا۔ اسے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آیا۔ انتہائی قابل احترام گوسان گھرانے کی بیوہ' یوں ایک کم ذات عیسائی کے ساتھ اکیلی پھر رہی تھی اور وہ بھی انتہائی خطرناک اور گھنے درختوں کے جھنڈ میں۔ اسے یاد آیا' ایک بار بچپن میں' اس نے گری بالا کو کھلانے کیلئے اپنی گود میں اٹھا لیا تھا تو اس کی ماں نے فوراً اسے چھین لیا تھا اور اسے پاک کرنے کیلئے زبردستی نہلا ڈالا تھا۔ صرف اس لئے کہ اسے نچلی ذات کے کسی آدمی کا ہاتھ چھو گیا تھا۔

کھنڈر کے پاس پہنچ کر' گری بالا اور مارک نے اس امیر مہاجن کا خشک تالاب دیکھا۔ کبھی اس تالاب میں پانی لبالب بھرا ہوتا ہوگا۔ اس میں رنگ برنگی' چھوٹی بڑی' سینکڑوں مچھلیاں تیرتی پھرتی ہوں گی لیکن اس وقت تو وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ سوائے تالاب کی خشک تہہ کے۔

مارک مٹی کے ایک گودے پر بیٹھ گیا اور اپنی پتلون ٹخنوں سے اوپر چڑھا لی۔ جنگلی پھولوں کی ہلکی ہلکی مہک اس کی ناک سے ٹکرائی۔ گری بالا نے کہا۔

''یہ کبھی بھوگی مہاجن کا گودام ہوا کرتا تھا۔ عین اسی جگہ' کوچ بہار اور دربھنگا سے آئے ہوئے دو تاجروں کو' اس کے حکم پر قتل کر دیا گیا تھا......

اپنے شہد رنگ بالوں کی مٹی جھاڑتے ہوئے مارک نے پوچھا۔

''کیا انہیں بانسوں کی سنی سے مار مار کر ختم کیا گیا تھا؟''

''ہاں' میری دادی نے بتایا تھا۔ وہ تاجر چوری چھپے' چاندی کے بے شمار سکے لے کر' یہاں آیا کرتے تھے۔ وہ جوان اور توانا ہاتھیوں کے خریدار ہوتے تھے۔ اسی سال بھوگی خاصی مشکلات کا شکار تھا۔ اس نے جنگل سے جو دو ہاتھی پکڑے تھے۔ وہ زخموں کے خراب ہونے کی وجہ سے مر گئے تھے اور اسے دو سو روپے فی ہاتھی کا بھاری جرمانہ ادا کرنا پڑا تھا۔ اس سال اس کے پاس صرف تین ہاتھی تھے۔ ان میں سے ایک گنیش تھا۔ ایک دانت کا ہاتھی بہت شاندار اور قیمتی تھا! دونوں تاجروں کی حریص نگاہیں گنیش پر ہی لگی ہوئی تھیں۔ وہ پراسرار راستوں سے چھپتے چھپاتے' کوچ بہار سے یہاں تک' اسی ہاتھی کو خریدنے پہنچے تھے۔ چاندی کے سکے' وہ پٹ سن کے بوروں میں بھر کر لائے تھے......''

مارک نے ایک اور ابھرے ہوئے تودے کی طرف اشارہ کر کے' گری بالا کو اس پر

بیٹھنے کیلئے کہا۔ ایک پرندہ چی چی ...... چی چی ......ان کے سروں پر سے اڑتا ہوا چلا گیا۔

''یہ پرندے عموماً پانی کے قریب ہی رہتے ہیں۔'' مارک نے بتایا ''غالباً اس نے یہاں بھی پانی کی موجودگی محسوس کی ہوگی۔ بہرحال کبھی یہاں تالاب ہوا کرتا تھا۔''

''......وکٹوریہ کے ان چاندی کے سکوں کے لالچ میں آ کر' بھوگی' ان دونوں تاجروں کو بہلا پھسلا کر یہاں لے آیا۔ یہاں انہیں رسیوں سے باندھ دیا گیا اور پھر انہیں اتنا مارا پیٹا گیا کہ وہ زندہ نہ بچ سکے۔'' مارک کی آنکھیں حیرت سے کھلی ہوئی تھیں۔

''کیا یہ حقیقت ہے؟ کیا واقعی سچ یہی تھا؟''

''ہاں' ہاں! بالکل سچ ہے۔ رات بھر ان کی لاشیں جانوروں کے باڑے میں پڑیں رہیں۔ دن نکلنے کے بعد' انہیں بانس کے درختوں کے جھنڈ میں لے جا کر' دفن کر دیا گیا۔ اگلی صبح' جب لوگوں نے مویشی باڑے میں خون کے نشانات دیکھے تو انہیں بتایا گیا کہ پچھلی رات کسی گائے نے بچھڑے کو جنم دیا تھا۔''

مارک نے اوپر نگاہ اٹھائی اور کہا۔

''کیا پتہ؟ ممکن ہے انہیں' بانسوں کے اسی قریب جھنڈ میں دفن کیا گیا ہو؟''

دونوں' ذرا دور موجود بانس کے درختوں کی جانب دیکھنے لگے۔ قریب ترین گھنی جھاڑیاں یہی تھیں۔

''احتیاط سے دیکھو! شاید مقتولوں کی کوئی ہڈی وغیرہ نظر آ جائے!''

گری بالا نے ہچکچاتے ہوئے مارک کی طرف دیکھا اور اس کے قریب ہوگئی۔ دونوں کو ایک دوسرے کے بدن کی خوشبو اور قربت کا وہ عجیب سا احساس ہوا' جس کا تجربہ انہیں پہلے کبھی نہیں ہوا تھا۔ خود کو روکتے ہوئے اس نے بات آگے بڑھائی۔ ''وکٹوریہ کے چاندی کے سکوں کی لالچ میں اس نے ان دونوں کو مار ڈالا پھر وہ بھوت بن کر' مہاجن کے گھرانے کے درپے ہو گئے۔ دو تین لوگ جو یہاں سے بچ نکلے۔ خوف کے مارے یہاں سے جگالیہ کے مشرق میں نہیرا میں منتقل ہو گئے۔''

''میں نے کہیں سنا تھا کہ وہ کالے بخار اور ملیریا کا شکار ہوئے تھے۔'' مارک نے کہا ''کام روپ اور گول پاڑہ ضلعوں میں' انہی دنوں چوتھائی آبادی کالے بخار اور ملیریا کے ہاتھوں' موت کے منہ میں چلی گئی تھی۔ ریت کی مکھیوں کا خوفناک واقعہ یاد نہیں تمہیں۔ ان

مکھیوں کے بادل ان جگہوں پر چھا گئے تھے۔ وہ خاموشی سے لوگوں کے جسموں سے چمٹ جاتیں اور ان کا خون چوس ڈالتیں' لوگوں کو پتہ بھی نہیں چلتا تھا' یہ مکھیاں اردگرد موجود درختوں کے پتوں پر رہا کرتیں تھیں۔ شیطانی سانپوں کی طرح' یہ اپنا کام چپ چاپ کر جاتیں تھیں۔"

مارک گری بالا کے قریب اور جھک آیا اور کہنے لگا "مقتول تاجروں کی کہانی کا ایک دلچسپ رخ یہ بھی ہے۔ افواہیں اڑا گئیں تھیں کہ مرنے والوں کے گلے میں سونے کی زنجیریں موجود تھیں۔ لوگ ان کی باقیات کی تلاش میں ادھر ادھر کھدائی کرنے لگے۔ آؤ' میں دیکھاؤں تمہیں وہ گڑھے!"

وہ تھوڑا اور آگے بڑھ گئے۔ اب وہ نیم کے ایک درخت کے نیچے کھڑے تھے۔ سورج کی شعاعیں نیم کے پتوں میں سے چھنتی ہوئی ان پر پڑ رہی تھیں۔ مارک نے کہا۔

"پتہ ہے' تم کتنی خوبصورت ہو؟ اس کھلی فضا میں' بکھری ہوئی فطرت میں' تم اور بھی زیادہ آسمانی مخلوق لگ رہی ہو!"

گری بالا نے نیچے دیکھتے ہوئے' اپنے پاؤں پر نظریں جما دیں۔ اس کے خوبصورت چہرے سے سورج کی چمکتی دمکتی شعاعوں جیسی کرنیں پھوٹنے لگیں۔ شاید کسی عورت کو اپنے محبوب کی قربت میسر آنے پر' اس کے جسم سے' روشنی کی ایسی ہی کرنیں پھوٹتیں ہیں۔ اس نے اپنی خوبصورت آنکھیں اوپر اٹھائیں اور کہنے لگی۔

"تم یہاں کتنا عرصہ اور رہو گے؟"

مارک لمحے بھر کو سوچ میں پڑ گیا' پھر بولا "میں کچھ عرصہ افیمیوں کے اصلاحی کیمپوں میں کام کرنا چاہتا ہوں۔ پھر میں جرمن صاحب گل مل کی سوانح عمری مکمل کرنا چاہوں گا۔ تمہارے والد کی خواہش ہے کہ میں سنت دیومہا پربھو کی زندگی کے بارے میں انگریزی میں کچھ لکھوں۔ اس کا مواد اکٹھا کرنے کیلئے مجھے کہار اور دھوبی جانی بھی جانا ہوگا۔"

"سنا ہے کہ تمہارے ساتھ رہنے والے دو تین پادریوں نے کئی مردوں اور عورتوں کو عیسائی بنایا ہے۔ کیا تم نے کبھی یہ کام کیا ہے؟ بتاؤ مجھے؟"

مارک نے براہ راست گری بالا کے چہرے پر نگاہ ڈالی۔ اس کی تیز نگاہیں سیدھی اس کے دل میں اترتی چلی گئیں۔ "مجھ میں جو تھوڑی بہت طاقت ہے' اس سے میں انسانیت کے دکھ

MashalBooks.org

اور درد کو کم کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ مذہبی تبدیلی ہی صرف میرا مقصد نہیں جو لوگ اپنی زندگی کا مقصد صرف اسے قرار دیتے ہیں، وہ کوئی بہت بڑا کام ہرگز نہیں کر رہے ہیں۔''

''میرے دادا کہا کرتے تھے کہ وہ مشنری ادھیکاروں سے بہت ناراض ہیں کیونکہ وہ مکیر قبیلے کے صرف ایک ہزار مردوں اور عورتوں کو عیسائی بنا سکے۔ یہ مکیری اب لکڑی کی تجارت کیلئے نشیبی علاقوں میں چلے گئے ہیں۔ کسی بھی صحیح ہندو کو مشنری عیسائی نہیں بنا سکے۔ ادھیکاروں نے انہیں اپنے آہنی کنٹرول میں رکھا ہوا تھا۔'' اس نے لمحے بھر کا وقفہ لیا اور پھر کہنے لگی۔

''میں تمہارے دل کی گہرائی کو نہیں چھو سکتی! اور مذہب! میں اس کی حقیقت سے بھی ناواقف ہوں لیکن اگر...... میں عیسائی بن کر ہمیشہ تمہارے ساتھ رہ سکوں......

''کیا؟'' مارک نے بے ساختہ حیرت ظاہر کی لیکن فوراً ہی اس نے اپنے جذبات پر قابو پا لیا اور نرمی سے کہنے لگا۔ ''میں خود بھی شمال مشرقی بپتسمہ دینے والے چرچ کا رکن نہیں۔ ہاں، میں ان کے ساتھ کافی رہا ہوں۔ انہیں سے آسامی سیکھی تھی میں نے۔ یوکیم اور دمارہ میں ان کے مراکز ہیں۔ میں نے اندھے مچھیرے کے بیٹے کندورہ کے بارے میں تفصیلاً لکھا ہے۔ وہ عیسائی ہونے کے بعد رونالڈ سمتھ بن گیا تھا۔ اس علاقے میں آنے کا میرا اپنا ایک مقصد ہے...... یقین کرو! واقعی میرا اپنا بھی ایک مقصد ہے!''

اچانک اس کی نگاہ گری بالا پر جا پڑی۔ وہ اس کے رخساروں کو آنسوؤں میں بھیگتے دیکھ کر دہل گیا۔

''پیاری! یہ تم رونے کیوں لگیں؟ ایسی کیا بات ہو گئی؟ کیا واقعی یہ سچ ہے کہ ہم دونوں ایک دوسرے کے بہت قریب آ گئے ہیں!''

آنسوؤں نے ایک بار پھر اس کی آنکھوں کو دھندلا دیا۔ وہ فوراً جواب نہیں دے پائی۔ اس نے اپنی چادر کا ایک سرا، اپنے دانتوں تلے دبا لیا اور آنسوؤں کو روکنے کی کوشش کرنے لگی......

''مجھے ڈر ہے تم اس علاقے میں زیادہ دیر نہیں رہو گے۔''

مارک نے جواب دیا۔ گری بالا نے بات بڑھائی۔ ''پتہ ہے صاحب! ایک عجیب سا احساس میرے دل میں رچ بس گیا ہے...... پراسرار اور وہم سے بھرپور......! مجھے لگتا ہے،

MashalBooks.org

ساری باتیں اس پاگل ہاتھی کے اردگرد گھوم رہی ہیں۔ جونہی جمال الدین اسے پکڑنے میں کامیاب ہو گیا' اس علاقے میں ہونے والی ساری نحوستیں خودبخود ختم ہو جائیں گی...... رات' میں نے خواب میں دیکھا' وہی شاندار ہاتھی' اپنی پیٹھ پر ایک زرق برق ہودا سجائے' بڑی آن بان سے کھڑا ہے۔ خواب ہی میں' میرے کانوں میں سرگوشی ہوئی۔ تم علاقے میں بندھی بیٹھی رہ گئیں اور گوہاٹی اور بالائی آسام نہیں گئیں اور ہاں' مرابطہ سے سرخ جھنڈا غائب ہو گیا ہے۔ ٹھنڈی میٹھی ہوا میں سنہری بالیاں لہرا رہی ہیں اور اندرناتھ' دھان کے ان کھیتوں میں چہل قدمی کر رہا ہے۔ اس رزق برق ہودے کے دو سنہری پر پیدا ہو گئے ہیں......''

''سنہری پر؟'' مارک نے حیرت سے کہا۔

گری بالا نے اس کے سوال پر توجہ نہیں دی اور بولتی رہی۔

''غور سے سنو صاحب! پھر میں نے دیکھا...... میں نے کراس کا نشان اپنے سینے پر پڑا محسوس کیا۔ وہی کراس' جو ہمیشہ تمہارے ساتھ ہوتا ہے۔''

مارک کی تیز نگاہیں' دوبارہ اس کے چہرے پر جم گئیں۔

''بس انتظار کرو اور دیکھو! جمال الدین اس ہاتھی کو پکڑے گا! اور ہر کام آسان اور سیدھا ہو جائے گا۔''

''ہاں' ہر کام ٹھیک ہو جائے گا اور میں زیادہ دل جمعی سے' تمہارے لئے پرانے مسودے جمع کرنے لگوں گی۔ بنگارہ' چکرہاٹی' یوکیم اور بہت سی دوسری جگہوں پر' میں ان مسودوں کی تلاش کرنے جاؤں گی۔

سنیاسی صاحب! مجھ پر پورا بھروسہ کر سکتے ہو!''

مارک کچھ دیر چپ رہا۔ گری بالا کہنے لگی۔ ''میرا خیال ہے اسی بھاگوان کراس کی بدولت تم اس علاقے میں آئے ہو اور اب یہ میرے دل کی گہرائی میں بھی موجود ہے۔''

مارک حیرت زدہ رہ گیا لیکن ساتھ ہی اس کے اقرار کی سادگی نے' اس کے دل میں ہلچل مچا کر رکھ دی۔

''یہ سارے پرانے مسودے تم مجھے پڑھ کر سناتی رہی ہو۔'' اس نے کہا ''شاید اسی لئے اس طرح کے خیالات تمہارے ذہن میں جنم لینے لگے ہیں۔ اندرناتھ کی خواہش تھی کہ میرے ساتھ ساتھ' تم بھی ان پرانے مسودوں کے علم سے فیضیاب ہوتی رہو۔ سنو' گری! تمہاری

سوچیں کچھ بھی ہوں' میں بہرحال ایک غیر ملکی ہوں۔ ایک اجنبی! اگر یہ معاملہ چلتا رہا تو میرے لئے بہت مشکل ہو جائے گی۔ تمہیں سیدھا راستہ دکھانا' سمجھ رہی ہو نا گری......؟''

اچانک خشک پتوں کے چرمرانے کی آواز ان کے کانوں میں پڑی۔ ایک سانپ اپنے قدموں کے بالکل پاس سے گزرنے دیکھ کر وہ دہل ہی تو گئے' لیکن وہ بجلی کی طرح' ایک جانب غائب ہو گیا۔ اسی لمحے مارک کی نظریں' عمارت کی ٹوٹی ہوئی بنیاد کے پتھر پر پڑیں۔ وہاں پرانے بوسیدہ کاغذات کا ایک بنڈل پٹ سن کی رسیوں سے بندھا پڑا تھا۔ وہ تجسس بھرے انداز میں' کسی بچے کی طرح ادھر لپکا۔ اس نے وہ بنڈل اٹھا لیا۔ وہ غالباً ہاتھیوں کی خرید و فروخت سے متعلق کاغذات تھے۔ ان کا رنگ خاکستری ہو چکا تھا۔ مارک یہ دیکھ کر حیران رہ گیا ان میں سے بعض کاغذات میلا شکار سے متعلق تھے۔ جن میں ہاتھیوں کے شکار کے قواعد و ضوابط کی تفصیل تھی۔

میلا شکار کے تحت' جنگلی ہاتھیوں کو پکڑنے کا اجازت نامہ:

ہاتھیوں کے تحفظ کے قانون 1879ء (چھٹی شق) کے تحت' میں ......ایک وقت میں' ایک ہاتھی پکڑنے کیلئے......گاڑ پہاڑیوں کے علاقے میں' مندرجہ ذیل شرائط کے تحت' تمہیں یہ لائسنس دے رہا ہوں۔

1- یہ لائسنس ہاتھیوں کے تحفظ کے قوانین 1879ء (چھٹی شق) کی دفعات اور آئندہ بننے والے ضوابط کے تحت کارآمد ہے۔

2- یہ اجازت گارو پہاڑیوں کے ضلع کی حدود تک محدود ہے۔

3- اجازت نامے کی مدت یکم اکتوبر 1933ء سے 15 مارچ 1934ء تک ہے۔

4- میلا شکار کے تحت' تمہیں جنگلی ہاتھی پکڑنے کی اجازت ہو گی۔

5- تمام پکڑے ہوئے ہاتھیوں کو' ڈی سی کے مقرر کردہ ڈپو میں' پکڑے جانے کے فوراً بعد لانا ہو گا۔

6- ہاتھی کے ڈپو میں آنے کے بعد' چوبیس گھنٹے کے اندر اندر' ان کی تربیت کا آغاز کرنا ہو گا۔ تربیت کے دوران ان کی خوراک اور پانی کا خاص خیال رکھنا ہو گا۔ تربیت میں ہاتھی کے ساتھ کوئی ظالمانہ رویہ اختیار نہیں کیا جائے گا۔

7- کسی ہاتھی کے پکڑے جانے یا تربیت کئے جانے کے دوران' اس کی موت یا حالت

مرگ کی کیفیت کے بارے میں فوری طور پر ڈی سی یا جنگلات کے ڈپو افسر کو اطلاع کرنا ہو گی۔

8- ہر پکڑے گئے ہاتھی کیلئے...... خواہ وہ زندہ ہو یا مردہ...... دو سو روپے فی ہاتھی رائلٹی ادا کرنا ہو گی۔ آزاد کئے گئے یا حکومت کی تحویل میں لئے گئے ہاتھیوں کی رائلٹی نہیں ہو گی۔ یہ رائلٹی دھوبری توڑہ کے خزانے میں یا افسر جنگلات کے پاس...... ہاتھی کے ڈپو میں آ جانے یا اس کی موت کے چودہ دن کے اندر اندر جمع کرانی ہو گی۔

10- پروانہ راہداری لئے بغیر' کسی ہاتھی کو ڈپو سے باہر نہیں لے جایا جائے گا۔ یہ پروانہ' رائلٹی کی ادائیگی کی رسید دیکھنے کے بعد ضلعی افسر جنگلات جاری کرے گا۔

11- اگر پکڑے جانے والے کسی بھی ہاتھی کو' حکومت اپنی تحویل میں لینے کا فیصلہ کرے تو اس کا چناؤ ایک خصوصی افسر کرے گا' اس ہاتھی کی تربیت کی ذمہ داری پوری کرنے کے بعد لائسنس ہولڈر اسے حکومت کے حوالے کر دے گا...... آزادی سے ایک آدمی کی سواری اور اپنی خوراک نارمل طریقے سے لینے کی تربیت بنیادی عمل ہو گی...... ڈی سی کے ساتھ طے کی گئی قیمت شکاری کو واجب الادا ہو گی' وغیرہ ''یہ تو زبردست خزانہ ہے!'' مارک نے خوشی سے کہا ''ہم خوش قسمت ہیں جو یہ ہمیں مل گیا۔'' گری بالا اور مارک نے یہ کاغذات انتہائی دلچسپی سے پڑھے۔

...... زندگی بھی لمحوں میں کچھ کی کچھ ہو جاتی ہے۔ انہوں نے سوچا ایک مختصر سے وقت میں' یہ زبردست وسیع و عریض جائیداد...... گھر' زمین' ان گنت ہاتھی وغیرہ وغیرہ...... ختم ہو گئے' تباہ و برباد کھنڈر کی شکل اختیار کر گئے۔ اب ان پر جھاڑیاں اور درخت اگ آئے ہیں۔ سانپ' بچھو اور سینکڑوں دوسرے جانور ان میں آن بسے ہیں۔

گری بالا کے کپڑوں سے' اسے کٹائی پھولوں کی مہک آتی محسوس ہوئی۔ غالباً کپڑے صندوق میں رکھتے وقت' اس نے ان میں کٹا کی پھولوں کی پتیاں بھی ڈال دی تھیں۔

اچانک انہیں احساس ہوا کہ جنگل کی زمین پر' چیتے کی کھال کی طرح' چھن چھن کر آتی سورج کی روشنی غائب ہو گئی ہے اور اس کی جگہ گہرا' دودھ کھدی اور بکل کے درختوں کے گہرے سائے پھیلنے لگے ہیں۔ گری بالا' مارک کے کچھ اور قریب ہو گئی اور کہنے لگے......

''اوہ' صاحب! میں تو بے زار ہو گئی ہوں! پھوپھی درگا کا کہنا ہے کہ میں اپنے شوہر کی

MashalBooks.org

کھڑاووں کو نظر انداز کر رہی ہوں۔ ایک پاکیزہ بیوہ کی طرح' ان پر پھول اور تلسی کے پتے نہیں چڑھاتی اور سب سے بڑی بات یہ کہ میں نے اپنے دادا کی برسی کے موقع پر بکرے کا گوشت چکھ لیا تھا۔ اس کے مطابق تو میں بہت گناہگار ہوں۔ وہ تو میرے ہاتھ سے پانی بھی نہیں لیتی اور مقدس کمرے میں پوجا کے وقت' وہ میری وہاں موجودگی بھی برداشت نہیں کر سکتی......''

امریکی نوجوان' مارک کی نیلی آنکھوں میں اس خوبصورت مگر دکھی لڑکی گری بالا کیلئے بے تحاشا ہمدردی امڈ آئی۔ ''لیکن صاحب! عجیب بات ہے۔ میں تو خود کو بالکل بھی گناہگار محسوس نہیں کرتی۔ اس دن بکرے کا گوشت کھانے کے بعد بھی' مجھ پر تو کوئی لرزہ طاری نہیں ہوا......''

وہ لمحے بھر کو رکی...... مارک شکستہ ستون کے پاس سے ہٹا اور اظہار ہمدردی کیلئے' اس کا بازو پکڑنے کیلئے آگے بڑھا لیکن گری بالا فوراً ہی پیچھے کو ہٹ گئی۔ وہ اس کی نیلی آنکھوں میں جھانکنے لگی۔ ان نیلگوں آسمان جیسے رنگ والی آنکھوں کے سائے میں زندگی کتنی خوشگوار اور پرسکون ہوگی......وہ پھر گویا ہوئی۔

''صاحب! سمجھ سکتے ہو مجھے؟ میں صرف زندہ رہنے کیلئے زندہ نہیں رہ سکتی۔ پھوپھی درگا اور سارو گوسائی کی طرح۔

میرے ابو ادھیکار نے مجھ سے کہا تھا: تمہارا اور درگا کا مستقبل باہم جڑا ہوا ہے۔ درگا نے اپنا راستہ پا لیا ہے اور تمہیں اس کی پیروی کرنا ہے! تمہیں تمام مذہبی رسوم کا خیال رکھنا ہے۔ تمہیں روزانہ اپنے میاں کی کھڑاووں پر پھول اور تلسی کے پتے چڑھانے چاہئیں۔ تمہیں پتہ ہے' ایک ہندو عورت کی زندگی میں' اس کا شوہر لہو کی حیثیت رکھتا ہے۔''

وہ یک بیک رک گئی اور ہنسنے کی کوشش کرنے لگی...... کچھ دیر بعد' وہ دوبارہ بولنے لگی: ''تمہیں معلوم ہے؟ میرے شوہر کے اس بدمعاش عورت سے تعلقات تھے جو افیم بیچا کرتی تھی۔ پتہ ہے اس نے شادی کی پہلی رات کیا کہا تھا مجھ سے؟ میرا گٹالا ایک طرف دھکیلتے ہوئے' اس نے کہا......شادی کر کے' لانے والی عورت سے ہم بستری کا بھلا کیا مزا؟ سرے سے کچھ بھی نہیں! پھر بھی' میں اس کی کھڑاوؤں پر پھول اور تلسی کے پتے نچھاور کرتی ہوں لیکن اگر یہ سلسلہ چلتا رہا تو مجھے ڈر ہے کہ میں کوئی چڑیل بن جاؤں گی......

''نہیں' نہیں' دل تھوڑا نہ کرو! انسانی زندگی خدا کا سب سے بڑا تحفہ ہے اور وہ ہمارے دلوں میں بستا ہے۔ یسوع مسیح کو ہمارے گناہوں کی وجہ سے صلیب پر چڑھایا گیا۔ ان کے خون نے ہمیں پاکیزگی دی ہے۔ ان کے زخموں نے ہمیں طاقت بخشی ہے۔''

گری بالا اٹھ کھڑی ہوئی اور اس سے تھوڑی دور جا کر' وہ ایک درخت کے تنے کے پاس جا کر بیٹھ گئی۔ درحقیقت' اس وقت وہ اس عیسائی نوجوان سے کوئی مذہبی تلقین نہیں سننا چاہتی تھی۔

''تم یہ درس جا کے پھوپھی درگا کو دو۔'' اس نے کہا ''وہ آج کل اس طرح کی باتیں سننا بہت پسند کرتی ہے اور اب تو وہ بالکل ہی ٹوٹ پھوٹ گئی ہے۔ بستر سے لگ گئی ہے لیکن ایک زمانے میں' پتہ ہے وہ کیا کرتی تھی؟'' وہ مارک کے نزدیک آ گئی۔ اسے اس کے لباس سے وہی تصوراتی مہک آتی محسوس ہوگی۔ یہ کٹا کی پھولوں کی خوشبو تھی؟...... یا کچلے ہوئے گنے کی؟......

''میری بیوگی کے بعد' ابو نے حکم دیا تھا کہ میرا پلنگ اس کے پلنگ کے ساتھ بچھنا چاہئے۔ وہ مجھے اس جیسا ہی دیکھنا چاہتے تھے۔ آدھی رات کو' کئی بار میں نے اسے اٹھتے دیکھا۔ وہ اپنے شوہر کی کھڑاویں اٹھاتی اور اپنے سینے میں دبا کر' سونے کیلئے' دوبارہ بستر میں گھس جاتی۔ بہرحال اس نے خوشی اور محبت کے سولہ سال گزارے تھے اپنے شوہر کے ساتھ' ایک دوسرے پر جان چھڑکتے تھے' لیکن پھر بھی' مارک صاحب! رات کے ان لمحوں میں' وہ مجھے کسی چڑیل کی طرح دکھائی دیتی تھی تاہم' اپنے زیورات چوری ہو جانے کے بعد' اس کا چہرہ بہت ڈراؤنا لگنے لگا ہے۔ رات کے پچھلے پہر جب وہ اٹھتی ہے......اب تو اس کے جذبات اور محسوسات کسی خشک لکڑی کی طرح ہو گئے ہیں کیونکہ وہ اپنے شوہر کی چتا کی راکھ مقدس گنگا میں بہانے نہیں جا سکتی۔ اس کی حالت دیکھی نہیں جاتی تھی۔ ایک دن میں نے پھوپھی سے کہا: میرے زیورات لے لو' ماں کے پاس پڑے ہیں۔ میرے تو کسی کام کے نہیں کیونکہ مجھے کوئی خواہش نہیں کہ اپنے شوہر کی راکھ مقدس دریا میں بہاتی پھروں۔'' یہ سنتے ہی اس کی انگارہ آنکھیں نفرت سے اور بھی ڈراؤنی ہو گئیں۔ اس نے زمین پر تھوکتے ہوئے بڑی چبھتی ہوئی آواز میں کہا۔ اس طرح کے گندے خیالات رکھنے والے شخص سے کوئی چیز لینا بھی پاپ ہوگا......!''

گری بالا ایک دم چپ ہوگئی اور اپنے گھٹنوں میں سر چھپا کر' سسکیاں لینے لگی۔ مارک اس کے بہت نزدیک آ گیا۔اس نے اس کے بالوں میں ہاتھ پھیرنے کیلئے اپنا ہاتھ باہر نکالا لیکن وہ ایسا کرنے کا حوصلہ نہ کر سکا۔گاڑی بان اور وہ لڑکا' بمشکل بیس پچیس فٹ دور تھے' ان کے منتظر اور گاڑی بان تو شاید ان پر نظر بھی رکھے ہوئے تھا۔ان کی باتیں سنتا رہا تھا۔ وہ اس کے برابر میں' گھٹنے جھکا کر بیٹھ گیا اور نرمی سے کہنے لگا ''چپ ہو جاؤ' گری! حوصلہ کرو! مجھے افسوس ہے' میں تمہیں صحیح طرح مطمئن بھی نہیں کر سکا۔تم نے میرے بارے میں اپنے جذبات ظاہر کر دیئے۔اس کیلئے میں تمہارا ممنون ہوں۔ میں تمہارے بارے میں' اب زیادہ ذمہ داری محسوس کر رہا ہوں۔سمجھ رہی ہونا......!''

درختوں پر بیٹھے پرندوں نے اچانک زور شور سے چہچہانا شروع کر دیا۔

اچانک انہیں ایک زبردست چنگھاڑ سنائی دی۔ ساتھ ہی لوگوں کے بھاگنے دوڑنے اور ان کی چیخ و پکار کا شور بھی کانوں میں آنے لگا۔ ماحول ایک دم افراتفری کا شکار ہو گیا۔گری بالا اور مارک حیرانی اور پریشانی کے عالم میں کھڑے ہو گئے۔انہیں سمجھ نہیں آیا کہ اردگرد کیا ہو رہا ہے۔گاڑی بان نے اپنا ہاتھ لہرا کر انہیں متوجہ کرنے کی کوشش کی۔

''آؤ' جلدی! تیزی سے بھاگو' تم دونوں! پاگل ہاتھی نے کسی کو مار ڈالا ہے۔ وہ اسی طرف آ رہا ہے۔تیز بھاگو' جان بچانے کو بھاگ لو!''

چنگھاڑ کی آوازیں قریب سے قریب آتیں جا رہیں تھیں......گھبراہٹ میں گاڑی بان نے اپنے دونوں بیلوں کو چھکڑے میں سے کھول دیا۔ وہ کھلتے ہی ایک جانب بھاگ لئے۔ گاڑی بان بھی ان کے پیچھے بھاگتے ہوئے' ایک بار پھر چلایا ''مائی چنا! اس طرف آ ؤ' تیزی سے بھاگو' صاحب کو بھی ساتھ لے آؤ! بھاگو! ہاتھی نے کسی کو مار دیا ہے...... ہاتھی نے...... آدمی مار دیا...... بھاگو......!''

بجلی کے کڑکنے اور بادلوں کے ٹکرانے جیسی خوفناک آواز اور بھی قریب آ گئی تھی۔

درختوں کی ٹہنیاں ٹوٹنے' جھاڑیوں کے کچلے جانے اور پتوں کی چرچراہٹ کی آوازیں ساتھ تھیں۔

......وہاں! وہاں! خوفناک ہاتھی کی سونڈ کچھ کچھ دکھائی دے رہی ہے! وہاں' وہ اس کے خوفناک ہتھیار دیکھو' خون میں ڈوبے ہوئے لمبے دانت! ان میں جھاڑیوں کے پتے اور جھاڑ

MashalBooks.org

جھنکار پھنسا بھی نظر آ رہا ہے۔ اب پاگل ہاتھی' کسی دیو کی طرح' پورے کا پورا نظروں کے سامنے ہیں۔ وہ کک ماری' اس نے اور چھکڑا ٹوٹ کر کئی حصوں میں بکھر گیا۔ پھولدار چھتری' وہاں سے اچھلی تو سیدھی ان دونوں کے قدموں میں آ گری......

گری بالا نے شدید خوفزدگی اور ہسٹیریائی کیفیت میں مضبوطی سے مارک کو پکڑ لیا...... حقیقی موت' ان سے صرف پانچ گز دور......سرخ خونی آنکھوں والی موت......وہ رہا......سامنے!

گری بالا کے حلق سے دہشت ناک چیخیں نکلیں۔ پھر وہ عجیب اذیت ناک سرگوشی میں کہنے لگی:

''مجھے مار ڈالو! مار دو مجھے ابھی' میں نے صاحب کو اپنے بازوؤں میں جکڑا ہوا ہے۔ فوراً مار ڈالو مجھے! میں بے پناہ خوش ہوں گی۔ تمہیں یاد نہیں' دریا کے کنارے' میں تمہاری پیٹھ پر سواری کیا کرتی تھی۔

تمہاری پشت پر سے جونکیں نکالتی تھی! یاد نہیں' تم میرے ننگے بدن پر مٹی' کیچڑ اور پانی کی بارش کیا کرتے تھے؟ پھر میں تمہارے زخموں کو سہلایا کرتی تھی' وہ زخم' جو تمہیں مہاوت مار مار کر لگاتا تھا۔ میں اپنے ہاتھوں سے تمہیں پیار کرتی تھی۔ یاد ہے نا! بس اب مجھے مار دو! وہ لڑکی' جو کبھی ادھیکار کے پیچھے تمہارے مہاپر بھو کے ہودے پر بیٹھا کرتی تھی۔ اب وہ ایک ناپاک' کم ذات آدمی کی بانہوں میں ہے۔ مار دو اسے' فوراً مار ڈالو!''

آخری الفاظ ''اسے مار ڈالو'' کہتے کہتے گری بالا لڑکھڑائی اور بے ہوش ہو کر مارک کے بازوؤں میں جھول گئی۔

دھم' دھما دھم...... ڈھول بجانے کی آوازیں قریب آتی جا رہی تھیں۔ تقریباً بیس آدمیوں کا گروپ ہاتھیوں میں جلتی لالٹینیں اور تیز انی والی مشعلیں تھامے آگے بڑھ رہا تھا۔ جھلملاتی روشنی میں ان کی ننگی کمریں' پسینے میں شرابور نظر آ رہی تھیں۔ دو شوری ذات کے کہار' ایک پرانی سی پالکی اٹھائے' ان کے درمیان میں تھے۔ باقی تمام لوگ جنگلی یا پاگل ہاتھی کا مقابلہ کرنے یا اسے پکڑنے کے ماہر تھے۔ وہ ہاتھی کو لبھانے کیلئے' آگے بڑھتے ہوئے ایک گیت بھی گا رہے تھے:

او میرے سندر رانا! نرمی سے چل!......آگے کو' آہستگی سے چل!
پیارے ہاتھی! آ' ای' دھت......میرے ساتھی! آ' ای......دھت!

کھوجی پارٹی اس بیل گاڑی کے پاس آ کر رک گئی جسے پاگل ہاتھی نے توڑ پھوڑ کر رکھ دیا تھا اور اس وقت وہ کسی ڈھانچے کی طرح ایک طرف پڑی ہوئی تھی۔

''مائی چنا بچ نکلنے میں کامیاب ہو گئی ہے۔'' کسی نے جوش میں کہا ''مجھے یقین ہے کہ پاگل ہاتھی جرانگ کی پہاڑیوں کی طرف نکل گیا ہوگا......''

اچانک مارک صاحب بھوگی رام کی کھنڈر عمارت کی طرف سے نمودار ہوا۔ اسے دیکھتے ہی کھوجی پارٹی میں چہ مگوئیاں ہونے لگیں: ''وہاں' وہ رہا گورا صاحب! اس کی سائیکل بھی صحیح سالم ہے!''

''وہ کیا کہے گا؟'' ......''شاید' وہ مائی چنا کے بارے میں بتا سکے!''

مارک ان کے نزدیک آیا۔ وہ ابھی تک' اس خوفناک مشاہدے کے بعد' اپنے حواس میں آیا نہیں لگتا تھا۔ اس نے لڑکھڑاتے لہجے میں کہا ''کیا تم...... گری بالا کو تلاش...... کر رہے ہو؟ وہ...... وہاں! وہاں سو رہی ہے!...... اسے آرام سے اٹھا کر...... پالکی میں ڈالو اور...... حویلی لے جاؤ......!''

وہ گری بالا کو اٹھا کر' پالکی میں لے آئے۔ اس نے اپنی آنکھیں نہیں کھولیں۔ وہ ابھی تک بے ہوش تھی۔ شوریوں نے پالکی اٹھائی اور ساری پارٹی' خوشی سے گاتی بجاتی' واپسی کے راستے پر ہولی۔ وہی گیت ان کے ہونٹوں پر تھا' چل میرے ہاتھی' آہستہ چل...... چل پیارے ساتھی' آہستہ چل!

جمال الدین مارا گیا تھا۔ اس کی لاش مٹی پہاڑ پر مچان کے نیچے' جامن کے درخت کی شاخوں میں پڑی ہوئی تھی۔ اردگرد کے لوگ' ایک ایک کر کے وہاں پہنچنے لگے۔ اچھا خاصا مجمع اکٹھا ہو گیا' رات ہو چکی تھی۔ لوگوں کے ہاتھوں میں روشن مشعلیں تھیں۔ خوف اور بے چینی سے ان کے دل دہلے ہوئے تھے۔ ان کے کان ہلکی سی کھڑکھڑاہٹ پر ایک دم کھڑے ہو جاتے...... نہ جانے وہ قاتل' پاگل ہاتھی کہاں ہو......؟

اندرناتھ بھی آ گیا۔ جمال الدین کی کچلی ہوئی لاش دیکھ کر' وہ بری طرح افسردہ ہو گیا تھا۔ پریشانی کی کیفیت میں' وہ بار بار اپنے رومال سے چہرے کا پسینہ پونچھنے لگتا۔ اس نے خود کو سنبھالا اور کہنے لگا: ''اس کی لاش' یہاں اس طرح نہیں رہنی چاہئے۔ چلو' جلدی سے اسے اٹھاؤ اور بات گھر میں لے چلو!''

ہر آمدو کا ایک برہمن زادہ حیرت سے کہنے لگا۔

''ہم اور مسلمان کو ہاتھ لگائیں؟ بہتر ہو گا کہ بھولا گاؤں سے کچھ مسلمانوں کو بلوالیں۔''

''اتنی رات گئے کون جائے گا' بھولا گاؤں؟ جبکہ وہ پاگل ہاتھی بھی یہیں کہیں دندنا رہا ہے۔''

''سارو گوسان!'' کسی برہمن نے اندرناتھ کو خبردار کیا ''خود کو اس کے جسم سے سات ہاتھ دور رکھنا! ورنہ تمہیں چندرائیں پرائسچت کرنا پڑ جائے گا' ذرا احتیاط سے!''

''افیمی کالٹو کے بیٹے بھی ہیں یہاں'' ایک اور برہمن چیخا ''اگر وہ اس مسلمان کی لاش اٹھالیں تو انہیں بہت معمولی سا پرائسچت کرنا ہو گا۔''

دوسرے نوجوان بھی وہاں اکٹھے ہو کر' ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرنے لگے۔

''وہ ہم سے کیا توقع کر رہا ہے؟ کیا ہم کسی مسلمان کی لاش کو ہاتھ لگا سکتے ہیں؟''

''بکواس بند کرو'' اندرناتھ کو غصہ آ گیا ''اگر کوئی آگے نہیں بڑھتا تو میں خود اس کی لاش اٹھا کر لے جاؤں گا۔ ہم اسے ساری رات یہاں پڑا نہیں چھوڑ سکتے۔''

پورے مجمعے میں ایک بے یقینی کی سی لہر دوڑ گئی۔ ہلکے ہلکے تبصرے جاری تھے۔

''یہ کیا کہہ رہا ہے؟'' ......''اس کا مطلب کیا ہے؟'' ......کیا ہمارا گوسان اپنے حواس میں ہے؟'' ......مشعلوں کی ٹمٹماتی روشنی میں' سیاہ لباس میں' جمال الدین کی کچلی ہوئی لاش روح فرسا منظر پیش کر رہی تھی۔ پیشانی' ناک اور رخساروں کی ہڈیاں بری طرح ٹوٹ گئی تھیں۔ دانت نکل کر باہر گر گئے تھے۔ سینہ اندر کو دھنس گیا تھا اور اس کا پیٹ کٹ کر' کھل گیا تھا۔ آنتیں اور دوسرے اعضاء خون کے اندر لت پت' ایک جانب پڑے تھے۔

ایک یاسیت بھری آواز سنائی دی۔

''غریب جمال الدین! اس نے پاگل ہاتھی کو قابو کرنے کی ہر ممکن کوشش کی۔ کئی دن اور کئی رات وہ لگاتار مچان سے اترا تک نہیں۔''

ایک اور آواز کانوں میں پڑی ''جنوبی علاقے میں اب جمال الدین جیسا کوئی بڑا شکاری نہیں۔'' کسی آدمی نے کہا ''رانی کے ہاتھی باڑے میں جس نے کمال کی مہارت دکھائی تھی۔ کنکی پر سواری کر کے' وہ جمال الدین ہی تو تھا' اس نے برطانوی سرکار سے سولہ سو روپے کا انعام جیتا تھا۔ جنگلی ہاتھیوں کو پکڑنے اور سدھانے کا ہر ہنر اسے اس طرح یاد تھا جیسے اپنی ہتھیلی کی لکیریں' اسے تو زمین کے نمکین حصوں تک کا علم تھا کیونکہ جنگلی ہاتھی اس کے شوقین ہوتے ہیں۔ اس میں

MashalBooks.org

عجیب پراسرار اور مافوق الفطرت صلاحیتیں تھیں؛ جنگلی ہاتھیوں کو سمجھنے اور سمجھانے کی۔“

ایک اور آدمی نے بات آگے بڑھائی۔ ”دھکالا‘ چک راڈ اور یوکیم کے گوسانوں کے سارے ہی کنکی اسے اچھی طرح پہچانتے تھے۔ کون سا کنکی ”جم بیٹھ“ کے الفاظ پر کس انداز میں اور کیسے بیٹھے گا؟ کون سا کنکی کیا رویہ اختیار کرے گا‘ اگر اسے فلاں حکم دیا جائے۔ یہ ساری باتیں جمال الدین کے ذہن کی کتاب پر نقش تھیں۔“

اچانک وہاں زبردست ماتمی چیخ وپکار سنائی دی۔ یہ مہارت کا لٹو تھا۔

”او‘ میرے بھائی! کہاں چلے گئے تم؟ تمہیں یاد نہیں‘ تم نے میری جان بچائی تھی۔ اس وقت جب میں نے پہلی دفعہ جگن ناتھ کو قابو کیا تھا۔ یاد ہے نا! تمہارے ہاتھ میں آدھ من وزن کی پٹ سن سے بنی رسی تھی‘ جو تم نے ہفتے کو خود ہی بنائی تھی۔ ایک انتہائی تیز ایکشن کے دوران گلسی جاری اور مٹ داؤ‘ دونوں ہی میرے ہاتھ سے چھوٹ گئے اور ہاتھی کے قدموں میں جا پڑے۔ لعنت ہے مجھ پر! میں نے اس دن بہت زیادہ نشہ کر لیا تھا‘ میرے ہاتھ کپکپا رہے تھے۔ پتہ نہیں‘ اتنے نشے میں‘ میں ہاتھی کا شکار کرنے چلا کیوں گیا تھا؟ میرے کنکی نے جنگلی ہاتھی پر اپنی سونڈ اٹھانے کی کوشش کی اور پھر حملہ بھی کر دیا اور میں نہتا اس پر سوار تھا۔ تم نے اس وقت انتہائی جواں مردی اور بہادری سے کام لیا۔ آگے بڑھ کر‘ میری جان بچائی‘ آہ! میرا کنکی! دتیا کے بھکارو گوسان کا‘ ایک ہی باکمال ہاتھی تھا۔ اپنے تیز دانتوں سے اس نے جگن ناتھ کی ماں کا پیٹ پھاڑ ڈالا اور وہ نڈھال ہو کر گر پڑی۔ غریب بیچاری! وہ صرف اپنے بچے کو بچا رہی تھی۔ اوہ! لعنت ہے مجھ پر! مجھے اپنے کنکی کے دانت کاٹ دینے چاہئے تھے۔ افیم کے نشے میں‘ میں ہاتھی کا شکار کرنے کا یہ پہلا اصول بھلا بیٹھا تھا۔ اس کی تادیب میں مجھے کتنے ہی جرمانے بھرنے پڑے۔ دو سو روپے تو صرف جنگلی ہاتھی کو مار ڈالنے کے تھے۔ پھر اپنے ہاتھی کے دانت نہ کٹوانے کا جرمانہ علیحدہ ہوا۔ تف ہے مجھ پر‘ شکار کا لائسنس علیحدہ ضبط ہو گیا لیکن جمال الدین! میں تمہیں سلام کرتا ہوں! تم نے ہی اس دن میری جان بچائی تھی۔“

ہرآمدو کے ایک برہمن زادے نے کہا:

”حیرت ہے‘ وہ ناکام ہو گیا اور پھر اسے اس طرح کی موت آئی۔ بہت ہی حیرت کی بات ہے۔“

”ہاتھی سب کچھ جانتے ہیں“ کسی نے رائے دی ”ان کی یادداشت بہت اچھی ہوتی

MashalBooks.org

ہے۔ وہ ہاتھی بچہ، جگن ناتھ اپنی ماں کے مارے جانے کا واقعہ بھلا نہیں پایا اور آخر اس نے اپنا بدلہ لے لیا۔ وہ کسی چور کی طرح چپکے سے آیا اور جمال الدین کی مچان کو الٹ کر، نیچے گرایا اور اسے مار دیا۔"

ایک دوسرا برہمن زادہ بولا "ہمفرے، بور اور ملی رائڈ جیسے بڑے گورے صاحب ہاتھیوں کے بارے میں جمال الدین سے مشورے لیا کرتے تھے اور اس کی باتیں تفصیل سے لکھا کرتے تھے...... انتقام...... بالکل یہ انتقام ہی تھا...... وہ اپنے ذہن میں، ماں کی موت کا واقعہ، اتنے سالوں تک رکھے رہا اور جب اسے موقع ملا......"

"ہاں، ہاں! ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ رات گئے، دھان کے بھوسے سے جلتے الاؤ میں ہمفرے صاحب جمال الدین کے ساتھ بیٹھے، ہاتھیوں کی بیماریوں کے بارے میں معلومات کرتے اور لکھتے جاتے تھے۔ اس نے ان گوروں کو جنگلی جڑی بوٹیوں سے تیار ہونے والی دواؤں کے بارے میں بہت کچھ بتایا تھا۔ یہ دوائیں ان بیماریوں کے علاج میں استعمال ہوتی تھیں اور انتہائی قابل اعتراض بات یہ ہے کہ اس نے ان بیماریوں کے علاج کیلئے خفیہ منتر تک، انہیں بتا ڈالے۔"

کسی نے دعویٰ کیا "ان گوروں نے اسے کوٹ اور پتلون کا سوٹ تحفہ میں دیا تھا اور وہ خاص خاص موقعوں پر انہیں پہنا کرتا تھا، ہر کسی کو پتہ تھا کہ وہ بنیادی طور پر ہندو تھا۔ اس کے ماں باپ کسی جنسی جرم میں ملوث ہو گئے تھے تو انہیں گاؤں بدر کر کے گردکھیا گاؤں بھیجا گیا۔ وہاں یہ لوگ مسلمان ہو گئے تھے۔"

اندرناتھ، اس دوران، لاش کے پاس ہی، بے حس و حرکت بت بنا کھڑا رہا۔ غم و غصہ اس کے ذہن پر سوار تھا۔ نچلی ذات کے بعض لوگوں نے لکڑی کا ایک فریم بنایا اور خون میں لت پت لاش اس پر رکھ دی......

......اندرناتھ کو معلوم تھا کہ بھولا گاؤں میں جمال الدین کی نماز جنازہ کیلئے انتظامات، وہاں کے لوگ خود ہی سنبھال لیں گے۔ بالآخر، لکڑی کے فریم میں رکھی لاش کو چار آدمیوں نے اٹھایا۔ ان کے پیچھے باقی لوگ، ایک جلوس کی شکل میں ہو لئے۔ وہ پہاڑی سے نیچے اترنے لگے۔ پاگل ہاتھی کے ڈر سے، وہ ایک دوسرے کے بالکل ساتھ ساتھ تھے، حوصلہ بڑھانے کیلئے، بعض لوگ ڈھول بھی بجا رہے تھے۔ اندرناتھ سب سے آگے تھا۔ آہستہ اور

نپے تلے قدموں سے نیچے اترتے ہوئے' اس کے دل کی دھڑکنیں جلوس کے عقب میں بجتے ڈھولوں کی تھاپ سے ہم آہنگ ہو رہی تھیں......

......بہرحال ایسا ہو گیا۔ ایک دور تھا جو اختتام کو پہنچا۔ ہاتھی باڑے میں اب صرف ایک مکھانا باقی رہ گیا تھا' وہ بھی کنکی (سواری کے قابل) نہیں بن سکتا تھا' نہ کوئی وزن اٹھا سکتا تھا اور نہ ہی جرانگ میں لکڑیاں کھینچ سکتا تھا۔ اس کی سونڈ غیر فطری طور پر موٹی تھی اور غیر متناسب بھی۔ اس کے دانت بھی نہیں تھے۔ اس کی پیٹھ پر رکھا ہوا ہودا بھی عجیب سا لگتا...... آہ! کیا ہوا تھا! اس پاگل ہاتھی نے توڑ پھوڑ کر' اسے ختم ہی کر دیا۔ کیا' اس مکھانا کی مناسبت سے' گوسان نیا ہودا بنوا سکے گا؟......

دھک' دھک' دھک' اس کا دل' ڈھولک کی آواز کے ساتھ ساتھ دھڑک رہا تھا...... وہ رانی جا کر' افسر جنگلات کو رپورٹ دے گا...... بالآخر' گوسان کے ہاتھی نے ایک آدمی کو مار ڈالا...... چک راؤ کا وہ شکاری' جس نے جنگلی ہاتھیوں اور پاگل ہاتھیوں کو مار کر' بہت سے ہاتھی دانت جمع کیے تھے اور جس کے پاس ہاتھیوں کو قابو کرنے کا لائسنس بھی تھا...... اسی سنہری موقع کی تلاش میں ہے تاکہ جگن ناتھ کو مار کر' اس کے دانت نکال سکے' اب ڈپٹی کمشنر گوہاٹی سے اسے مار ڈالنے کا وارنٹ جاری کرے گا۔ آخر اس نے ایک آدمی مار ڈالا ہے...... اسے گولی مار دو' گولی مار دو۔ اس کی موت کا وارنٹ نکل چکا ہے۔ اپنا کیم شحیم جسم...... وہ بیچارہ کہاں چھپاتا پھرے گا......؟ بات گھر کے سامنے' بکل درخت سے بندھا کرتا تھا...... کہیں اسے درخت کے قریب ہی نہ مار ڈالا جائے؟ اندرناتھ اور اس کے خاندان کیلئے تو یہ بہت دکھ کی بات ہو گی۔ وہ کیسے برداشت کریں گے؟ اور پھر اس کے دانت...... کتنا خوفناک منظر ہوتا؟ جب انہیں اس کے مردہ جسم سے علیحدہ کیا جائے گا' کیا یہ خوفناک منظر برداشت ہو پائے گا؟ جگن ناتھ تو اس کے گھرانے کے لوگوں کی طرح' اس کے اپنے جسم کا ایک حصہ تھا۔ وہ اس ظلم کو کیسے دیکھ پائے گا؟ اور قسمت کی بے رحمی کا کھیل دیکھئے...... اس کے آقا اور دوست کو' خود اس کو' اس کی موت کے احکامات پر دستخط کر کے انہیں وصول کرنا ہو گا!

اندرناتھ کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز ہو گئیں...... دھک' دھک' دھک! دل کی دھڑکنوں میں موجود درد اس کے سارے سینے میں پھیلنے لگا وہ جلوس کے ساتھ پہاڑی راستے سے نیچے اترتا چلا گیا......

باب12

سارو گوسانی نے نہا دھو کر، صاف ستھرے کپڑے پہنے اور سورج دیوتا کی پوجا کرتے، باہر برآمدے میں آ گئی۔ برآمدے کا فرش، حال ہی پوتا گیا تھا، اس لئے خوب چمک رہا تھا۔ اس نے نسبتاً چھوٹا مکھالا پہن رکھا تھا، اس میں سے نکلتے اس کے نازک بازو اور پاؤں، صبح کی چمکتی دھوپ میں اور بھی دلکش لگ رہے تھے۔

سورج دیوتا کی پوجا سے فارغ ہو کر سارو گوسانی، آہستہ آہستہ بیرونی دروازے کی طرف چلنے لگی۔ وہ کچھ دیر دروازے پر کھڑی رہی۔ نومبر کا مہینا تھا، مٹی پہاڑ پر بانسوں کے جھنڈ بہت گھنے اور سرسبز دکھائی دے رہے تھے۔ صبح سویرے کی دھند نے اس سارے جھنڈ کو ڈھک رکھا تھا۔ ہر جگہ ایک جیسی دھند نہیں تھی۔ کہیں سیاہ دھند تھی اور کہیں شفاف اور ہلکی۔ بالکل ہراپاڑہ کی کالی خوبصورت دوشیزاؤں کے پھٹے پرانے کپڑوں کی طرح، سارو گوسانی نے محسوس کیا کہ بانسوں کے ٹنڈ منڈ اور چھوٹے چھوٹے درخت، پھل پھولکر، اونچے بڑھنے کے ساتھ ساتھ خوب پھیلے بھی ہیں۔ بھوسے کے ڈھیر بھی خاصے بڑھ گئے ہیں اور اب بچے ان پر اچھل کود میں مصروف ہیں۔ صبح کے خوبصورت ماحول میں ان کا شور و شرابا اور قہقہے، اسے اور بھی دلکش بنا رہے ہیں۔ آہ! خزاں کی دھان کی فصل کی میٹھی میٹھی خوشبو! سارو گوسانی نے ایک گہرا سانس لے کر، خوشبو کو خود میں اتارنے کی کوشش کی۔ وہ حیرت سے سوچ رہی تھی کہ یہ کتنا شاندار چاول ہے! ہاں، یاد آیا! بتیش واری شالی چاول! عرصہ پہلے، اس نے اسی دھان کی فصل پر ٹڈی دل کا حملہ ہوتے دیکھا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے سارے کھیت میں آگ لگی ہو! اسی تجربے کے بعد، اسے پتہ چلا تھا کہ بتیش واری شالی چاول کی فصل جب بھی شاندار ہو گی، اسے کیڑے مکوڑوں کی یلغار کا خطرہ رہے گا۔ اس فصل پر بھی بھر اور گونڈی کا حملہ ہوا تھا اور

فصل کے بچاؤ کیلئے' گوسان کے آدمیوں نے بچاتیا درختوں کی شاخیں کاٹ ڈالی تھیں۔ بظاہر' سب کچھ ٹھیک تھا۔ بھرپور فصل تیار کھڑی تھی۔ فصل کٹنے اور بھوسہ علیحدہ کرنے کی آوازیں ہوا میں پھیلی ہوئی تھیں۔ خوب محنت مشقت کی جا رہی تھی' ہر معاملہ ٹھیک چل رہا تھا' مگر اس کی اپنی زمینیں ابھی تک خالی تھیں۔ کوئی ایک ہفتے سے' وہ روزانہ' گھر کے دروازے پر کھڑی ہو کر' بیل گاڑیوں کے پہیوں کی آواز سننے کی کوشش کرتی لیکن ابھی تک اس کے کھیتوں سے دھان کے بھرے چھکڑوں کے آنے کی کوئی امید نہیں تھی۔ حیرت! صد حیرت! اس کے شوہر کی موت کے کچھ عرصہ بعد تک' معاملات ٹھیک ٹھاک چلتے رہے لیکن پھر حالات بگڑنا شروع ہو گئے اور اب تو بگاڑ کی بھی انتہا ہو گئی تھی۔ نہ جانے پتھالڈیہ' گرہال اور دھرپور کے پیروکاروں کو کیا ہو گیا؟ ابھی تک انہوں نے چاول سے بھری ٹوکریاں اسے نہیں بھیجیں! کیا خرابی ہو گئی؟ اس دفعہ تو وہ اسے اپنے دیہاتوں میں آنے کی دعوت دینے' پھلوں اور پھولوں کے ٹوکرے لئے۔ اس کے پاس بھی نہیں آئے۔ اس کے شوہر کی وفات کے بعد' لمبے عرصے تک' ان کے مرید' اسے دعوت دینے' ڈھول اور باجوں کے ساتھ آیا کرتے تھے۔ وہ اپنے گاؤں کے معبد میں' ان کے کیمپ لگایا کرتے تھے اور جب وہ سارو گوسانی کو اپنے ہمراہ' پالکی میں بٹھا کر' گاؤں کے معبد میں لے جاتے تو پالکی سے عبادت گاہ کی عمارت تک اس کے راستے میں' کپڑا بچھایا جاتا اور سارو گوسانی' اس پر چل کر' عبادت گاہ میں داخل ہوتی تھی' اس کے بعد' اچھا خاصا عرصہ گزر گیا...... کالرا اور کالے بخار کی وبائیں گرہال اور پتھالڈیہ کے دیہات میں پھیلیں تو بہت سے وفادار چیلے ان کا شکار ہو گئے۔ اب تو یوں لگتا ہے کہ جان نثاروں کی وہ پوری نسل...... جو ان کے قدموں کی خاک اپنی پیشانی پر سجاتی تھی...... ہی صفحہ ہستی سے غائب ہو گئی ہے۔

ملک آزاد ہو گیا ہے مگر سارو گوسانی کی نگاہ میں ہر چیز بگڑتی جا رہی ہے۔ پرانا نظام اب باقی نہیں رہا۔ مرنے سے پہلے گوسان نے اسے بتایا تھا: میری پیار! خوف کھانے کی کوئی ضرورت نہیں۔ اپنے وطن کی آزادی کے ساتھ ہی' ہمارے سب لوگ...... جوان اور بوڑھے' ذمہ دار شہری بن جائیں گے۔ یہاں' اس دور دراز علاقے میں بھی' ہمارے لوگ بہت کچھ سیکھیں گے۔ میری موت کے بعد' اگر تم اکیلی بھی ہوئیں' ہمارے پیروکار تمہارا زیادہ خیال رکھیں گے اور تمہیں اسی طرح محبت اور عزت دیں گے......

لیکن؛ اب ہوا کیا ہے؟ کیا ہو رہا ہے؟ اپنی زمینوں کی یہ سب مشکلیں! سراسیمگی ' جھگڑے ' پریشانیاں! یوں لگتا ہے ' یہی پیروکار اسے گوہاٹی کی عدالتوں تک میں گھسیٹ کر لے جائیں گے اور وہ ایسی گوسانی ہے ' جس نے کبھی اپنے سر کے اوپر ' کھلا آسمان نہیں دیکھا......!

بانس کے دروازے کے قریب کھڑے ' اس نے بات گھر کے قریب کوریا کو دیکھا۔ اس کے ہاتھ میں بیل کے سینگ سے بنا ہوا ' موسیقی کا کوئی آلہ تھا۔ اتنی دور سے بھی ' وہ اس کی کمر پر لدا ہوا بوجھ دیکھ سکتی تھی۔ بوجھ کی وجہ سے اس کی گردن اٹھ نہیں پا رہی تھی۔ غالباً گوسان کی حویلی میں کوئی تقریب ہو رہی تھی۔

اس نے چند گنجے لڑکوں کو کیلے کے پتوں سے پلیٹیں بناتے بھی دیکھا۔ شاید کوئی اپنے گناہوں کی بخشش کرانے گوسان کے پاس آیا۔ ان دنوں ' گوسان نے حالات اور سہولت کے مطابق ' شاستروں میں لکھے قدیم روایتی اصولوں کو بدلنا شروع کر دیا ہے۔ گوسانی کیلئے یہ باتیں تعجب انگیز ہیں لیکن گوسان ہی کیا! اس نے تو سنا ہے کہ گوسان کے مقامی پروہت پرشوتم بھگوتی نے بھی اپنی ذاتی غرض کیلئے مقدس شاستروں میں تحریف شروع کر دی ہے۔ سارا ڈرامہ پیسے بنانے کا ہے۔ وہ خود بھی ' زمانے کے مطابق ' ایسی تبدیلیوں کی مخالف نہیں ' جن سے انسانی مقاصد کو تقویت پہنچے۔ ایک دفع بھکارو گوسان کا مہاوت اس کے پاس آیا۔ اس کی ایک بیوی اور بچہ پہلے سے تھا لیکن وہ ایک اور عورت گھر میں ڈالنا چاہ رہا تھا۔ یہ مہاوت کچاری تھا ' نچلی ذات کا ہندو۔ اس نے بڑے کٹھن منتر اور جاپ کر کے ' اسے بلند سماجی مرتبہ دلا دیا تھا۔ اس نے کسی بندے کے ہاتھوں گوسانی کو اپنا پیغام بھجوایا کہ آیا وہ شاستروں کے اصولوں کے مطابق دوسری عورت بھی رکھ سکتا ہے یا نہیں۔ ہوا یہ کہ اس کی بیوی بھی سارو گوسانی کے پاس آ گئی اور اس کے قدموں میں لپٹ گئی۔ اس روز گوسانی نے مقدس شاستروں کی جانب نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ اسے اچھی طرح پتہ تھا کہ اسے کیا کرنا ہے۔ اس نے مہاوت کے آدمی کے ہاتھ ' یہ پیغام بھیجا۔ ''جو عورت جان بوجھ کر ' کسی دوسرے مرد کی بیوی کی گھریلو خوشیو کو تباہ کرتی ہے ' وہ قابل نفرت ہے اور میں اسے ایسی بددعا دوں گی جو اس کے گھرانے کی آئندہ نسلوں کو بھی تباہ کر دے گی۔'' گوسانی کے یہ الفاظ سن کر ' مہاوت دوسری عورت گھر میں لانے کی جرأت نہ کر سکا اور معاملہ بخر وخوبی ختم ہو گیا۔ حالانکہ شاستروں کے مطابق ایک سے زیادہ بیویاں رکھنے کی اجازت ہے اور اسی اصول کے مطابق ' دیہاتوں میں

MashalBooks.org

لوگوں نے ایک سے زیادہ شادیاں کی ہوئی ہیں تمام علاقے میں بہت سی برائیاں اسی طرح چل رہی ہیں۔ ایک عورت کا سامنے کے دروازے سے خیرمقدم ہوتا ہے اور دوسری عورت عقبی دروازے سے' ٹھوکریں مار کر' باہر پھینک دی جاتی ہے اور وہ غریب عورت! اس کا حشر کیا ہوا ہے؟ وہ کہاں گئی؟ کوئی جاننے کی کوشش ہی نہیں کرتا اور یہ آگ چول دیا' شمالی اور جنوبی کنارے کے' اعلیٰ ذات کے گھرانوں میں بھی' عام سی بات ہے۔

مٹی پہاڑ کے قریب ایک ناکارہ کنواں تھا۔ اس پر جادوئی اثر بتایا جاتا تھا۔ افیم سے بچاؤ کمیٹی کے رضا کاروں نے جب کنواں صاف کیا اور برسوں پرانا گند اس میں سے نکالا تو اس میں سے کئی عورتوں کے ڈھانچے برآمد ہوئے...... ابھی کل ہی' ایک ڈھانچہ نما عورت اس کے پاس آئی۔ سارو گوسانی نے اسے آرام سے بٹھایا اور اسے ابلے چاول اور سالن کھانے کو دیئے۔ غریب عورت نے انتہائی ممنون ہو کر' اسے کھا لیا۔ اس نے آہوں اور سسکیوں کے درمیان' اپنی کہانی سنائی:

''یہ سب اس شیطانی' منحوس افیم کا کیا دھرا ہے! یہ لعنت علاقے میں داخل ہوئی اور ہم بدقسمت عورتوں کی شامت نے آواز دی۔ بہت برا وقت آ گیا ہے! کیا اس طرح تنہا رہنا عقلمندی ہے؟ تم بھی کسی نہ کسی کو اپنے ساتھ رکھو۔''

سرمنڈے لڑکوں نے کیلے کے پتوں سے پلیٹیں بنانے کا کام ختم کر لیا تھا اور عقبی دالان کی طرف چلے گئے تھے۔ وہاں غالباً بکرا کاٹا جانا تھا' قربانی کیلئے! سارو گوسانی کو سمجھ آ گئی۔ یہ لوگ جرانگ کے کچاری قبیلے یا ہاتھی مارا گھلی سے آئے تھے۔ وہ دین دھرم سیکھنے یا گناہوں کا پرائسچت کرنے آئے تھے۔ ہاں مذہبی طور طریقے واضح انداز میں موجود ہیں۔ اپنی مذہبی حدود میں رہنے والے شودر' اگر اپنے ہاتھوں سے بنائی ہوئی شراب پی لیں تو انہیں ایک روپے کے برابر کفارہ ادا کرنا ہوگا اگر وہ کسی کھتری کے ہاتھ کی بنی شراب پی لیتے ہیں تو انہیں ڈیڑھ روپیہ ادا کرنا ہوگا...... کون جانے' انہوں نے کیا حرکت کر دی؟ شاید انہوں نے کسی گائے کو مار ڈالا ہے یا اپنے گھر میں کسی انجان ذات کی یا ناجائز عورت اٹھا لائے ہیں۔ جب سے پاگل ہاتھی نے جمال الدین کو مارا اور جرانگ میں جا گھسا ہے۔ وہاں کے کچاری لوگ' مذہبی رسوم کی ادائیگی کیلئے' دن کی روشنی ہی میں آنے لگے ہیں۔

وہ سادہ دل اور سیدھے سادھے لوگ ہیں۔ وہ راستہ چلتے ہوئے بھی' اپنی آنکھیں

زمین میں گاڑے رکھتے ہیں۔ اپنے کھیتوں میں اگی' سب سے بہترین سبزی' وہ گوسان کیلئے لاتے ہیں۔

اچانک اس نے بیل گاڑی کے پہیوں کی کرد...... کرد...... کی آواز سنی......اس کے کان کھڑے ہو گئے......نہیں' نہیں یہ بیل گاڑی ادھر نہیں بلکہ گوسان کی حویلی کی جانب جا رہی ہے۔ ایک عجیب سا درد' اس کے سینے میں پیدا ہوا اگر یوکیم اور پتھالڈیہ کے کاشتکار جلد ہی یہاں نہیں آتے تو اچھا خاصا بحران پیدا ہو جائے گا۔ دامودریا کے گوسان کے اس علاقے میں پہلی دفعہ کسی گوسانی کو پھٹے پرانے کپڑے پہننے پڑیں گے اور شاید اسے مناسب غذا کے بھی لالے پڑ جائیں۔ جہاں تک یادداشت کا تعلق ہے' پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا۔ سرسوں کا تیل' شاید ڈرم کی تہہ میں ہی پڑا ہو تو ہو۔ ابھی کچھ دن پہلے راج بہا کے کچھ مرید اس کیلئے کچھ نذرانہ لائے تھے۔ وہ ٹوکری میں سرسوں کے تیل کی تھوڑی سی مقدار دیکھ کر ششدر ہی تو رہ گئی تھی۔

اب ہر گھر میں افیم بیٹھک بن گئی ہے اور خوش قسمتی وہاں سے رخصت ہو رہی ہے۔ گوسان کی زندگی میں' شادی بیاہ' لڑکیوں کے بالغ ہونے' نئی دلہن کے باورچی خانے میں جانے' کسی بوڑھے مرید کے مر جانے کے مواقع پر' گائے وغیرہ کے ساتھ' سرسوں کا تیل تحائف کے ایک حصے کے طور پر آیا کرتا تھا اور وہ تیل مقدار میں اتنا زیادہ ہوتا کہ وہ اسے اپنے پاس رکھ نہیں سکتی تھی۔ چنانچہ وہ زیادہ تیل اپنے خادموں میں بانٹ دیا کرتی۔ کیا دن تھے وہ بھی! گوسان گرم برآمدے میں بیٹھا' سورج کی کرنوں سے غسل کرتا اور اپنے پورے بدن پر تیل کی مالش کرتا' اس کی جلد گورا پلاٹن کی طرح خوبصورت تھی اور اس کے بال اندرناتھ کے بالوں کی طرح سیاہ اور گھنگھریالے تھے۔ اندرناتھ ہی کی سی جسامت تھی۔

''سارو گوسانی!'' وہ بڑے پیار سے اسے چمکارتا ''تھوڑا سا تیل میری پیٹھ پر لگا دو' اپنے نرم اور خوبصورت ہاتھوں سے! آ بھی جاؤ' سارو! شرم نہ کرو' ہمیں کوئی نہیں دیکھ رہا!''

اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ دروازے کے پاس بے حس و حرکت کھڑی تھی۔ آہ! کیا شاندار دن تھے وہ بھی! بڑا نیک اور پارسا آدمی تھا! کسی نچلی ذات کی لڑکی کو' اس نے سونے کی بالیاں تحفے میں نہیں بھیجیں۔ جنوبی علاقے کے کئی گوسان یہ حرکتیں کرتے رہے تھے۔ اس کیلئے وہی سب کچھ تھی۔ وہ اپنے فارغ لمحات گوسانی کے ساتھ یہ گزارتا۔ سارو گوسانی نے اپنی چادر کے کونے سے آنکھیں صاف کیں۔

خاکی وردی میں ملبوس افیم اسکواڈ کے محافظ بات گھر تک مارچ کرتے ہوئے آئے اور گوسان کے احاطے میں منظم انداز میں کھڑے ہو گئے۔ وہ ٹیکس جمع کرنے والے محکمے کے سپاہی لگ رہے تھے۔

کہا جاتا ہے کہ ہرآمدو میں افیمیوں کے بحالی کیمپ نے کام شروع کر دیا ہے اس کی تعمیر کیلئے گوسان نے بانس اور لکڑی انہیں بلا قیمت فراہم کی ہے۔ یہ بھی سنا ہے کہ ان میں رہائش پذیر لوگوں کیلئے چوڑے بانس سے پلنگ بنائے گئے ہیں۔ عورتوں کیلئے کیمپ میں بالکل علیحدہ انتظامات کئے گئے ہیں۔ سارو گوسانی کو یاد آیا کہ اس نے تین چار روتی پیٹتی عورتوں کو سڑک پر سے گزرتے دیکھا تھا۔ وہ چیخ رہی تھیں' بھائیو لوگو! ہم پر رحم کھاؤ! ہم نے تو صرف اپنی کمر کے درد سے سکون پانے کیلئے افیم لی تھی۔ اگر ہم عادی افیمی ہوتیں تو چاول چھاڑنے ان کھیتوں میں بیج بوائی جیسے مشکل کام کیسے کر سکتی تھیں؟ لعنت ہو ان خبیثوں پر' جنہوں نے پولیس کو ہمارے بارے میں خبر دی! خدا کیلئے ہمیں ان سے بچالو!.....''

وہ ان عورتوں کی آوازیں پہچانتی تھی۔ وہ اس کے کام کاج کرنے کیلئے اس کے گھر بھی آیا کرتی تھی۔ کام کے دوران' آرام کیلئے کچھ دیر وہ کنویں کے پاس جا کر بیٹھ جاتیں۔ جنگلی بیریاں کھاتیں اور آم کے موسم میں' جب سارے علاقے میں سبز بہار آئی ہوئی۔ وہ اچور میں نمک مرچ ملا کر کھایا کرتی تھیں۔

بتیش واری شالی چاول کی تیز مہک' ایک بار پھر گوسانی کی ناک سے ٹکرائی۔ دکھ اور بے چینی کی لہر' اس کے پورے بدن میں دوڑ گئی۔ بیل گاڑی کے پہیوں کی کوئی آواز نہیں آ رہی۔ دوسرے کے گھروں میں دھان کی چھان چھٹک کا شور البتہ سنائی دے رہا ہے۔ اس کے بے چین دل کی دھڑکنوں کی گونج خود اس کے اپنے ذہن میں دھمک پیدا کرنے لگی۔

دھر پور' پتھالڈیہ اور گرال کسے بھیجا جائے؟ مہی دھر سرکس والوں کے ساتھ چلا گیا ہے۔ وہ وہاں ان کے کھانے بنا رہا ہو گا۔ اس دفعہ سرکس والے سارے جنوبی علاقے میں پھریں گے۔ مہی دھرا اتنا غریب ہے! کم سے کم اسے کھانا پینا اور کپڑا لتا تو مفت ملے گا اور تنخواہ اس کے علاوہ! یہ اپنی جگہ اہم ہے! سارو گوسانی نے خود ہی اس کا حوصلہ بڑھایا تھا اور سرکس کے تیز طرار اہل کاروں کی تعریف کی تھی۔ اسے خود بھی ان سے تھوڑا بہت لگاؤ تھا۔

شادی کے بعد' جب وہ پہلی دفعہ پتھالڈیہ سے اس علاقے میں آئی تھی' ان دنوں یہاں

لوک تھیٹر کی ایک پارٹی بھی آئی ہوئی تھی۔ اس کا تماشا شروع ہو گیا تھا۔ مردوں اور عورتوں کی نشست گاہ کے درمیان ایک پردہ لگا دیا گیا تھا۔ اسے دوسری عورتوں کے ساتھ بٹھا دیا گیا۔ وہ ان فنکاروں کو پہلی دفعہ دیکھ رہی تھی۔ ہر آمدو کے وشنو تھیٹر کے فنکاروں کی اداکاری اور رقص کا انداز بھی اس نے پہلے نہیں دیکھا تھا۔ ایک بڑا سا پیٹرومکس لیمپ قریب ہی جگمگا رہا تھا۔ اس کے برابر بیٹھی ہوئی، کسی دیہات سے آئی عورت، صرف نئی نویلی دلہن کو دیکھنے آئی تھی۔ اس نے اس کے بال کھولے، انہیں ناپا، اس کے سراپا کو محسوس کیا۔ اس نے اسے ادھر ادھر ٹہلایا اور اس کی چال کی دلکشی کا امتحان لیا۔ پھر اس نے اس کا ہاتھ پکڑا اور اٹھا کر سٹیج کے قریب ایک جگہ لے گئی۔ یہاں لالٹین کے شعلہ بھڑکنے کی آواز نہیں تھی۔

اس نے وشنو بازی گر کے کرتب دیکھے۔ اس کی آنکھیں اس پر جم کر رہ گئیں۔ دلکش، اشتعال انگیز اور متحرک رقص نگاہیں ہٹنے ہی نہیں دے رہا تھا۔ اسے اپنے اندر عجیب سی کیفیت جنم لیتی محسوس ہوئی۔ جسم کے اندر برقی روسی کوندتی ہوئی، ڈھول کی پرتھاپ کے ساتھ! اور سازندے پھولوں کے گجروں سے بدن ڈھانپے، زور شور سے، رقاصوں کی تیز رفتاری کا ساتھ دے رہے تھے۔ اوجھا بازی گر نے سنہری نقاشی والا، کھلا اور لمبا سکرٹ پہنا ہوا تھا جو رقص کے دوران، اس کے بدن کے اردگرد اور اوپر نیچے نئے نئے زاویوں سے لہرا رہا تھا۔ سر پر اس نے سفید پگڑی باندھ رکھی تھی اور کانوں میں سونے کی چمکدار بالیاں تھیں۔ وہ سازندوں کے درمیان، ایک لمحہ بھی رکے بغیر، مسلسل رقص کر رہا تھا اور گا رہا تھا:

ہونٹوں پر گیت...... ہاتھوں سے معنی خیز اشارے...... پاؤں میں آہنگ......شاہین کی سی پھرتی...... بازی گر ہو تو ایسا!

ہاں! ہاں! وشنو بازی گر یقیناً سب سے اچھا ہے! اس کے سینے میں حدت انگیز سنسناہٹ دوڑنے لگی اور آنکھوں میں نشہ سا آ گیا۔ بازی گر کے الفاظ پھول بن کر اس کے بدن پر نچھاور ہونے لگے۔ اس کی آنکھیں تیز دھار تلوار کی طرح، اس کے بدن کو زخمی کرنے لگیں۔ پھولوں اور تلواروں کا یہ کھیل خاصے طویل وقت جاری رہا......

دریائے جگالیہ کے کنارے آباد لوگ کہا کرتے تھے: پورے جنوبی علاقے میں اسے اوجھا کے مقابلے کا بازی گر اور رقاص، کوئی دوسرا ہے ہی نہیں۔ جنوبی کام روپ کے لوگوں کے مطابق آسام سے تقریباً ناپید ہو جانے والی تو جاتی سار (راگ اور رقص کی ہدایات کی

کتاب) شاید وشنواوجھا کے ہاتھ چڑھ گئی تھی اور اس کے فن کا جادو اسی کتاب کے مرہون منت تھا۔ پتھالڈیہ کے بازی گر مگھا اور جمبوری کے بازی گر کرشن نے وشنو سے یہ کتاب حاصل کرنے کی ہر ممکن کوشش کر لی تھی۔ انہوں نے اس کے کارندوں کو رشوت دینا چاہی' کالے جادو کا سہارا لیا لیکن وہ اپنی ہر ممکن کوشش میں بری طرح ناکام ہوئے۔

سارو گوسانی دامو دریا کے گوسان کی عورتوں اور کھٹیا ماری' مچ کچی' کھورو ہرآمد' بور ہرآمد و اور دوسرے قصبوں سے آئی ہوئی خواتین کے ساتھ' شامیانے میں موجود درزوں میں سے وشنو بازی گر کے رقص کے حیرت انگیز کمالات' موسیقی اس کی حرکات کا آہنگ اور بھولا کی دکھ اور مصیبتوں بھری داستان' اس کے دل موہ لینے والے شاعرانہ انداز میں دیکھ اور سن رہی تھی۔ بار بار' اسے اپنے رومال کے کونے سے' اپنی آنکھوں میں امڈتے آنسوؤں کو پونچھنا پڑ رہا تھا۔ اس وقت گری بالا چھوٹی سی بچی تھی۔ اس دن وہ سارو گوسانی کے ہاتھوں بنا ہوا پھولدار مکھالا پہنے ہوئے تھی۔ اوپر پھولی ہوئی آستینوں کا بلاؤز تھا۔ کم عمری کی وجہ سے' ابھی اس نے گھٹالہ پہننا شروع نہیں کیا تھا۔ اس نے سارو گوسانی کی آنکھیں آنسوؤں سے لبریز دیکھیں تو دوڑی دوڑی اس کے پاس آئی۔

''اوہ! میری پیاری موسی! رو کیوں رہی ہو؟''

ان دنوں گری بالا صبح سویرے اٹھ کر سٹیج پر جاتی اور وہاں بکھرے موتی' پھول اور ربن اکٹھے کرتی' جو گزشتہ رات کے تماشے میں وہاں پڑے رہ جاتے تھے۔

دھم' دھم' دھم ...... سارو گوسانی ایک دھچکے سے' خوابوں کی دنیا سے باہر آ گئی۔ سڑک کی دوسری جانب سے بینڈ باجے والی پارٹی آ رہی تھی...... کسی کی شادی ہو رہی ہے؟ غالباً کسی دولت مند ٹھیکیدار کی بیٹی کی شادی ہے' مرزا کے فوجی کیمپ سے ہوگا اس کا تعلق یا شاید ہرآمدو کوئی کھاتا پیتا گھرانہ ہے! خاصا بڑا جلوس ہے بینڈ باجے والوں کا!

سارو گوسانی مرکزی دروازے کے قریب' گلانچ کے درخت کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی اور اس کی شاخوں کے پیچھے چھپ کر انہیں دیکھنے لگی۔ بارات گوسان کی حویلی کے قریب آئی تو بینڈ بجنا بند ہو گیا۔ دلہن پالکی سے اتری اور قدیم رسم کے مطابق اور لوگوں کے ہمراہ' گوسان کو سلام کرنے حاضر ہوئی۔ گوسان مسکرا دیا' اسے یہ دیکھ کر خوشی ہوئی کہ اب بھی کچھ لوگ پرانے رسم و رواج کی پیروی کرتے ہیں۔ گوسانی کو یاد آیا کہ سابقہ گوسان نے ایک نچلی

ذات کے آدمی کو،ہاتھ کے پنکھے سے، محض اس لئے بری طرح مارا پیٹا تھا کہ وہ گوسان کی حویلی میں، غلطی سے، لکڑی کے سٹول پر بیٹھ گیا تھا۔ اس دن کے بعد سے، خاندانی پروہت تک فرش پر بچھی ہاتھ سے بنی چٹائیوں پر بیٹھا کرتا تھا۔

اب تو وقت ہی بدل گیا ہے۔ کل کا ہونے والا ادھیکار، اندرناتھ، بڑے مزے سے بولو کے جوئے خانے پر جاتا ہے اور وہاں اس کے ہاتھوں سے چائے پیتا ہے اور پان چھالیہ کھاتا ہے۔ بولو نچلی ذات کا آدمی ہے، اس نے ایسی باتیں پہلے بھلا کہاں سنی ہوں گی!

بارات گوسان کی حویلی سے بہت دور آگے نکل گئی تھی۔ بینڈ باجے کی آواز مدہم ہوتی جا رہی تھی۔ وہ غالباً لوہار گھاٹ کی طرف جا رہے تھے۔

سورج کی شعاعیں زیادہ گرم نہیں تھیں۔ سارو گوسانی نے محسوس کیا کہ دودھ کھاری درخت بڑی تیزی سے بڑھتا گیا ہے اور اس وقت سرسبز پتوں اور شاخوں سے خوب لدھا پھنڈا ہے اور سورج اس وقت عین اسی درخت پر رقصاں تھا۔ اس نے اردگرد دیکھا...... سورج بھی بڑا ماہر مچھیرا ہے، اس نے سوچا اس نیا اپنا جال خوب پھیلایا ہے اور سنہری رنگوں کی فصل تیار کر ڈالی ہے۔ بیری کے پتے، چھالیہ کی سرسبز شاخیں، بھوسے کے ڈھیر، یہاں تک کہ ہاتھیوں کا گوبر بھی، غرض ہر چیز اس کے سنہرے جال میں آن پھنسی ہے......!

اچانک، عقبی برآمدے میں موجود نوکرانی کی چیخ نے سارو گوسانی کو چونکا دیا ''گوسانی دیکھو، باورچی خانے میں کوئی کتا گھس آیا ہے۔ جلدی سے ادھر آؤ!''

وہ باورچی خانے کی طرف بھاگی اور کھلے دروازے میں سے، جو چیز بھی اس کے ہاتھ میں آئی، اندر موجود کتے پر پھینکنے لگی، ساتھ ہی چیختی بھی رہی۔ ''شو......شو......شو، باہر نکل، خبیث کہیں کے!......''

ایک سوکھا سڑا، مریل سا کتا، گوسانی کے بالکل قریب سے نکل کر، باہر کی طرف بھاگ گیا۔ گوسانی پیچھے ہٹ کر، بال بال ناپاک ہونے سے بچی، نوکرانی کہنے لگی۔

''ماں جی! دروازہ کھلا کیوں چھوڑ دیا تھا؟ سورج دیوتا پہلے ہی تمہارے سر پر ہے۔ اب تمہیں باورچی خانے کی ہر چیز باہر نکال کر، اسے آگ میں پاک کر کے، دھونا ہوگا۔ بلاوجہ ہی سر پر فالتوں کام کا بوجھ بڑھا لیا، گوسانی!''

سارو گوسانی نے اپنا میکھالا درست کیا اور باورچی خانے میں چلی گئی۔ اس نے کچھ

MashalBooks.org

ابالے ہوئے چاول نوکرانی کیلئے رکھ چھوڑے تھے۔ کتا وہ کھا گیا تھا اور اب وہاں کچھ بھی نہیں بچا تھا۔ وہ پریشانی کے عالم میں وہیں بیٹھ گئی اور ماتھے پر آیا ہوا پسینہ چادر سے پونچھنے لگی۔ اس اثناء میں نوکرانی نے باہر چولہا رکھ کر اسے جلا دیا تھا تاکہ برتنوں کو پاک کیا جا سکے۔ سارو گوسانی اٹھی اور سر پر پڑی سو بھگتو کے مصداق کام میں جت گئی۔ اس نے چاولوں کی دیگچی، فرائنگ پان، چمچے اور دوسرے برتن، پرانے اور کالے سیاہ، سبھی لا کر آگ میں ڈال دیئے۔ قریب کھڑی نوکرانی نے کہا:

''ماں جی! دروازے پر کھڑی مہی دھر بالو کا انتظار کر رہی تھیں نا؟ ہے نا یہی بات؟''

''ہاں، دھان سے لدے چھکڑے بھی ابھی تک نہیں آئے۔ تم سونگھ رہی ہو نا دوسرے گھروں میں سے آتی بتیش واری شالی چاولوں کی مخصوص مہک اور ان کی چھان پھٹک کی آواز بھی سن رہی ہو گی؟ اگر مہی دھر آ جاتا تو میں اسے، ان کی تلاش میں، یوکیم اور پتھالڈیہ بھیج چکی ہوتی!''

''پچھلے سال، ان دنوں'' نوکرانی نے کہا ''ہر آمدو کی برہمن زادیاں دھان کا بھوسہ علیحدہ کرنے آ چکی تھیں۔''

سارو گوسانی نے کوئی جواب نہیں دیا اور چپ چاپ برتن صاف کرنے میں لگ گئی۔ اس نے انہیں ایک ایک کر کے آگ میں سے نکالا اور انہیں بھوسے اور راکھ کی مدد سے صاف کرنے لگی۔ راج بہا سے آئی ہوئی نوکرانی خاموشی سے دیکھتی رہی اور دل ہی دل میں رنجیدہ ہوتی رہی، اتنی دلکش اور باوقار خاتون، اس گرم دوپہر میں برتن پاک کرنے میں لگی ہوئی ہے اور اس کا خاندانی خون، پسینے کی شکل میں جسم سے خارج ہو رہا ہے۔ نوکرانی کو پتہ تھا کہ اگر دھان اور دوسری اجناس کے بھرے ہوئے چھکڑے وقت پر نہ پہنچے تو سارو گوسانی کی مشکلات اور پریشانیاں بہت بڑھ جائیں گی۔ وہ بھی یہ جانتی تھی کہ مہی دھر اس کی کمزوری ہے۔ اگر کسی وجہ سے اس کی واپسی میں دیر ہو گئی تو سارو گوسانی کا ذہن، پنجرے میں قید کسی طوطے کی طرح پھڑپھڑانا شروع کر دے گا۔ اسی لئے وہ خاصی افسردہ تھی کچھ ہچکچاہٹ کے بعد، اس نے کہا:

''ماں جی! وہ وشنو بازی گر کے ساتھ گیا ہے اور وہ صرف شمالی علاقے میں اپنے فن کا مظاہرہ کر رہے ہیں، پاگل ہاتھی کے خوف سے!''

''جمال الدین کو مارنے کے بعد'' گوسانی نے بات کاٹ کر کہا ''پاگل ہاتھی تو جرانگ

کے جنگل میں چلا گیا ہے۔ کیا مہی دھر کو یہ بات معلوم نہیں ہو گی؟''

''کون جانے، جگن ناتھ جرا نگ گیا بھی ہے یا نہیں؟ وہ مرزا کے جنگلوں میں بھی چھپا ہو سکتا ہے۔''

''وہ وہیں گیا ہے۔ مجھے پتہ ہے۔ اندر ناتھ جمال الدین کی لاش لے کر بھولا گاؤں تک گیا اور راستے میں کچھ نہیں ہوا۔''

''ہاں، ہاں، مجھے اچھی طرح یاد ہے۔ اندر ناتھ گوسان نے کمال ہی کر دیا، بڑی جرأت اور حوصلہ کا کام تھا۔ ہاتھی کا تو اسے خوف ہی نہیں تھا اور پھر ایک لاش کو، ایک مسلمان گاؤں میں لے جانا، وہ ذرا نہیں ہچکچایا، بھلا کسی نے سنا ہو گا کسی گوسان کو ایسے کام کرتے ہوئے!''

سارو گوسانی کے لمبے بال کھل کر، اس کے شانوں پر بکھر گئے۔ سورج کی روشنی میں، اس کا سرخ و سفید مگر پسینے میں نہایا ہوا چہرہ، چمک رہا تھا۔ وہ برتنوں کو اٹھا کر کنویں پر لے گئی۔ کنویں کی منڈیر بنی ہوئی نہیں تھی۔ اس نے ڈول کے ذریعے پانی نکال اور برتنوں کو صاف کرنا اور دھونا شروع کر دیا۔ برتن دھو کر، وہ بانس سے بنی ٹرے میں رکھتی گئی۔ برتن دھونے کے بعد اس نے گائے کے گوبر اور مٹی کا لیپ بنا کر، باورچی خانے کی دیواریں اور فرش کی لپائی کی۔ یہ کام ختم ہوا تو اس نے نہانے کا سوچا۔ نئے کپڑے لئے اور کنویں پر جا کر، تازے پانی سے جی بھر کر نہائی۔ اس کا خیال تھا کہ شام کو ذرا دیر سے کھانا تیار کرے گی۔ ممکن ہے مہی دھر شام کو واپس آ جائے تو اسے گرما گرم کھانا مل جائے گا۔ بڑی ہٹ پر آج پالا کا میلہ لگے گا اور وشنو کی بازیگر پارٹی حسب عادت، وہاں ضرور آئے گی۔ اس کی واپسی کی امید سے ہی، اس کے دل میں گویا سورج کی کرنیں پھوٹنے لگیں......

سارو گوسانی نہا کر آئی تو اس کے کپڑوں سے بھی پانی ٹپک رہا تھا۔ وہ اپنے شوہر کی کھڑاوؤں والے کمرے میں داخل ہوئی تو برآمدے کے کونے میں موجود لیموں کے درخت کے اوپر، سورج کی روشنی خاصی کم ہو گئی تھی۔ نوکرانی وہیں بیٹھی، غالباً املی کے چٹخارے لے رہی تھی۔ اس نے گوسانی کو باورچی خانے کی طرف بڑھتے دیکھا تو کہنے لگی۔

''اوہ! ماں جی؟ بیہو تہوار کیلئے پسے ہوئے چاول بھوننے کا کیا پروگرام ہے؟ دوسرے گھروں میں تو کام شروع بھی ہو گیا ہے۔''

''ہاں، ہاں، میں ننھی چمپا اور بھومی چمپا کو بلا لوں گی۔ ان کا باپ ابھی تک ہر آمد کے

سکول میں پڑھا رہا ہے لیکن ان کی شادی یہاں بجمانی برہمنوں میں ہوئی ہے۔ وہ چاول بھوننے یہاں آتی ہیں تو پورا گھر ان کے ہنسی مذاق اور شور سے گونجنے لگتا ہے۔ ورنہ گوسان کی موت کے بعد سے یہاں سکوت ہی طاری رہتا ہے۔''

وہ باورچی خانے سے ایک ٹرے' کچھ کدو اور آلو اٹھا لائی اور نیچے بیٹھ کر سبزی بنانے لگی۔

''ماں جی! تمہیں پتہ ہے مرزا کے گورے فوجیوں کا؟'' نوکرانی نے پھر بات شروع کی

''ان دونوں بہنوں کے پیچھے لگ گئے تھے۔ یہ افواہ تو پورے جنوبی علاقے میں پھیل گئی تھی۔''

''ہاں' یہ سچ ہے۔ ان کے بھائی کی کوئی رسم تھی۔ پہلے پہل اسے سسرال جانا تھا۔ وہ اس کے ساتھ پلاس باڑی چلی گئیں۔ دونوں ہی جوان تھیں۔ بھرا بھرا جسم' خوبصورت سرخی مائل چہرہ! دونوں' پردہ دار بیل گاڑی میں جا رہی تھیں۔ گھٹا آسمان پر چھائی ہوئی تھی۔ بارش کا خاصا امکان تھا۔ جس وقت وہ فوجی کیمپ سے گزر رہے تھے تو بدقسمتی سے تیز بارش شروع ہو گئی۔ دن کا وقت تھا مگر اندھیرے سے رات کا گمان ہو رہا تھا اچانک گاڑی بان نے بیل گاڑی روک دی اور کہنے لگا۔

''مائی چنو! سڑک پر بانسوں کا خاصا بڑا گٹھر پڑا ہوا ہے۔ جانے کیسے یہاں گر پڑا؟ اس نے سڑک بند کر دی ہے۔ بھاری بھی اتنا ہے کہ اسے ایک طرف کرنا بھی مشکل! اب کریں تو کیا کریں؟''

''یہ براہ ہے! خبیث روح! سڑکوں کو یہ اسی طرح بند کر دیتی ہے۔'' دونوں بہنوں نے کہا ''جلدی سے' مٹی کے ڈھیلے پر پیشاب کرو اور اسے گیلے ڈھیلے کو اس براہ پر مار دو۔ اسے باہر نکالنے کا بس یہی طریقہ ہے...... چلو' شروع کرو!''

گاڑی بان' بیل گاڑی سے نیچے اترا ہی تھا کہ ہلکی سی روشنی میں' اس نے سامنے سے گورے فوجیوں کو' بندوقیں تانے بانسوں کی بنی رکاوٹ سے تیزی سے آگے بڑھتے دیکھا۔

لڑکیوں نے بھی ان کی موجودگی محسوس کر لی۔ خوف کے مارے ان کی گھگھی بندھ گئی۔ وہ دعا مانگنے لگیں۔

''او مقدس ماں! ہمیں بچا لے! ہمیں ان سپاہیوں سے بچا لے!''

گاڑی بان کا...... جو براہ کو وہاں سے بھگانے کیلئے آگے بڑھا تھا...... ڈر کے مارے دھوتی ہی میں پیشاب خطا ہو گیا۔ (یہاں گوسانی اور نوکرانی دونوں ہی بے ساختہ ہنس پڑیں)

MashalBooks.org

گورے فوجی' بیل گاڑی کے پیچھے گئے اور دھمکی آمیز انداز میں چیخے:

''کون ہے وہاں؟ جو کوئی بھی ہے' باہر آ جائے! سنا نہیں سائرن؟ جلدی سے اترو۔ ہوائی جہاز آنے والے ہیں۔ بم گرنے لگیں گے۔ بم! بم!''

دونوں لڑکیوں نے دہشت زدہ ہو کر' بیل گاڑی سے چھلانگ جو لگائی تو سیدھے گورے فوجیوں کے بازوؤں میں جا گریں۔ وہ ان سے بری طرح لپٹ گئیں۔ جہاز آئے بھی اور آسمان سے غائب بھی ہو گئے لیکن لڑکیاں اپنی جان کے خوف سے' ان سے لپٹی رہیں۔''

''کتنا بے ہودہ اور شرمناک واقعہ ہے! انہیں کوئی سزا نہیں دی گئی؟'' راج بہا کی نوکرانی نے پوچھا۔ ''پتہ نہیں جھوٹ بولنا گناہ ہے لیکن اتنا مجھے پتہ ہے کہ دونوں گورے' مٹی پہاڑ کے مختصر راستے سے ہر آمدو آتے جاتے دیکھے گئے تھے۔ سنا ہے انہوں نے ننھی اور بھومی کے شوہروں کو مرکن کپڑا' پانی گرم کرنے کا برتن اور ٹن کا بنا ایک ڈبہ' جس پر مینڈک کی تصویر بنی تھی' جیسے کچھ تحفے بھی دیئے......''

''گوسانی! یہ مینڈک والا ڈبہ کیا تھا؟''

''گورے سپاہیوں نے ان کے شوہروں کو بتایا تھا۔'' گوسانی نے جواب دیا ''اس میں ان باورچیوں کا تیار کردہ امرت ہے' جو ملکہ وکٹوریہ کے باورچیوں سے کسی طرح کم نہیں تھے۔ جمانی برہمنوں نے ان سے پوچھا' کیا وہ باورچی برہمن تھے؟ کیونکہ وہ صرف برہمنوں کی بنی ہوئی چیزوں کو ہی ہاتھ لگا سکتے ہیں۔ گوروں نے انہیں یقین دلایا کہ وہ باورچی بھی برہمن ہی تھے۔ یہ سننا تھا' وہ دونوں اپنی بیویوں ننھی چمپا اور بھومی چمپا کے ساتھ کیلے کے پتوں کی پلیٹیں لئے' بیٹھ گئے اور چھری اور پتھر کے سل کے ساتھ ڈبے کا اوپری ڈھکن کاٹ کر کھولنے لگے۔ عجیب خوشی کا عالم تھا کہ وہ بھی دیوتاؤں کا مرغوب کھانا' کھائیں گے۔ مشکل سے ڈبہ کھلا' انہوں نے چمچوں کے ذریعے' ڈبے میں سے کھانے کیلئے' پتوں کی پلیٹ پر نکالا......''

گوسانی بے ساختہ ہنس پڑی۔ وہ کچھ دیر' ہنسنے کی وجہ سے' بول نہ پائی۔ پھر اس نے بات شروع کی: ''پتہ ہے' باہر کیا نکلا؟ ایک بڑا سا سارا مینڈک! ہا' ہا' ہا۔ عجیب سے شوربے میں ابلا ہوا تھا! ہا' ہا' وہ کیڑے مکوڑوں کی طرح اچھلے اور وہاں سے بھاگ لئے!''

''پتہ نہیں' ملکہ وکٹوریہ کے باورچی کہاں سے اتنے بڑے مینڈک لاتے تھے! انہی

بڑے بڑے مینڈکوں کو کھا کر ہی ملکہ ہمارے بھارت دیش پر حکومت کر سکتی ہے! پھر تو حیرت کی کوئی بات نہیں۔"

"تم بہت ہی سادہ اور ناواقف ہو!" گوسانی نے مسکرا کر کہا "ملکہ کی حکومت تو بہت پہلے تھی۔ وہ مر بھی گئی' ہم تو اس وقت پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ اب ہم آزاد ہیں اور ہمارے اپنے لوگوں کی حکومت ہے۔ ان دنوں' سکوں پر تمہیں ملکہ کا چہرہ نظر آتا ہے؟ عرصہ ہوا' وہ سکے بند ہو گئے۔ گاندھی جی یاد نہیں تمہیں! اور وہ رضا کار' جو چندہ جمع کرنے آیا کرتے تھے؟ ملکہ وکٹوریہ کے بعد تین چار بادشاہ اور آئے اور ختم ہو گئے۔ پھر گاندھی جی آئے۔ انہوں نے بھارت کو آزاد کرایا!"

نوکرانی اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس نے اپنا میکھالا کھولا اور دوبارہ مضبوطی سے اپنے سینے پر باندھ لیا۔ گوسانی کی اچٹتی نظر' اس کے ڈھلکتے سینے پر پڑی۔ اس کے میکھالے پر تین انچی لمبی پھولدار نقاشی کی گئی تھی مگر وہ گندگی اور بوسیدگی کے ہاتھوں' کسی بھیڑ کی کھال کی رنگ کا دکھائی دے رہا تھا اور پھر اس پر اس نے گٹالا بھی نہیں پہنا ہوا تھا۔

"جی ہاں' گوسانی! مجھے وہ رضا کار اچھی طرح یاد ہیں۔" نوکرانی نے کہا "وہ پیسے جمع کرنے آتے تھے' گانے گاتے اور انقلاب زندہ باد کے نعرے لگاتے تھے۔ ان میں سے بعض رضا کار اب بھی افیم سے بچاؤ کے کیمپوں میں دکھائی دیتے ہیں۔

سارو گوسانی نے کٹی ہوئی سبزی ٹرے میں اکٹھی کی اور باورچی خانے میں چلی گئی مگر اس کی نظریں ابھی تک سڑک پر بھی جمی ہوئی تھیں۔ مہی دھر آتا ہی ہو گا۔ وہ تھکا ہوا اور بھوکا ہو گا۔ گرما گرم کھانا' اس میں' نئی توانائی اور خوش مزاجی بھر دے گا۔ اس آدمی کو دیکھتے ہی' نہ جانے کیوں اس کے پورے جسم اور ذہن میں نئی طاقت جنم لینے لگتی ہے۔ اسے ہمیشہ اس کے ساتھ سایہ بن کر رہنا چاہئے!

بیچارہ! ابھی کچھ دن پہلے ہی تو اس نے گوسانی کو مشورہ دیا تھا کہ وہ اپنی اجمالی زمین میں کاشت کی غرض سے' دوسری گوسانیوں کی زمین بھی ساتھ ملا کر' مشترکہ کاشتکاری شروع کر دے اور اب...... جب اسے خبر ہو گی کہ پتھالڈیہ اور گرالی سے دھان کے چھکڑے ابھی تک نہیں آئے تو وہ کھانا پینا بھول کر واقعات کی تفتیش کیلئے نکل کھڑا ہو گا۔ مہی دھر کی موجودگی بڑی ڈھارس کی بات ہے۔ جب تک اس میں طاقت ہے کوئی بھی اس کی زمین پر قبضہ کرنے کا

سوچ بھی نہیں سکتا۔ کوئی بھی رعایتی پٹے والی زمین کو میعادی میں تبدیل نہیں کر سکتا اور وہ لومڑیوں جیسا چالاک منڈل' اس کے سامنے' کیسا بھیگی بلی بنا رہتا ہے لیکن یہ کمیونسٹ! مرابطہ تک تو آ چکے ہیں' اگر اس کی زمین پر بھی قبضہ ہو گیا تو کیا ہو گا؟......''

اسی روز' وشنو بازی گر کے باورچی بن کر جانے سے پہلے' اس نے لیموں کے درخت کے سائے کے نیچے کھڑے ہو کر کہا تھا ''میں تین چار دن میں واپس آ جاؤں گا۔ جنوبی کنارے کے ایک علاقے میں' جہاں میں جاؤں گا' اچھی قسم کی یوریم لکڑی پائی جاتی ہے۔ میں وہاں سے چار تنے لاؤں گا تاکہ تمہارے گھر کی حالت بہتر بنائی جا سکے!'' پھر اس نے سر اٹھا کر' اس کی جانب دیکھا تھا:

وہ کسی سحر انگیز تصور کی طرح تھی۔ ابھی غسل کر کے ہی باہر نکلی تھی اور اپنے سینے پر اس نے' ابھی صرف ایک مختصر سا گٹالا ہی پہنا ہوا تھا۔ اس کا سارا جسم' اس کا رنگ و روپ' ایک عجیب سی پراسرار روشنی منعکس کر رہا تھا۔ مہی دھر نے فوراً اپنی نگاہیں ہٹا لیں۔ وہ کبھی نہیں سمجھ پائے گی کہ وہ سیدھا اس کی آنکھوں میں کیوں نہیں دیکھ پاتا! کیا اس کے ذہن میں بھی وہی کشمکش چل رہی ہے جو رات دن اسے پریشان کر رہی ہے؟

چاول خوب ابل چکے تھے۔ اس نے پتیلی چولہے سے اتاری۔ اس کا پانی نتھار کر کے' اسے ہلکی آنچ پر دم کرنے رکھ دیا۔ چاولوں کی بھاپ اس کے نرم و نازک اور خوبصورت چہرے کو اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے تھی۔ پھر اس نے سبزی بھوننے کیلئے' کھونٹی پر سے تیل کی بوتل اتاری اور فرائی پان پر الٹ دی۔ تھوڑا سا تیل فرائی پان میں آیا اور بس' وہ بری طرح سٹپٹا کر رہ گئی۔ اتنا سا تیل ہی رہ گیا تھا!

اگر دھان کے چھکڑے وقت پر نہ پہنچے تو تیل خریدنے کیلئے رقم کہاں سے آئے گی؟ زندگی میں ایسی صورتحال پہلے کبھی پیدا نہیں ہوئی تھی! مہی دھر کو واپس آ جانا چاہئے۔ وہ خود کو درگا اور دوسری گوسان بیواؤں کی طرح خوار نہیں ہونے دے گی۔ کبھی بھی نہیں!......مہی دھر یقیناً یوریم لکڑی کے چار تنے لے کر آئے گا۔ وہ بھی اسی کی طرح کے خواب دیکھتا ہے کہ یوریم کی لکڑی سے بنی چھت کے نیچے زندگی بسر کی جائے۔ ہاں' وہی مہی دھر' جسکی زندگی' اس کی بیوی کے مر جانے کی وجہ سے عین جوانی میں بکھر کر رہ گئی ہے۔ وہ بھی یقیناً' اس کی طرح' اندر ہی اندر جدوجہد میں لگا ہوا ہے!

اس نے بوتل سے نکالے ہوئے تیل میں' سبزی ڈال دی۔ پھر اس میں زیرہ' کالی مرچیں' ادرک اور دھنیہ ڈال کر' سبزی میں اچھی طرح ملایا اور بھوننے لگی...... کیا ذلالت ہے! تف ہے ایسی سوچوں پر! اس کا ذہن ہمیشہ ہی یوریم سے بنی مضبوط چھت اور وہ آدمی...... انہی کے خواب دیکھتا رہتا ہے لیکن وہ خود کو اس کے ساتھ جسمانی تعلقات سے بچا سکتی ہے! اسے اتنا اعتماد تو ہے خود پر کہ وہ اپنی خواہش کو خواہش سے آگے نہ بڑھنے دے۔ اخلاقی اور سماجی روایات اور رسوم پر اسے یقین اپنے اجداد سے ورثے میں ملا ہے۔ یہی مزاحمانہ رویہ' لمحے بھر میں سونے اور چاندی کے دھاگوں سے بنے قیمتی پردوں کی شکل اختیار کرے گا' کسی ناقابل شکست حفاظتی دیوار کی طرح۔ کیا دامودریا کے گوسان گھرانوں میں کبھی' کسی نے ایسی صورت کا سامنا کیا ہوگا؟ آہ! مہی دھر کو آنے دو! اس سے زیادہ لطف انگیز اور کوئی بات ہو ہی نہیں سکتی!

چونک کر اس نے فرائی پان کی جانب دیکھا۔ ادھ پکی سبزی میں ڈوئی چلائی۔ چولہے میں کچھ اور لکڑیاں ڈال کر' آگ کو ذرا تیز بھڑکا دیا اور پھر' لمحے بھر کو' وہ اپنی سوچوں میں کھو گئی...... اور کیا پکایا جائے۔ اس کی نظریں ٹرے میں پڑے ٹماٹروں پر پڑیں۔ کچھ خوب پکے ہوئے تھے اور کچھ ادھ پکے! اسے ٹماٹر کی چٹنی بنا لینی چاہئے' چاولوں کیساتھ اچھا میل رہے گا۔ سفر کے بعد تھکے ہارے آدمی کیلئے یقیناً یہ اچھا اور مزیدار کھانا ہوگا!

کھانا تیار کرتے ہوئے بھی' اس کے کان کسی کے پاؤں کی آہٹ پر لگے ہوئے تھے۔ ایک بار دروازہ کھلنے کی آواز اس کے کانوں میں آئی تو وہیں سے چیخی: ''راج بہنی! دیکھو تو کون آیا ہے؟''

''ماں جی! پتھالڈیہ اور افیم کے کیمپ سے' ایک بھگت اور ایک رضا کار آئے ہیں!'' نوکرانی نے کہا۔

سارو گوسائی کو کچھ مایوسی ہوئی۔ اس نے آگ ہلکی کرنے کیلئے چولہے میں سے کچھ لکڑیاں باہر نکال دیں اور باورچی خانے کی کچی دیوار میں بنے سوراخ میں سے باہر دیکھا۔ جلدی سے اپنے ہاتھ پانی سے دھوئے۔ اپنا سمٹا ہوا گٹالا درست کیا اور کمرے سے باہر آ کر' برآمدے میں کھڑی ہو گئی۔ اس اثنا میں پتھالڈیہ کا بھگت دالان تک آ چکا تھا۔ اس کے بال پرش سہائی کے چیلوں کی طرح خاصے لمبے تھے۔ اس نے انہیں اکٹھا کر کے اوپر ہی باندھ رکھا

MashalBooks.org

تھا۔ وہ صاف ستھری ریشمی کوئی اور سفید دھوتی پہنے ہوئے تھا۔ چپٹے چہرے پر پتلے پتلے ہونٹ تھے۔ ننگے پیر ہونے کے باوجود وہ خاصے صاف ستھر دکھائی دے رہے تھے۔ وہ گوسائی کے قریب آیا اور جھک کر اس کے پاؤں چھونے لگا۔ اسی دوران افیم بچاؤ کیمپ کا رضا کار بھی دروازہ بند کرنے کے بعد وہاں آ گیا۔ اس کے سر اور چہرے کے بال نمک اور کالی مرچ کے ملغوبے جیسے تھے۔ اس نے ڈھیلی ڈھالی خاکی وردی پہنی ہوئی تھی۔ اس کے چمڑے کے بوٹ مٹی سے بری طرح اٹے ہوئے تھے۔ اس نے بوٹ اتارے اور چھڑی کی مدد سے انہیں ایک کونے میں رکھ دیا۔ پھر اس نے بھی آ کر سارو گوسائی کے پاؤں چھوئے۔

سارو گوسائی نے نوکرانی کو بلا کر اسے چٹائیاں بچھانے کیلئے کہا اور خود جلدی سے باورچی خانے میں گھس گئی۔ اس نے فرائی پان چولہے سے نیچے اتارا۔ چولہے پر تھوڑا پانی چھڑکا تاکہ اس کی آگ جلنا بند ہو جائے۔ فرائی پان کو کیلے کے پتے سے ڈھکا اور واپس برآمدے میں آ گئی۔ وہاں ایک خوبصورت موڑھے پر بیٹھ گئی پھر اس نے کہا:

''دوپہر کے کھانے کا وقت ہے اور تم لوگ یقیناً بھوکے ہوگے۔ کنویں پر جا کر ہاتھ منہ اور پاؤں دھولو۔ میں تمہیں گرما گرم اور مزیدار چاول کھلاؤں گی۔''

علاقے کے ہر شخص کو معلوم ہے کہ اگر دوپہر کے کھانے کے وقت کوئی شخص سارو گوسائی کے گھر چلا جائے تو وہ اسے کھانا کھلائے بغیر نہیں جانے دیتی۔

''آپ کا عام کھانا بھی ہمارے لئے امرت سے کم نہیں۔'' بھگت نے کہا ''لیکن زحمت نہیں کریں ماں جی! ہم پتھالڈیہ سے روانہ ہوتے وقت ہی کھانا کھا چکے تھے۔''

''یہاں کیسے آنا ہوا؟'' اس نے پوچھا۔

''ہمیں یہاں کچھ عادی افیمیوں کو بحالی مرکز میں داخل کرانا ہے۔ مرکز کے انتظامات دیکھنے تھے۔ ایک اور بات بھی ہے۔ آپ کے کچھ کرایہ دار کسان معلومات چاہتے ہیں۔ مقدس ماں جی! وہ معلومات آپ سے لینا تھیں۔''

سارو گوسائی نے چہرے پر آیا ہوا پسینہ گمچھا لے سے صاف کیا۔ حیرت سے اس کی آنکھیں کھلی ہوئی تھیں۔ ہچکچاتے ہوئے اس نے پوچھا: کیا...... کیسی معلومات چاہئیں تھیں؟......''

''پیاری ماں! آپ تو تنہا ہیں اور صرف ایک پیٹ ہی پالنا ہے آپ کو لیکن وہ جو آپ

کی زمینوں پر ہیں' ان کے...... حالات بہت برے ہیں۔ اوپر سے ظلم یہ کہ کالا زر (مچھروں) نے حملہ کر دیا ہے۔ آپ تو پہلے سے ہی جانتی ہیں ان سیاہ مچھروں کو...... گارو پہاڑی سے چپ چاپ نکل کے آتے ہی اور تباہی پھیلا دیتے ہیں......''

''ہاں' ہاں' میں نے سنا تو ہے...... لیکن وہ دراصل کیا جاننا چاہتے ہیں؟''

''ماں جی! آپ کا سب سے قابل اعتماد بندہ' مہی دھر باپو' جو آپ کے سائے میں رہتا ہے۔'' پتھالڈیہ میں آپ کے چیلوں چانٹوں میں گھومتا پھرتا ہے...... اس نے یہ خبر اڑائی ہے کہ آپ اپنی زمینوں کا' بیعانہ کرنے جارہی ہیں......''

سارو گوسائی کو یوں لگا جیسے اس کے سر پر آسمان ٹوٹ کر گر گیا ہو۔ وہ زور سے بولی۔

''تم نے کیا کہا؟ بیعانہ: میں بیعانہ کیوں لوں گی؟ اپنی زمین کیوں بیچوں گی میں؟''

''آپ کے کسانوں کی حالت بہت ہی پتلی ہے۔ افیم کی لعنت لے ڈوبی ہے انہیں۔ اپنا سب کچھ بیچ ڈالنے کے بعد بھی' ان کا یہ خواب ہے کہ شاید ایک دن وہ زمین کے مالک بن جائیں! لیکن اگر کوئی گدھ اس زمین میں گھس آئے اور اسی پر قابض ہو گئے تو......!''

سارو گوسائی نے دوبارہ غصے میں چیخی! ''بھگت' ہمارے پاس وراثتی زمین تو ہے نہیں۔ بڑے گوسان نے ساری زمین تقسیم کر دی تھی اور اس کا بڑا حصہ موجودہ گوسان کے پاس چلا گیا۔ اندرناتھ کے والد کے پاس...... امرنگا کی تینتالیس بیگھے خراجی زمین اور تیس بیگھے قابل کاشت زمین...... اس میں سے ہمارے گوسان کو تو کوئی حصہ نہیں ملا۔ میرے تمام پیروکاروں کو پتہ ہے کہ دو سو سال پہلے راجہ شیو سنگھ نے گوسان کو امرنگا (ڈوب جنی' کھدھر پکوری' تامل دی' باکو' کھمار اور چائے گاؤں) میں ٹیکس فری زمین دی تھی' تاکہ وہ اپنا چھوٹا سا جواڑہ تشکیل دے سکے۔ جنکنس نامی گورے صاحب کے زمانے میں ڈوبے جنی' بجرا پاڑہ اور تاملدی کی زمینوں کو خراجی دے دیا گیا۔

ہمارے گوسان کے والد کے زمانے میں' مختلف پیروکاروں کی درخواست پر' انہیں زمین کا پٹہ اپنے نام کرانے کی اجازت دے دی گئی۔ میں نے سنا ہے کہ اس زمانے سے تاملدی' کھجالی کوڑہ' کھدھر پکوڑی کی زمینیں وراثت میں نہیں رہیں......''

سارو گوسائی نے' ایک بار پھر' اپنی خوبصورت ناک پر آیا ہوا پسینہ' گمٹالے کے کونے سے پونچھا ''عظیم زلزلے کے زمانے میں رانی کے بادشاہ نے ست دھریا اور سرانیا سمیت

چار گاؤں' گوسان کو بخش دیئے تھے لیکن سفید منہ والے ان بندروں نے اس معاہدے کو تسلیم کرنے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ گاؤں کے گاؤں اس طرح تحفے میں نہیں دیئے جا سکتے۔ ان سب زمینوں پر ٹیکس لگا دیا گیا۔ بوڑھے گوسان نے وصیت کی تو اس میں ہمارے گوسان کو ذرا سی زمین بھی نہیں ملی۔''

بجولی بانسوں کے گھنٹے جھنڈ کے عین اوپر' سورج کسی روشن پکے ہوئے کدو کی طرح دکھائی دے رہا تھا۔ لگ یوں رہا تھا جیسے کسی بھی لمحے وہ بانسوں کے کسی درخت کی شاخوں پر گر پڑے گا۔

سارو گوسانی کے کھانے کا عمومی وقت کبھی کا گزر چکا تھا مگر اس کی بھوک غالباً اڑ گئی تھی یا شاید' مہی دھر کے انتظار نے' اسے روکا ہوا تھا۔ راجہ بہا کی نوکرانی پاندان اٹھا لائی اور گوسانی سے کہنے لگی۔ ''میں نے منڈر کی گھنٹیاں سنی ہیں۔ اب تو ٹوپال بھوگ بھی تقسیم ہو گیا۔ آخر کب کھاؤ گی کھانا؟''

دونوں مہمان بھی بول اٹھے۔ ''ہاں' ہاں' ماں جی' آپ اب کھانا کھا لیں۔''

لیکن سارو گوسانی نے ان کی بات سنی ان سنی کر دی۔ اس نے چھالیہ کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کاٹے۔ پان پر لیموں کا ملغوبہ اور چھالیہ رکھ کر' انہیں اس طرح مہمانوں کو پیش کیا کہ ان کا ہاتھ اس سے چھو نہ پائے۔ اس وقت رضا کار نے بغور گوسانی کی جانب دیکھا۔ وہ سر پر کروشیا سے بنی ٹوپی پہنے ہوئے تھا۔ اس کی چھوٹی چھوٹی آنکھوں سے مکاری جھلکتی تھی اور غالباً اسے آنکھ مارنے کی عادت بھی تھی۔ اس کی ٹانگوں کے بال' سڑک کی گرد و غبار سے سفید ہو گئے تھے۔ وہ خاصا سمجھ دار لگتا تھا۔ بڑے ادب سے اس نے گوسانی کو مخاطب کیا:

''ماں جی! ہم ایک سوال کرنا چاہتے ہیں......''

سارو گوسانی کو دوبارہ وہی احساس ہوا...... جیسے کوئی آہستگی سے اس کی کھال اکھاڑ رہا ہو۔

''ہاں' ہاں! بتاؤ کیا سوال ہے؟''

''ہر آمد کا وہ برہمن' کافی عرصے سے' آپ کے پاس ہے' ہے نا؟''

''ہاں' مہی دھر بابو کافی عرصے سے میرے پاس ہے۔ تم کیا پوچھنا چاہتے ہو؟''

''اتنے لمبے عرصے میں' رضا کار نے اپنا چہرہ پونچھتے ہوئے کہا'' تو وہ آپ کا بے پناہ قابل اعتماد اور وفادار آدمی ہو چکا ہو گا؟''

اچانک ہی بھگت اٹھ کر ایک جانب گیا' اس نے پان کی پھیک تھوکی اور واپس آ کر کہنے لگا: ''وہ ہر جگہ آتا جاتا ہے' کسی بیل کی طرح کام کرتا رہتا ہے۔ میں نہیں سمجھتا' اس نے کسی عورت کو بھی رکھا ہوا ہوگا' اپنے پاس؟''

رضا کار بھی اس کے ساتھ ہی بول پڑا ''آہ! وہ تو ادھیکار گوسان کے بیٹوں کے سے انداز میں رہتا ہے!'' پھر اس نے طنزیہ لہجے میں ایک چھوٹا سا قطعہ سنایا:

وہ لمبی دھوتی پہنتا ہے مگر اس کے کنارے سنہری نہیں' وہ چلتا ہے تو اس کے جوتے آواز کرتے ہیں مگر اس کی جیب میں کوئی پیسہ نہیں ہوتا۔

سارو گوسانی لحہ بھر کو متفکر ہوئی' پھر وہ فوراً ہی سنبھل کر بھولی:

''یہ اس کے بولنے کا انداز ہے۔ وہ برہمنوں کے اعلیٰ خاندان سے تعلق رکھتا ہے۔ وہ لوگ کوچ بہار سے آ کر یہاں بس گئے تھے۔ بڑے گوسان نے انہیں جگالیہ کے ساتھ والی زمین بخش دی تھی۔ گوسان گھرانے کیلئے' وہ عرصہ دراز تک ججمانی برہمن کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ مہیدھر کو وہ اپنے بیٹے کی طرح ہی سمجھتے رہے ہیں تو پھر وہ کیوں نہ اسی طریقہ سے' اپنا رویہ اپنائے؟ کیا تم نے اس کے اجداد کے بارے میں سنا نہیں؟ وہ کنیا کجی برہمن' جنہیں کوچ بہار کے شاہوں نے خلعت بخشی تھی' پرانا نرائن اور برنرائن ہی تو تھے۔ انہوں نے اپنے زمانے میں مہا بھارت کی درونا پروا اور کرات پروا کا ترجمہ کیا تھا۔ جانتے ہو' ان بادشاہوں نے انہیں کتنی معیاری اور خراجی زمین عطا کی تھی؟ وہ تو سب سیلابوں کی نذر ہو گیا......''

رضا کار نے بے چینی سے اسے ٹوکا ''تو آپ کو اس پر پورا بھروسہ ہے؟''

''کیوں نہیں؟ اس نے کئی طرح سے میری مدد کی ہے۔ چکروہاٹی کی زمین میں جس میں میرے اور بھی حصہ دار ہیں' بعض دوسرے لوگوں نے مجھے بتائے بغیر' کاشت شروع کر دی تھی' وہ گیا اور اس نے قابضوں کو نکال باہر کیا۔ اب ان زمینوں سے میرا حصہ باقاعدگی سے آ رہا ہے۔ میں پتھالڈیہ کی زمینوں کے کاشتکاروں سے اکیلی تو ٹیکس جمع نہیں کر سکتی تھی۔ مہی دھر نے ٹیکس کا ایک ایک پیسہ وصول کیا اور میرے قدموں میں لا کر ڈھیر کر دیا۔ پچھلے چار سالوں سے میں حکومت کو ٹیکس نہیں دے پائی تھی۔ ٹیکس کے محکمے کے سپاہی میرے پاس آتے اور بے نیل و مرام واپس لوٹ جاتے تھے لیکن مہی دھر کی مدد سے میں نے سارے ٹیکس ادا کر

MashalBooks.org

دیئے۔ پچھلی دفعہ محکمے کے لوگ آئے تو پہلی دفعہ انہوں نے جھک کر آداب کیا۔

رضا کار اور بھگت دونوں ہی بری طرح بے چین ہو گئے۔ وہ دونوں اٹھے اور تھوڑی دور' ایک کونے میں چلے گئے۔ بظاہر وہ پان کی پیک تھوکنے گئے تھے۔ کچھ دیر وہ وہاں کھڑے کانا پھوسی کرتے رہے پھر وہ گوسانی کے قریب آ گئے اب بھگت نے بات شروع کی۔

''ماں جی! سنا ہے' مہی دھر نے آپ کی زمینوں کی ساری تفصیلی اور اعداد و شمار ایک کاغذ پر لکھے ہیں۔ کیا یہ حقیقت ہے؟ ہم نے یہ بھی سنا ہے کہ چند بیگھے میعادی خراجی زمین بھی اس نے ڈھونڈ نکالی ہے' آپ کو اس کا پتہ بھی نہیں تھا' اس کی تفصیل بھی اس کے پاس ہے۔''

ایک دفعہ پھر اس کے دماغ میں وہی سرسراہٹ ہونے لگی' جیسے کوئی اس کی مرمریں جلد کو اپنے نوکیلے ناخنوں سے چھیل رہا ہو۔ وہ کہنے لگی: ہاں' یہ سچ ہے۔ زمین کے سروے کے نقشے پر لکھے ہوئے اعداد اور حوالوں کی تفصیل اس نے بنائی ہے' میری میعادی' اجمالی اور پٹے والی ساری زمینوں کی!''

اب رضا کار کے بولنے کی باری آئی۔

''لیکن کہا یہ جاتا ہے کہ آپ کے نام زیادہ زمین نہیں۔ پتھالڈیہ میں آپ کے رشتہ داروں کی حالت بھی شروع سے ہی ابتر ہے اور آپ ان کی مدد یہاں سے کرتی رہی ہیں' یہ افواہ بھی ہے کہ آپ کے گوسان اور بڑے گوسان کے درمیان کچھ پراسرار سا جھگڑا بھی چلا تھا۔''

''ہاں' کوئی بات ہوئی تو تھی مگر وہ تو ہر شخص کو معلوم ہے۔''

''ہمیں کچھ پتہ نہیں' آپ اس پر کچھ روشنی ڈال سکتیں ہیں' ماں جی؟''

''بھگت! بہتر یہی ہے کہ اس بارے میں مجھ سے کچھ نہ پوچھو' ہمارے گوسان کو زمینوں اور دوسری غیر منقولہ جائیداد کی وراثت سے محروم کر دیا گیا تھا۔ وقت آ گیا ہے کہ لوگ اس کے بارے میں جان لیں۔''

''ہم نے سنا ہے'' بھگت نے کہا ''پرانے گوسان نے دھکالا کی ایک عورت کو اجازت دے رکھی تھی کہ وہ ان کے گودام سے جتنی اجناس چاہے' لے لیا کرے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ اسے گوسان کی حویلی کے اندرونی حصے میں بھی جانے اور بیٹھنے کی اجازت تھی اور ایک دفعہ' گوسان گوہاٹی کسی کام سے جا رہا تھا تو درگا اس کے ساتھ جانے پر بضد تھی۔ وہ مٹھائی کے ڈبے کے ساتھ بیل گاڑی میں بیٹھ گئی۔ بوڑھے گوسان نے اسے بیل گاڑی سے اتار دیا اور

دھکالا کی اس عورت کو بٹھالیا۔ درگا نے زمین پر خوب پچھاڑیں کھائیں اور شور وغل مچایا' ساری مٹھائی مٹی میں ادھر ادھر بکھر گئی۔ یہ منظر دیکھنے' سارا گاؤں ہی امڈ آیا تھا لیکن کانوں میں سونے کی بالیاں پہنے' اس بے رحم عورت نے درگا کی طرف' ایک نگاہ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا' وہ اپنے ہاتھی پر بیٹھا اور وہ عورت بیل گاڑی میں اور دونوں ساتھ ساتھ' گوہاٹی کی طرف روانہ ہو گئے۔

جب ان کی واپسی ہوئی تو تمہارا شوہر اور درگا' دو کوبرا سانپوں کی طرح' شدید غضب کے عالم میں' بات گھر میں کھڑے تھے۔ دھکالا کی وہ عورت جونہی بیل گاڑی سے نیچے اتری۔ درگا نے چھلانگ لگا کر' اسے دبوچ لیا اور جوتوں سے خوب اس کی درگت بنائی۔ آپ کے شوہر بھی جوش میں اچھل اچھل کر درگا کی ہمت بندھا رہے تھے ''کتیا کا مار مار کر بھرکس نکال دو! ہاں شاباش ایک اور! دوبارہ مارو...... کتیا!......''

باہری احاطے سے پرانا گوسان بھی ان کے پاس آ گیا۔

''اس طوائف کو بالکل نہ بخشنا! کچومر نکال دو اس کا!''

اس روز سے آپ کے گوسان کے والد پرانے گوسان کی غیر اخلاقی حرکات پر تنقید کیا کرتے تھے۔ اس طرح ان دونوں میں نفرت بڑھتی گئی۔ ماں جی! میں نے جو کچھ کہا' درست ہے نا؟''

سارو گوسانی لمحے بھر کو چپ رہی۔ پھر اس کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ رضا کار کہنے لگا:

''ماں جی! ہم ہمیشہ آپ کی بھلائی کا سوچتے ہیں۔ ہم جنوبی کنارے کے بڑے زمین داروں کی زمینوں کا رقبہ معلوم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں...... اسی لئے ہم یہ معلومات اکٹھی کر رہے ہیں اور آپ کو اس کا برا نہیں ماننا چاہئے۔ ماں جی! آپ نے مہی دھر کا تیار کردہ معلومات والا کاغذ اچھی طرح دیکھا ہے؟ کیا آپ کے پاس اس کی کوئی نقل ہو گی؟''

آہ! دوبارہ کوئی نوکیلے ناخنوں سے اس کی کھال کو چیر رہا ہے!......

''میرے پاس تو تھوڑی سی زمین ہے'' اس نے جواب دیا ''اگر تم یقین نہ کرو تو میں تمہیں پرانے گوسان کی وصیت دکھا سکتی ہوں۔ وہ میرے صندوق میں پڑی ہے۔ میں وہ لا دیتی ہوں تم اپنی آنکھوں سے دیکھ لو کہ پرانے گوسان نے اپنے چھوٹے بیٹے اور اپنی بہو کے ساتھ کیا سلوک کیا تھا؟''......

سارو گوسانی کھڑاؤں والے چھوٹے اور تاریک کمرے میں گئی۔ اسی وقت گوپی ناتھ کی

اندرونی درگاہ کے دروازے بند ہونے کی تقریب کیلئے' مندر سے ڈھول پیٹے جانے کی آواز سنائی دی۔ اس نے اپنی آنکھیں بند کر لیں' اپنے ہاتھوں کی ہتھیلیاں جوڑیں اور سر جھکا کر پوجا کرنے لگی۔ فارغ ہو کر وہ اپنے پلنگ کے پاس گئی اور نیچے سے صندوق کھینچ کر باہر نکالا' اسے کھولا اور اس میں سے وصیت کا کاغذ نکال لیا۔ وصیت کی دستاویز لئے' وہ باہر آئی اور کاغذات انہیں پکڑا دیئے۔ رضا کار نے اپنی جیب سے ایک پرانی سی عینک نکالی اور آنکھوں پر لگا لی اور زور زور سے وصیت پڑھنے لگا۔ انگریزی الفاظ' وہ اپنے مقامی لہجے میں بول رہا تھا۔

''حکومت ہند کے نوٹیفیکیشن نمبر 707 مورخہ 24 جنوری 1870ء کے تحت سٹمپ ڈیوٹی سے مستثنیٰ اور 1903ء کے ایکٹ XVI کے عین مطابق یہ وصیت ہر کانت دیو گوسوامی' ادھیکار ولد آنجہانی مدھیو کانت دیو گوسوامی' ادھیکار' ذات برہمن' پیشہ مذہبی سربراہ' ضلع کا مروپ' پولیس تھانہ پلاس باڑی' موضع چیانی کی جانب سے لکھی گئی ہے...... میرے دو بیٹے زندہ ہیں۔ کرشن کانت دیو بڑا بیٹا ہے اور رام کانت دیو چھوٹا بیٹا ہے۔ میرا چھوٹا بیٹا سرکش اور نافرمان ہے۔ خود پسندی اور منتقم مزاجی اس کی فطرت ہے۔ وہ میری خواہش کے برعکس چلتا ہے اور میرے دشمنوں سے دوستی رکھتا ہے۔ وہ میرے لئے مستقل ذہنی اذیت اور عذاب کا سبب بنا ہوا ہے۔ مستقبل میں' اس سے یہ امید نہیں رکھی جا سکتی کہ وہ اپنی ماں کا خیال رکھے گا یا اس کی جائیداد کی مناسب دیکھ بھال کر سکے گا۔''

بے ساختہ سارو گوسائی کے سینے سے آہ نکلی۔ وہ آگ بگولا ہو کر بولی:

''اس کے والد درویش آدمی تھے چونکہ وہ اپنے باپ کے اخلاق باختہ رویے پر نکتہ چینی کرتے تھے' اسی لئے' وہ ان کی نظروں میں کانٹا بن کر چبھنے لگے تھے!''

رضا کار نے دوبارہ وصیت پڑھنا شروع کی:

''اب جبکہ میں بوڑھا ہو گیا ہوں میں اپنی زمینیں محفوظ ہاتھوں میں چھوڑنا چاہتا ہوں۔

1- اپنے بیٹے رام کانت کیلئے' وصیت کے ساتھ نتھی کی گئی تفصیل والی' بعض ناقابل انتقال جائیداد' اس کے نام کر رہا ہوں۔ اس کی رجسٹریشن ریونیو کے محکمے میں' اس کے نام پر ہو چکی ہے۔ اس جائیداد کے علاوہ' اس نے موضع چیانی میں کچھ زمین پہلے ہی حاصل کر لی ہے چنانچہ میں مزید کوئی زمین اس کے نام نہیں کر رہا۔ وصیت کے ساتھ منسلک فہرست کے مطابق تمام خراجی اور غیر خراجی زمین' میں اپنے بڑے بیٹے کرشن کانت کے نام کرتا ہوں' میرے

دونوں رہائشی گھروں پر بھی کرشن کا ہی حق ہوگا۔

2- رام کانت کا سرمایہ (نقد رقم) قرضوں اور کاروبار میں لگا دیا گیا تھا۔ وہ خاصا تیزی سے بڑھا ہے۔ اس لئے میرے پاس موجود سرمایہ' میں کرشن کانت کیلئے چھوڑ رہا ہوں اور اپنی بیوی اوم وتی دیوی میری ملکیتی اشیاء مثلاً ہاتھی' گھوڑے' گائیں' بیل' جمع شدہ چاول اور دوسرا گھریلو سامان (تفصیلی مسلکہ ورق G پر موجود ہے) غرض تمام منقولہ جائیداد اپنے بڑے لڑکے کرشن کانت کے نام کرتا ہوں۔ میرے خاندانی زیورات (سونے اور چاندی کے) سونے کے پھول' چھتری' ڈھول اور مقدس برتن بھی اس منقولہ اشیاء کی فہرست میں شامل ہیں۔ میری غیر حاضری میں میرا بڑا بیٹا ہی ان کا مالک ہوگا۔

ادھیکار کا عہدہ بھی میرے بڑے بیٹے کرشن کو منتقل ہوگا۔ ادھیکار کی شان وشوکت کا سارا ساز وسامان مثلاً: ہاتھی کی گھنٹیاں' چھتری' پالکی' شرادھی ٹھگی (تقریباتی تشلے) بھی کرشن کانت کیلئے چھوڑ رہا ہوں۔ میرے چھوٹے بیٹے رام کانت کو ان میں سے کچھ بھی نہیں ملے گا۔ میرے تمام چیلے اور پیروکار (وہ برہمن ہوں' گوسان ہوں یا شودر لوگ) کرشن کانت کو اپنا گرو تسلیم کریں گے۔ یہ ان کے موجودہ گرو کا حکم ہے۔

3- موضع بوردوا میں پٹہ نمبر 112/94 کی جو بھی زمین ہے' اس کی قیمت تین سو پچیس روپے ہیں اور خراجی زمین......''

رضا کار پڑھتا پڑھتا رک گیا' وہ تھک گیا تھا' اس نے اپنا رومال نکالا اور اپنی عینک کے شیشے صاف کرنے لگا۔ پھر اس نے کہا ''منسلکہ اوراق کے نیچے' آپ کی موضع رانی کے دیہات پتھالڈیہ' نارگاؤں کی خراجی زمین کے اعداد وشمار ہیں۔ بڑے گوسان کے بڑے بیٹے کرشن کانت کو ملنے والی وراثت اور وہ اشیاء' جن سے آپ کے شوہر کو محروم رکھا گیا......کی تفصیلات بھی موجود ہیں۔ ماں جی! انہیں بھی پڑھوں؟''

ایک بار پھر' سارو گوسانی نے اپنے گٹالے کے کونے سے اپنی ڈبڈباتی آنکھیں صاف کیں اور کہا: ''لوگ سمجھتے ہیں کہ پتھالڈیہ کی اس بیٹی کو صرف اپنا ہی خرچ کرنا ہوتا ہے اور اس کے پاس اتنی زیادہ خراجی اور غیر خراجی زمین ہے۔ میں پرانے گوسان کی بہو ہوں۔ وہ گوسان جس کا بے پناہ دبدبہ تھا اور بے تحاشا زمینیں تھیں' دس ہاتھی تھے! کیا کبھی کسی نے یہاں آنے اور اپنی بہو کے موجودہ کسمپرسی کے حالات دیکھنے کی زحمت گوارا کی؟......کیا کسی

نے اس کے پھٹے پرانے گٹالے پر نظر ڈالی؟ ایسی تاریکی میں مہی دھر'ہاتھ میں چراغ لئے آیا اور میری مدد کیلئے کھڑا ہو گیا۔اس کی وجہ سے میں حکومت کے ٹیکس ادا کرسکی اور میرے گھر کے اخراجات بھی چل رہے ہیں۔''

بھگت نے اپنے لمبے بالوں کا جوڑا بنا کر اکٹھا کر لیا اور زیرلب کچھ کہنے لگا۔ سارو گوسانی دوبارہ شروع ہوگئی۔''رضا کار! تم منسلکہ کاغذ B دیکھو اس میں تمہیں تمام منقولہ جائیداد کرشن کے نام ہی نظر آئے گی۔'' رضا کار نے بوسیدہ کاغذات الٹے پلٹے اور پھر ایک کاغذ اونچی آواز میں پڑھنے لگا۔

1- راجندر' ایراوت' مانک......تین ہاتھی (دانتوں والے) =/Rs:500
2- دو خاکی اور ایک سفید گھوڑے.....=/Rs:160
3- آٹھ سانڈ اور چار سانڈنیاں.....=/Rs:150
(ان کے پیدا ہونے والے بچے بھی کرشن کانت کی ملکیت ہوں گے)
4- کاشتکاری میں استعمال ہونے والے بیل 20 عدد اور گائیں 60 عدد=/Rs:80
(ان کے پیدا ہونے والے بچے بھی کرشن کانت کی ملکیت ہوں گے)
5- پالکی کے چاندی کے دو ہینڈل=/Rs:200
(اس وقت سارو گوسانی کے منہ سے پھر سرد آہ برآمد ہوئی۔اسے وہ دن یاد آ گیا' جب گوسان نے اس کیلئے پالکی بھیجی تھی' اس کے ہینڈل عام لوہے کے تھے۔آہ! کیا کیا اسے نہیں دیا گیا)
6- تانبے کے دروازے (ایک جوڑا)=/Rs:20
7- پیتل کے گھڑے 17 عدد=/Rs:40
8- پیتل کی ٹرے 3 عدد=/Rs:10
9- بڑی پلیٹوں کو ٹھہرانے کے سٹینڈ 8 عدد=/Rs:8
10- پیتل کے تھال 80 عدد=/Rs:40
11- میرے نام میں دو بڑی بندوقیں=/Rs:50
12- ہاتھیوں کیلئے بڑی گھنٹیاں 8 عدد=/Rs:8

(یہاں رضا کار پڑھتا پڑھتا رک گیا۔اس نے اپنی عجیب وغریب عینک اتاری اور

MashalBooks.org

اسے اپنے رومال سے صاف کرنے لگا۔ اسے یا بھگت کو' اس وصیت کے مزید پڑھنے میں دلچسپی نہیں رہی تھی۔)

''ماں جی! دوسری فہرست میں' دو کمرے والے اور چار کمرے والے گھروں کا ذکر ہے' جو مذہبی رسوم کی ادائیگی اور لوک تماشوں میں مستعمل ساز وسامان' گوپی ناتھ کا روحانی سنہری نیکلس اور سونے کے سکے' پیتل کے ساواروں جیسے اشیاء کی حفاظت سے رکھنے کیلئے رکھے گئے ہیں۔ یہاں آپ کے گوسان کی زمینوں کا تو کوئی ذکر نہیں' اسے پڑھنے کا بھلا کیا فائدہ؟''

''آہ' آہ!'' بھگت نے افسردگی سے کہا ''سابقہ گوسان نے آپ کیلئے کوئی نوکرانی تک نہیں چھوڑی کہ گھر کے کام کاج میں مدد دے سکے۔ یا برآمدوں کی صفائی ہی کر دے' کپڑوں کو دھو دے وغیرہ!''

رضا کار نے پھر عینک پہن لی اور کاغذات کو دیکھنے لگا۔ پھر اس نے کہا:

''یہ کاغذ بھی منسلک ہے۔ اس میں خادماؤں کی فہرست ہے' ان کے نام اور ان کی قیمت کے ساتھ جانکی' ماہما' برہی' گھنتا پی اور ادوجھا......Rs:150/=''

''ہاں' ہاں' مجھے پتہ ہے'' سارو گوسانی نے کہا ''ان میں سے ہر ایک کی قیمت تیس روپے ہے۔ ان میں سے گھنتا پی ابھی کچھ دن پہلے مری ہے۔ وہ افیم کی بڑی شوقین تھی اور اسی نے اس کی جان لے لی۔ میں نے آخری دنوں میں اسے دیکھا تھا۔ وہ ہر وقت پورٹیکو میں پڑی رہتی تھی۔ کوئی پاس سے گزرتا تو اس سے مانگ کر پانی پی لیتی تھی۔ ورنہ' وہ کچھ کھائے بغیر ایسے ہی پڑی رہتی تھی۔ مکھیاں اس کے چہرے پر بھنکتی رہتیں تھیں۔ اس سے وہ اور بھی پریشان ہو جاتی تھی......''

رضا کار نے اپنی کمر سیدھی کی اور گوسانی کی جانب دیکھا۔

''گوسانی ماں! آپ کی اپنی زمینوں کی فہرست کہاں ہے؟ وہ آپ نے یقیناً مہی دھر باپو کے پاس رکھی ہوگی۔''

دوبارہ' وہی احساس اس کے ذہن میں رینگنے لگا۔ نوکیلے ناخنوں سے کوئی اس کی کھال اکھاڑنے جا رہا ہے۔

''ہاں' جیسے تم نے وصیت دیکھنے کی خواہش محسوس کی' مہی دھر بھی میری زمینوں کی تفصیل دیکھنا چاہتا تھا۔ میں نے فہرست اسے دے دی۔''

MashalBooks.org

رضا کار' ایک دم' جوشیلے لہجے میں بولا ''ماں جی! کیا آپ نے خالی کاغذات پر دستخط کر کے بھی دیا تھا اسے؟''......آہ! یہ کیا کہہ رہا ہے؟ کیا کہہ رہا ہے؟ کیا وہ مجھے ٹکڑے ٹکڑے کرنا چاہتا ہے اور میرے ذہن کی انتہائی اندرونی پرتیں کھوجنا چاہتا ہے؟ کیا یہ مجھے بالکل ہی ننگا کر کے چھوڑے گا؟ لیکن اس سے انہیں ملے گا کیا؟ مہی دھر کا وجود میرے خون کا ایک حصہ بن گیا ہے اگر وہ میری شریانوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر بھی دیں تو بھی یہ کچھ نہیں جان پائیں گے! اس کا خون ہمیشہ کی طرح پاک ہے۔ اس میں کسی بھی زمین کی مٹی شامل نہیں ہے!''

''ہاں' بھئی! ایک دن اس نے مجھ سے سادہ کاغذ پر دستخط کرنے کو کہا تھا۔ اس نے بتایا کہ وہ میرے دستخط والے کاغذ پر تمام حوالے نمبر لکھے گا اور پھر ہر اس کسان کو پکڑے گا جس نے میرا حصہ ادا نہیں کیا......''

''کیا آپ نے زمین کی رجسٹریوں کے نمبر کے حوالہ جات اپنے ہاتھ سے لکھے تھے؟''

''وقت ہی کہاں تھا؟ وہ برہمن ساری رات لالٹین کی روشنی میں بیٹھا کام کرتا رہا' گودام کے اس کمرے میں' رات بھر لکھتا رہا۔ میں نے کئی بار اسے اسی طرح بیٹھے دیکھا۔ بے چارہ! میں نے اسے کہا بھی کہ اتنی تکلیف کیوں اٹھا رہے ہو؟ باپو نے کہا: یوریم کی ٹیکس یافتہ زمین کا حساب بنا رہا ہوں۔ یہ بری طرح الجھا ہوا تھا۔ اب میں نے اسے ٹھیک کر لیا ہے۔ اب میں تم سے اس کاغذ پر دستخط چاہتا ہوں۔ میں جب صبح کی سیر اور غسل کے بعد فارغ ہو کر آئی تو میں نے برآمدے میں اپنے پیروکاروں میں سے پتھالڈیہ کے ایک نوبیاہتا جوڑے کو کھڑے دیکھا۔ وہ نئی زندگی کی شروعات کی رسوم پوری کرنے آئے تھے۔ بس پھر فراغت کیسی؟...... پھول اور تلسی کے پتے لاؤ' کھڑاوؤں والے کمرے کے فرش کی لیپا پوتی کرو' یہ کرو' وہ کرو سارا دن انہی چکروں میں گزر گیا۔ مہی دھر میری مصروفیت سے پریشان تھا' اس نے کہا کہ تمہیں فرصت نہیں ملے گی کہ ان سارے کاغذات کو دیکھ سکو۔ تم بس اس کاغذ پر دستخط کر دو' باقی کام میں کر لوں گا۔ وہ بے انتہا وفادار آدمی ہے۔ وہ میرے پاس ان دنوں آیا' جب میں شدید مشکلات کا شکار تھی۔ خدا نے بس کوئی فرشتہ بھیج دیا تھا۔ اب بھی' میں اسی کی منتظر ہوں' پتھالڈیہ سے دھان کے چھکڑے ابھی تک میرے پاس نہیں پہنچے۔''

رضا کار اور بھگت' دونوں ہی کچھ نہیں بولے۔ وہ اٹھے' انہوں نے جھک کر' سارو گوسائی کو پرنام کیا اور کھلے دروازے سے' واپسی کیلئے باہر چلے گئے۔

سارو گوسانی تھوڑی دیر برآمدے میں کھڑی رہی۔ وہ اپنے خیالوں میں گم انہیں جاتے دیکھ رہی تھی۔ وہ خاصی متذبذب تھی اور ان کی اچانک آمد پر حیرت انگیز حد تک مضطرب بھی راج بہا کی خادمہ کی آواز سن کر وہ چونک پڑی۔

''گوسانی! کھانا کب کھاؤ گی؟ بہت دیر ہوگئی۔ میں بتا دوں ہر آمدوں کا برہمن آج آنے والا نہیں۔ اب کھانا کھالو اور مجھے اجازت دو!''

سارو گوسانی کی پیشانی پر پریشانی کی لکیریں صاف دیکھی جا سکتی تھی۔ تو وہ آج بھی نہیں آئے گا۔ اب کیا ہوگا؟ کیا اسے اندرناتھ کے پاس جانا چاہئے؟ آنجہانی گوسان نے بستر مرگ پر اسے بتایا تھا۔ ''انہوں نے مجھے میری زمین کے حصے سے محروم رکھا۔ ان کے پاس بھاگی نہ چلی جانا ان کی نظروں میں اور گر جاؤ گی۔ اپنا وقار برقرار رکھنا!'' آج تک اس نے سارے معاملات کو اکیلے ہی سنبھالے رکھا تھا۔ وہ سر جھکائے کسی کی مدد لینے نہیں گئی تھی۔ ایک بار پھر ہمسائے سے بتیشی واری شالی چاولوں کی چھان پھٹک کی آواز اور اس کی خوشبو اس کے کانوں اور ناک سے ٹکرائی۔ وہ باورچی خانے کے اندر چلی گئی۔

سارو گوسانی کھانے سے فارغ ہوئی تو اس نے نوکرانی کو چھٹی دے دی اور پاندان لے کر برآمدے میں آ گئی۔ بات گھر میں چمگادڑوں نے بسیرا کر رکھا تھا۔ شام ہوتے ہی ان کی آوازوں کا شور فضا میں گونجنے لگتا۔ غروب ہوتا سورج اور طلوع ہوتا ہوا چاند دونوں ہی بڑے بڑے سنگتروں کی طرح آسمان پر چلتے دکھائی دے رہے تھے۔ سورج کی دھیمی روشنی اور چاند دونوں مل کر گھر اور اس کے اردگرد کے ماحول کو پراسراری جگمگاہٹ دے رہے تھے۔ یوں لگ رہا تھا جیسے کسی بڑے سے ریشمی چمکدار کپڑے نے ہر شے کو ڈھک رکھا ہو۔ سڑک ویران اور بے رونق نظر آ رہی تھی۔ جب سے پاگل ہاتھی نے جمال الدین کو مارا تھا لوگوں نے شام کو خوف کے مارے گھر سے نکلنا چھوڑ دیا تھا حالانکہ انہیں پتہ تھا کہ ہاتھی بھی جرانگ کے جنگلوں میں جا چھپا ہے۔

گوسان کی حویلی سے گھنگھروں کے بجنے کی آوازیں سنائی دیں۔ غالباً رقاصاؤں کا کردار ادا کرنے والے لڑکے انہیں اپنے پاؤں میں باندھ کر رقص کرنے جا رہے تھے۔ مان پور کے گوسان کی رہنمائی میں شاید وہ اپنے اپنے کردار کی ریہرسل کر رہے تھے۔ مان پور کا گوسان سابقہ گوسانی کا دور پرے کا رشتہ دار ہے۔ وہ تھیٹر فنکاروں کے ایک گروپ کا منتظم

اور مالک بھی ہے۔ ان دنوں گوسان گھرانوں کے لڑکے ان مقامی تھیٹروں میں شامل ہو کر شمالی اور جنوبی علاقوں کی سیر کیلئے نکل جایا کرتے ہیں۔ بعض تو اتنے ماہر ہو گئے کہ انہوں نے اپنے اپنے تھیٹر گروپ تشکیل دے لئے اور دوسرے لڑکوں کو تربیت دیتے ہیں۔ سارو گوسانی کو یقین نہیں آتا تھا مگر یہ سب کچھ اس کی آنکھوں کے سامنے ہو رہا تھا۔

حسب معمول، وہ برآمدے میں اکیلی بیٹھی ہے۔ مٹی پہاڑ کی طرف، کوئی گیدڑ چلا رہا ہے۔ اس کے کان مہی دھر کے قدموں کی چاپ پر لگے ہوئے ہیں۔ کیا وہ نہیں آئے گا!

پراسرار روشنی نے ہر چیز کو ڈھانپ رکھا ہے۔ کتنی نرم اور کتنی خوش کن ہے! ہارمونیم کی آواز اور رقصاں پاؤں میں گھنگھروں کی چھنک...... یہ آواز اور پراسرار روشنی باہم مل کر، ایک عجیب سے آہنگ کو جنم دے رہے تھے......

اس نے چھالیہ کی تھالی پر نگاہ دوڑائی۔ نوکرانی نے زیادہ چھالیہ نہیں نکالی تھی۔ اسے خاصی دیر ہو گئی تھی اور وہ جلدی جانے کے چکر میں تھی، شاید اسی لئے وہ عقبی دالان میں اگی ہوئی پکی چھالیہ نہیں نکال پائی۔ وہ کچی چھالیہ ہی اٹھا لائی اور اسے چبانے لگی تھی۔ سارو گوسانی نے بھی کچھ چھالیہ ہی چبانی شروع کر دی۔ اس کا ردعمل بھی فوراً ہی ہو گیا۔ اسے اپنے پورے بدن میں شدید آگ کی تپش دوڑتی محسوس ہوئی۔ اس کی جلد سرخ ہو گئی۔ عجیب سے نشے کی کیفیت ہونے لگی۔ یہ کیا ہو گیا؟ اتنی گرمی اور یہ چکر! کیا وہ کنویں پر جائے اور اپنے سر پر ٹھنڈا پانی ڈالے، نہیں، رہنے دو۔ کچھ دیر بعد طبیعت ٹھیک ہو جائے گی۔ وہ بیٹھ گئی اور اپنے سر کو اپنی ہتھیلیوں سے دبانے لگی۔ اتنی بے چینی کے عالم میں بھی، اسے مہی دھر یاد تھا۔ وہ جیسے ہی آیا...... وہ باورچی خانے میں جا کر کھانا گرم کرے گی اور پھر اس سے کہے گی:

''کیا تم پریشان نہیں؟ تمہیں میرا کوئی خیال نہیں؟ اس تنہا عورت کا؟ وفاداری اور احترام کی دیوار آہستگی سے لرزنے لگی ہے۔ انیمی گوپی ناتھ کے چاند کے ہالے جیسے مقدس آویزے لے اڑے۔ دن دہاڑے، گوسان کے گودام سے ہاتھی دانت چوری ہو گئے۔ گوسان کی بیوہ بہن کے زیورات میرے گھر سے غائب ہو گئے۔ کیا ان سب واقعات کے باوجود، تم میرے لئے فکرمند نہیں؟ کیا تمہیں تشویش نہیں ہوتی۔ وہ اسے صاف صاف کہے گی! اسے آنے تو دو!......''

گودام کے شیڈ کے قریب واقع سنگتروں کے درخت کے نیچے گیدڑ کی آواز سنائی دی۔

پراسرار سورج منظر سے غائب ہو گیا۔ بڑھتی ہوئی تاریکی میں چاند' چاند کے بڑے سے گولے کی طرح دکھائی دینے لگا۔ کتنا خوش انگیز ہے یہ! ایک چھوٹا سا بادل اس کے گرد منڈلا رہا ہے۔ یوں لگ رہا ہے جیسے چاند نے سفید پگڑی پہن رکھی ہے۔ آہ! کتنا دلکش لگ رہا ہے! اب چاند بالکل گوسان کے گول چہرے سے مماثل لگ رہا ہے اور بادل اس کے اوپر تقریب والی چاندنی کی چھتری کی طرح سایہ فگن ہے۔ لگتا ہے' گوسان اپنے بوڑھے باپ کی برسی کی رسم ادا کرنے کیلئے دریائے جگالیہ کی طرف جا رہا ہے۔ سارو گوسانی اس تصوراتی منظر کی دلکشی سے دل ہی دل میں محظوظ ہوئی لیکن اس دوران' اس کے کان بدستور اس کے قدموں کی چاپ کی جانب لگے ہوئے تھے۔ ایک عجیب سی تمازت اور ہلچل لہر بہ لہر' اس کے بدن میں دوڑنے لگی بعض اوقات' وہ اس کیفیت کا شکار ہو جایا کرتی ہے۔ ایسے لمحات میں وہ مقدس کتاب کا سہارا لیتی ہے اور اسے پڑھنا شروع کر دیتی ہے' اپنی ہلکی اور مدھ بھری سریلی آواز میں!

وہ مقدس کھڑاوؤں والے کمرے میں گئی۔ وہ اندر سے خاصا تاریک تھا۔ ماچس ڈھونڈ کر' اس نے لالٹین جلائی۔ اسے لکڑی کے سٹینڈ پر رکھا اور گورو لیلیٰ کی مقدس شاستروں والی کتاب اٹھالی۔ اس نے کتاب کے درمیان سوکھا پتہ نشانی کے طور پر رکھا ہوا تھا۔ وہ اس جگہ سے کتاب پڑھنے لگی جہاں گوردامودر دردیو کے کوچ بہار جانے اور دھرم کے پرچار کا ذکر کیا گیا تھا......

......نہیں' نہیں! ذہن بہت منتشر ہے' توجہ مرتکز ہی نہیں ہو پا رہی۔ بھگت اور وہ رضا کار' انہوں نے اس سے کون سا راز اگلوا لیا تھا' کس اسرار پر سے پردہ اٹھا؟ اس نے اپنے اور مہی دھر کے تعلق کے بارے میں بے تکلفانہ بات کی تھی۔ اس نے کچھ بھی نہیں چھپایا تھا۔ اب افواہیں اڑیں گی۔ جگالیہ کے کناروں پر لوگ اس کے بارے میں الٹی سیدھی ہانکیں گے۔ اگر گوسان زندہ ہوتا تو کسی میں آنکھ اٹھانے کی بھی مجال نہ ہوتی۔ اس کی کھڑاوؤں پر پھول چڑھاتے وقت' آج بھی اس کی آنکھیں ڈبڈبانے لگتی ہیں لیکن پھر اس آدمی سے یہ کیسا لگاؤ ہے جس سے وہ پیچھا چھڑا نہیں پا رہی۔ وہ اگر چاہتی تو اس سے جسمانی تعلق بھی قائم کر سکتی تھی مگر اس نے ایسا کچھ نہیں کیا۔ پھر بھی اس کے بارے میں الٹی سیدھی خبریں اڑتی رہتی ہیں۔ جگالیہ کے کنارے آباد سارے برہمن اس کے بارے میں باتیں بناتے ہیں۔ اس قسم کی بے بنیاد باتوں سے کون بچ سکتا ہے؟ ایک دفعہ بادشاہ پرکشت شکار کھیلنے کہیں گیا ہوا تھا تو اس کے

MashalBooks.org

گھر کی عورتیں گورو کی زیارت کرنے چلی گئیں۔ اس بے ضرر سے واقعے پر ایسی ایسی جھوٹی باتیں پھیلائی گئیں کہ گوردامودر ناخوش ہو کر' وہ علاقہ چھوڑ کر کوچ بہار چلے گئے' پرکشت بادشاہ کو بھی ان افواہوں پر یقین آ گیا اور وہ شدید طیش میں آ گیا۔

آنجہانی گوسان نے ایک بار سارو گوسائی کو بتایا تھا کہ اتنے عظیم گورو پر شک کرنے کی سزا پرکشت بادشاہ کو اس طرح ملی کہ دلی کے بادشاہ نے اس کی سلطنت پر حملہ کر کے اس کا مکمل خاتمہ کر دیا۔

کتنے انسان دوست اور امن پرست تھے گورو جی! بیجانگر کے شاہی قاصد کو ایک دفعہ' انہوں نے صاف صاف جتلا دیا تھا کہ وہ درگا دیوی کے حضور میں خون ریزی اور قربانی سے نفرت کرتے ہیں:

''اگر مجھے قربانی کے شکار کے ساتھ قربان گاہ پر لے جایا جائے تو قربان گاہ پر کٹنے والا پہلا سر میرا ہوگا۔''

لیکن اب کون ان کی تعلیمات پر عمل کرتا ہے۔ اگر کوئی شدید بیمار ہو جائے یا ان پر کسی منحوس ستارے کا سایہ پڑ جائے تو دامودریا گوسان گھرانوں کی اولاد ہی کما کھیا مندر کی طرف دوڑی چلی جاتی ہے اور دیوی کے حضور میں کالے بکرے کی قربانی پیش کر دیتی ہے......!

ہرر! ہرر! ہرر...... آہ! کسی نے بانس کا دروازہ کھولا ہے۔ وہ دوڑتی ہوئی باہر آئی مگر اسے ناامیدی ہوئی۔ کوئی کتا کسی چوہے کا پیچھا کرتا ہوا تھا۔ اس کے دھکے کی وجہ سے دروازہ کھل گیا تھا۔ سارو گوسائی واپس آ کر لکڑی کے موڑھے پر بیٹھ گئی۔ لالٹین کی روشنی میں اس کا جسم کسی پرانے ریشمی کپڑے کی طرح چمک رہا تھا۔

اس نے شاستروں کی کتاب بند کر دی۔ رقص کرتے لڑکوں کے گھنگھروؤں کی آواز ختم ہو گئی تھی۔ شاید وہ ریہرسل کر چکے تھے۔ رات ڈھلنے کے ساتھ ساتھ' افیمیوں کی کھانسی اور بڑبڑاہٹ کی آوازیں سنائی دینے لگیں۔ سارو گوسائی کے سونے کا وقت ہو چلا تھا۔ وہ اٹھ کر برآمدے کے کونے میں گئی۔ وہاں پانی کا گھڑا رکھا ہوتا تھا۔ اس نے اپنے ہاتھ پاؤں دھوئے اور پھر پنجوں کے بل چلتی ہوئی سونے کے کمرے میں داخل ہو گئی اور اندر سے دروازہ بند کر لیا۔ بستر پر بیٹھ کر' اس نے تکیے کے نیچے سے تولیہ نکالا اور اپنے پاؤں خشک کیے۔ پھر سینے پر ہاتھ رکھ کر' اس نے زمین کے چاروں حصوں کے دیوتاؤں کی پوجا کی' یہ پوجا' وہ بچپن سے اسی

طرح کرتی چلی آئی تھی۔ ایک گہری سانس لے کر' وہ بستر پر سیدھی لیٹ گئی اور سونے کیلئے اپنی آنکھیں موند لیں۔ اپنے سرہانے رکھی لالٹین' اس نے نہیں بجھائی۔ سفید تکیے پر' اپنے بکھرے ہوئے بالوں کے ساتھ' وہ کسی عظیم مصور کا شاہکار لگ رہی تھی۔

وہ سو نہیں پائی۔ بار بار' باہر کا دروازہ کھٹکنے کی آواز' سننے کی خواہش اسے سونے نہیں دے رہی تھی۔ اسے مہی دھر کا خیال آیا۔ فرض کریں وہ ٹیکس جمع کر لیتا ہے۔ اس رقم کے ساتھ' وہ دونوں دریائے ترما کے کنارے واقع بھلا بھنگا کے ستر میں جا سکتے ہیں' اس کی ایک بھتیجی شادی ہو کر' اس علاقے میں گئی تھی۔ پچھلی دفعہ شیواری تہوار کے موقع پر وہ جگالیہ آئی تھی تو اس نے یہ تجویز دی تھی:

''تم بھلا بھنگا کیوں نہیں آ جائیں؟ تم وہاں شری سکندار دیو کے مقدس ہاتھوں کی لکھی بھگوت اور کرشن مہاراج کی چار ہاتھوں والی شبیہہ بھی دیکھ سکو گی۔

راج بہا کا ایک ججمانی برہمن روزگار کے سلسلے میں کوچ بہار گیا تھا۔ وہ واپس آیا تو اسے پردیس جانے کی وجہ سے ملیچھ قرار دے دیا گیا۔ وہ دوبارہ پوتر ہونے کیلئے گوسان کے پاس آیا۔ اس مقدس گنگا کے پانی سے غسل کرنا پڑا اور گائے کا پیشاب پینا پڑا۔ اس نے بھی گوسانی سے کہا تھا کہ وہ کرشن مہاراج کی چار بازو والی عورت کی زیارت ضرور کرے' اسے یاد تھا' ان دنوں مہی دھر بالکل جوان تھا۔ وہ گوسان کے ساتھ بیٹھ کر مقدس دھاگے بنانے کیلئے چرخا کاتا کرتا تھا۔ پھر ایک لمبے عرصے تک وہ اسے نظر نہیں آیا۔ شاید وہ بھی ترما دریا کے کنارے' کوچ بہار کی جانب' روزگار کی تلاش میں نکل گیا ہو۔ پھر اس نے سنا کہ واپس آ کر' اس نے اپنا گھر بسا لیا ہے۔ آخر میں اسے اس کی بیوی کے مرنے اور مہی دھر کے کسمپرسی کے عالم میں رہنے کی خبریں ملیں۔ گوسان کی وفات کے بعد' وہ گوسانی کے پاس آیا اور اسے اپنے بارے میں بتایا۔ وہ اپنے سامنے' ایک اچھی قد و قامت والے پر کشش اور سمجھدار آدمی کو دیکھ کر حیرت میں رہ گئی۔ مہی دھر نے اپنے دکھوں اور مصائب کی کہانی سنائی اور اس سے نوکری کی درخواست کی۔

اب اس مہی دھر کے ساتھ' اسے ترما دریا کے کنارے جانے اور کرشن مہاراج کی مورتی کی زیارت کی شدید خواہش پیدا ہو رہی ہے...... آنجہانی گوسان اسے بتایا کرتا تھا کہ اس کے بھی کچھ رشتہ دار وہاں رہتے ہیں۔ وہ کسی پرشوتم بھٹا چارہ کا ذکر کیا کرتا تھا۔ اس نے کوچ بہار کے بادشاہ کی سرپرست میں رتنا مالا ویا کرن لکھی تھی۔ وہ ان کا خاصا قریبی عزیز تھا۔ بھٹا

چار یہ بھی وہیں رہتا تھا اور انہیں اس سے ملنے کی بڑی آرزو تھی...... اب بھلا بھنگا جانا زیادہ مشکل نہیں ہوگا۔ کہار اسے پالکی میں پلاس باڑی تک لے جائیں گے۔ مہی دھرا تنا فاصلہ پیدل طے کرے گا اور پلاس باڑی سے آگے راستہ بالکل ہی آسان ہے...... سارو گوسانی اونگھتے اونگھتے، گہری نیند کی آغوش میں چلی گئی۔

اس نے خواب میں دیکھا...... ترما دریا کے کنارے، وہ مہی دھر کے ساتھ ساتھ چل رہی ہے۔ دونوں اطراف میں جنگلی پھول کھلے ہوئے ہیں اور ان کے ساتھ کانٹوں بھری جھاڑیاں بھی ہیں۔

مہی دھرا سے کہتا ہے...... ''اپنے فانی جسم سے جدا ہونے کے اٹھارہ دن بعد، کرشن مہاراج اپنی ادھ جلی چتا کے ساتھ، سمندر سے نکلے اور پتھر کے ہو گئے۔ اسی پتھر سے نیل گری کے نیل مدھوا نے جنم لیا۔ نیل گری کے میں کسی دن تمہیں نیل مدھوا کی زیارت کیلئے نیل گری لے جاؤں گا۔ یہ اسی پرستار کی روحانی ملکیت ہے، جس نے اسے دریافت کیا تھا۔ عرصے تک اس نے یہ راز، اس خوف سے چھپائے رکھا کہ کہیں کوئی اس مورتی کو چرا کر نہ لے جائے یا چھین نہ لے۔ اس نے وہ راستہ بھی کسی کو نہیں بتایا مگر راجہ اندرڈوما کا پروہت کسی لومڑی کی طرح چالاک اور مکار تھا۔ اس نے اس سے نہ صرف راز اگلوایا بلکہ وہاں جانے اور زیارت کرانے پر اسے راضی بھی کر لیا۔ وہ شاہی پروہت کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر، اسے نیل مدھوا تک لے گیا۔ پروہت نے مکاری یہ دکھائی کہ اپنے ساتھ ایک تھیلے میں سرسوں کے بیج بھر کر لے گیا۔ تھیلے میں ایک چھوٹا سا سوراخ تھا، چنانچہ بیج نیل گری کے راستے میں گرتے گئے۔ کچھ عرصے کے بعد، وہ بیج اگنے لگے اور زرد پھولوں کے بڑے پودوں کی شکل اختیار کر گئے۔ ہاں، گوسانی! اب ہم زرد پھولوں کے اسی راستے پر جائیں گے۔''

خوشی خوشی، وہ اور مہی دھر زرد پھولوں کے اس راستے پر بڑھنے لگے۔ وہ بڑے جوش سے بولا: ''دیکھو! یہ راستہ ہے جو ہمیں چتر بھوج اور پھر نیل گری لے جائے گا۔''

اچانک اسے پانڈوں کا ہجوم دکھائی دیتا ہے۔ سب کے سروں کے بال منڈے ہوئے ہیں اور وہ زرد کپڑے پہنے ہوئے ہیں۔ وہ جگن ناتھ مندر کے مدن موہن مہاپترا لال موہریا کی نسل میں سے ہیں۔ وہ ہر سال، برہمن بیواؤں کو زیارتوں کیلئے، لے جانے کیلئے، اڑیسہ سے آتے ہیں۔ جب یہ عورتیں زیارت سے واپس لوٹتی ہیں تو ان کے لمبے گھنگھریالے بال غائب

ہوتے ہیں اور ان کے سر انہی پانڈوں کی طرح صاف ہوتے ہیں۔ جب پانڈوں پر اس کی نظر پڑتی ہے' اسی لمحے اردگرد کھلے زرد پھول ناگ پھنی کے خاردار پودوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ پانڈوں کے درمیان' اسے اور بھی کئی جانے پہچانے چہرے دکھائی دیتے ہیں۔ مارک اور گری بالا! اندرناتھ' پائپ کے کش لیتے ہوئے! گوسانی اور درگا! مہاوت کالٹو! اور پتھالڈیہ اور یوکیم میں رہائشی' اس کے چیلے چانٹے اور پیروکار' وہ اسے اور اس کے ساتھ کھڑے مہی دھر کو تکے جا رہے ہیں۔

آہ! لگتا ہے کسی نے ناگ پھنی کے خاردار پودوں میں آگ بھڑکا دی ہے' وہ کہاں جائے گی؟ کہاں؟ زنجیروں کی چھن چھناہٹ اس کے کانوں میں آتی ہے۔ یہ آواز اسی کی طرف بڑھ رہی ہے' کہیں یہ پاگل ہاتھی تو نہیں آ رہا؟......اچانک وہ مہی دھر کی تیز آواز سنتی ہے۔

''یہاں' آ جاؤ' گوسانی! میرا ہاتھ پکڑ لو۔ میں ہاتھی کو قابو کر سکتا ہوں' میں چاہوں تو اس ٹوٹے ہودے کو دوبارہ ٹھیک کر کے' اس کی پیٹھ پر کس سکتا ہوں۔ مجھ میں طاقت ہے' یہ سب کچھ کرنے کی! کب تک' اپنے ماضی کی مردہ لاش' اپنے شانوں پر اٹھائے پھرو گی؟ آؤ' میرے ساتھ آؤ! میرا ہاتھ پکڑ لو! اگر تم اس راستے پر اور ذرا آگے بڑھیں تو یہ خاردار جھاڑیاں تمہارے جسم کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیں گی اور تمہاری باقیات انہی جھاڑیوں میں اٹکی رہ جائیں گی! آؤ' میرا ہاتھ تھام لو!''

جھاڑیوں میں بھڑکی آگ کے شعلے بلند ہو گئے اور بالآخر انہوں نے اسے اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ آگ اس کے کپڑوں اور جسم میں بھی لگ جاتی ہے۔ وہ دہشت سے چیخنے لگتی ہے۔ ایک انتہائی خوفناک چیخ اس کے حلق سے برآمد ہوتی ہے اور خوفزدگی میں اس کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ کوئی مسلسل اور بری طرح اس کا دروازہ کھٹکھٹا رہا ہے!

''گوسانی! اٹھ جاؤ' بہت ہی خوفناک واقعہ ہو گیا ہے' اٹھو' گوسانی! دروازہ کھولو!''

سارو گوسانی نے اپنے بدن پر پڑی چادر ایک جانب پھینکی اور اٹھ کھڑی ہوئی۔ دروازے کی طرف بھاگی گئی اور دروازہ کھول دیا۔ وہ باہر آئی تو برآمدے میں ایک بھیڑ جمع تھی۔ لوگوں کے ہاتھوں میں لالٹینیں تھیں ان کی مدہم روشنی میں اسے بھگت کا چہرہ دکھائی دیا۔ وہ آج دن میں ہی تو اس سے مل کر گیا تھا۔ اس کے ہاتھ پاؤں کیچڑ میں لت پت تھے۔ پھر اس نے رضا کار کو بھی دیکھا۔ وہ بھی لگتا تھا' کسی میدان جنگ سے آ رہا ہے۔ او بھگوان! یہ

سب کیا ہے؟ اس کے ہاتھ پر تو خون بھی لگا ہے۔ خون ہی ہے نا؟ اور وہ پولیس والے ہیں۔ وہاں، پولیس! اور پھر اس کی نظریں ایک جانب زمین پر پڑے کسی شخص پر پڑیں۔

''کون ہے؟ کیا ہے وہ؟ کون پڑا ہے وہاں؟ او بھگوان' کیا وہ؟ اوہ! کون پڑا ہے؟''

روشن لالٹینوں اور مشعلوں کی روشنی میں' اسے کوئی شخص زمین پر بندھا پڑا' صاف نظر آ رہا تھا۔ وہ برآمدے سے نیچے اتری اور لوگوں کے دائرے کے درمیان' زمین پر پڑے شخص کی جانب' آہستگی سے بڑھی۔ اس نے نیچے جھک کر' اس کے چہرے پر نگاہ ڈالی۔ پھر ایک جھٹکے سے وہ چیخ مار کر پیچھے پلٹی۔ کسی نہ کسی طرح' وہ خود کو گھسیٹ کر برآمدے میں لے گئی اور ایک ستون کا سہارا لے کر' اس نے خود کو زمین پر گرنے سے بچا لیا۔ رضا کار' اپنے ہاتھ میں لالٹین سنبھالے' اس کے قریب آیا۔ اس نے ایک مڑا تڑا کاغذ نکالا اور کہنے لگا:

''گوسانی! یہ کاغذ دیکھیں' یہی ہے نا' جس پر آپ نے دستخط کئے تھے؟''

مشعل کی روشنی میں' گوسانی نے کاغذ پر اپنے دستخط پہچان لئے رضا کار پھر بولا:

''دوپہر میں جب ہم آپ کے پاس آئے تھے تو آپ نے بتایا تھا کہ آپ نے ایک سادہ کاغذ پر دستخط کئے ہیں یقیناً یہ وہی کاغذ ہے؟''

سارو گوسانی نے کاغذ اپنے ہاتھ میں لیا اور آہستگی سے بولی۔

''ہاں' یہ وہی کاغذ ہے۔ میں نے دو یا تین اور کاغذوں پر بھی دستخط کئے تھے۔ مہی دھر نے بتایا تھا کہ میری جانب سے اپیلیں کی جانی ہیں۔''

بھیڑ میں سے کئی آوازیں آئیں ''اپیل کے کاغذات؟ کیسی اپیل۔''

''تین ستروں کے گوسان کی بہو کی بگڑتی ہوئی مالی حالت کے بارے میں' کسانوں سے ٹیکس وصول نہ ہونے کے بارے میں' اپنے حصے کی عدم ادائیگی کے متعلق' ٹیکس کلکٹر کی دھمکی پہلے ہی آ چکی ہے کہ وہ اس کے کپڑے' گھر کا سامان اور دوسری تمام چیزیں لے جائیں گے' اگر اس نے بروقت ٹیکسوں کی ادائیگی نہ کی!''

کانپتے اور شکستہ لہجے میں' اس نے بات جاری رکھی ''میں نے ان کاغذات پر دستخط صرف ان اپیلوں کیلئے کئے تھے اور کسی بات کیلئے نہیں......!''

''گوسانی!'' رضا کار زور سے بولا ''اس خبیث نے تو تمہارا خون چوس لیا!''

''کون...... کس نے میرا خون چوس لیا؟'' اس کے منہ سے عجیب سی آواز نکلی۔

رضا کار نے زمین پر پڑے خون اور کیچڑ میں لت پت آدمی کی طرف اشارہ کیا۔
سارو گوسانی دوبارہ اس کے قریب گئی اور غور سے اس کا چہرہ دیکھا۔اس کے منہ سے چیخ نکل گئی ''مہی دھر! اوہ' مہی دھر! یہ خطرناک زخم' تمہارے جسم پر کس نے لگا دیا؟ یہ مچھلی کے جال میں کیوں باندھ دیا تمہیں؟...... اوہ' ہو!'' وہ کسی انتہائی بیمار شخص کی طرح' بری طرح کپکپانے لگی۔ اس سے کھڑا نہیں رہا جا سکا تو اس نے فوراً ایک ستون کا سہارا لے لیا۔
رضا کار نے اپنی جیب سے ایک کاغذ نکالا اور مشعل کی روشنی میں اسے زور سے پڑھنے لگا...... ''پتھالڈیہ کی میعادی خراجی زمین' پٹہ نمبر 31 اور مشرقی سماریا کی میعادی خراجی زمین' پٹہ نمبر 20...... آپ نے مہی دھر کو ان زمینوں کی فروخت کا بیعانہ لینے کی ذمہ داری دے دی' اس کاغذ کے ذریعے۔
''اوہ بھگوان! اوہ بھگوان!'' سارو گوسانی چیخ پڑی۔ رضا کار نے بات جاری رکھی۔
''اسے اس وقت پکڑا گیا' جب وہ بیعانہ کی رقم لے کر' دریا عبور کر کے' یہاں سے بھاگ رہا تھا۔ ہر شخص کو پتہ ہے کہ آپ کو اس پر اندھا اعتماد تھا اور آپ کے دل میں اس کیلئے خاصا نرم گوشہ بھی تھا لیکن ہمیں شبہ تھا اور ہمارے لڑکے' بھیڑیوں کی طرح اس کی تاک میں تھے۔''
پولیس کے سپاہی ایک تھیلا' سارو گوسانی کے قدموں میں پھینک دیا۔ تھیلے میں سے سکے باہر نکل کر ادھر ادھر بکھر گئے۔ ایک چمکدار آویزہ بھی ساتھ ہی نیچے گر پڑا۔اس نے چیخ کر پوچھا۔

''رحم کرنا بھگوان! یہ آویزہ کس کا ہے؟''

''یہ درگا کے زیورات میں سے ہے۔'' رضا کار نے جواب دیا۔

مجمعے میں اچھا خاصا شور مچنے لگا۔

''اچھا! تو یہ چور تھا' اس نے زیورات اڑا لئے تھے......!''

سارو گوسانی کی آنکھوں کے سامنے دھندسی آ گئی۔ زمین پر پڑا ہوا' وہ آدمی' اسے اب کسی خوفناک اژدھے کی مانند لگ رہا تھا۔ آہ! میں بے چاری! ابھی کچھ دیر پہلے میں اس کے ساتھ زرد پھولوں سے بھرے راستے پر چل رہی تھی۔ نیل مدھوا کے مندر کی جانب' اس نے اپنا ہاتھ آگے بڑھا کر کہا تھا:
آؤ' میرا ہاتھ تھام لو! اگر تم یہاں اسی طرح رہیں تو تمہارے جسم کے کٹے پھٹے حصے ان

MashalBooks.org

خاردار جاڑیوں اور آگ کے شعلوں کی نذر ہو جائیں گے۔ چلو، جلدی سے آجاؤ!''

وہ شخص، جس کے ساتھ اپنی ساری زندگی گزارنے کا، وہ سوچ رہی تھی، ہاں وہی شخص اس کا سب کچھ لوٹ کر اور اسے بالکل بے لباس کر کے چھوڑ چلا تھا۔ (اور اب کسی سانپ کی طرح جال میں پھنسا پڑا ہے۔) آہ! سب کچھ ختم ہو گیا۔ وہ دنیا ہی نہیں رہی۔ محبت، مذہب، قربانی...... ہر چیز کا خاتمہ ہو گیا! اس کی آنکھوں میں بسی، اس کے خوابوں میں سجی، وہ دنیا غائب ہو چکی!

زمین پر پڑا وہ شخص، بھگت، رضا کار اور بھیڑ میں شامل سارے لوگ......سب کے سب اسے چکراتے ہوئے محسوس ہوئے!

سارو گوسائی غش کھا کر، برآمدے میں گری اور بے ہوش ہو گئی۔

☆☆☆

MashalBooks.org

باب:13

اندرناتھ، رنگین چھتری اور پھولدار پردوں والے چھکڑے کے پاس، شدید ذہنی اضطراب کے عالم میں کھڑا تھا۔ کھاٹیہ ماڑی کے استاد نے، سائیکل پر وہاں سے گزرتے ہوئے، اسے اطلاع دی تھی کہ ربھا کے کچھ لوگوں نے پاگل ہاتھی کو قریب کے علاقوں میں دیکھا ہے۔

اندرناتھ کا خیال تھا کہ جگن ناتھ جرانگ کے جنگل میں روپوش ہو گیا ہے اور وہ اب وہاں سے واپس نہیں آئے گا۔ دوسرے کئی پاگل ہاتھی بھی، اس جنگل میں جا کر، واپس نہیں آئے تھے۔ اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا کہ ہاتھی واپس علاقے میں آ جائے گا اور اسے گولی مارنے جیسی مشکل صورتحال کا اسے سامنا کرنا پڑے گا۔

وہ پائپ کے کش لیتا ہوا، برآمدے میں ٹہل رہا تھا۔ ساتھ ہی، وہ سفر پر روانہ ہونے والے چھکڑے کی تیاریوں کا جائزہ بھی لئے جا رہا تھا۔ درگا اس شام چکرہاٹی جا رہی تھی۔ وہ ذاتی طور پر ساری تیاریوں کی نگرانی کر رہا تھا کیونکہ اس کی خواہش تھی کہ اس طویل سفر میں درگا کو کسی طرح کی تکلیف نہ ہو۔ ایک تو درگا کو خود سے دور کرنے کا صدمہ تھا اور اب، دوسری جانب، پاگل ہاتھی کے لوٹ آنے کی خبر نے ذہن میں مزید اندیشے اور وسوسے ڈال دیئے تھے......

کافی دیر تک، اندرناتھ، برآمدے کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ٹہلتا رہا۔

چھکڑا بالآخر تیار ہو گیا۔ اسے اندر دالان میں لایا گیا۔ اندرناتھ ٹہلنا بند کر کے، چھکڑے کے پاس کھڑا ہو گیا۔ اس اثناء میں وہاں ایک مجمع جمع ہو گیا تھا۔ اندرناتھ کو دیکھ کر عورتوں نے گمٹا لے اپنے سروں پر اوڑھ لئے۔ ان کی سرگوشیاں، اس کے کانوں میں پڑ رہی تھیں۔

''وہ تو بس موت کے منہ میں جا رہی ہے۔ تم نے اس کا چہرہ نہیں دیکھا؟ کسی بوڑھے گدھ کی طرح لگتا ہے!''

''وہ اپنے شوہر کی ہڈیاں اور راکھ گنگا میں نہیں بہا سکی۔ اس صدمے نے اسے ڈھانچہ بنا کر رکھ دیا ہے۔''

''سنا ہے' اسے ٹی بی ہو گئی ہے......''

''اندرناتھ گوسان نے تو اسے گوہاٹی ہسپتال میں داخل کرانے کی بڑی کوشش کی لیکن اس نے کسی کی نہیں سنی اور برآمدے میں پچھاڑیں کھانے لگی۔ نہ وہ کھاتی پیتی تھی اور نہ کہیں جانے کو تیار ہوتی تھی۔''

درگا' کھڑاوؤں کے مقدس کمرے سے' ادھیکار گوسان مہاپر بھو کی دعائیں لے کر' باہر نکلی۔ وہ ننگے پاؤں تھی اور اس نے اپنے سینے پر صرف مکھالا باندھ رکھا تھا اور اپنے سر کو سفید شال سے ڈھکا ہوا تھا۔ اس کی چال میں لڑکھڑاہٹ تھی اور شاید' وہ کانپ بھی رہی تھی۔

درگا نے رک کر' اپنے چاروں جانب دیکھا' برآمدے کے ایک ستون کے ساتھ' گوسانی ٹیک لگائے کھڑی تھی۔ اس نے سرخ رنگ کا مکھالا باندھا ہوا تھا۔ وہ کچھ دیر اسے دیکھتی رہی' اس کی آنکھوں میں بے ساختہ آنسو آ گئے۔ وہ گوسانی کے نزدیک گئی اور جھک کر' اس کے قدم چھو لئے۔ گوسانی کے پاؤں پر آنسو کا گرم قطرہ گرا۔ اس نے درگا کو اٹھایا اور اپنے سینے سے لگا لیا۔ اس جذباتی منظر نے وہاں موجود ساری عورتوں کو آب دیدہ کر دیا اور کچھ تو اونچی آواز میں رو پڑیں۔ گوسانی نے کہا۔

''تم نے انتہائی برے دن بھی دیکھ لئے ہیں' سو مجھ پر' سارا الزام نہ رکھ دینا۔ تم ایک پاکباز اور بھگوان سے ڈرنے والی عورت ہو۔ اپنا دل کھول کر' ہر شے محسوس کر سکتی ہو۔''

درگا کچھ نہیں بولی۔ اسے گری بالا کی جھلک نظر آ گئی۔ وہ برآمدے کے ایک ستون کے پیچھے چھپی کھڑی تھی۔ وہ اس سے آنکھیں نہیں ملا پا رہی تھی۔ درگا' ڈگمگاتے قدموں کے ساتھ اس کے پاس گئی تو گری بالا زور زور سے سسکیاں لینے لگی۔

''شاید دوبارہ ملنا نہ ہو' درگا نے کہا۔ اس پر گری بالا کے ضبط کے بندھن ٹوٹ گئے۔ وہاں موجود' دوسری عورتیں حیرت سے کہنے لگیں۔

''آہ! دونوں اکٹھی رہتی تھیں۔ ایک سا کھانا کھاتی تھیں۔ اکٹھے رکھے گئے برتن بھی بعض اوقات ٹکرا جاتے ہیں۔ آہ! افسوس! چکرہاٹی سے کوئی اسے لینے نہیں آیا۔ انہی دکھوں نے اسے ڈھانچہ بنا ڈالا ہے۔''

اس اثناء میں، گومتی سب پر نگاہ رکھے ہوئے تھی۔ اپنی تیز اور تفتیشی نظروں سے ہر کسی کا ردعمل دیکھ رہی تھی۔ وہ دھان کی چھان پھٹک کیلئے آنے والی عورتوں کے ساتھ کھڑی تھی۔ اس نے انہیں زیرلب کہا۔ "اندرناتھ نے اسے گوہاٹی کے ہسپتال لے جانے کی ہر ممکن کوشش کی مگر وہ ناکام رہا۔ اس نے صاف انکار کر دیا تھا اور اس کے بجائے وہ جلتے ہوئے ثابت دانے کے سامنے بیٹھی کھانستی رہتی تھی۔ اگر اسے مرنا ہی ہے تو ہر شخص نے سوچا کہ بہتر ہے کہ وہ آخری سانسیں اپنے شوہر کے گھر لے۔ یہ تو ہر عورت کی مذہبی ذمہ داری ہے۔"

دوسری عورت نے اپنے سر کے اشارے سے، اس سے اتفاق کرتے ہوئے کہا۔

"ہاں، ہاں مذہبی شاستروں میں یہی لکھا ہے۔ اس طرح اس کی روح کو سکھ اور چین ملے گا۔"

"اب اس کی زندگی ہی کتنی ہے؟" گومتی نے کہا "دیکھو اسے، اس کے پیٹ اور کمر کی ہڈیاں یکجا ہو گئی ہیں۔ سابقہ گوسان کی بھی یہی حالت ہو گئی تھی، وہ بھی کھانستے کھانستے مر گیا۔ آہ! بیچاری! اور بالائے ستم یہ کہ اس کے زیورات چوری ہو گئے، اس خبیث برہمن پر لعنت! شیطان!"

درگا اب چھکڑے میں بیٹھ چکی تھی۔ اسے دیکھ کر، گوسانی نے اسے یہ کہنا چاہا:

"درگا! سارو گوسانی کے پاس جاؤ اور اسے بھی الوداع کہو۔ یہ تو تمہاری قسمت کا لکھا تھا، اسے کیسا الزام دینا؟" لیکن یہ الفاظ اس کے منہ میں ہی رہ گئے اور وہ انہیں ادا نہ کر سکی۔

چھکڑا باہر نکلنے لگا۔ سمجھو مہورا سائیکل پر ساتھ ساتھ تھا۔

بہت سے لوگ درگا کو الوداع کہنے کیلئے بات گھر میں جمع ہو گئے تھے۔ شاید یہ درگا کی آخری جھلک ہو۔ شاید اب وہ اس علاقے میں واپس نہ آ سکے۔ مارک صاحب بھی، ایک افیمی کے ساتھ وہاں کھڑا تھا۔ اس افیمی نے مارک کے کہنے پر افیم کھانے کی عادت چھوڑ دی تھی۔ وہ درگا سے کچھ کہنا چاہتا تھا مگر اسے موقع ہی نہیں ملا۔ اس نے چھکڑے کے حرکت میں آتے ہی، اس کا عقبی پردہ گرا لیا تھا۔

جیسے سب کچھ ختم ہو گیا ہو! تمام عزت اور غرور خاک میں مل گیا لیکن کبھی کبھی یہ مٹی درگا سے کچھ کہتی ہو گی۔ شاید یہ کہتی ہو "ہم آئیں گے تمہیں لینے! ہم نے ساری زمینیں اور جائیداد تمہارے لئے حفاظت سے رکھی ہوئی ہیں۔ انہیں لو اور خوش و خرم ہو جاؤ! وقت آئے تو اسے

MashalBooks.org

ضرورت مندوں میں بانٹ دینا۔''

نہیں! کوئی نہیں آیا! کچھ نہیں ہوا! اور اب تو وقت ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے اسے کسی سے نہ کوئی شکایت ہے اور نہ کسی سے نفرت......

چھکڑا تیزی سے حرکت میں آ چکا تھا۔ بیلوں کی گردن میں پڑی گھنٹیاں بج بج کر فضا میں موسیقیت پیدا کر رہی تھیں۔ ننگے بھنگے بچے' ان کی مائیں اور دوسری عورتیں' اپنے اپنے صحنوں سے باہر آ گئیں۔ وہ سب اسے رخصت ہوتے دیکھ رہی تھیں۔ کچھ زور سے کہنے لگیں:

''دیکھو! وہ درگا مائی چنا جا رہی ہے! بالکل اکیلی! کوئی اسے لینے نہیں آیا۔''

''بیچاری عورت! اب وہ مر ہی جائے گی' اسے ٹی بی ہے نا!''

''ہر چیز اس سے چھن گئی۔ اس کا سونا! اس کی زمینیں' اب تو وہ چکرہاٹی اپنی سوکھی ہڈیوں کو آرام دینے جا رہی ہے۔''

''ہر شخص کہتا ہے کہ زمین کی حد مقرر ہو رہی ہے۔ گوسان جلدی جلدی اپنی زمینیں بیچ رہے ہیں۔ چکرہاٹی کے گوسان نے بھی درگا کی زمین اسی طرح بیچ ڈالی ہے۔''

ڈنگ' ڈانگ' ٹنک' تانک' ڈنگ' ڈانگ! چھکڑا تیزی سے سڑک پر چلا جا رہا تھا۔

بچے اور عورتیں کچھ دور تک اس کے ساتھ بھاگتے رہے۔ درگا نے پردہ اٹھا کر' باہر دیکھا۔ ہر طرف سبزے کی چادر بچھی ہوئی تھی۔ ناریل کے سرسبز درخت ہوا میں لہرا رہے تھے۔ چھالیہ کے پودوں کے جھومتے سرسبز پتے اپنی بہار دکھا رہے تھے۔ ہر طرف ہرے اور گھنے درختوں کا ایک ہجوم سا' تا حد نظر موجود تھا۔ نہ جانے وہ انہیں دوبارہ دیکھ بھی سکے گی! اردگرد کا پورا ماحول دھندلاہٹ کا شکار ہو گیا۔ ہاں' دوبارہ یہ سب کہاں دیکھنا نصیب ہو گا۔

سڑک آگے خاصی ڈھلوان ہو رہی تھی۔ چھکڑے کی رفتار میں اور تیزی آ گئی۔ بیلوں کے گلے میں پڑی گھنٹاں ٹنک ٹانک کا سریلا راگ فضا میں بکھیر رہی تھیں۔ ڈھلوان کے بعد' سڑک ایک سہ راہے پر آ گئی۔ یہاں سے تین سڑکیں نکلتی تھیں۔ اس سہ راستے پر' ایک گھنے درخت کے نیچے' وہ کوڑھی انتہائی کسمپرسی کے عالم میں پڑا تھا' جسے گاؤں والوں نے باہر نکال پھینکا تھا۔ اپنی تمام تر اذیتوں اور تکلیفوں کے باوجود' اس نے درگا کو رخصت ہوتے دیکھا تو بے ساختہ بول پڑا:

''تو تم جا رہی ہو! جاؤ' جاؤ' کچھ لوگ گھوڑوں پر جاتے ہیں' کچھ ہاتھیوں پر' مگر جانا سبھی

کو ہوتا ہے۔''

درگا کی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں۔ اس نے اپنے پورے بدن میں کمزوری کی شدید لہر محسوس کی۔ چھکڑا اب دریائے جگالیہ کے کنارے کنارے کھیتوں میں سے گزر رہا تھا۔ یہ تھا اس کا بچپن! یہاں وہ مہاوت کے ساتھ' مختلف تہواروں میں آیا کرتی تھی۔ تمام علاقے کے دیوتا' پالکیوں میں رکھ کر یہاں لائے جاتے تھے۔ یہی جگہ تھی' جہاں وہ دو ہاتھیوں کی لڑائی کا تماشا دیکھا کرتی۔ یہ لڑائی بانسوں سے ہوا کرتی تھی اور جو ہاتھی دوسرے سے بانس چھین لیتا' وہی جیت جاتا۔ جیتے ہوئے بانس کو بھی خوش قسمتی کی علامت سمجھا جاتا تھا۔ اس سے بنائے گئے مچھلیوں کے جال کے ذریعے بے تحاشا مچھلیاں پکڑی جاتی تھیں۔ درگا' اپنے بچپن میں ایسے جالوں سے پکڑی گئی' مچھلیاں خوب اڑایا کرتی تھی۔

چھکڑے کی رفتار کچھ اور تیز ہو گئی۔ اچانک درگا نے ایک دلدوز چیخ کی آواز سنی۔ اس نے پردہ اٹھایا اور باہر کی طرف دیکھا۔ گری بالا روتی ہوئی سڑک پر دوڑ رہی تھی تاکہ چھکڑے تک پہنچ سکے۔ اندرناتھ' اسے پکڑ کر' حویلی میں واپس لے جانے کی کوشش کر رہا تھا۔ درگا کو ان دونوں کے اردگرد بچوں کی بھی خاصی بھیڑ دکھائی دی۔ گری بالا کی چیخ و پکار اور بچوں کے شور نے اچھا خاصا ہنگامہ کھڑا کر دیا تھا۔ مارک صاحب بھی ان لوگوں میں موجود تھا۔ آہ! واقعی اس کے دل میں چھپا غم اور دکھ باہر نکل رہا ہے۔ درگا اپنے آنسو روک نہیں پائی۔

اس نے اپنے گٹالے سے آنسو پونچھے اور سوچنے لگی...... کسی کے دل کی گہرائیوں میں' لوگوں کیلئے' بے پناہ ہمدردی اور محبت چھپی ہوتی ہے اور انہیں پتہ بھی نہیں ہوتا پھر اچانک' بالکل غیر متوقع طور پر' وہ باہر آ جاتی ہے۔ چھکڑا برق رفتاری سے چل رہا تھا اس کے پہیوں کی مخصوص آواز کرز' کرز' کرر فضا میں گونج رہی تھی۔ ایک بار پھر اس کا سر بری طرح چکرانے لگا۔ اسے لگا جیسے اس کے دل میں آگ بھڑک اٹھی ہو۔ آہ! وہ اب دوبارہ اس راستے پر کبھی نہیں آ سکے گی! جلد ہی' وہ موت کی آغوش میں جا سوئے گی! بہت جلد! وہ کھانسنے لگی۔ کھانسی کی آواز کو روکنے کیلئے' اس نے گٹالے کا کونا' اپنے منہ پر رکھ لیا۔ گاڑی بان نے پوچھا۔

''چھکڑے کو روک دوں؟''

''نہیں...... نہیں...... چلتے رہو......''

گھنٹیوں کی آواز زیادہ واضح ہو گئی۔ پیچھے دوڑتے ہوئے لوگ' آہستہ آہستہ' واپس ہو

رہی تھے۔ درگا نے پردے کی اوٹ سے باہر دیکھا۔ اندرناتھ اور سبھومہورا' اپنی سائیکلوں پر' ابھی تک اس کے پیچھے آ رہے تھے۔ اس نے پردہ ایک طرف کیا اور زور سے بولی:

''واپس چلے جاؤ' اندرناتھ' واپس جاؤ! میری دعائیں ہمیشہ تمہارے ساتھ رہیں گئیں۔ مجھے یقین ہے کہ میں زیادہ نہیں جیوں گی لیکن تم اس گھرانے کا وقار بحال کرو گے۔ ہاں' یاد رکھنا' اگر میں مرگئی تو میری آخری رسوم ادا کرنے ضرور آنا۔''

اندرناتھ ذرا قریب آ گیا اور کہنے لگا:

''تم بالکل ٹھیک ہو جاؤ گی۔ میں نے تو تمہیں گوہاٹی کے ہسپتال لے جانے کی بہت کوشش کی مگر کامیاب نہ ہو سکا''

''اچھا: اب واپس جاؤ!'' درگا نے دوبارہ کہا۔

''جب تم ٹھیک ہو جاؤ گی تو میں تمہیں لینے آؤں گا۔ دادا کی برسی کے موقع پر' میرا وعدہ ہے تم سے!''

''اچھا! جاؤ''

چھکڑا اب گھنے جنگل کے راستوں میں سے گزر رہا تھا۔ اندرناتھ نے سائیکل روکی اور وہاں کچھ دیر کھڑا رہا۔ پھر وہ سائیکل اٹھا کر مڑا اور جگالیہ کی سمت جانے والے راستے پر ہولیا۔ دریا کے کنارے پہنچ کر' وہ ایک چٹان پر موجود بڑے سے گھنے درخت کے نیچے بیٹھ گیا۔ چھکڑے کے پہیوں سے آتی مخصوص آواز آہستہ آہستہ دور کہیں افق میں گم ہوگئی۔ درد اور دکھ کی عجیب سی کیفیت اسے محسوس ہوئی۔ اس نے اپنا سر' اپنے بائیں ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھ لیا۔ نہ جانے کتنی دیر' وہ یونہی وہاں بیٹھا رہا۔ اچانک کسی سرد ہاتھ کے لمس نے اسے چونکا دیا۔ اس نے سر اٹھا کر دیکھا تو سامنے مارک موجود تھا۔

''اٹھو' اندرناتھ! مقدر کا لکھا ٹلا نہیں کرتا۔ ہم اس سے صرف لڑ سکتے ہیں' جو لوگ جذبات کی سطح سے اوپر نہیں اٹھتے' وہ دکھوں کے سمندر میں غرق ہو جاتے ہیں۔''

اپنا سر موڑے بغیر' اندرناتھ نے کہا ''پیارے مارک! تم نے اس کا چہرہ دیکھا تھا؟''

''ہاں' اندرناتھ''

''تمہارا کیا خیال ہے' وہ واقعی یہاں سے جانا چاہتی تھی؟''

''اب اس طرح سوچنے سے فائدہ؟''

''پتہ نہیں، ایک تیز دھار آلہ میری روح پر چلے جا رہا ہے۔ لگتا ہے، میرے اندر ہر چیز سن ہو گئی ہے۔''

مارک کے دل میں بھی ایک خاموش چیخ ابھری لیکن اس کی زبان بند رہی۔ دونوں کچھ دیر خاموش کھڑے رہے۔ ہوا اتنی ساکت تھی کہ دریا کی لہروں کی آواز انہیں سنائی دے رہی تھی۔

اندرناتھ نے اپنا پائپ نکالا، اسے سلگایا اور پینے لگا۔ اس نے مارک کی طرف دیکھا اور بولا۔

''کام مکمل کر لیا تم نے؟''

''ابھی تو مجھے اس جرمن صاحب پر اور بھی خاصا مواد اکٹھا کرنا ہے۔ پھر میں بھولا گاؤں جاؤں گا اور مسلمانوں کے ساتھ، وہاں رہوں گا۔ کچھ عرصہ مجھے افیمیوں کے بحالی کیمپ میں بھی رہنا ہے۔ لیکن اندرناتھ......''

''ہاں، ہاں، کہو نا، رک کیوں گئے؟''

''اگر گری بالا میرے ساتھ کام کرتی ہے...... تمہیں پتہ تو ہے۔ تین چار مسودوں پر ابھی ہم نے کام نہیں کیا...... کوئی اعتراض تو نہیں ہو گا؟ تمہارے والد متفق ہو جائیں گے؟''

اندرناتھ پائپ کے کش لیتا رہا۔ تم کیا کہتے ہو اندرناتھ؟...... وہ اس سوال پر سوچتے ہوئے وقت لے رہا تھا۔ پھر وہ بولا:

اس کے سسرال والے، اسے لے جانے آ رہے ہیں۔ وہ یہاں اس کے رہن سہن پر ناخوش ہیں، بنگارا کا گوسان! تم تو اسے جانتے ہو، مارک! خاصے پرانے خیالات کا آدمی ہے۔ پھر عزت اور احترام کا بھی مسئلہ ہے۔ ہماری خواہش ہے کہ جب بھی اس کا وقت آئے، وہ دنیا سے پورے عزت و وقار کے ساتھ رخصت ہو۔''

مارک لمحے بھر ہکا بکا رہ گیا۔ وہ بے حس و حرکت اور خاموش تھا۔ اندرناتھ نے کہا۔

''مجھے پتہ ہے، تمہارے جذبات کو ٹھیس پہنچی ہے لیکن میری مجبوری بھی سمجھنے کی کوشش کرو۔''

''کیا یہ ممکن نہیں کہ اسے مصروف رکھنے کا کوئی طریقہ تلاش کر لیا جائے جیسے مطالعہ، لکھنا، کوئی بھی ایسی چیز یا عمل جس کے ذریعے، وہ اپنی زندگی کو صحیح طرح گزار سکے۔ ابھی اس کی عمر ہی کیا ہے؟''

اندرناتھ چپ رہا۔ وہ اس کا کیا جواب دیتا۔ اس کے دانت پائپ پر سختی سے جمے

ہوئے تھے جیسے اس کی لکڑی کو کاٹ ہی ڈالیں گے۔

اپنے کندھے کے تھیلے کو مضبوطی سے تھامتے ہوئے' مارک نے مزید کہا:

''اندرناتھ......''

اندرناتھ نے اس کی بات کاٹ دی:

''میں جانتا ہوں تم کیا کہنا چاہ رہے ہو! تمہاری زبان میں' ہم اس کی قبر کھود رہے ہیں' یہی بتانا چاہتے تھے نا؟''

مارک نے کوئی جواب نہیں دیا۔

''مارک! تم ایک بے وطن سکالر ہو' علم کی تلاش میں پھرتا ہوا خانہ بدوش! جگالیہ کے کناروں پر' ایسے بہت سے مشاہدے ہوں گے تمہیں' گری بالا بھی ان میں سے ایک ہے' بس یہی سمجھو!''

مارک نے چبھتی نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔ اندرناتھ خود کو بہت چھوٹا محسوس کرنے لگا۔ بہت سی مقامی چیزیں' رسوم اور رواج ایسی تھیں جنہیں اندرناتھ پسند نہیں کرتا تھا' وہ اس کی برداشت سے باہر تھیں' ان پر عمل کرنا' اس کیلئے ممکن ہی نہیں تھا۔ یہ بھی ایک ایسا ہی دکھ تھا جسے چپ چاپ برداشت کرنا تھا۔ وہ کسی کے آگے اپنی زبان کھول نہیں سکتا تھا۔ اسی وقت ایک چھوٹی سی روپہلی مچھلی اچھل کر پانی سے باہر' کنارے پر آ گری اور فوراً ہی دوبارہ پانی میں غائب ہو گی۔ پھر کنارے پر کیچڑ میں لت پت کئی مینڈک' اپنی عجیب وغریب آوازیں نکالتے' ادھر ادھر پھدکتے پھر رہے تھے۔

مارک اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کے پرانے کینوس شوز کثرت استعمال سے بھدے اور بدشکل ہو گئے تھے۔ پہنی ہوئی پتلون بھی خاصی بوسیدہ لگ رہی تھی۔ اس نے اس کے پائینچے گھٹنوں تک چڑھا رکھے تھے۔ اندرناتھ کو الوداعی کلمات کہتے ہوئے' وہ گاؤں کی طرف بڑھ گیا۔

اندرناتھ' اندر سے بہت دکھی تھا۔ اس نے پائپ سلگایا اور دوبارہ پینے لگا۔ لمبے سل درختوں کے طویل سیاہ سائے جگالیہ کی سطح پر یوں نظر آ رہے تھے۔ جیسے پورے دریا میں درخت ہی درخت گرے ہوئے ہوں۔ دریا خاصا سیاہ' گہرا اور پراسرار لگ رہا تھا۔ اردگرد کوئی ذی روح نہیں تھا۔ پورا ماحول سکوت میں ڈوبا ہوا تھا۔ دریا کے کنارے دکھائی دیتی' مچھلیاں پکڑنے والی جوان لڑکیاں بھی' دور دور تک کہیں نہیں تھیں۔

MashalBooks.org

اچانک کسی لاری کی آواز نے سکوت توڑ دیا شاید یہ لاری لوہار گھاٹ کی طرف جا رہی ہو۔ بارشوں یا سیلاب کے پانی سے سڑک کو' چونکہ ابھی تک' کوئی نقصان نہیں پہنچا تھا اس لئے گاڑیاں ہاتھی کی مدد کے بغیر' آرام سے اپنا سفر جاری رکھ سکتی تھیں۔ انجن کا شور قریب آتا گیا اور اندرناتھ کے اور قریب تب اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا۔ وہ لاری کے بجائے جیپ کے انجن کی آواز تھی۔ اس کے دل کی دھڑکنیں بے ترتیب ہونے لگیں۔ ایک نامعلوم سا خوف اسے اپنی گرفت میں لینے لگا اگر اس جیپ میں آنے والے جگن ناتھ کو گولی مارنے کا حکم لے کر آئے ہوں تو کیا ہوگا۔ وہ اپنے دل میں اٹھتے درد اور کسک کو خود ہی محسوس کر سکتا تھا۔ وہ جس چٹان پر بیٹھا تھا' وہیں کھڑا ہو گیا۔ گاڑی کے انجن کی کان پھاڑتی آواز نے پوری فضا کو دہلا کر رکھ دیا تھا۔ لگ رہا تھا' جنگلی گھوڑے اس پر چڑھائی کرنے آ رہے ہیں اور زمین پر ان کی ٹاپوں کی دھمک گونج رہی ہے۔ اندرناتھ نے غیر جذباتی تحریر کا حکم نامہ' اپنی آنکھوں کے سامنے لہراتا دیکھا

''...... کے علاقے میں ایک پاگل ہاتھی کو مار ڈالنے کا حکم چونکہ درج شدہ شکل و شباہت کا ایک ہاتھی...... میں انسانی زندگی کیلئے خطرناک ہو گیا ہے اور ......آدمیوں کی موت کا سبب بن چکا ہے اس لئے اس ہاتھی کو پاگل قرار دے کر' اسے دفعہ...... کے تحت 'شکار کرنے کی اجازت دی جاتی ہے۔ صرف گن لائسنس کے حامل اور 400 بور کے رائفل رکھنے والے یہ شکار کر سکتے ہیں۔ پاگل قرار دیئے گئے ہاتھی کی تفصیلات جنس' بندھ' ناخن' دم' لمبائی' پاؤں کا محیط......''

اندرناتھ کے ذہن میں آندھیاں سی چلنے لگیں۔ اسے معلوم تھا کہ پاگل ہاتھی کا خاتمہ ناگزیر تھا۔ وہ اس کیلئے ذہنی طور پر تیار بھی ہو چکا تھا لیکن جب موقع سر پر آ گیا تو اس کے ضبط کا دامن ٹوٹتا محسوس ہو رہا تھا۔

جیپ سہ راہے پر آ کر رکی' بڑی بڑی مونچھوں والا' موٹا تازہ آدمی......خاکی وردی اور بھاری بوٹ پہنے نیچے اترا اس نے پتلون کی جیب سے رومال نکال کر اپنے چہرے' ہونٹ اور مونچھوں پر جمی گرد صاف کی پھر وہ اندرناتھ کی جانب متوجہ ہوا۔ لمحہ بھر' وہ بھی حیرت سے ساکت کھڑا' اسے دیکھتا رہا' پھر نرم لہجے میں مخاطب ہوا۔

''آپ سارو گوسان ہیں نا! اس ویران اور تنہا جگہ پر کیوں کھڑے ہیں؟ کیا مچھلی کا

شکار ہو رہا ہے؟ میں وارڈن بابو ہوں۔ ہم ہاتھیوں کے باڑے میں کئی بار مل چکے ہیں۔''

اندرناتھ چپ اور بے حس وحرکت کھڑا رہا۔ موٹے آدمی نے مزید کہا:

''ہم حویلی جا رہے ہیں۔ سنیاری کنیاری پر ہمیں پتہ چلا کہ گوسان اپنے مریدوں کے پاس گئے ہوئے ہیں۔ سو ہم نے سوچا کہ یہ نوٹس آپ کو ہی دے دیا جائے۔ گوسان کی جگہ آپ بھی دستخط کر سکتے ہیں۔ کچھ اور کاغذات بھی ہیں' گوسان کی غیر موجودگی میں' وہ بھی آپ نمٹا سکتے ہیں۔''

تھوڑا سا ہنستے ہوئے اس نے پھر اندرناتھ کو مخاطب کیا ''سنا ہے کہ بچپن میں' آپ کے ......اس ہاتھی...... سے عجیب سا رشتہ تھا' کیا یہ سچ ہے؟''

اندرناتھ پھر بھی خاموش رہا۔

''عجیب وغریب کہانیاں سننے میں آئی ہیں۔ پاگل ہونے کے بعد بھی' اس ہاتھی کا آپ سے آمنا سامنا ہوا تھا۔ کیا واقعی یہ بھی سچ ہے؟''

اس بار بھی اندرناتھ کچھ نہیں بولا۔ اندرناتھ کی خاموشی نے موٹے آدمی کو چکرا دیا۔

''ٹھیک ہے گوسان! ٹھیک ہے' اب ہم کام کی بات کرتے ہیں۔ پاگل ہاتھی کے دائیں پاؤں کے محیط کی پیمائش' ذرا یہ کاغذ دیکھیں۔ کیا یہ پیمائش درست ہے؟ اس عدد کے بارے میں کچھ مغالطہ ہے ہمیں۔''

اندرناتھ بدستور خاموش تھا۔ وارڈن بابو کی گھبراہٹ میں اور اضافہ ہو گیا۔ اس نے رومال نکال کر' اپنی پیشانی پونچھی: ''لگتا ہے' آپ بہت پریشان ہیں' آپ کی پریشانی سمجھ بھی آتی ہے۔ بھکارو گوسان کے ساتھ بھی یہی صورتحال تھی۔ ان کا ہاتھی ارادت پاگل ہو گیا تھا۔ وہ بھی اپنے پیارے ہاتھی کو گولی کا نشانہ بنتے نہیں دیکھنا چاہتے تھے حالانکہ اس نے تین آدمیوں کو مار ڈالا تھا۔ تمام دیہاتی ہتھیار اٹھائے' ان کے پاس آ گئے اور انہیں حکم نامے پر دستخط کرنے پر مجبور کر دیا۔''

''ہاں' ہاں! میں بھی جانتا ہوں یہ سب کچھ۔'' اندرناتھ بری طرح پھٹ پڑا۔

''بالکل! سنا ہو گا آپ نے! ہر شخص جانتا ہے اور یہ بھی سب کو پتہ ہے کہ ارادت کے مارے جانے کے بعد' چھ ماہ تک گوسان کا ذہنی توازن درست نہیں تھا۔ انہوں نے اس عرصہ کسی سے بات تک نہیں کی۔''

MashalBooks.org

اندرناتھ نے اس کی یاوہ گوئی سننے کے بجائے کہا۔

''ٹھیک ہے! تم یہ بتاؤ کہ مجھے کہاں دستخط کرنے ہیں؟''

''ہم خود بھی کوئی خوش نہیں' جب ہم نے سنا کہ پاگل ہاتھی جرانگ کے جنگلوں میں جا چھپا ہے تو ہم نے اطمینان کا سانس لیا تھا' سوچا تھا کہ وہ واپس نہیں آئے گا۔ اور جب ہمارے کانوں میں یہ خبر پہنچی کہ آپ جمال الدین کی میت کے ہمراہ' راتوں رات' بھولا گاؤں گئے تھے اور آپ نے پاگل ہاتھی کی موجودگی کا خطرہ بھی نظرانداز کر دیا تھا تو ہر طرف آپ کی بہادری کے چرچے ہونے لگے۔ آپ تو جگالیہ کے علاقے کا افسانوی کردار بن گئے ہیں!''

اندرناتھ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو گیا۔ اس نے سختی سے کہا:

''کاغذ نکالو! مجھے دستخط کہاں کرنا ہیں؟''

وارڈن بھاگتا ہوا جیپ کی طرف مڑ گیا اور وہاں سے فائل اٹھا لایا۔ جگالیہ کے کنارے موجود چٹان پر کھڑے کھڑے' اندرناتھ نے...... ان کاغذات پر نگاہ ڈالے بغیر...... دستخط کر دیئے۔ ان دستاویزات کو دیکھنے اور پڑھنے کا اس میں حوصلہ ہی نہیں تھا۔

''پہلے ہم نے سوچا تھا'' وارڈن نے کہا ''سابقہ گوسان کا مکھانا پاگل ہو گیا ہے۔ یہ تو بعد میں پتہ چلا کہ وہ دراصل آپ کا پسندیدہ ہاتھی جگن ناتھ تھا۔ سارو گوسان! ہم آپ کا دکھ سمجھتے ہیں۔ اس کے خاتمے کے بعد' اس کے دانت آپ رکھ سکتے ہیں حالانکہ شکاری کا حق ہوتا ہے ان پر۔ ہم نے شکاری کا بھی انتظام کر لیا ہے۔ اس کے پاس چار سو بور کی رائفل بھی ہے۔ وہ رہا...... جیپ میں بیٹھا ہے۔ وہی آدمی جس نے بھکارو گوسان کا پاگل ہاتھی اراوت مارا تھا۔ بات کرنا چاہیں گے اس سے؟''

اس دفعہ بھی اندرناتھ خاموش کھڑا رہا۔

''اپنے ہاتھی کو مارنے کے متعلق بھکارو گوسان نے بڑے گراں قدر مشورے دیئے تھے۔ ہاتھیوں کے بارے میں ان کا مشاہدہ اور تجربہ بہت وسیع اور گہرا ہے مثلاً کہاں اسے نشانہ بنایا جائے تا کہ اسے کم سے کم تکلیف ہو۔ ہاں' سارو گوسان! اگر آپ کی کوئی تجاویز ہوں...... یوں تو ہمارے اپنے قواعد و ضوابط ہیں مگر پھر بھی ہم آپ کی خواہشات کو مدنظر رکھنے کی حتی الامکان کوشش کریں گے۔''

اندرناتھ نے اپنا سر اٹھایا اور وارڈن بابو کی طرف دیکھا لیکن اس کی زبان سے کوئی لفظ

MashalBooks.org

نہیں نکلا۔ موخرالذکر' نے ہلکی سی ہچکچاہٹ کے بعد' اپنے کندھے اچکائے' فائل بند کر کے بغل میں دابی اور جیپ میں جا بیٹھا' جیپ کے حرکت میں آنے سے پہلے' اس نے پھر اندرناتھ کو مخاطب کیا:

''آسام گزٹ' کمشنر' سیکرٹری......ان سب کو اس حکم کی نقلیں مل چکی ہیں۔ ہم نے سنا ہے کہ آپ کے ہاتھی جہاں بندھا کرتے تھے' دوسرے گوسانوں کے ہاتھی بھی' جرانگ جنگل سے لکڑی لینے جانے سے پہلے' یہاں ٹھہرا کرتے تھے۔ اس لئے آپ کے باڑے میں خاصی رونق اور چہل پہل رہا کرتی تھی۔ اس کے دائیں پاؤں کی پیمائش کے متعلق مغالطہ اب بھی موجود ہے۔ حکم میں واضح کیا گیا ہے کہ مغالطے میں کسی دوسرے ہاتھی کو نہ مارا جائے۔ میرا خیال ہے' آپ بھی یہ سمجھتے ہیں۔ بہتر یہ ہوگا کہ ہاتھی کو نشانہ بناتے وقت' آپ بھی موجود ہوں' اچھا! سارو گوسان! مجھے یقین ہے کہ آپ نے یہ باتیں غور سے سنی ہوں گی۔ تیاریاں مکمل ہوتے ہی' آپ کو اطلاع کر دی جائے گی۔ پاگل ہاتھی زیادہ تر مٹی پہاڑ اور اس کے قریبی علاقے میں ہی گھومتا رہا ہے۔ پچھلے دو تین دن سے وہ ستر کی طرف بالکل نہیں جا رہا لیکن جونہی اس نے دوبارہ باڑے کے آس پاس آنے کی کوشش کی' اس کا معاملہ نمٹ جائے گا۔ سارو گوسان! آپ صاحب فہم ہیں' ہر شخص آپ سے بخوبی واقف ہے' اپنے خیالات پر قابو رکھیں!''

اندرناتھ کی متکبرانہ خاموشی قائم رہی۔ جیپ حرکت میں آتے ہی' نوکیلے چہرے والا شکاری زور سے چیخا: ''ٹھہریں! گوسان! جانے سے پہلے' بہتر ہوگا کہ ہم گفتگو کر لیں' ہاتھی دانت کے متعلق۔ اگر یہ پاگل ہاتھی جنگلی ہوتا تو میں اس کے دونوں دانت لے جاتا۔ اگر برا نہ مانیں تو اس کے شکار کے بعد' ایک دانت میں لے لوں۔''

اس بار بھی اندرناتھ پر خاموشی طاری رہی۔ اب بولنے کی باری وارڈن بابو کی تھی۔

''اگر ہم سے کوئی غلطی ہوگئی ہو تو معاف کر دیجئے گا۔ ہم نے صرف اپنا فرض نبھایا ہے۔ بس تیار رہیے گا' جونہی جیپ واپس آئی' آپ کو معلوم ہو جائے گا......''

وارڈن بابو نے گاڑی کو گیئر لگایا' ایکسی لیٹر پر پاؤں کا دباؤ بڑھایا اور جیپ کسی بپھرے ہوئے جانور کی طرح دھاڑتی' چنگھاڑتی سڑک پر آگے بڑھ گئی۔

اندرناتھ' کسی زخمی آدمی کی طرح چٹان پر چپ چاپ' بے حس و حرکت کھڑا رہا۔ ہر شے کو ختم ہونا ہوتا ہے۔ کوئی چیز بھی تو باقی نہیں بچتی۔ ہمارے ذہنوں میں محبت اور دکھ کی گرہیں'

لمحے بھر میں ٹوٹ جاتی ہیں اور پھر سب کچھ ختم ہو جاتا ہے' کچھ بھی نہیں بچتا!

ان سب کے چہرے......جن سے اندر ناتھ کا دلی اور جذباتی رشتہ تھا......اس کے ذہن کے پردے پر نمودار ہونے لگے......اور فوراً ہی غائب بھی ہوتے گئے' درگا' گری بالا' اس کی ماں گوسانی' اس کے والد' ادھیکار اور وہ سب لوگ جو اس سے محبت کرتے اور اس پر اعتماد کرتے تھے......ستر کے لوگ' اور یہ ہاتھی' جگن ناتھ' جس کے ساتھ اس کا بچپن گزرا تھا۔ یہ سب اس کے جسم کے غیر مرئی اعضاء ہی تو تھے! آہ' یہ درد! اندر ناتھ نے اپنی قمیض اپنی مٹھی میں اکٹھی کر کے' دل کی جگہ پر رکھ کر دبانا شروع کر دیا......

وہ چٹان پر کھڑا' ادھر ادھر دیکھ رہا تھا۔ ہر طرف گہرا سکوت طاری تھا۔ اس کی نگاہ بھگوتی کے گھر کی بوسیدہ چھت پر پڑی۔ ایلی مان اس گھر میں رہتی ہے۔ شاید وہ ایک دن' اس کی زندگی کا حصہ بن جائے لیکن اس وقت کیا ہو گیا ہے اسے؟ کوئی بھی چیز اچھی نہیں لگ رہی۔ ابھی کچھ روز پہلے تک' وہ گھر' وہ دالان اور در و دیوار دیکھ کر' اس کی روح گنگنا اٹھتی تھی۔ ہر جگہ' اسی کی صورت نگاہوں میں اترتی تھی۔ اسے پتہ ہے کہ سچی محبت کتنی گہری اور اثر انگیز ہوتی ہے۔ کسی ٹھنڈے میٹھے چشمے کی طرح! مگر یہ اس وقت خشک کیوں ہو گیا ہے؟ ہر چیز اس کی پہنچ سے دور ہو گئی ہے' کہیں غائب ہو گئی ہے' اس کا ذہن کسی بنجر اور آفت زدہ زمین کی طرح کیوں ہو گیا ہے' جہاں قحط کا راج ہو؟

اندر ناتھ نے اپنا پائپ باہر نکالا۔ اچانک اسے ایک چھکڑے پر تنی چھتری نظر آئی۔ وہ جگالیہ دریا عبور کر کے اسی سڑک کی طرف آ رہا تھا۔ چھکڑا قریب آیا تو اس نے دیکھا کہ چھکڑے میں دہی کے کونڈے' پھل اور گنے کے گٹھر بندھے رکھے تھے۔ کچھ بندے بھی دہی کے کونڈوں کو تھامے بیٹھے تھے۔ انہوں نے صرف دھوتیاں پہن رکھی تھیں اور سروں پر گموچے باندھ رکھے تھے۔

اندر ناتھ کے عین سامنے آ کر' چھکڑا رک گیا۔ پروہت بھگوتی اس میں سے اترا اور بھاگتا ہوا اندر ناتھ کے پاس آیا' خاصا موٹا ہو رہا تھا۔ اس کی دھوتی گھٹنوں سے خاصی نیچے تک جا رہی تھی اور ایک چادر اس کے شانوں پر پڑی تھی۔ چادر سے اپنے چہرے اور چندیا کو صاف کرتے ہوئے' بھگوتی تیز تیز بولنے لگا:

''اس پاگل ہاتھی کی وجہ سے' میں نے تیزی سے یہ سفر کیا ہے۔ اس ستر پر کسی بدروح کا

سایہ پڑ گیا ہے یا شاید کوئی منحوس ستارہ اتر رہا ہے۔ مجھے کتابوں کو دیکھنا پڑے گا۔ آپ کو بھی بعض مذہبی رسوم ادا کرنا ہوں گی۔ آپ کا ہاتھی تو اس علاقے کا تاج تھا تاج! دیکھیں کیا ہوتا ہے اس کے ساتھ!''

اندرناتھ بدستور خاموش کھڑا رہا۔

''اس روز اندھیری رات میں آپ اس مسلمان جمال الدین کی میت لے کر بھولا گاؤں چلے گئے۔ آپ نے خود تو وہ لاش نہیں اٹھائی ہوگی پھر بھی آپ کو پوتر ہونے کیلئے کچھ نہ کچھ کفارہ تو دینا ہوگا۔ میں گوسان کی واپسی کا منتظر ہوں۔ اس دن آپ نے کمال ہی کر دیا! بعض لوگوں نے آپ کی تعریف بھی کی ہے لیکن دو تین گوسانوں نے اس کا برا مانا اور آپ کے متعلق غلط باتیں بھی کیں، بہرحال وہ لاش ایک مسلمان کی تھی!''

اندرناتھ نے اب بھی اپنی خاموشی نہیں توڑی۔ اس نے اپنا منہ دریا کی طرف کر لیا۔ چھکڑا چلنے لگا مگر بھگوتی نے ہاتھ کے اشارے سے گاڑی بان کو روکنے کا کہا۔ ملازموں نے چھکڑے میں سے ہی چیخ کر کہا:

''جلدی کرو جلدی! پاگل ہاتھی...... کسی بھی لمحے آ سکتا ہے......''

دریا کی طرف سے چلتی تند و تیز ہوا بھگوتی کے بھاری بھرکم جسم کو ڈھانپنے والی چادر کو اڑائے لئے جا رہی تھی۔ وہ بمشکل اسے سنبھال پا رہا ہے۔ مقدس دھاگے سے بندھی سنہری انگوٹھیاں سورج کی روشنی میں جگمگا رہی تھیں۔

''اندرناتھ! آج لکشمی پورن ماشی ہے۔ اس مبارک دن اگر تم اندرا دیوی اور اس کے مقدس ہاتھی ایراوت کی پوجا کرو تو لکشمی ہمیشہ تمہارے گھر میں رہے گی لیکن افسوس! تمہارا اپنا ایراوت تو پاگل ہو گیا ہے اسے تو مار ڈالا جائے گا افسوس! شاید آج کی رات ہی! کتنی بدقسمتی اور دکھ کی بات ہے!''

چھکڑے میں سے نوکروں کی آوازیں پھر آنے لگیں: ''بھگوان رحم کرے! جلدی سے آؤ! پاگل ہاتھی ادھر ہی آ رہا ہے! گوسان کو بھی لے آؤ! اوہ! مزید دیر نہ کرو!''

بھگوتی نے ہاتھ ہلا کر انہیں رکنے کا اشارہ کیا اور اندرناتھ کی طرف مڑا مگر اندرناتھ بالکل نہیں ہلا۔

''اندرناتھ! تمہاری ذہنی حالت بھی بھکارو گوسان کی سی ہو گئی ہے۔ اس نے بھی اپنے

ہاتھی کو گولی کا نشانہ بنائے جانے پر مزاحمت کی تھی۔ لوگوں کے خوف سے' اس نے اجازت دی تھی۔ دو گورے افسروں مل رائے اور بور نے بھی اسے بڑا دلاسا دیا تھا۔ تم تو جانتے ہی ہو' بھکارو گوسان ان کا بڑا احترام کرتا تھا۔ انہوں نے' اسے ہاتھیوں کے چارے پر ٹیکس کی بھی چھوٹ دے رکھی تھی۔ تمہاری حالت بھی' اندرناتھ بھکارو گوسان کی سی ہو جائے گی۔ لوگ تمہارے خلاف ہو جائیں گے اور وہ جو' تمہاری زمینوں پر' سرخ جھنڈا اٹھائے بیٹھے ہیں...... وہ چیخ رہے ہیں...... گوسان آؤ اور اپنی زمین خود کاشت کرو! میں ان پر لعنت بھیجتا ہوں۔ بھگوان کرے ان کی نسلیں ختم ہو جائیں!''

اندرناتھ نے اپنی طویل خاموشی توڑی اور کہا۔

''میں نے انہیں اجازت دے دی ہے۔ ہاتھی جس وقت بھی مٹی پہاڑ سے اترا' گولی کا نشانہ بن جائے گا۔''

''وہ پاگل ہے۔'' بھگوتی چیخا ''وہ یہاں بھی آ سکتا ہے' چلو بھائی' گھر چلیں!''

اندرناتھ نے اپنا سر ہلایا اور کہنے لگا۔

''وہ لوگ آئیں گے اور مجھے جیپ میں لے جائیں گے کیونکہ ان کی خواہش ہے کہ ہاتھی کو میری موجودگی میں گولی ماری جائے۔ پھر انہیں اس کے دائیں پاؤں کے محیط کی پیمائش کے بارے میں شکوک ہیں۔''

لمحہ بھر کو' اندرناتھ' اپنی سوچوں میں گم' کھڑا رہا۔ حکمنامے میں موجود' ہاتھی کے متعلق' تفصیل اس کے ذہن کے پردے پر آ رہی تھی:

جنس: مکھالا' دم: پوری' ناخن: 16 عدد' لمبائی: 9 فٹ چھ انچ اور دائیں پاؤں کے پنجے کا محیط: چار فٹ نو انچ

پروہت نے اسے غور سے دیکھا اور کہنے لگا: ''اندرناتھ! اپنے گلے میں کوئی مبارک پتھر پہنے رہا کرو۔ اس سال' ستاروں کی پوجا کا خاص خیال رکھو! برہمنوں کیلئے تمہارا گھرانا دیالو مشہور ہے۔ تم اس ہاتھی کے مارے جانے کے بعد' اس کا ایک دانت مجھے دے دینا۔ زمین کا عطیہ بھی بہت ضروری ہے۔ تمہارے دادا کی برسی کے موقع پر' ملنے والی زمین' مجھے مجبوراً بیچنا پڑ گئی تھی۔''

اندرناتھ کو اچھی طرح معلوم تھا کہ اس زمین کی فروخت سے حاصل شدہ رقم سے' اس

پروہت نے بنگارہ کے قریب' ایک شاندار پلاٹ خریدا ہے۔ اسے اس کی وہ مکاریاں اور چالاکیاں بھی یاد تھیں' جو اس نے دوسرے برہمنوں کے تحائف سے ادلا بدلی اور خرید و فروخت کے سلسلے میں کی تھیں۔ اس موقع پر ہونے والا لڑائی جھگڑا بھی وہ نہیں بھولا تھا' جس میں پروہت کے ماتھے پر چوٹ آئی تھی۔ چوٹ کا نشان ابھی تک' اس کے ماتھے پر موجود تھا۔

اندرناتھ کے چہرے پر روشنی آ گئی' مگر بھگوتی بھی ایک ہی کایاں تھی' آسانی سے جان چھوڑنے والا نہیں تھا۔ اس نے پوری شدت سے اسے سمجھانے کی کوشش کی:

یہ آفاقی حقیقت ہے کہ یہ رسمیں اور پوجا پاٹ منحوس ستاروں اور بدروحوں کو دور رکھنے کا ذریعہ ہیں۔ یوکیم کے گوسان کا یاد نہیں؟ وہ جرانگ کے جنگل میں گیا اور غائب ہو گیا۔ کسی نے کہا وہ جنگلی سور کے ہاتھوں مارا گیا اور کسی نے کہا شیر اسے ہڑپ کر گیا' بہرحال' اس کی لاش کا اتہ پتہ معلوم نہیں ہوسکا' اسی لئے' اس کی آخری رسومات بھی ادا نہیں ہوئیں۔ گوسانی بے چاری پاگل ہی تو ہو گئی۔ اس نے مجھے بلانے کیلئے اپنا اکلوتا' مریل سا گھوڑا بھیج دیا۔ میں نے سارے مقامی دھرم شاستر دیکھ ڈالے' پھر اسے اپنے شوہر کی آخری رسوم ادا کرنے کا طریقہ بتایا۔ حسب ہدایت' اس نے گھاس پھوس سے ایک پتلا بنوایا جس پر پسے ہوئے چاولوں کا پلستر کیا گیا۔ اس کی شباہت گوسان جیسی بنائی گئی۔ تب کہیں جا کر' اس کی چتا کو آگ لگائی گئی۔ گوسانی نے اس پتلے کی راکھ ایک برتن میں اکٹھی کی۔ تب جا کے گوسانی کو چین آیا۔ اس نے مجھے چھ بیگھے زمین دی۔ اس دن سے اس کے سیاہ دن ختم ہو گئے اور وہ زندگی کے دن آرام اور سکون سے گزارنے لگی۔

پروہت نے اندرناتھ کی طرف دیکھا۔ اس نے ایک لفظ بھی' اپنی زبان سے ادا نہیں کیا۔ پروہت دوبارہ کہنے لگا: ''اندرناتھ! ستاروں کا اطمینان بھی بہت ضروری ہے۔ مجھے امید ہے کہ ہاتھی آج مارا جائے گا۔ کل صبح' سویرے' سورج نکلنے سے پہلے بڑی مبارک گھڑی ہو گی۔ منہ اندھیرے پانی چاہئے' ندی کا ہو' تالاب کا ہو یا دریا کا...... انتہائی پاک اور صاف ہوتا ہے۔ جنتی سنیاسی اسی مبارک ساعت میں غسل کیا کرتے ہیں۔ کل اسی وقت تم مجھے ہاتھی کا ایک دانت دے دینا۔ میرا خیال ہے' راتوں رات اس کے مردہ جسم کا تیا پانچہ ہو جائے گا۔ آہ! کتنا مبارک ہو گا' ایسے وقت کسی برہمن کی مدد کرنا!''

''باپو! مجھے اس وقت اکیلا چھوڑ دو!'' اندرناتھ بالآخر ضبط نہ کر سکا۔

گاڑی بان شدید گھبراہٹ میں چیخنے لگا۔ ''ہمارے پیٹ بالکل خالی ہیں۔ صبح چلتے وقت خالی چاول کھائے تھے۔ اب دیر نہ کرو۔ پاگل ہاتھی کسی بھی وقت نازل ہوسکتا ہے۔ اوہ! باپو! چل بھی دو!''

بھگوتی نے اندرناتھ پر تعجب آمیز نگاہ ڈالی لیکن دوسرے ہی لمحے وہ بری طرح بوکھلا گیا اور سیدھا بھاگتا ہوا' چھکڑے کی طرف چلا گیا۔ گاڑی بان نے چابک فضا میں لہرایا۔ بیل حرکت میں آئے اور چھکڑا کرز' کرز' کرر کی مخصوص آواز پیدا کرتا سٹر کی طرف چل پڑا۔

درگا کا چہرہ اندرناتھ کی نگاہوں میں گھومنے لگا۔ جب اسے گوہاٹی کے ہسپتال میں لے جانے کا سوال اٹھا تھا تو اس نے بڑا رونا پیٹنا کیا تھا ''نہیں' کوئی ہسپتال نہیں۔ میں اپنے شوہر کے گھر جانا چاہتی ہوں۔ میں وہیں مروں گی! مجھے بس چکر ہائی پہنچا دو۔'' یہ ہاتھی درگا کو بھی بہت عزیز تھا۔ وہ بانس کی ٹرے میں چاول لے جا کر' اسے اپنے ہاتھوں سے کھلایا کرتی تھی' بہت محبت سے' یہ منظر اور ایسے ہی دوسرے تصورات اور یادیں اس کے ذہن میں گھومنے لگے۔

غالباً' وہ اب تک چکرہائی پہنچ چکی ہوگی۔ پاگل ہاتھی کے خوف سے گاڑی بان نے چھکڑے کو بہت تیزی سے بھگایا ہوگا۔

کئی مبارک موقعوں پر' گری بالا دوسری برہمن لڑکیوں کے ساتھ' جگالیہ جاتے ہوئے' اسی چٹان کے قریب سے' جہاں وہ اس وقت کھڑا تھا' گزرا کرتی تھی۔ برہمن لڑکیوں کے اس جلوس کو' شیطانی نظروں سے بچانے کیلئے کئی بندے' چاروں طرف سے چادر کے پردے بنا کر' ساتھ چلا کرتے تھے۔ مگر اونچا قد ہونے کی وجہ سے گری بالا کا سر' چادر کے اوپر سے بھی صاف دکھائی دیتا تھا اس کے بازو میں' آم کے پتوں سے ڈھکا' سرخ اور زرد رنگوں والا مبارک گھڑا ہوتا تھا۔ اس وقت اس کا شوہر زندہ تھا اس لئے وہ اپنی پیشانی پر شنگرفی بندیا بھی سجایا کرتی تھی آہ! کیا پتہ؟ اندرناتھ اسے دوبارہ دیکھ بھی سکے گا۔'' اس کے نتھنے پھڑ پھڑانے لگے۔ اس نے رومال باہر نکالا اور اپنا منہ صاف کرنے لگا۔

اندرناتھ خاصی بے چینی محسوس کر رہا تھا۔ اس کی نگاہیں بار بار سڑک کی جانب اٹھ جاتیں۔ کسی بھی لمحے جیپ آتی ہوگی۔ لوہے کی زنجیروں کے بجنے کا شور فضا میں گھولتی ہوئی۔ جیپ ابھی تک آئی کیوں نہیں؟ کیا اب بھی امید کی کوئی کرن ہے......؟

تھوڑے ہی فاصلے پر' پانی کے چھوٹے چھوٹے حلقے بنے ہوئے تھے۔ ان میں بس پانی ہی تھا کیونکہ ان میں موجود مچھلیاں تو کب کی دیہاتیوں کے ہتھے چڑھ چکی تھیں۔ ہاں' پانی کی سطح

پرخس وخاشاک کسی گائے کے ڈھانچے کی زرد شریانوں کی طرح' پھیلا ہوا ضرور نظر آ رہا تھا۔

اندرناتھ نے نزدیک موجود ایک بڑے ہزل درخت کی جانب دیکھا۔ وہ ٹنڈ منڈ شاخوں کے ساتھ کچھ زیادہ ہی خزاں رسیدہ دکھائی دیا۔ سارے ماحول میں یاس' دکھ اور تاسف بکھرا محسوس ہو رہا تھا۔

اچانک اندرناتھ کو اپنی ماں کا خیال آیا۔ وہ اس کے اب تک گھر نہ پہنچنے پر کتنی پریشان ہو گی۔ اسے فوراً گھر جانا چاہیئے لیکن اس کی ٹانگیں حرکت کے قابل ہی نہیں تھیں۔ یوں لگ رہا تھا جیسے اس کی ٹانگیں زمین میں دھنس گئی ہوں' بالکل اسی کوڑھی کی طرح' جس کا ان دنوں' بڑ کے درخت تلے بسیرا ہے۔ ہاں' وہ کوڑھی کبھی مہاوت کا معاون ہوا کرتا تھا۔ ایک دو روز پہلے اس نے انکشاف کیا تھا کہ پاگل ہاتھی بڑ کے درخت کے پاس بھی آیا تھا۔ اس نے کھڑے ہو کر' اپنی سونڈ سے کمر کو کھجایا' کوڑھی کو دیکھتا رہا مگر اسے کہا کچھ نہیں۔

''یہی واقعہ تمہارے ساتھ بھی ہوا تھا۔'' کوڑھی نے کہا ''اس نے اپنی سونڈ گھمائی ضرور تھی لیکن تمہیں کچھ نہیں کہا' بہرحال' تم گوسان ہو! عرصہ پہلے' میں تمہارے ساتھ' اسی ہاتھی پر بیٹھ کر' کوچ بہار گیا تھا۔ اس وقت' میں معاون تھا اور مجھے یہ موذی بیماری نہیں لگی تھی۔ آہ! تمہیں یاد نہیں کیا؟ ایک بار اس نے تمہیں اپنی سونڈ میں لپیٹ لیا تھا اور تمہیں نکلنے نہیں دے رہا تھا اور دیکھو' دماغ پھر جانے کے باوجود بھی' تمہیں وہ بھلا نہیں پایا!''

دھم! دھم! دھم! گوپی ناتھ مندر کے ڈھول بجنا شروع ہو گئے۔ پرسکوت فضا میں ان کی گونج ہر طرف پھیلتی چلی گئی۔ اندرناتھ نے بھی آواز سنی۔ وہ مستقبل کا ادھیکار ہے' اس علاقے کا! لیکن اس وقت اس کی حالت میدان جنگ سے بھاگے ہوئے ایسے سپاہی کی ہے جسے کورٹ مارشل کے بعد گھسیٹ کر لے جایا جا رہا ہو۔ وہ لو! جیپ ادھر سے بڑھتی آ رہی ہے۔ سڑک کی مٹی اڑاتی اور اس کے انجن کی خوفناک آواز' بالکل کسی اژدھے کی پھنکار کی طرح کانوں کو پھاڑے جا رہی ہے۔ وہ آ رہی ہے......!

اب اسے جیپ کے آگے تنی ہوئی بندوق کی چمکتی ہوئی نالی بھی صاف دکھائی دے رہی تھی۔ اس کے ہاتھ جیب میں گئے۔ جھٹکے سے رومال باہر نکالا تو اس کا پائپ خاصا دور' زمین پر جا گرا۔ رومال کو اس نے گولا سا بنا کر' اپنی مٹھی میں دبا لیا۔ ماتھے پر موجود کوئی رگ پھڑکنے لگی۔ مستقبل کے ادھیکار کی آنکھوں میں آنسوؤں کا سیلاب امڈ آیا۔

باب:14

ابتدائی پرائمری سکول کی عمارت کو افیمیوں کے بحالی مرکز میں تبدیل کر دیا گیا تھا' وہاں مختلف قسم کی سرگرمیاں زور شور سے جاری تھیں۔ کیمپ کے باورچی خانے کی ذمہ داری راج بہا کے دو برہمنوں کے ذمے تھی۔ ان کی ننگی پشت پسینوں میں تربتر تھی۔ ان کے سینوں پر لٹکے مقدس دھاگے کے رنگ کسی سوکھی ہوئی آنت کی طرح لگ رہے تھے۔ افیمیوں کے گھروں کے عقبی حصوں میں اگے ہوئے' پان کے پتوں کے پودوں کی ٹہنیاں بھی سوکھی آنتوں کی شکل اور رنگت اختیار کر چکی تھی۔

تین افیمی عورتوں کو جبراً کیمپ میں لایا گیا تھا۔ ان میں سے دو بانس کی بنی چٹائیوں پر بیٹھی تھیں جبکہ تیسری عورت بانسوں کے بنے اونچے پلیٹ فارم پر سو رہی تھی۔ تینوں نے مکھالے پہنے ہوئے تھے۔ ایک عورت نے اپنے شانوں پر گٹالا بھی ڈالا ہوا تھا۔ یہ پلیٹ فارم' اس بحالی مرکز میں رکھے جانے والے مریضوں کیلئے بستروں کا کام دیتا تھا۔ انتظامی کمیٹی کے اراکین مقامی ہی تھے جبکہ دوائیاں تحصیل کے سٹور سے آتی تھیں۔

سوئی ہوئی عورت حاملہ تھی۔ تاہم درد کی اذیت اور تکلیف اس کے چہرے ظاہر تھی۔ ایک تو وہ حاملہ تھی اور دوسرے' کیمپ میں آنے کے بعد سے' اسے افیم بالکل نہیں ملی تھی۔ اس نے پہلے پہل افیم اس وقت شروع کی جب اسے بلوغت کے عمومی درد سے واسطہ پڑا۔ آہستہ آہستہ' وہ اس کی عادی ہوگئی۔ اس وقت بھی درد کی شدت سے اس کی آنکھ کھل گئی اور وہ بری طرح کراہنے لگی۔

تینوں عورتیں ہی تند مزاج اور لڑاکا تھیں۔ ان کے جسموں پر موجود میکھالے کیمپ کے افسروں نے مہیا کئے تھے۔ ان کے گٹالے بہت ہی بوسیدہ اور خراب حالت میں

MashalBooks.org

تھے جس کمرے میں ان عورتوں کو رکھا گیا تھا' اس کے باہر لوگوں کا ایک گروپ بیٹھا آپس میں باتیں کر رہا تھا۔ یہ لوگ زیادہ تر چودھری پاڑہ' کھارا پاڑہ' راج بہا اور ہرامدو سے تھے۔

گوسان کا بڑا پروہت پرشوتم بھگوتی بھی وہاں موجود تھا۔ اس کے ماتھے پر پسی ہوئی صندل کا نشان دکھائی دے رہا تھا۔ وہ حقہ پی رہا تھا۔ جب بھی وہ کش لیتا' حقے کا پانی گڑگڑاہٹ کی آواز دینے لگتا۔ چار موضعوں کا سیکرٹری بھگت واس لکڑی کے بنے ایک سٹول پر بیٹھا تھا۔ وہ ایک پرانی کمزور سی میز کے گرد بیٹھے چار رضا کاروں کو دیکھے جا رہا تھا۔ وہ ان افیمیوں کی فہرست بنا رہے تھے جو کیمپ میں آنے سے گھبرا رہے تھے یا کیمپ میں آنے کے خوف سے ادھر ادھر بھاگ گئے تھے۔

رضا کار آپس میں زوردار بحث کر رہے تھے اور افیمیوں کے متعلق ایک دوسرے کو مورد الزام ٹھہرا رہے تھے کیونکہ وہ یہ طے نہیں کر پا سکے تھے کہ کون لوگ کیمپ میں آنے سے گھبرا رہے ہیں اور کون اس کے خوف سے غائب ہو گئے ہیں۔ نیا کمپوڈر نئے سٹاک کی گنتی اور ان پر لیبل لگانے میں بری طرح مصروف تھا کیونکہ کسی سیاسی رہنما کے کیمپ کا دورہ کرنے کی افواہ اڑائی ہوئی تھی۔

ان لوگوں کے بحث مباحثے کے شور کے باوجود' ان عورتوں کی چیخ و پکار بآسانی سنی جا سکتی تھی:

''تم یہ کیا سوجا ہوا پیٹ اٹھا لائی ہو' چاول کی بوری کی طرح! اگر بچہ یہیں پیدا ہونے لگا تو......؟''

دیوار پر زوردار ٹھوکر لگنے کی آواز سنائی دی۔

''لوگوں کو کیوں پریشان کر رہی ہو؟ اس سؤر کو یاد کرو نا!''

''بکواس بند کر! کتیا کہیں کی!''......دوسری عورت دھاڑی۔

''کتیا تو! ہر شخص کو پتہ ہے تیرے میاں کا! کسی اور کے ساتھ بھاگ گیا۔ پرچہ بھی ہوا تھا تھانے میں! اب ہیجڑوں کی طرح چھپتا پھرتا ہے۔''

''چل' چل' یہ میرا ہی میاں تھا کیا؟ سب پتہ ہے' کون کسے لئے پھرتا ہے؟''

پھر اس کے بعد انتہائی نازیبا' فحش اور ناقابل اشاعت گالیوں اور الفاظ کا باہمی تبادلہ

ہوتا رہا۔ ایک رضا کار سے ضبط نہ ہوا تو اس نے انہیں چیخ کر چپ کرایا۔

''کم بخت افیمی عورتو! چپ کرو' سیکرٹری کو غصہ آ گیا تو تمہاری کھال اتار دے گا۔''

اسی وقت دو امتناعی افسر کیمپ میں داخل ہوئے۔ وہ قریبی دیہاتوں میں افیم کے عادی لوگوں کا سروے کرنے گئے تھے۔ دونوں کانگریس پارٹی کے رکن تھے۔ انہوں نے خاکی رنگ کی قمیضیں اور دھوتیاں پہنی ہوئی تھیں۔ اپنے طور طریقوں سے وہ کلکتہ کے بابو لگتے تھے۔ انہوں نے اپنی سائیکلیں سکول کی عمارت کے قریب' جامن کے درخت کے نیچے کھڑی کیں اور اس جگہ ٹہلتے ہوئے آ گئے جہاں پرشوتم بھگوتی بیٹھا حقہ پی رہا تھا۔ وہ اس کے سامنے کھڑے ہو گئے۔ ایک رضا کار اٹھ کر اندر گیا اور لکڑی کی دو کرسیاں اٹھا لایا۔ اسی وقت بولو بھی ان کے پاس آ گیا۔ وہ کیمپ کیلئے چاول اور کھانے پینے کا دوسرا سامان سپلائی کر رہا تھا۔

مٹی کے پیالوں میں چائے پیش کی گئی' گرما گرم چائے کی بھاپ انتہائی اشتہا انگیز خوشبو فضا میں پھیلا رہی تھیں۔ پروہت بھگوت کیلئے برہمن باورچی نے پیتل کے مگے میں چائے لا کر دی۔ امتناعی افسر' جو کانگریس کا پرانا رکن رہ چکا تھا' نے کہا۔

''آخری اعداد و شمار کے مطابق' جنوبی کنارے کے ستر فیصد لوگ افیم کے عادی ہیں اور یہاں' اس ستر میں' یہ تعداد لگ بھگ سو فیصد ہے۔ ہمیں سختی سے اس کی روک تھام کرنا ہو گی' ضرورت پڑی تو ظالمانہ طریقے بھی اختیار کرنے میں ہرج نہیں ورنہ یہ سارا علاقہ اس لعنت سے کبھی چھٹکارا نہیں پا سکے گا اور پھر اس کی تباہی سے بچا جانا محال ہو جائے گا۔''

''تمہیں پتہ ہے'' بولو نے کہا ''یہ لعنت اس علاقے میں آئی کیسے؟''

طویل قامت' امتناعی افسر نے جیب سے رومال نکالا اور اپنی عینک صاف کرتے ہوئے بولا: ''بنگال کے حکمران محمد غوری کے زمانے میں بختیار خلجی نے کام روپ پر حملہ کیا تھا لیکن اسے شکست دے کر واپس دھکیل دیا گیا۔ اس کے بعض سپاہی راجہ نیلا دھ راج نے قیدی بھی بنا لئے تھے چونکہ یہ لوگ غور سے آئے تھے' اسی لئے انہیں غوری کہا جاتا تھا۔ دراصل انہی مسلمانوں اور راجپوتوں نے افیم کھانے کی بیماری یہاں پھیلائی تھی۔''

دوسرا امتناعی افسر بھی گفتگو میں شریک ہو گیا۔

''آہ! حملے تو اس کے بعد بھی بہت ہوئے! غیاث الدین' جاز بیگ' تربک' حسین خان' مرجو ملا' منصور خان اور کئی دوسرے!'' ایک اور افسر اپنی ذہانت اور علمیت کا اظہار کرتے

ہوئے بولا:

''نہیں' نہیں! مجھے یقین ہے کہ یہ برمی تھے جو جگالیہ کے علاقے میں افیم لائے تھے! 1821ء دسمبر میں تین سو برمی فوجیوں نے راجہ چندر کانت کی چھاؤنی پر حملہ کیا تھا۔ یہ بات ہر کسی کو پتہ ہے۔ انہیں پیچھے کھنان مکھ تک دھکیل دیا گیا تھا۔ پھر 1824ء کے بعد' برطانوی جنرل میک مارین بیس ہاتھیوں اور اسلحہ بارود کے ساتھ یہاں آیا اور اس نے ان برمی سپاہیوں کا قلع قمع کیا۔ یہ تاریخی حقائق تو سبھی جانتے ہیں۔ اس وقت' ان بھاگتے برمیوں نے جان بچانے کیلئے مختلف دیہاتوں کا رخ کیا۔ کیا پتہ؟ ان برمیوں میں سے کچھ لوگ یہاں بھی آ بسے ہوں۔ 23 مقامی انفنٹری کے ساتھ برطانوی فوجیوں کی پانچ کمپنیاں تھیں! ظاہر ہے اتنی زبردست طاقت کا سامنا' برمی کیسے کر سکتے تھے؟

''میں نے تاریخ دانوں سے سنا ہے۔'' بولو نے کہا ''بہارستان غالب میں مذکور کھام دنگا کا علاقہ دراصل ہمارا امرنگا ہی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جب مرزا ناتھن نے یہاں حملہ کیا تھا تو باردوا کے ہمارے سپاہیوں نے بڑی بھاری تلواروں سے ان کا مقابلہ کیا تھا۔ ہر تلوار کا وزن کوئی سولہ سیر کا تھا۔ کھام رنگا کا راجہ اور رانی دونوں ہی بلا کے شرابی تھے۔''

''کیا کہا؟ راجہ اور رانی دونوں شرابی......!'' سب ہی حیرت زدہ رہ گئے۔

''ہاں' ہاں! شرابی پرلے درجے کے! شنکر گورو اور مدھیو گورو یہاں ایک ستر بسانے آئے تھے مگر جب انہوں نے جگالیہ کے پانیوں کی سطح پر شراب بھی دیکھی تو انہوں نے اپنا ارادہ بدل دیا اور واپس چلے گئے۔''

پرانی سی دھوتی اور نیلی قمیض پہنے' ایک پتلا دبلا سکول ماسٹر خاموشی سے ان کی باتیں سن رہا تھا۔ اس نے آہستہ آواز میں یوں کہنا شروع کیا۔

''ان دونوں کے جنوبی کنارے کے متعلق بہت سی باتیں جاننا ضروری ہے۔ یہاں زیادہ تر لوگ تجارت پیشہ تھے۔ بہت امیر لوگ تھے وہ اور سونے کے گھڑوں میں پینے کا پانی رکھا کرتے تھے۔ ان کا کاروبار بحر کاہل' بحر ہند اور بحیرہ عرب جیسی دور دراز جگہوں تک پھیلا ہوا تھا۔ سنا ہے ان کا ریشمی کپڑا چین تک جایا کرتا تھا لیکن اب وہ سارے راستے بکھر کر رہ گئے ہیں۔ ان تاجروں کی اولاد کہیں دکھائی نہیں دیتی۔ برہمنوں کی چودھراہٹ کی مذہبی چپقلش میں' وہ بیچارے معاشرے کے سب سے کم ذات اور نچلے درجے کے لوگ بن کر رہ

گئے۔اب اس صنعت وتجارت کی آن بان اور شان کے قصے ہی رہ گئے ہیں۔اب مارواڑی اور بہاری تاجر' مردہ جسموں کی نوچ کھسوٹ کرنے والے گدھوں کی طرح' لوٹ مار کر کے ٹھاٹھ کر رہے ہیں۔''

کچھ دیر تک مکمل سکوت رہا پھر بھگوتی نے منہ سے حقے کی نے نکالی اور پاس کھڑے ایک برہمن باورچی سے آہستگی سے کہا: ''یہ ماسٹر کون ہے؟ اس کی ذات کیا ہے؟''

برہمن لڑکے نے سرگوشی میں ہی جواب دیا ''دکھالا کا مچھیرا ہے پرائمری سکول میں پڑھاتا ہے۔''

بھگوتی نے فوراً اپنی کرسی اس نچلی ذات کے استاد سے دور ہٹا لی۔اسی دوران' ننگ دھڑنگ پھولے ہوئے پیٹ والے بچوں نے کیمپ پر دھاوا بول دیا اور شور مچانے لگے:

''ہو' ہو! ادھر دیکھو' ادھر! ان عورتوں کی جانب! مچھلی کھانے کے بعد' وہ الٹیاں کر رہی ہیں۔'' پھر انہوں نے گانا شروع کر دیا:

افیمی کہے باپ رے باپ گڑھے میں گر گیا' مجھے چڑھا تاپ
بیوی مچائے شور اور کرے تین تولے' تین تولے افیم کا جاپ

رضا کاروں نے باہر جا کر بچوں کو دھمکا کر بھگانے کی کوشش کی۔بہر حال کچھ دیر میں یہ شور وغل تھم گیا۔امتناعی افسر نے اپنا چہرہ پونچھتے ہوئے کہا۔

''سنسکرت میں تو جناب' افیم کیلئے کوئی لفظ ہی نہیں۔یہ جو لفظ افیون ہم کہتے ہیں' یہ تو عربی سے آیا ہے۔بارہ کنڈے' یہ افیون کے بیج راجہ لکشمی سنگھا کے دور میں 1795ء میں آسام لائے تھے اور انہوں نے سب سے پہلے بلٹالا میں ان کی کاشت کی تھی۔''

پروہت نے منہ سے حقے کی نے ہٹائی اور کہنے لگا۔

''افیون بنانے کا طریقہ کیا تھا؟''

''ان کے بیجوں کا رس کپڑے میں نکال کر' پانی میں ابال لیا جاتا تھا۔موٹی سی تلچھٹ ہی وہ چیز ہے جسے ہم اپنے علاقے میں کانی (افیون) کہتے ہیں۔''

پوپلے منہ والے ایک اور امتناعی افسر نے اپنی علمیت جھاڑنے کی کوشش یوں کی' شاید وہ اپنے علم وادب کا سکہ جمانے کا زیادہ ہی شوقین تھا۔پہلے کھنگار کر' اس نے گلا صاف کیا اور پھر بولا:

''چراک' بھگا بھٹہ اور سسروٹا کی حکمت کے پرانی ذخیروں میں کہیں بھی افیم کا ذکر نہیں البتہ پندرھویں اور سولھویں صدی میں' شندگا دھر اور بھاؤ مشرا کی کتابوں میں اس کا حوالہ ضرور ملتا ہے۔''

بھگوت نے حقے کی نے نیچے کی اور پوچھنے لگا:

''کس بیماری کا علاج کرتے تھے وہ' اس سے؟''

''پیچش اور ہاں' بدہضمی کا بھی!''

امتناعی افسر نے اپنی بات جاری رکھی۔

''افیم کے خاتمے کیلئے برطانوی حکومت نے 1928ء میں ایک قانون بنانے کی کوشش کی تھی۔ انہوں نے اس سال کی مدت میں' آہستہ آہستہ افیم کے خاتمے کا پروگرام بنایا تھا۔ پرمٹ سسٹم کو ختم کر کے پچاس سال سے کم عمر کے کوٹے میں ہر سال ایک مناسب فیصد کم کرتے جانا تھا لیکن افیم کے ہاتھوں برباد ہو جانے والے ان کمبخت افیمیوں نے یہ حکم سنا اور خوف کے مارے اپنی رجسٹریشن کرانی ہی بند کر دی۔ پھر افیم کی چور بازاری شروع ہو گئی۔ حکومت نے ڈبروگڑھ' سب ساگر کے ضلعوں میں افیم کی منڈی ہی بند کر دی۔''

ایک اور امتناعی افسر نے اپنی جان کاری کا اظہار ضروری سمجھا اور کہنے لگا:

''کیوں؟ ابھی حال ہی میں جنگ کے دوران' پہاڑی قبیلے جرانگ تک افیم کی سمگلنگ کرتے رہے ہیں۔ وہ جنگلوں کے بیچوں بیچ بنے راستوں سے' اندھیری راتوں میں اپنا کام کرتے تھے۔ شروع کے دور میں تو' پورے آسام میں افیمیوں اور گورے صاحبوں کے مابین کئی لڑائیاں بھی ہوئیں۔

ناؤ گانگ کے سنگر صاحب نے اسے روکنے کی کوشش کی تو افیمیوں کے جتھے نے انہیں اتنی بری طرح زدوکوب کیا کہ وہ اپنی جان سے بھی گیا۔ یہ واقعہ 1880ء میں ہوا تھا۔''

''اوہ بھگوان! کیا انہوں نے واقعی گورے صاحب کو مار دیا تھا؟'' بھگوتی نے حیرت میں کہا ''کیا برے دن آ گئے ہیں' ابھی کل کی بات ہے۔ بھگت سیوا میں' ایک بھگت نے صاف صاف کہہ دیا کہ اگر اسے افیم نہ دی گئی تو وہ آشیرباد نہیں دے گا بھگان بچائے! ہم تو مکمل تباہی کے راستے پر جا رہے ہیں!''

اچانک خاکستری دھواں اٹھنا شروع ہوا اور کیمپ میں آنے لگا۔ بھگوتی' امتناعی افسران'

رضا کار' وہاں موجود افیمی...... سب کے سب بری طرح کھانسنے لگے۔ دھواں منہ اور ناک کے ذریعے اندر جا رہا تھا۔ چھینکوں اور کھانسی کا ایک سلسلہ تھا' جو ختم ہونے پر نہیں آ رہا تھا۔ بوڑھے سکول ماسٹر تو کھانس کھانس کر بے دم ہو گئے۔ پروہت بھگوتی نے چیخ کر کہا:

''کون یہ دھواں اڑا رہا ہے؟ آخر کیا جل رہا ہے؟''

ایک امتناعی افسر نے اسی طرح چیخ کر جواب دیا۔

''مارک صاحب ہیں' میرے خیال میں' میں نے انہیں عقبی راستے سے آتے دیکھا تھا۔ انہوں نے افیمیوں کا کاٹھ کباڑ جلایا ہوگا۔ وہ کافی عرصے سے دھمکی دے رہے تھے!''

''جا کر دیکھتے کیوں نہیں کہ وہ چیزیں ہیں کیا؟''

پوپلے منہ والے امتناعی افسر نے جواب دیا۔

''سو کے قریب ٹوٹے پھوٹے کالے سیاہ مٹی کے برتن ہیں' جن میں وہ افیم کے پتے بھونتے تھے' اتنے ہی کٹورے ہوں گے۔ بانس کی سینکڑوں پٹیاں' مٹی کے بنے حقے' پھٹے پرانے کپڑوں کا ڈھیر...... مارک صاحب نے ان پر مٹی کا تیل ڈال کر' آگ لگا دی۔

عین اسی لمحے' مارک ان کے پاس آ کھڑا ہوا۔ اس کی موجودگی کا احساس ہوتے ہی سب کو سانپ سونگھ گیا۔ سب اس کی ریشمی براؤن آنکھوں کو تکنے لگے۔ آنکھیں کیا تھیں لگتا تھا جیسے جگالیہ کے خاک آلود پانیوں میں سورج ڈوب رہا ہو۔ آج ان آنکھوں میں تھکاوٹ جھلک رہی تھی۔ ایک رضا کار اٹھ کر' اس کیلئے اندر سے کرسی لایا اور بھگوت کے قریب رکھ دی۔ بھگوت نے فوراً ہی اپنی کرسی وہاں سے کھینچ کر تھوڑی سی دور کر لی تاکہ عیسائی صاحب کے لمس لگنے سے بچ سکے۔ پھر اس نے مارک سے پوچھا:

''افیم سے بچاؤ کے سلسلے میں تمہیں خاصی کامیابی ہوگئی ہے۔ ہر شخص تمہاری تعریف کر رہا ہے لیکن گل مل صاحب کے سلسلے میں' جس نے یہیں اپنی جان دی تھی' تمہارا کام کیسا جا رہا ہے؟ کافی مواد جمع ہوا؟''

''کچھ جمع ہوا تو ہے مگر ابھی یہ کام چل رہا ہے۔''

''گل مل نے گوہاٹی میں کچھ طلبہ کی مدد کی تھی۔ ان کے ناموں کا پتہ چلا؟''

مارک نے اثبات میں سر ہلایا۔ پوپلے منہ والا امتناعی افسر مارک کو تعجب انگیز نگاہ سے دیکھ رہا تھا' وہ کہنے لگا: ''میں گل مل صاحب اور نندارام دولوئی کے جھگڑے کے متعلق جانتا

ہوں۔ بڑدوا کے چائے کے باغوں کی مارکیٹ میں اکثر صاحب دورہ کیا کرتا تھا۔ وہ منڈی میں کسی جنگلی بھینسے کی طرح پھرا کرتا تھا۔ دولوئی اس منڈی کا ٹھیکیدار تھا۔ اس نے منڈی کو لوہار گھاٹ میں شفٹ کر لیا۔ صاحب کو بڑدوا کی ہفتہ وار منڈی سے خاصا لگاؤ تھا۔ اس نے فوراً دولوئی کو بلا بھیجا اور اپنے ایک رشتہ دار کے ذریعے اسے زوردار تھپڑ مروا دیا۔ بڑدوا اور لوہار گھاٹ کے لوگوں نے احتجاجاً اس کے بنگلے کا گھیراؤ کرنے کا پروگرام بنایا۔ صاحب کو اس کی سن گن مل گئی اور وہ اسی روز' اس رشتہ دار کو' اپنے ساتھ ہاتھی پر بیٹھا کر' وہاں سے فرار ہو گیا۔ موخرالذکر پھر کبھی وہاں واپس نہیں آیا۔ گل مل صاحب کو بین ٹک اور محافظ جنگلات مل رائے نے تحفظ دیا۔''

مارک خاصا بے چین تھا۔ اس کی توجہ کہیں اور تھی۔ وہ افسردہ' تھکا ماندہ اور دل شکستہ لگ رہا تھا۔ جیسے کسی غیر مرئی مگر مضبوط ریشمی رسی میں جکڑا ہوا ہو۔ بھگوتی نے منہ سے حقے کی نے ہٹائی اور کہا:

''میں تمہارے ذہن کی الجھن سمجھ سکتا ہوں' مارک صاحب! تم بہت ہی زرد اور پریشان لگ رہے ہو۔''

امتنائی افسر' رضا کار' باورچی' یہاں تک کہ بڑی ہٹ کے بولو نے بھی گورے صاحب کو غور سے دیکھا اور ہمدردی کا اظہار کیا' کسی نے کہا۔

''صاحب خاصے کمزور اور شکستہ لگ رہے ہیں۔''

''کیوں نہیں' کہاں کہاں نہیں جانا پڑتا انہیں' دنگوچی' کلچی' کیندوکلچی' کیندو کنچی' پٹ پکھولی اور دریا پار گارگاڑا' ہارو پاڑہ' چنا پاڑہ' جھالم بوری اور نہ جانے کہاں۔ ان کے جوتے گھس گئے ہیں' کپڑے پھٹ گئے ہیں' بس وہ ہیں اور پرانے تاریخی مسودوں کی تلاش!''

بھگوتی' اپنے سینے پر پڑے سنہری رنگ کے ساتھ' اپنی انگلیوں سے کھیل رہا تھا' وہ کہنے لگا:

''ہاتھی جیسے موٹے دماغ والے بے وقوفو! یہ چنا پاڑہ یا جھالم پوری کا معاملہ نہیں ہے۔ مجھے پتہ ہے' اسے کیا دکھ ہے؟ یہ تو بات ہی کچھ اور ہے!''

''کیا بابو؟ کیا بات ہے؟ کیا ہو گیا انہیں؟'' کئی لوگوں نے حیرت ظاہر کی۔

بھگوتی نے حقے کے دو تین تیز تیز کش لئے پھر اپنی ادھ کھلی آنکھوں سے مارک کا جائزہ

لیا وہ سمجھ گیا کہ مارک کی توجہ کہیں اور ہے۔ وہ آنکھیں نیچے جمائے اس طرح بیٹھا تھا جیسے اپنے پیروں تلے موجود مٹی کو کھودنے پر لگا ہوا ہے۔ وہ اپنے ہی لایعنی تصورات میں بری طرح غرق تھا۔

ان دونوں کے گرد کھڑے ہوئے آدمیوں نے...... جنہیں مارک سے دلی لگاؤ بھی تھا...... فطری طور پر یہ محسوس کرلیا کہ بھگوتی یقیناً مارک کے بارے میں کوئی اوٹ پٹانگ یا دل دکھانے والی بات کہنے جا رہا ہے۔ وہ مارک اور گل مل صاحب کی اسی طرح عزت کرتے تھے جیسے براؤن، بروئنسن اور کٹر کی یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے آسامی زبان کو لاحق خطرات کو دور کرنے میں، اپنی جان لڑا دی تھی۔ پھر انہیں یہ بھی پتہ تھا کہ مارک نے اپنی تمام ذاتی چیزیں یہاں کے غریبوں میں تقسیم کرڈالی تھیں۔ اپنے تن کے کپڑوں کے سوا اس کے پاس اور کچھ بھی نہیں تھا۔ اس نے اپنی شال تک اتار کر، اس کوڑھی کو دے دی تھی، جو بڑ کے درخت کے نیچے کسمپرسی کی زندگی گزار رہا تھا۔

پروہت کی چمکتی آنکھوں میں مکاری کی لہر، سبھی موجود لوگ محسوس کررہے تھے۔ اس نے کہا۔

''بنگارا سے کچھ لوگ گوسان کی بیٹی گری بالا کو لینے آئے ہیں......''

''یہ تو اچھی بات ہے۔'' بڑی ہٹ کے بولو نے کہا ''وہ اپنی سسرال چلی جائے گی ورنہ اس کا بھی درگا جیسا ہی انجام ہوتا، بے چاری گوسان کی حویلی میں، تنہا ہو کر رہ گئی تھی!''

ہر ایک نگاہ مارک پر جم گئی۔ مارک اور گوسان کی بیٹی کے مابین یگانگت کے تعلق کا سبھی کو علم تھا۔ مارک اٹھ کھڑا ہوا۔ اپنے اردگرد موجود لوگوں کے چہروں پر ایک نظر ڈالی اور خاموشی سے، سر جھکائے، وہ آہستہ آہستہ چلتا ہوا وہاں سے رخصت ہو گیا۔ ماحول پر افسردگی چھا گئی۔ بھگوتی کی براہ راست چوٹ پر، وہ سب ناخوش تھے۔ انہیں پتہ تھا کہ بھگوتی کی اس حرکت سے مارک کو تکلیف پہنچی تھی۔

بھگوتی نے حقے کی نے دوبارہ منہ سے لگالی۔ پھر اس کا ہاتھ، اپنے سر کے جوڑے میں لگے ہوئے سرخ پھول کو ٹٹولنے لگا۔ وہ اطمینان کرنا چاہتا تھا کہ پھول بدستور اپنی جگہ پر موجود ہے یا نہیں جب اس نے اپنا ہاتھ اوپر اٹھایا تو اس کا موٹا اور پھیلا ہوا پیٹ لوگوں کی نگاہ کا مرکز بن گیا تھا۔ اس نے کہا:

MashalBooks.org

''بہت عرصہ پہلے' جب میں نے اس کے ستاروں کا حساب لگایا تھا تو میں اس کی قسمت کا لکھا جان گیا تھا' بنگارا کے گوسان سے اس کی شادی کیلئے' ستارے قطعی موافق نہیں تھے۔ افسوس مگر قسمت کا لکھا کون بدل سکتا ہے! وہ بلوغت کی حد میں جارہی تھی اور اس گناہ سے بچنے کیلئے' اس کی فوری شادی کرنا پڑی...... جگالیہ کے دوسرے کنارے پر کئی گوسان گھرانوں میں لڑکیوں کی شادی' ان کے بالغ ہونے کے بعد کی گئی' خاموشی سے...... لیکن اس کا فائدہ؟ وہ گناہوں کی گہری تاریکی میں ڈوب گئے ہیں لیکن یہاں ہماری گوسانیاں' پالکی میں بٹھا کر' اس وقت لائی گئیں جب ان کی عمر آٹھ سال تھی۔ گری بالا کے سلسلے میں بھی گوسان' اسی احساس گناہ سے بچنے کیلئے' بہت دکھی اور پریشان تھا۔ گوسانی تو پاگل ہی ہوگئی تھی مجھے بنگارہ کے گوسان کے ستاروں کی گردش کا معلوم تھا۔ بہت ہی خوفناک! راتوں رات شادی طے کی گئی۔ اگلے دن زیورات' شنگرفی رنگ اور تیل لگانے کی رسموں کے موقع پر شدید طوفانی بارش ہوگئی۔ آندھی بات گھر کی ٹین کی چھت اڑا کر لے گئی! اور وہ خبیث' لچر آدمی! کون نہیں جانتا' اس کے کرتوت! منیاری کے بازار کی طوائف سے یاری تھی اس کی! وہی جو افیم بیچا کرتی تھی! گوسان کو بھی یہ سب پتہ تھا مگر افسوس! کیا کیا جاتا! وہ تو مائی چنا سے جان چھڑانا چاہتا تھا ورنہ بلوغت کا گناہ سارے گھرانے کو ہی لے ڈوبتا۔''

پوپلے منہ والے امتناعی افسر نے پروہت کی گفتگو میں دخل دیتے ہوئے کہا۔

''لیکن اس فرنگی اور گری بالا سے اس کی متعدد ملاقاتوں کے متعلق' گوسان کا کیا خیال ہے؟''

''گوسان آج کل اپنے چیلوں چانٹوں کے ساتھ روحانی دنیا میں کھویا ہوا ہے۔ اسے کچھ پتہ نہیں کہ اس کے اردگرد کیا ہورہا ہے۔ یہ سب کچھ اندرناتھ کی وجہ سے ہوا۔ اس کا کہنا ہے کہ یہ لڑکی اپنی باقی زندگی کیسے گزارے گی۔ اسے کتابوں اور پرانے قلمی نسخوں ہی میں مصروف رہنے دو۔ گری بال ابھی چھوٹی ہی تھی' تو جھالم باڑی کے ہنس دیو پنڈت اسے پڑھایا کرتے تھے۔ اس نے وشفہ بھارتی کی دھروا چارت پوری زبانی یاد کرلی تھی۔ لیکن ایک لڑکی میں اتنی ذہانت اور فطانت کا کیا فائدہ؟ ملنا ملانا تو کیا ہے' الٹا خاندان کا نام بدنام ہوجائے گا۔ عورتوں کی تعلیم بے کار ہوتی ہے۔''

اشتمائی افسر نے پھر دخل اندازی کی۔ ''کیا کہہ رہے ہو؟ وہ خاندان کا نام کیسے بدنام کرے گی؟......''

بھگوتی نے اونچی آواز میں' ذرا زور دے کر کہا۔

''ہاں' ہاں! میری چھٹی حس کہتی ہے' وہ اپنے خاندان کا نام بدنام کرے گی! دیکھ لینا!''

وہاں موجود سب لوگ بھگوتی کی یاوہ گوئی پر حیرت زدہ رہ گئے۔ لیکن وہ اس سے بحث کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے تھے۔ گھنگھریالے بالوں والے' ایک ننگ دھڑنگ بندے نے بات آگے بڑھائی

''بنگارا سے آئے ہوئے وہ دو آدمی گاؤں میں چل پھر رہے ہیں۔ وہ اپنے ہمراہ چھتری والی بیل گاڑی لائے ہیں۔ بنگارہ کے گوسان کو جب پتہ چلا کہ ان کی بہو کسی فرنگی کے ساتھ بھاگنے والی ہے۔ تو وہ غصے میں پاگل ہی تو ہو گیا۔ اس نے ہدایت کہ وہ اسے ساتھ لے کر ہی واپس آئیں اور اگر وہ واپس نہ آنا چاہتی ہو تو اسے بنگارہ تک بالوں سے گھسیٹے ہوئے لائیں۔''

بوڑھا اشتمائی افسر اس گفتگو سے تنگ آ گیا تھا۔ اس نے فوراً کہا۔

''بکواس بند کر! بدمعاش! بہت ہو گئی' اب زبان نہ کھلے!''

''گوسان کے متعلق الٹی سیدھی باتیں کیوں کر رہے ہو۔'' ایک رضا کار نے کہا: ''خبیثو! تمہیں گومتی کا واقعہ یاد نہیں؟ جو منڈی میں پرانے سکے بیچا کرتی تھی۔ اس نے سابقہ گوسان کے بارے میں بڑی الٹی سیدھی باتیں کی تھیں۔ گوسان نے نچلی ذات کی عورت کو سونے کی بالیں بخشیں ہیں۔ وغیرہ۔ بھوت نے اسے بکل درخت کے نیچے کتنی بری طرح زدوکوب کیا تھا؟ سب کو معلوم ہے۔......''

''نہیں' نہیں' وہ بھوت نہیں' خود گوسان تھا۔'' گھنگھریالے بالوں والے نے جوش میں کہا۔

دوسرے رضا کار نے اسے بری طرح ڈانٹ دیا۔

''زبان سنبھال کر بات کر' اندرناتھ نے سن لیا تو وہ تیری ہڈیاں توڑ ڈالے گا۔''

بھگوتی نے حقے کی نے منہ سے نکالی اور مخاطب ہوا۔

گوسان کو آنے والے دنوں میں خاصی مشکلات کا سامنا ہوگا۔ مرابطہ کی زمین! کمیونسٹوں نے وہاں اڈہ بنا لیا ہے۔ گوسان اس کی کاشت کیلئے اپنے آدمی بھیجنا چاہتا ہے۔ وہاں کے کاشتکاروں نے گوسان کو باقاعدہ دھمکی دی ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ وہ اپنی

زمین کاشت کرنے' گوسان یہاں آئے تو سہی' ہم اسے دیکھ لیں گے!''

پوپلے منہ والے امتناعی افسر نے حیرت سے پوچھا۔

''مگر وہ زمین تو سیم زدہ تھی......؟''

''ہاں یقیناً تھی! لیکن گوسان نے باقاعدگی سے حکومت کو ٹیکس دیا تھا۔ پھر یہ ہوا کہ وہاں پانی کی سطح نارمل ہوگئی۔ اور وہ زمین سونے کی کان بن گئی۔ لوگوں نے گوسان کو بتائے بغیر' اسکی زمین پر کاشت بھی شروع کردی اور اس کا آدھا حصہ بھی نہیں بھجوایا۔ جب مہورا وہاں گیا تو اسکا بھی مار مار کر حشر کر دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ گوسان خود آئے۔ ان کے ساتھ کاشت کاری کرے تو ہم اسے آدھا حصہ دیں گے۔ ادھیکار کو شدید غصہ ہے۔ اندرناتھ کا بھی غم و غصے سے دماغ خراب ہے۔ اس کا کہنا ہے کہ وہ آخری مرحلے تک اس کا مقدمہ لڑے گا۔ وہ گوہاٹی کی عدالت میں جانے سے گریز نہیں کریں گے۔''

وہاں موجود سبھی لوگوں نے بالاتفاق یہی کہا کہ گوسان کو یقیناً گوہاٹی جانا چاہئیے۔ یہ اسکی عزت اور وقار کا سوال ہے۔ یقین نہیں آتا کہ کھیت مزدور کتنی بری طرح سے پیش آنے لگے ہیں۔ سنا ہے شمالی کنارے کے ایک دو گوسان کاشت کاروں پر قابو پانے میں ناکام ہوکر' پان چھالیہ کی دوکانیں کھولے بیٹھے ہیں۔

پروہت بھگوتی نے اونچی آواز میں' اپنی افسردگی کا اظہار کیا

''افسوس! کیا منحوس زمانہ آگیا ہے' سینکڑوں مریدوں اور پیروکاروں کی موجودگی میں گوسانوں کو پان چھالیہ کی دوکانیں لگانی پڑ رہی ہیں۔ بھگوان کرے! دوزخ کے ساتویں درجے میں جائیں یہ لوگ! ابھی کل تک یہ لوگ کچا پٹہ لاکر' گوسان کے قدموں میں ڈھیر کر دیا کرتے تھے!''

افیمی عورتوں کی چیخ و پکار ایک دفعہ پھر شروع ہوگئی۔ لگتا تھا کوئی خوفناک جنگ اندر شروع ہے۔ وہ پلیٹ فارم سے بانس اکھاڑ اکھاڑ' ایک دوسری پر برسا رہی ہیں۔ باہر بیٹھے لوگوں کے کانوں میں انتہائی ناقابل بیان اور فحش مغلظات پے در پے پیوست ہو رہی تھیں۔ بعض نے تو اپنے کانوں میں انگلیاں دے لیں' تاہم ان میں سے کوئی بھی اپنی جگہ سے ہلا نہیں۔ پوپلے منہ والے امتناعی افسر نے ارد گرد موجود لوگوں پر نظر ڈالی اور کہنے لگا۔

''افواہ اڑی ہوئی ہے کہ اندرناتھ تارک الدنیا ہوگیا ہے۔ وہ سر جھکائے' ادھر ادھر

MashalBooks.org

پھرتا رہتا ہے۔''

گھنگھریالے بالوں والے آدمی نے کہا۔

''پروہت راجو پکھوڑی کی بیٹی ہے نا' ایلی! ایک دن اس نے اپنی بوڑھی خادمہ کو اس کے پاس بھیجا تھا۔ وہ رات گئے تک راستے میں انتظار کرتی رہی۔ اندرناتھ بولو کے اڈے سے واپس آیا تو وہ اس سے ملی تھی۔ ان کی کوئی بات ہوئی تھی۔ مگر لگتا ہے اندرناتھ نے اسے نظر انداز کر دیا۔''

''وہ افیمی برہمن۔'' پروہت نے کہا۔ ''جو اس سے شادی کرنا چاہتا ہے' غالباً جیل سے رہا ہونے ہی والا ہے۔''

اس آدمی نے مداخلت کی۔ ''سارو گوسان اسے شادی کے تحفے بھیجنے کے بارے میں سوچ ہی نہیں رہا۔

اور دوسری طرف' وہ برہمن کسی دن بھی باہر آ جائے گا...... عجیب سی صورت حال ہے......!''

''کیا بکواس ہے! اندرناتھ کے لیے یہ آسان ہوگا۔'' پروہت غصے میں دھاڑا۔ ''کبھی تم نے سنا ہے کہ کسی گوسان نے عام برہمن زادی کو شادی کے تحفے بھیجے ہوں۔ ہمارے ستر میں تو کبھی کسی گوسان نے عام برہمن لڑکی سے شادی نہیں کی!''

پروہت کی نظر سامنے آتے ہوئے ضلعی ڈاکٹر پر پڑی تو وہ یکلخت خاموش ہوگیا۔ ڈاکٹر اپنے کمپاونڈر اور دوسرے لوگوں کے ہمراہ انہیں کی جانب بڑھ رہا تھا۔ ڈاکٹر خاکی شرٹ اور نیکر پہنے' ان لوگوں سے آگے آگے چل رہا تھا۔ اس کے سر پر فلیٹ ہیٹ تھا اور گرد آلود جوتے چلتے ہوئے آواز کر رہے تھے۔ کرسیوں یا چٹائیوں پر بیٹھے سب لوگ چونک پڑے اور کھڑے ہونے لگے۔ پروہت بھگوتی نے حقہ ایک جانب کھسکا دیا اور اپنے شانوں پر پڑی چادر کو ٹھیک کرنے لگا۔ نوکر چاکر' اپنے کام کاج ادھورے چھوڑے یہاں بیٹھے تھے۔ ڈاکٹر کو آتے دیکھ کر رفو چکر ہو گئے۔

☆☆☆

افیم کے بحالی کیمپ سے واپس آ کر مارک سیدھا' ہاتھی باڑے کے ساتھ واقع اپنے مکان میں چلا گیا۔ کبھی یہ جگہ کمیوں' ہاتھی کے شطاریوں یا مہاوت کے استعمال میں رہتی

MashalBooks.org

تھی۔مارک نے اس رہائشی جگہ کے چپے چپے میں پرانے مسودے لاکر اکٹھے کر رکھے تھے۔اس جگہ کی صفائی عموماً وہ لوگ کیا کرتے تھے۔جنھوں نے مارک کی بدولت افیم کی لعنت سے چھٹکارا حاصل کرلیا تھا۔ یہ عموماً مارک کے ساتھ'اس کے سائے کی طرح لگے رہتے تھے۔ کمرے کی ایک دیوار پر' کیل کے سہارے ایک صلیب لٹکی ہوئی تھی۔اس نے کمرے کی کافی جگہ گھیر رکھی تھی۔ میز کی اوپری سطح بھی پرانے قلمی نسخوں سے بھری ہوئی تھی۔ایک کونے میں کھانے پینے میں مستعمل کچھ صاف ستھرے برتن رکھے تھے فوجی کیمپوں میں کام آنے والی 'ایک کیتلی بھی ساتھ ہی موجود تھی۔

باہر موجود گل مہر کا درخت کھڑکی پر گویا سایہ کئے رکھتا تھا۔اسکی شاخوں پر سرخ پھول فضا کو مہکائے رکھتے تھے۔ کھڑکی کے قریب پڑے موڑھے پر' حال ہی میں دریافت کردہ سانچی بارک کا مسودہ گٹی مالی پھولوں کے ہار سے بندھا رکھا تھا۔راج بہا کے ایک دور دراز گاؤں کے برہمن کے گھر سے' یہ نسخہ گری بالا کی محنت اور کوششوں سے ملا تھا۔ چاورں طرف ہاتھی کے گوبر کی بو بسی ہوئی تھی۔لیکن پھر بھی گٹی مالی پھولوں کی میٹھی خوشبو خاصی محسوس ہو رہی تھی۔

مارک کی قمیض پسینے میں شرابور تھی۔اسکی پتلون کا نچلا حصہ' کسی بوڑھے ہاتھی کے کانوں کی طرح' بری طرح کٹا پھٹا ہوا تھا۔وہ بہت پریشان اور بے چین تھا۔عموماً' وہ باہر سے آتے ہی سانچی بارک کا مسودہ کھول کے بیٹھ جاتا تھا۔لیکن اس وقت اس نے ایسا نہیں کیا۔ عجیب پژمردگی اور کسمپرسی کی کیفیت تھی!خصوصاً ایک ایسے شخص کے لئے'جس نے دنیا کو بالکل ہی تیاگ دیا تھا۔مارک نے دیوار پر موجود صلیب کی جانب نگاہ اٹھائی۔اسکے نیچے بڑے بڑے رومن الفاظ میں ''بادشاہ اعترافات'' لکھا ہوا تھا۔ہاں!بادشاہ اعترافات سب کچھ جانتا ہے۔ جگالیہ کے خاک آلود پانیوں میں ڈوبتے ہوئے سورج کی طرح'سب کچھ دیکھتا اور سنتا ہے۔ مارک کی آنکھوں میں جلن اور پیلاہٹ صاف دکھائی دے رہی ہے۔جب بھی درد اور تکلیف میں مبتلا کسی شخص کو اس نے دیکھا' اسے خود بھی وہی درد اور اذیت محسوس ہوئی۔اس کا دل پھٹتا ہوا محسوس ہوتا۔کیا اعترافات کا بادشاہ بھی اسکی دل کی گہراؤں میں اتر کر' اسے محسوس کر سکتا ہے؟ کیا وہ کچھ نہیں کرے گا......؟

وہ بستر میں گھس کر' سیدھا لیٹ گیا۔

اگلی صبح' آسمان پر گھنگھور گھٹائیں چھائی ہوئی تھیں۔ پھر بارش شروع ہوگئی۔ کچھ دیر بعد

‘اس میں اور تیزی آ گئی۔ بارش کچھ اس طرح برس رہی تھی۔ جیسے صحرا میں گھوڑ سواروں کی فوج کی دھمک گونج رہی ہو۔ ہوا کا طوفان اتنا تند و تیز تھا کہ لگتا تھا کسی بھی لمحے اسکے مکان کی چھت اڑا کر لے جائے گا۔ بچپن میں یاد کی ہوئی ساری دعائیں‘ مارک کی زبان پر آ گئیں...... بارش کی تندی اور لرزہ خیزی کسی طرح سے بھی کم نہیں ہو رہی تھی۔ عموماً اس وقت مارک بری طرح گھبرا جایا کرتا تھا۔ کہیں سے قیمتی پرانے مسودے‘ نسخے اور دوسری اہم چیزوں کو نقصان نہ پہنچ جائے۔ وہ تیزی سے کمرے میں رکھی ان سب اشیاء پر کپڑے ڈھکنے کی کوشش کرتا تھا۔ لیکن اس دفعہ‘ وہ بے سکونی کے عالم میں بستر پر ہی پڑا رہا۔

بہت ہی خوفناک بارش تھی۔ پانی کے گرنے کی دہشت انگیز آواز سے تو یوں لگتا تھا کہ جیسے ہر شے اس کے ساتھ ہی بہہ جائے گی۔ اچانک اس نے دروازے پر کسی دستک کی آواز سنی لیکن اس نے اس طرف کوئی توجہ نہیں دی۔ اسے معلوم تھا کہ ایسے موسم میں عموماً کوئی کوڑھی آ کر‘ یہاں پناہ لیتا ہے۔ بعض اوقات تو وہ اس کے پلنگ کے نیچے دبک جایا کرتا تھا۔ اب تک مارک اس بیچارے کوڑھی کے بارے میں بہت کچھ جان چکا ہے۔ وہ بھوت‘ جو اکثر علاقے کے گرد دکھائی دیتا ہے اور اجنبی مسافروں کو اندھیری راتوں میں لوٹ لیا کرتا تھا‘ کوئی اور نہیں بلکہ یہی کوڑھی تھا۔ مارک نے اس بات کو اپنے آپ تک ہی محدود رکھا تھا کیونکہ وہ اس بیچارے کی زندگی میں مزید مشکلات پیدا نہیں کرنا چاہتا تھا۔

اچانک آندھی کے زور سے‘ کھڑکی کھل گئی۔ ہوا کا جھونکا اندر آیا اور سانچی بارک کے مسودے کے ساتھ رکھے ہوئے کچھ کاغذات اڑ کر‘ ادھر ادھر بکھر گئے۔ یہ مارک کے اکٹھے کیے ہوئے کچھ پرانے خطوط تھے‘ جو برطانوی افسر جنگلات نے شر یہائی ستر کے کسی ادھیکار بھوا نیش در گوسوامی کو لکھے تھے۔ ان میں ہی اتفاق سے ایک ایسا خط بھی نکل آیا جو کسی مل رائے نے اسی گوسان کو آسامی زبان میں لکھا ہوا تھا۔ شری ہائی کی زمین‘ مسلمان بادشاہ نے اسے عطا کی تھی۔

مارک اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے کھڑکی کے پٹ بند کئے اور انہیں پٹ سن کی رسی سے ‘مضبوطی سے باندھ دیا۔ یہ پرانے خطوط بھی گری بالا ہی ڈھونڈ کر لائی تھی۔ کوئی اور ہوتا تو وہ لالٹین کے پاس بیٹھ کر‘ ان خطوط کو پڑھتا اور ان کے نوٹس لیتا۔ لالٹین کے مدھم روشنی میں اس کا چہرہ...... جگالیہ کے کنارے کھیلنے والے برہمن زادوں کے چہروں کی طرح لگ رہا تھا۔

MashalBooks.org

آج وہ لالٹین کے نزدیک بھی نہیں گیا۔

آہ! لگ رہا تھا کہ چھت کسی بھی لمحے اڑ جائے گی۔ گیلی مٹی اور ہاتھی کے گوبر کی ملی جلی بساند پورے کمرے میں پھیلی ہوئی تھی...... بوندا باندی...... جیسے کوئی مٹی کے گھڑے میں سنگ ریزے پھینک رہا ہو! کیا وہ آج، دن میں یارات کو کسی وقت یہاں سے چلا جائے گا؟ یہ پرانے مسودے، گل مل صاحب پر لکھے مضامین، مل رائے، ہمفرے اور بور صاحب کے یہاں کے محل داروں اور ادھیکاروں کے نام لکھے گئے خطوط...... یہ سب وہ یہیں چھوڑ جائے؟ یہ پرانے کاغذات جو پہاڑی چیونٹیوں کے رنگ کے ہو گئے ہیں۔ لالٹین کی روشنی میں یہ کاغذات شہد کی مکھیوں کے پردوں کی طرح لگتے ہیں۔ لالٹین کے بالکل قریب ایک اپیل ٹری ہے جو شریہائی کے گوسان نے فرانسیسی جنکنز کے نام لکھی تھی۔ لالٹین کے روشنی میں، کاغذ پر موجود عبارت چمک رہی ہے۔

کرراک، بوم، کرراک، تھاڑ...... تھاڑ!

آنکھوں کو چندھیا دینے والی چمک آسمان پر نظر آئی۔ مارک فوراً سمجھ گیا کہ یہ بجلی جیک فروٹ کے پرانے درخت پر گری ہے۔ پھر وہی مٹی کے گھڑے میں پتھروں اور کنکروں کے مسلسل گرائے جانے کی آوازیں! موسلا دھار بارش کا سلسلہ پھر شروع ہو گیا۔ وہ بستر میں سکڑ کر بیٹھ گیا۔ اس کے گھٹنے گویا اس کے سینے میں پیوست ہو رہے تھے۔ کوئی بھی کام کرنے کو اس کا جی نہیں چاہ رہا تھا۔ ذہن میں یہ برف سی کیوں جم گئی ہے؟ دوبارہ اسکی نگاہیں لکڑی کی صلیب پر پڑیں۔ اسکی آنکھیں بالکل زرد تھیں...... سورج کے ڈوبتے وقت، جگالیہ کے خاکستری پانی کی طرح! کیا یہ سب کچھ گوسان کی خوبرو دوشیزہ گری بالا کی وجہ سے ہے؟

برہم پتر کے شمالی اور جنوبی جناروں پر دور دور تک، وہ ہر جگہ گھوما پھرا ہے۔ گاؤں، قصبے، شہر سینکڑوں چہرے اسکے سامنے آئے...... جوان بوڑھے، درمیانی عمر کے۔ تو یہاں کیوں دھنس کر رہ گیا ہے؟ اس کا پری وش، اس کی آنکھوں میں کیوں بس کر رہ گیا ہے؟

عجیب بات ہے! واقعی بہت ہی عجیب!

اس لمحے مارک کو اپنے دادا یاد آئے۔ اس کی ہمیشہ یہ آرزو رہی کہ وہ ان کے نقش قدم پر چلے۔ وہ ولیم کیری کے گھریلو کاموں میں، اسکی مدد کیا کرتے تھے۔ فورٹ ولیم کالج آنے والے ہندو مہمانوں سے وہ مذہبی معاملات پر بات چیت کرتے تھے۔ غریبوں اور محتاجوں کے

لئے تو وہ سراپا محبت اور شفقت تھے۔ وہ لوگوں کے لئے محبت اور احترام کی علامت تھے۔ اور مرتے دم تک ان کا یہی بزرگانہ وطیرہ رہا...... لیکن وہ خود...... راستے میں اس بری طرح کیوں ٹوٹنے اور بکھرنے لگا ہے؟ کیا یہ واضح گمراہی نہیں؟ تمام محنت مشقت' اسکی تحقیق' زندگی کے حقائق جاننے میں' اسکی جدوجہد' کیا یہ سب کچھ بیکار جائے گا! گمراہی' کیا واقعی یہ بھٹکنا ہے؟ کیا ذلت انگیز احساس ہے!

لیکن اس کے وجود کے اندر ایک آواز مسلسل گونج رہی تھی...... اگر یہی گمراہی اور ذلت ہے تو پھر زندگی کی جدوجہد' جسے اس نے اپنے خون سے سینچا' بیکار محض ہے!

وہ دور کہیں چلا جائے گا! ہمیشہ کے لئے! اس جگہ سے بہت دور۔ وہ چپ چاپ سنیاری چوک تک جائے گا' وہاں سے پلاس باڑی کی بس پکڑے گا۔ جہاں کہیں بھی وہ گیا' اندرناتھ سے خط کا رابطہ رکھے گا۔ وہ مستقبل کا ادھیکار ہے۔ وہ چاہے تو انتہائی نوعیت کی تبدیلیاں لاسکتا ہے۔ خدا نے اسے حیرت انگیز بصیرت اور صلاحیت بخشی ہے۔ وہ اس سے کام لے کر تاریکی کو ختم کرسکتا ہے۔ لیکن......

کھڑکی کے پٹوں کے درمیان خلا میں سے' اسے باہر بجلی چمکتی دکھائی دے رہی ہے' بالکل کسی میدان جنگ میں جھلملاتی تلواروں کے باہم ٹکرانے کی طرح۔ ارے! یہ تو پھر دروازے پر کسی دستک کی آواز ہے! مارک نے غور سے دستک سنی۔ ہاں! دروازے پر واقعی کوئی ہے۔ وہ دروازہ کھولنے کے لئے اٹھا لیکن اس کے ایسا کرنے سے پہلے ہی دروازہ شور سے کھلا اور ایک انسانی ہیولہ' پانی میں شرابور اندر داخل ہوا' پانی اسکے کپڑوں سے ٹپک رہا تھا۔ اس پر نظر پڑتے ہی مارک کا پورا بدن کپکپا اٹھا۔

اس گھن گرج اور طوفانی بارش میں آنے والا کوئی اور نہیں' ادھیکار مہا پربھو کی بیٹی تھی' جو اس کے سامنے کھڑی تھی۔ اسکے بدن کی بھینی بھینی خوشبو سے پورا کمرہ مہک اٹھا۔ اس کا دماغ سن ہو کر رہ گیا۔ وہ ایک لفظ بھی بول نہیں پا رہا تھا......

لڑکی' موڑھے کے پاس گئی۔ اس نے مسودے اور دوسرے کاغذات وہاں سے ہٹائے اور بیٹھ گئی۔ وہ بارش میں بری طرح بھیگ چکی تھی۔ اس کی گیلی قمیض اسکے جسم سے بالکل چپکی ہوئی تھی۔ اس کا میکھلا گھٹنوں تک آ رہا تھا۔ اس کی خوبصورت اور سڈول' عریاں ٹانگیں' لالٹین کی روشنی میں کسی ہرنی کی ٹانگوں سے مشابہ لگ رہی تھیں۔ اس لمحے' وہ بہت ہی کم عمر

محسوس ہوئی۔ اردگرد پھیلی مدھم روشنی میں اس کے شرابور جسم سے عجیب سی روشنی نکل رہی تھی۔

مارک، پتھر کا بت بنا کھڑا رہ گیا تھا۔ اسکی زبان گنگ تھی۔ گری بالا نے اس سے کہا:

''دروازہ تو بند کر دو صاحب! سارا پانی اندر آ رہا ہے۔''

''گری بالا! تم گوسان گھرانوں کی روایتی وضع داری اور اصولوں کی خلاف ورزی کر رہی ہو۔ واپس چلی جاؤ! فوراً واپس چلی جاؤ!''

گری بالا نے اس کی بات نظر انداز کرتے ہوئے، جا کر دروازہ بند کر دیا اور دوبارہ آ کر سٹول پر بیٹھ گئی۔ پھر اس نے اپنے گٹالے کا پانی نچوڑنا شروع کر دیا۔ پھر اس نے میکھالے کا ایک سرا اپنے دانتوں میں دبایا تا کہ اپنے سینے پر پردہ کر سکے اور قمیض اتارنے لگی، جو اسکے بدن پر ایک اور کھال کی طرح چپکی ہوئی تھی......

''کیا کر رہی ہے؟ یہ گوسان کی بیٹی! مارک نے اپنی نگاہیں دوسری جانب پھیر لیں۔ پھر وہ اچانک کہنے لگا:

''چلو! بہت ہو گئی! میں تمہارے ساتھ چل کر، تمہیں واپس گھر چھوڑ آتا ہوں۔ غور سے سنو، گری بالا! مجھے تمہاری ذہنی کیفیت اچھی طرح پتہ ہے۔ میں ہر بات سمجھتا ہوں اور یہ بات بالکل واضح ہے......'' لیکن نہیں۔ وہ تو اپنی جگہ سے ہلی تک نہیں۔ اپنی قمیض اتار کر، اس نے اس کا پانی نچوڑا اور اسے ایک جانب رکھ دیا۔ اب اس نے اپنے بال پھیلائے ہیں اور اب اپنے تیز تیز ہاتھوں سے ان کا پانی نچوڑ رہی ہے۔ وہ قطعاً مضطرب نہیں اور نہ ہی اسے کوئی تشویش ہے۔ وہ تو، لگتا ہے، باقاعدہ سوچ سمجھ کر اور واپس نہ جانے کا مصمم ارادہ کر کے یہاں آئی ہے۔ وہ مطمئن اور ہشاش بشاش لگ رہی ہے۔

مارک اس کے برابر میں، جھک کر، اس سے واپسی کے لئے منت سماجت کرتا رہا۔ اس نے اسکی آنکھوں میں جھانکا اور کہنے لگی: ''میرے سسر نے دو آدمی مجھے لیجانے کے لئے بھیجے ہیں۔ بیل گاڑی پر چھتری اور پردوں کے لٹکانے کا کام تقریباً مکمل ہو گیا ہے۔ لیکن میں واپس نہیں جا رہی!''

''گری بالا!''

''میں اس قبرستان میں ہرگز نہیں جاؤں گی۔ میں زندہ درگور نہیں ہونا چاہتی۔ اس سے کہیں بہتر ہے کہ آدمی موت کو گلے لگا لے!''

گوسان بیواؤں کے سینکڑوں ہیولے مارک کی نگاہوں میں اترتے اور غائب ہوتے دکھائی دیئے۔

...... بیوائیں' جو چار دیواری میں مقید ہوکر رہ گئیں۔ انہوں نے کبھی باہر کی سڑک تک نہیں دیکھی۔ بیوائیں جو لایعنی اور ظالمانہ مذہبی رسوم و رواج کے ہاتھوں' عجیب وغریب دکھوں اور نامعلوم بیماریوں کا شکار ہوگئیں۔ بیوائیں' جو کچھ سیکھنے اور پڑھنے لکھنے کی حسرت' اپنے دل میں لئے' اس جہاں سے رخصت ہوگئیں۔ محض سماجی پابندیوں کی دہشت کے مارے دریائے جگالیہ جیسے دریاؤں کے کناروں پر بسی' سینکڑوں' ہزاروں ایسی عورتیں ہونگی' جو زندہ ہوتے ہوئے بھی' زندگی سے محروم ہوگئی ہیں۔

اور ان تمام ہیولوں' بے نام چہروں میں سے ایک مجسم حقیقت' اس کے سامنے موجود ہے...... گری بالا' ہر طرف موجود بلندوبالا پہاڑوں کے عین درمیان' کسی جھیل کے پانی میں مقید' کنول کے پھول کے عکس کی طرح۔

اب وہ کیا کہنا چاہتی ہے؟ اوہ شاہ اعترافات!

''میں جب بڑی ہوئی۔'' گری بالا کہنے لگی۔'' تو اس علاقے کی ساری گوسانیاں مجھے بتایا کرتی تھیں: تم تو کوئی دیوی ہو' رس گھولنے والی' شہد جیسی میٹھی دیوی! لیکن جانتے ہو؟ میرا خاوند' جو اس افیم چور حرافہ سے ملا کرتا تھا...... اس کا کہنا تھا: تمہارے جسم میں ہے کیا ؟ کنیاری کی وہ عورت' حالانکہ نچلی ذات کی افیم فروش ہے...... لیکن کیا بات ہے اس میں ؟ ایسی جنسی کشش اور دل کشی ہے اس میں۔ تم تو اس کا پاسنگ بھی نہیں...... کہتے ہیں وہ لوگوں پر کسی گرم کتیا کی طرح جھپٹتی ہے۔ تم جیسی گوسان گھرانوں کی لڑکیاں کے خون میں 'شہوت انگیزی بھلا کہاں؟''

گری بالا آگے بول نہیں پائی۔ اسکی آنکھیں بھر آئیں۔ اس نے اپنا سر گھٹنوں میں دے دیا اور بری طرح رونے لگی۔ اس کی تیز سسکیوں سے' اسکا پورا جسم لرز رہا تھا۔ اس کے بال' اسکی گردن اور پشت پر بکھر گئے تھے۔ اس کے نرم و نازک بازو اور شانے بالکل ہی عریاں ہوگئے تھے۔ اندر سے ایک سرگوشی سی ہوئی:

مارک! تم اسے اپنے بازوؤں میں کیوں نہیں بھر لیتے ؟ اسے سکون ملے گا۔ آہ! اسے اپنی آغوش میں جکڑ لو۔ تم نے اس کا عکس کہاں کہاں نہی دیکھا ؟ جگالیہ کے پانیوں میں' مٹی

پہاڑ کی ڈھلوانوں میں' پورن ماشی کی راتوں میں' ہواؤں میں' فضاؤں میں' غرض ہر جگہ.....تم خود سے کیوں نہیں پوچھتے ؟ کیا تمہارے ذہن میں' یہ سب کچھ نہیں تھا؟ تم نے اسے طوفان میں اور بارش میں بھی دیکھا۔ کیا ایسا نہیں ہوا ؟تم اپنے دل کی گہرائیوں میں کیوں نہیں جھانکتے ؟......

گری بالا نے آنسو پونچھ کر' سرخ آنکھوں سے اسکی جانب دیکھا اور گویا ہوئی:

''میں اپنے جسم سے یا اپنے ذہن سے' اسے تو اپنا نہیں بنا سکی لیکن اس عورت کا جسم ! کیا وہ اتنا ہی طاقتور تھا کہ اس کے سامنے زندگی کی انتہائی اہم چیزیں......نیکی اور شائستگی بھی ضائع ہو کر مٹی میں مل کر مٹی ہو گئیں۔ یہ جسم ذہن کے بے بہا خزانوں کو یوں لایعنی بھی کر سکتا ہے......کیا کوئی یقین کر سکتا ہے؟ میرے پیارے صاحب ! مجھے چھوؤ اور ایک دفعہ محسوس تو کرو......صرف ایک بار......''

مارک ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔خوف خدا اس پر غالب تھا۔وہ تو سب کچھ چھوڑے بیٹھا تھا' علم کی تشنگی میں۔لیکن اس کا دل بہک رہا تھا......لڑکی کا نیم عریاں ہیولہ' لالٹین کی دھیمی روشنی میں' جگمگاتے ہوئے یوں لگ رہا تھا جیسے غار کے اندھیروں میں کوئی پراسرار وجود روشنی ہو۔پہلی دفعہ' اسکی آنکھوں نے ایسا منظر دیکھا تھا! وہ ہکا بکا رہ گیا......!

آہ کتنی گہرائی ہوگی دکھوں کے اس کنوئیں میں' جو یہ سب کچھ ہو گیا۔ ایک عورت خود سے انتقام لینے پر مجبور ہو گئی' اعتدال کی ساری حدود ٹوٹ پھوٹ کر رہ گئیں۔کتنا مشکل امتحان ہے یہ بھی !ایک ایسا شخص' جو کبھی عورت کے قریب ہی نہیں گیا' عورت کی بوالعجبی اور پراسراریت کا اندازہ کیسے لگا سکتا ہے؟ حالانکہ وہ دروازے کے بالکل پاس جما کھڑا تھا لیکن اس کا ذہن اور اسکی روح اسے لڑکی کی جانب دھکیل رہے تھے۔اور یہ لو' وہ لڑکی کو بڑے آرام سے اٹھا رہا ہے' لیکن لڑکی اس کا ذہن کیسے پڑھ سکتی ہے؟ ایک بار کا لمس اور دونوں ہی جل کر خاک ہو جائیں گے......!

یہ نوجوان عیسائی سات سمندر اور تیرہ دریا پار کر کے یہاں آیا تھا۔اس نے بہت سے خطرناک مرحلے طے کئے ہونگے مگر اسے ایسی جھلسا دینے والی آگ کا دریا کبھی پار نہیں کرنا پڑا تھا......!

پہلی دفعہ مارک خود بھی بری طرح ٹوٹ پھوٹ گیا۔ وہ اپنی آنکھوں میں آنسوؤں کو

روک نہ سکا۔ لالٹین کی مدھم روشنی میں، گری بالا کے سنہری جسم ٹکڑے ٹکڑے ہوتا ہوا محسوس ہوا بالکل اسی طرح جیسے جگالیہ کے بہتے پانی میں چاند کا عکس ٹکڑے ٹکڑے ہو کر ڈوب رہا ہو؟ جیسے روشنی کے جال میں کوئی ہرنی پھنس کر، قید ہو گئی ہو۔ لیکن مارک، وہ اسکی جانب نہیں بڑھ پایا اور نہ ہی اسے اپنے بازوؤں میں تھام سکا۔ لالٹین کی روشنی اور بھی ہلکی ہو گئی۔ اس اندھیری، طوفان رات میں، اس کے بازو...... جیسے ان پر فالج پڑ گیا ہو......ادھیکار مہا پربھو کی بدقسمت بیٹی کو سہارا دینے سے انکار ہو رہے تھے۔ گھٹتی روشنی میں، دیوار پر لٹکی صلیب بھی ایک سیاہ سایہ سا لگ رہی تھی۔

مارک اسی طرح بے حس و حرکت کھڑا تھا۔ جیسے وہ بے جان، فولادی چیز ہو، جو اپنی مرضی سے نہ آگے بڑھ سکتی ہے اور نہ پیچھے......

☆☆☆

دروازہ زور دھماکے سے اس طرح کھلا، جیسے کسی نے اسے پوری طاقت سے دھکیلا ہو۔ تین چار تنومند اور لحیم شحیم آدمی کمرے میں گھس آئے۔ ان کے پیچھے پرشوتم بھگوتی، موت کے دیوتا یاما کی طرح، اڑتا ہوا اندر داخل ہوا۔ پروہت کی آنکھیں گویا شعلے اگل رہی تھیں۔ نیم تاریکی میں اسکی آنکھیں کسی ایسے عفریت کی شعلہ بار نگاہیں لگ رہی تھیں۔ جو گوسان کے گھرانے کی عفت پر حملہ آور گورے عیسائی کو جلا کر، وہیں راکھ کر ڈالے گا، اسے کے جسم کو چیر پھاڑ کر رکھ دے گا۔

رحم بھگوان، رحم بھگوان!...... گوسان کے گھرانے میں ایسا سیاہ کرتوت بھلا کب ہوا ہو گا۔

پروہت چیخا:

''لڑکی کو یہاں سے نکالو، باہر لے جاؤ، اس خبیث، ناپاک آدمی نے اس کی معصومیت کا بھرپور فائدہ اٹھایا ہے......اسے باندھ لو......رسی کے ساتھ، سختی سے...... بھاگنے نہ دینا اسے! جلدی کرو، اسے باندھو، لڑکی کو بھی باہر لاؤ۔ اسکے میکھالے اور گٹالے کو درست کرو۔ وہ تو برباد ہو گئی اور تباہ ہو گئی!......''

دوپہر کی دھوپ میں شدت آتی جا رہی ہے۔ مردوں، عورتوں اور بچوں کا ایک اچھا خاصا ہجوم ہاتھی باڑے کے ساتھ میدان میں جمع ہے۔ پرانے جیک فروٹ درخت کے نیچے گری بالا سر جھکائے، سمٹی بیٹھی ہے۔ اس نے وہی گیلی قمیض پہن ہوئی ہے۔ جو اس نے پہلے اتار کر

MashalBooks.org

سٹول پر رکھدی تھی۔ اس کا گٹالا' مناسب طریقے سے اسکے شانوں پر پڑا ہوا ہے۔ درخت کے نیچے سے ٹپکتا ہوا پانی اس کے جسم پر گر رہا ہے۔ ابھی کچھ ہی لمحے پہلے' اس کی زندگی کا سیاہ ترین سکینڈل بے نقاب ہوا تھا۔ لوگ انگشت بدنداں کھڑے رہ گئے تھے۔ بادی النظر میں اس کا 'اس پر کوئی خاص اثر نہیں ہوا۔ وہ درخت کے نیچے لاتعلق اور غیر متحرک بیٹھی ہے۔

لوگ کھڑے ہیں۔ بارش سے پیدا شدہ کیچڑ میں ان کے پاؤں لتھڑے ہوئے ہیں۔ بعض لوگوں کے ہاتھوں میں بانس اور گھاس پھونس سے بنائی چھت تھمی ہوئی تھی۔ وہ ماسا ڈاھا کے لئے جھونپڑی بنانے آئے تھے لیکن سامنے ہوتے ہوئے تحیر زدہ ڈرامے میں شرکت کی خواہش میں' وہ اپنا کام کاج بھلا بیٹھے تھے۔ پرانے جیک فروٹ کے درخت کے نیچے بیٹھی ہوئی لڑکی' اپنی خالی کھلی آنکھیں ان پر جمائے ہوئے ہے...... ماسا ڈاھا کا تہوار' نومبر میں ......خزاں کے موسم میں۔ کبھی بھی نہیں منایا جاتا۔ لیکن نئی نسل کے لڑکوں نے یہ کہ کر روایت کو بدل ڈالا ہے:

''بادشاہ کے حکم سے' اگر موسم بہار کا تہوار گرمیوں میں منایا جا سکتا ہے تو لوگوں کی خواہش پر نومبر میں ہونے والا تہوار' مئی میں بھی منایا جا سکتا ہے......!''

کہا جاتا ہے کہ ہمارے ستر سے ملحقہ راج پکھوڑی ستر میں' اپریل کے مہینے میں' موسم بہار کا جشن بڑی دھوم دھام سے منایا جاتا ہے۔ وجہ اسکی یہ ہے کہ ایک دفعہ راجہ شیوا سنگھا اس علاقے کے دورے پر آیا تو اس نے راج پکھوڑی کے ادھیکار سے موسم بہار کا تہوار دیکھنے کی خواہش ظاہر کی۔ اپریل کا مہینہ شروع ہونے کے باوجود' ادھیکار نے فوراً میلے کا انتظامات کیئے۔ ان دنوں بانس اور گھاس پھونس کی مدد سے ایک جھونپڑی بنائی جاتی تھی۔ مقدس اشلوک پڑھنے کے بعد' ایک زندہ بکری لیکر اس کو اندر بند کر دیا جاتا اور اسے آگ لگا دی جاتی۔ لیکن وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بکرے کے بجائے زندہ بھیڑ کو اندر چھوڑا جاتا اور جھونپڑی کی دیوار میں اتنی کھلی جگہ رکھی جاتی کہ اگر بھیڑ چاہے تو جان بچانے کے لئے باہر نکل آئے۔ کبھی کبھار بھیڑ بھاگ کر باہر بھی نکل آتی لیکن عموماً وہ اندر ہی جل جاتی تھی۔ پرشوتم بھگوتی کی دھاڑتی آواز لوگوں تک آ رہی تھی۔

''گوسان ابھی تک بالائی آسام سے نہیں لوٹا۔ اندرناتھ مرابطہ کی منحوس زمینوں کی طرف گیا ہوا ہے......''

MashalBooks.org

مجمع میں سے ایک آواز آئی:

''اس ملیچھ نے اسے بھی ناپاک کر دیا ہے۔ گوسانی اسے حویلی میں گھسنے نہیں دے گی!''

''کون سوچ سکتا تھا کہ یہ گورا عورت خور ہو جائے گا؟'' ایک اور آواز سنائی دی۔

''آہ! یہ تو پھل چوری کا معاملہ ہوا۔''

''خالی کھڑے ہی نہ رہو!'' پروہت چیخا۔ ''بانس اور لکڑی کے تنے لاؤ' جلدی کرو۔ گھاس پھوس کی چھت ڈالو...... تم ماسا ڈاھاا کے لئے آئے ہو۔ اب ہم ایک تیر سے دو شکار کھیلیں گے۔ بھیڑ کو جلانے سے پہلے ہم گری بالا کو پوتر کریں گے۔ دیوتا! خیر کریں! نہ جانے آجکل کیا کیا ہونے لگا ہے۔ ورنہ گوسان کی بیٹی تو چاند ستاروں تک کو نہیں دیکھا کرتی تھی!''

کسی کو کچھ کہنے کی جرأت نہیں ہوئی۔ گری بالا' حسب معمول' خاموش اور بے حس و حرکت' اسی درخت کے نیچے بیٹھی' خلاء میں تک رہی تھی۔ صورت حال' ہر لمحے مخدوش ہوتی جا رہی تھی۔ ایک خوفناک اور ناقابل تصور زیادتی کا ارتکاب ہو چکا تھا۔ لیکن تماشائی حیران تھے کہ لڑکی پرسکون اور لاتعلق دکھائی دے رہی تھی۔ تعجب ہے۔ یہ خبر سن کر' وہاں موجود ہر شخص کو چپ سی لگ گئی تھی۔ نوجوان لڑکے' ہرامداور راج بہا کے برہمن اور ستر کے سبھی لوگ خاموش تھے۔

اچانک درخت سے ایک پکا ہوا پھل دھم سے زمین پر آ گرا اور اسکے زرد بیج ارد گرد بکھر گئے۔ عام طور پر اس رس بھرے پھل کے لئے اچھی خاصی چھینا جھپٹی ہوئی ایک ہنگامہ کھڑا ہو جاتا اور چند ہی لمحوں میں' اس کے چھلکے کے سوا' وہاں کچھ بھی نہ ملتا۔ لیکن متحیر لوگوں میں ذرا بھی ہل جل نہیں ہوئی۔ چھوٹے بچوں تک نے اسے نظر انداز کر دیا۔

''تم لوگ! شہد کی مکھیو اور بے سلیقہ کالے لوگو! پھرتی دکھاؤ۔ لڑکی کے حویلی میں جانے سے پہلے پہلے ہمیں اسے پوتر کرنے کا عمل پورا کرنا ہے۔ آخر کو وہ ہمارے عظیم آقا گوسان کی بیٹی ہے!''

درخت کے نیچے بیٹھی لڑکی نے ان پر نا جانے کیا جادو کر دیا تھا۔ وہ دل میں اس کیلئے شدید ہمدردی محسوس کر رہے تھے۔ اس لئے کوئی بھی شخص کچھ نہیں بولا۔

دریں اثناء' جھونپڑی کی چھت ڈالنے کا کام تیزی سے ہو رہا تھا۔ جو سامان بھی لگنے

MashalBooks.org

سے رہ گیا تھا' بڑی پھرتی سے کی اور مہاوت اسے انجام دے رہے تھے۔ تلسی اور ڈبوروی کے پتے' پھول ...... یہ سب چیزیں منٹوں میں راکھ ہو جانیوالی تھیں۔ تانبے کے سکے کفارے کی رسم کے لئے رکھے گئے تھے۔ پروہت نے گری بالا کو جھونپڑی میں جانے کے لئے کہا وہ منہ سے کوئی لفظ نکالے بغیر اندر چلی گئی' جسے وہ اجازت کا ہی انتظار کر رہی تھی۔

پروہت نے خصوصی اشلوک پڑھنا شروع کر دیئے' جو کسی برہمن زادی کے کسی نچلی ذات کے مرد سے جنسی تعلق کے پرائسچت پڑھے جاتے تھے۔ تا کہ اسکے گناہ کی تلافی ہو سکے۔

اشلوک پڑھنے کے دوران' کئی مرتبہ پروہت کی آواز اسے حلق میں بلغم کی موجودگی کی وجہ سے غیر واضح اور لرزتی ہوئی محسوس ہوئی لیکن اس نے رسم کے اختتام تک' ان کا ورد جاری رکھا۔ پھر ہاتھ ہلاتے ہوئے' اس نے گری بالا کو جھونپڑی سے باہر آنے کا اشارہ کیا۔ اسی دوران وہ ایک نوجوان کی طرف مڑ کر' اس سے مخاطب ہوا

''اب جاؤ اور اس جھونپڑی کو آگ لگا دو کیونکہ وہ ناپاک ہو چکی ہے۔ ہم ماسا ڈاھا کے لئے ایک اور جھونپڑی بنائیں گے۔'' پھر وہ گری بالا کی طرف متوجہ ہو کر بولا: ''باہر چلی آؤ 'اس جھونپڑی سے' یہ ناپاک ہو چکی ہے' جلدی کرو!''

وقت تھم گیا۔ لوگ انتظار کر رہے تھے پروہت نے دوبارہ گری بالا کو مخاطب کیا۔

''تم پوتر ہو گئی ہو۔ اب تم اپنے گھر جا سکتی ہو۔ باقی کام بڑے گوسان کی واپسی پر ہو گا۔ دیکھو' بنگارہ سے آئے ہوئے لوگ تمہیں دیکھ رہے ہیں۔ انہیں تمہارے اس گورے کے ساتھ گناہ کا پتہ چل چکا ہے......!''

''آگ لگا دو' میں باہر آ جاؤں گی......'' گری بالا نے پر اعتماد لہجے میں کہا۔

قریب کھڑے مستعد نوجوان نے فوراً ہی جھونپڑی کے ارد گرد جمع خشک گھاس پھونس 'بانس' یورنیم کی لکڑی کے ٹکڑوں کو ماچس دکھا دی۔ آگ فوراً ہی بھڑک اٹھی۔ پرشوتم بھگوتی کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ گوسان کی لڑکی کا رویہ بہت ہی بے سر و پا لگ رہا تھا۔ اسے اپنی ہی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ پہلے کبھی کسی گوسان کی لڑکی کا پوترا کا عمل نہیں کیا تھا۔ کئی متنازعہ معملات البتہ' اس نے نمٹائے تھے۔ گوسانیوں کو مخصوص مسائل کے حل کے لئے' وہ پرانے شاستروں کا مطالعہ کرتا اور کوئی نہ کوئی حل ڈھونڈ نکالتا تھا۔ ایک چودھری پاڑہ کی گوسانی کو عین اس وقت ماہواری شروع ہو گئی جب وہ اپنے انجہانی شوہر کی پوجا میں مصروف تھی۔

پروہت نے شاستر دیکھے اور بیوہ گوسائی کو درپیش تکلیف دہ صورت حال سے نجات دلا دی۔ایک بہت ہی بیمار بیوہ گوسائی اپنے مرے ہوئے شوہر کی برسی کی رسم ادا نہیں کر سکتی تھی؛اس نے اس کا بھی پرانے اشلوکوں سے اس کا حل تجویز کر دیا مگر گری بالا کی اس عجیب و غریب حرکت پر،وہ خود بھی پریشان ہو گیا تھا۔اور اب وہ کہتی ہے پہلے جھونپڑی کو آگ لگاؤ ' پھر باہر نکلوں گی۔ہاں،اس نے کچھ ایسا ہی کہا تھا......ارے؟ شعلے بری طرح بھڑک اٹھے ہیں۔ ہوا میں ہر طرف آگ ہی آگ ہے مگر وہ کیا کر رہی ہے؟ باہر کیوں نہیں آتی ؟وہ بھگوان!وہ کیا کر رہی ہے؟

پروہت گھبراہٹ میں بری طرح چلایا:

''وہ ابھی تک اندر ہے......ابھی تک اندر ہے!جلدی کچھ کرو،چھت جل رہی ہے،اسے بچاؤ!''

لوگوں کی چیخ و پکار آسمان تک جانے لگی......ایک زوردار دھماکے کے ساتھ،جھونپڑی کی چھت نیچے گر پڑی اور بے حس و حرکت لڑکی اندر ہی رہ گئی۔وہ بلند و بالا شعلوں میں دفن ہو گئی تھی......!

☆☆☆

کچھ بھی نہیں کیا جا سکتا تھا......ہوا میں،آسمان میں جلتے ہوئے گوشت کی بو آ رہی تھی ......صرف جلتے ہوئے گوشت کی سڑاند......انسانی گوشت کی......!

☆☆☆

MashalBooks.org

باب:15

دوپہر کا کھانا کھانے کے بعد اندرناتھ بولو کے اڈے پر جانے کیلئے تیار ہورہا تھا' گوسانی کے کہنے پر اسے اس وقت وہاں جانا پڑ رہا تھا۔گنگارا اور سوال کلوچی سے' ان کے پیروکاروں کا ایک گروپ یہاں آنے والا تھا۔ان کے کھانے کیلئے کبوتر اور پپیتے فوری طور پر منگوانے پڑ گئے اوراس کی ماں کو معلوم تھا کہ کبوتر اور پپیتہ پہچاننے میں بولورام کا جواب نہیں تھا۔

اندرناتھ کے بالوں میں نہ تیل لگا تھا اور نہ ان میں کنگھی ہوئی تھی۔اسکی دھوتی بھی میلی کچیلی ہورہی تھی اس کے چہرے پر دکھ اور پریشانی کی لکیریں صاف دکھائی دے رہیں تھیں حالیہ المناک واقعے کے بعد سے' اس کی آنکھوں میں سیاہ حلقے پڑ گئے تھے۔ بولو کے جوئے خانے میں جانا' اس نے تقریباً چھوڑ دیا تھا۔گری بالا کی موت کے بعد' گوسانی بھی لوگوں میں زیادہ نظر نہیں آتی تھی۔ وہ عام طور پر اپنے چھوٹے سے کمرے میں بند بیٹھی' حقے سے دل بہلاتی رہتی۔اپنی بیٹی کی موت پر' وہ بہت کم روئی تھی لیکن اب وہ تھی اور تمبا کو!......اس کے قریب رہنے والیاں بھی اس کی اس عادت سے پریشان ہوگئی تھیں۔بعض اوقات اس کی قریبی اور رازدار گومنی بھی' بیزار ہوکر' اس کے پاس سے چلی جاتی۔ وہ اس کمرے میں کسی بدروح کی طرح' قید ہی ہوکر رہ گئی تھی' بس حقہ اس کا ساتھی تھا......

ہاتھی باڑے پر' اندرناتھ نے بڑی ہٹ والی سڑک کا رخ نہیں کیا بلکہ وہ سیدھا کمیوں اورمہاوتوں کی ان جھونپڑیوں کی طرف چلا گیا۔جن میں سے ایک میں مارک کی رہائش رہی تھی۔اس وقت بھی' کچھ دور اسے نیم جلے بانس اور سیاہ راکھ کا ڈھیر نظر آرہا تھا۔ایک یا دو کوے اس کھنڈر پر اب بھی موجود تھے۔

اندرناتھ نے اپنی جیب سے چابی نکالی اور مارک کے کمرے کا دروازہ کھولا۔اندر سے

وہ کسی غار کی طرح تاریک تھا۔ اس نے کھڑکی کھولی تو روشنی کی ایک لہر اندر پھیل گئی۔ مارک کی تمام چیزیں نظر آنے لگیں۔ سیاہی اور پرندوں کے پروں سے بنے ہوئے قلم، بکھرے ہوئے مسودے، جن کا رنگ پتنگوں کے پروں جیسا ہو گیا تھا۔ اس کی نظر اس تنگ سی کچی دیوار پر پڑی جہاں مارک نے مختلف عبارتوں پر مشتمل چھوٹی چھوٹی پرچیاں چپکا رکھی تھیں۔ یہ فقرے خدا کی مناجات میں سے لئے گئے تھے۔ اس نے یہ فقرے بڑی احتیاط سے لکھے تھے، ہر طرف واضح اور صاف تھا وہ آسامی زبان میں اپنی تحریر کو خوبصورت بنانے کیلئے پروں کا قلم استعمال کرتا تھا۔ اس کے شوق اور محنت کا نتیجہ، کاغذ کے ان ٹکڑوں پر بخوبی دیکھا جا سکتا تھا۔

اندرناتھ کو اپنے دل میں شدید درد سا محسوس ہوا۔ اس نے پائپ نکالا، اس میں بیڑی کا تمبا کو بھرا، اسے آگ لگائی اور پھر پائپ پینے لگا۔ وہ ایک ایک کر کے، دیوار پر موجود سبھی عبارتیں پڑھ رہا تھا۔ یہ عبارتیں پڑھتے ہوئے، اسے سنسکرت پڑھانے والے مدرسوں کے غریب طلبہ یاد آ گئے۔ وہ فروری کے مہینے میں گھر گھر بھیک مانگنے جایا کرتے تھے۔ بعض بھگت اور دوسرے شوقین لوگ، انہیں اپنے پاس بٹھا لیتے اور ان سے نام گھوشا کی شاعری یا مختلف مذہبی عبارتیں، ان کی خوبصورت لکھائی میں لکھواتے۔ وہ کاغذات کے ان ٹکڑوں کو مقامی فن مصوری سے اور بھی خوشنما بنا دیتے تھے۔

اندرناتھ نے ان ساری عبارتوں میں ایک خاص بات نوٹ کی کہ وہ سارے ہی حضرت عیسیٰ کے فرمودات تھے......

''خدا کیلئے شاہی راستے بناؤ اور اس کے سارے راستے سادہ اور بالکل سیدھے رکھو!''

''تنگ دروازے سے اندر داخل ہو کیونکہ کھلا دروازہ تباہی کی طرف لے جاتا ہے!''

''زندگی کی طرف لے جانے والا راستہ تنگ اور سیدھا ہے۔ کچھ ہی لوگ اسے تلاش کر سکتے ہیں۔

گورے افسران، بور، مل رائے اور ہمنری کے شری ہاتھی کے گوسان کو لکھے گئے خطوط، بڑی نفاست سے بندھ کر، کمرے کے ایک کونے میں رکھ دیئے گئے تھے تاکہ گوسان کو انہیں ڈھونڈنے میں دقت نہ ہو۔ سانچی مسودے بھی پھولوں کے ہار میں بندھے، بحفاظت لکڑی کے اسٹول پر رکھے تھے۔ گری بالا نے یہ قدیم مسودے، گاؤں گاؤں جا کر، گوسانوں کی حویلیوں کے آتش دانوں، الماریوں اور گوداموں میں جا کر، نہ جانے کتنی محنت سے تلاش کئے

MashalBooks.org

تھے۔ اسنے ان کی کھڑاووں والے مقدس کمروں اوردوسرے انتہائی تنگ و تاریک کونوں کھدروں کوبھی دیکھے بنانہیں چھوڑاتھا۔

مارک وہاں ٹھہرنا بھی چاہتا تھالیکن اب اس کا کام ادھورارہ گیا۔وہ نہ تو گل مل کی سوانح عمری مکمل کرسکا اور نہ ہی برطانوی افسروں بور، مل رائے اور ہمسفر کی جنوبی کنارے کے گوسانوں کے ساتھ روایتی دوستی کی داستان لکھ سکا۔سب کچھ ختم ہوگیا۔مارک دوبارہ یہاں کبھی نہیں آسکے گا۔کیا کبھی ان کی ملاقات کہیں اور بھی ممکن ہوسکے گی؟

اندرناتھ کمرے سے باہرآ گیا۔ستمبر کا صاف شفاف آسمان اس کے سر پر سایہ فگن تھا۔ حالانکہ کافی بارش ہوئی تھی مگراس وقت سورج کی بھرپور تمازت ہرجگہ پھیلی ہوئی تھی۔درخت اورجھاڑیاں سورج کی تیزروشنی میں اجلے اجلے دکھائی دے رہے تھے۔سنارو درختوں کے سنہری پیلے پھول، سورج کی تیزجگمگاتی روشنی کا مقابلہ کررہے تھے۔اچانک اس کی نگاہ پرانے جیک فروٹ درخت پر پڑی۔اس کے نیچے ایک مچھیرن بیٹھی، چاول سے بھری ٹوکری کے وزن کااندازہ کررہی تھی۔اپنی مچھلیوں کے بدلے میں، اس نے یہ چاول لئے تھے۔

کچھ عرصے پہلے یہ مچھیرن عورتیں ساری مچھلی گوسان کو دے کر، اسسے چاول لے جایا کرتی تھیں مگراب انہوں نے مہاجنوں کاراستہ دیکھ لیاتھا۔وہ مچھلی کے بدلے زیادہ چاول دیتا تھا۔لگتا ہے ہرشخص ہی زیادہ بھوکا ہوگیا ہےاوراسے زیادہ خوراک چاہئے۔

اچانک اسے، ایک دلدوز چیخ فضا میں گونجتی سنائی دی۔اندرناتھ فوراً پیچھے کو پلٹا۔مٹی کے برتن اور کھلونے بنا کر بیچنے والے اور کالیا بجانے والے کوریا کا بیٹا زندہ نہیں رہا تھا۔چتا جلانے کے بعد، غالباً دوسری رسوم ادا کی جارہی تھیں۔بجولی بانسوں کے جھنڈ پر کھڑا گیا لال کپڑا، روایتی رسم کے بعد، ہوا میں لہرارہا تھا۔

اس کی آخری رسوم میں شرکت کرنے والے لوگ، اب بھی جگالیہ کے خاک آلود پانی میں نہادھورہے تھے۔اندرناتھ کو چونکا دینے والی دردبھری چیخ، اس لڑکے کی ماں کی تھی۔ دوعورتوں نے اسے سہارادیااوراسے چلاتی ہوئی، جیک فروٹ درخت تک لے آئیں۔شدید رنج وغم کی حالت میں، وہ چیختے ہوئے یہ گیت گارہی تھی۔

تمام پاؤں ہیں بوجھل اورانگلیاں ہیں شل
یہ کیا ہے رام! کہ لکڑی رکھی ہے تہ درتہ

MashalBooks.org

پتنا کے ہاتھ میں مشعل اور آنکھ ہے جلتھل
چتا کو آگ لگی اور سب نظر او جھل!

ماں کے غمزدہ اور دکھے دل کی یہ آہ وزاری لوگوں کے دلوں میں اترتی محسوس ہوئی اور ان کی آنکھوں میں بے ساختہ آنسو تیرنے لگے۔ لڑکا صرف دو دن میں بخار میں مبتلا رہ کر' چل بسا تھا۔ پلاس باڑی کے ڈاکٹر نے انہیں مشورہ دیا تھا کہ وہ گوہاٹی سے ڈاکٹر کو بلا لیں لیکن وہ غریب' پیسے پیسے کو محتاج باپ اپنے بیٹے کے علاج کیلئے' گوہاٹی سے ڈاکٹر کیسے لا سکتا تھا۔

کھٹ' کھٹ' کھٹ! اندرناتھ نے پلاس باڑی سے آتی سڑک کی جانب نگاہ دوڑائی' اس نے کسی آدمی کو سفید گھوڑے پر سوار آتے دیکھا۔ وہ جگالیہ کے لکڑی کے پل پر پہنچ کر کھڑا ہو گیا۔ سوار قریب آیا تو اس نے اسے پہچان لیا۔ وہ بھکارو گوسان کا بیٹا تھا۔ اپنے ستر کا' مستقبل کا گوسان' اسی لئے بھکارو کے گوسان نے اسے گوہاٹی سے واپس بلایا تھا' بالکل اسی طرح جیسے اندرناتھ کو اپنے ستر واپس آنا پڑا تھا۔ اندرناتھ کو اچھی طرح یاد تھا کہ بھکارو کا گوسان اپنے چیلوں' چانٹوں اور پیروؤں سے ملنے کے بعد' فوراً طالبعلموں کے ہوسٹل میں آیا کرتا تھا اور اس کے پاس ہرن کے گوشت کا ایک انبار ہوا کرتا تھا۔ اندرناتھ نے بھی کبھی ہرن کا اتنا زیادہ گوشت نہیں دیکھا تھا۔ گوسان کے پاس ایک بڑا زبردست ہاتھی بھی تھا' بالکل جگن ناتھ جیسا!

گھوڑا اب پل پر آ گیا تھا۔ اندرناتھ پر نظر پڑتے ہی' دیودت نے گھوڑے پر سے چھلانگ لگائی گوہاٹی میں رہنے کی وجہ سے' اس کی گفتگو میں بالائی آسام کا لب ولہجہ شامل ہو گیا تھا۔

''میں نے گری بالا اور اس ملیچھ گورے کے بارے میں سنا ہے اور ہاں' تم نے اسے کھڑاوؤں والے مقدس کمرے میں کیوں گھسنے دیا تھا؟ یہ بات بھی میرے کانوں تک پہنچی ہے۔''

اندرناتھ نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور کہا:

''چھوڑو یہ سب باتیں! مجھے یہ بتاؤ' تم جا کہاں رہے ہو؟''

''تم نے سنا نہیں؟ حکومت ہماری کھال کھینچنے پر تل گئی ہے پیارے دوست! زرعی اصلاحات آ رہی ہیں' زمین کی حد مقرر ہونے والی ہے!''

''اوہ! تم زمین کی زیادہ سے زیادہ حد مقرر ہونے کے قانون کی بات کر رہے ہو!''

MashalBooks.org

دیودت نے انگریزی، ایک افسر جنگلات مل رائے سے سیکھی ہے۔ شدید محنت کے باوجود بھی، وہ اپنا لہجہ صحیح نہیں بنا سکا۔ اس نے کہا:

''تم بے کار بیٹھے رہنے کے بجائے کچھ کرتے کیوں نہیں؟ دماغ لڑاؤ، کوئی چالاکی دکھاؤ، اس قانون سے اپنے بچاؤ کیلئے؟ تمہیں پتہ ہے 1956ء تک یہ قانون پورے بھارت میں لاگو ہو جائے گا۔ قانون کچھ اس طرح ہے۔'' پھر اس نے اپنے مخصوص لہجے میں انگریزی بولنا شروع کی:

مروجہ کسی بھی قانون، روایات یا معاہدوں سے متضاد ہونے کے باوجود، کوئی شخص بھی پچاس بیگھے زمین سے زیادہ کا مالک بن سکے گا اور نہ ہی اس کا کرایہ دار، اور پچاس بیگھے کی حتمی حد، کسی گھرانے کے افراد کی انفرادی ملکیت کیلئے بھی ہوگی اور کسی گھرانے کے کچھ یا تمام افراد کی مشترکہ ملکیت کیلئے بھی......

پھر دیودت بولا: ''میری بات کو سنجیدگی سے لو! بہتر ہوگا کہ میری مانو اور تیاری پکڑو، اس بارے میں کچھ نہ کچھ کر ڈالو!'' ایک لمحے وقفہ ڈال کر، وہ پھر کہنے لگا ''میں نے تو دستی رسیدوں کے ذریعے ہی اپنی کچھ زمین بیچ ڈالی ہے۔ یہاں بھی اس سلسلے میں آیا ہوں۔ میرے کئی رشتہ دار یہاں چکر ہاٹی میں بکھرے ہوئے ہیں۔ عظیم زلزلے کے بعد، یہاں زبردست قحط پڑا تھا۔ ان دنوں انہوں نے رنگوں سے چاول سمگل کیا اور یہاں لا کر بیچا۔ وہ اس سے راتوں رات امیر ہو گئے تھے۔ اندرناتھ! میری مانو اور وقت سے پہلے ہی کچھ کر لو۔ دیر ہو گئی تو روتے پھرو گے اور جو کچھ بھی کرو انتہائی رازداری سے! جھلی ماباڑی اور گرگارا میں موجود اپنی زمین، دستی رقعوں کے ذریعے ہی بیچ دو۔ خریدار، میں تمہیں بھیج دوں گا۔ اپنی کچھ زمین اپنے رشتہ داروں اور دوستوں کے نام کر دو اور جہاں تک ممکن ہو، زمین پر بیٹھے کرایہ داروں کو بے دخل کر دو۔ جنوبی کنارے کے سارے گوسانوں کو معلوم ہو چکا ہے کہ مرابطہ میں تمہاری کتنی بے عزتی کی گئی ہے اور تیئس موضعوں کے موضع دار! تمہیں پتہ ہے، وہ کیا کہتے ہیں؟

اچانک ان کی نگاہیں سڑک پر آتے ہوئے، ایک چھکڑے کی جانب مبذول ہو گئیں۔ اس پر پھولدار اور رنگین کپڑے کی چھت پڑی تھی اور وہ چاروں جانب سے ڈھکا ہوا تھا۔ دیودت کی استعجابی آنکھیں اس پر جم کر رہ گئیں۔ چھکڑا قریب آیا تو جبا کسم تیل کی بھینی بھینی خوشبو ان کے نتھنوں سے آ ٹکرائی۔ جنوبی کنارے کی عورتیں عموماً یہ تیل اپنے بالوں میں لگایا کرتی

تھیں‘ اسے سونگھ کر‘ اندرناتھ کو ہمیشہ گنے کے رس کی خوشبو یاد آ جاتی۔ دونوں کو یوں محسوس ہوا جیسے اس چھکڑے میں مچ کچی کے گوسان کی بیٹیاں سفر کر رہی ہیں۔ چکرہاٹی میں ان کی سہیلیاں رہتی تھیں اور ان سے ملنے کیلئے ان کا آنا جانا رہتا تھا۔

دیودت کی شوقین نگاہیں چھکڑے پر تنے خوبصورت پردے پر جمی ہوئی تھیں۔ شاید کسی لڑکی کا مرمریں بازو یا سڈول ٹانگ دکھائی دے جائے۔ عورتیں ہمیشہ سے ہی اس کی کمزوری رہی تھیں۔

''اندرناتھ! میں نے سنا ہے'' اس نے کہا ''تم راجہ پکھوڑی کے پروہت کی بیٹی سے شادی کرنے کا سوچ رہے تھے لیکن بعد میں پتہ چلا‘ تم نے ارادہ بدل دیا اور اپنی زمینوں کے مستقبل کے متعلق بھی تمہیں زیادہ دلچسپی نہیں رہی۔'' دیودت ایک لمحے کو رکا اور پھر کہنے لگا۔

''ہمارے گھرانے میں کبھی کسی نے برہمن لڑکی کو گھر میں نہیں ڈالا لیکن اگر تم نے ایسا سوچا ہے تو پھر ٹھیک ہے۔ میں پوری طرح تمہارے ساتھ ہوں۔'' پھر ایک شرارتی مسکراہٹ کے ساتھ بولا ''یہ بات بھی سنی ہے کہ وہ بالغ ہو چکی ہے اور آہا! تمہیں پتہ ہی ہے...... جسم کے خاص خاص حصے‘ اتنے بھاری ہیں‘ جیسے چاولوں کی ٹوکریاں!''

یہ کہتے ہوئے ایک خباثت انگیز مسکراہٹ اسکے ہونٹوں پر ناچ رہی تھی۔ اندرناتھ کو ناگوار گزرا مگر اس نے ضبط سے کام لیا۔ وہ دیودت کے کردار سے بخوبی واقف تھا۔ اس پر ناک بھوں چڑھانا بیکار ہی ہوتا۔ دیودت نے پھر بولنا شروع کیا۔

''سو اندرناتھ‘ ہر چیز واضح ہے۔ میرے خیال میں‘ میرے اور تمہارے والدوں کے ناموں میں سب سے زیادہ بلاٹیکس زمین ہے۔ تم کسی وقت میرے پاس آؤ۔ میں گاہک اور ہنڈی دونوں ہی تیار رکھوں گا‘ تمہارے لئے!'' اس نے جیب سے رومال نکالا اور اپنے جوتوں کی مٹی صاف کرنے لگا۔

''اور سنو! اگر کوئی حساب کتاب یا اعداد و شمار کی مشکل ہو تو اپنے مہورا کو میرے پاس بھیج دینا...... اور ایک بات اور...... اگر تمہیں حد کی وجہ سے کوئی زمین چھوڑنی پڑے تو گرگارا اور رنگامتی کی زمینیں چھوڑ دینا۔ ان پر مقدمات چل رہے ہیں۔ ان سے ہی جان چھوٹ جائے گی۔ لیکن احتیاط سے‘ اور ہاں مرابطہ میں جو تمہاری...... بلکہ ہم گوسانوں کی جو بے عزتی ہوئی ہے‘ اسے فراموش نہ کرنا‘ ان خبیث اور کمینے سرخ کمیونسٹوں پر لعنت! انہوں نے یہ کہنے

کی جرأت کی: آؤ اور آ کر اپنی زمینیں خود کاشت کرو! کتنی بے عزتی کی بات ہے۔ ان کو سزا دیئے بغیر نہ چھوڑنا! یہ ہم سب گوسانوں کی عزت اور وقار کا مسئلہ ہے!''

اندرناتھ نے اس کی تند و تیز باتوں پر کسی ردعمل کا اظہار نہیں کیا اور مکمل خاموش رہا۔ وہ جلد از جلد اس سے پیچھا چھڑانا چاہتا تھا۔ دیودت چلتا ہوا جیک فروٹ کے درخت کے پاس گیا' جہاں اس نے اپنا گھوڑا باندھ رکھا تھا۔ پھر مڑ کر' وہ اندرناتھ سے دوبارہ مخاطب ہوا۔

''خیال رکھنا' اندرناتھ! عجیب افراتفری کا عالم ہے۔ گوسان ایک دوسرے پر گر پڑ رہے ہیں۔ دستی رقعوں اور رشتہ داروں اور دوستوں میں زمین کی تقسیم کیلئے ہاہا کار مچی ہوئی ہے۔ شمالی کنارے کا ایک گوسان تو پان کی دکان لگانے کا سوچ رہا ہے۔ کیونکہ اس کشمکش میں اس کی زمین' اس کے بعض مکار رشتہ داروں نے ہڑپ کر لی ہے۔ اپنی زمینوں پر قبضہ برقرار رکھنے کیلئے' سارس کی طرح متحمل مزاج اور لومڑی کی طرح مکار ہونا ہوگا تمہیں!''

دیودت نے اپنی گول شیشوں والی عینک اتاری اور اپنے رومال سے اسے صاف کرنے لگا۔ وہ گوسان گھرانے کے دوسرے لڑکوں کی طرح' زیادہ صاف رنگ کا نہیں تھا' البتہ اس کی سیدھی لمبی ناک اس کی ذہانت اور معاملہ فہمی کا پتہ دیتی تھی۔ اس کی آنکھوں میں موجود تلون مزاجی اور زر پرستی اس کی شخصیت کی دلکشی کو خاصا کم کر دیتی تھی' اس کے بال گھنے اور سیاہ تھے' بیچ میں سے مانگ نکالتا تھا۔

''کافی عرصے سے بعد تم سے ملاقات ہوئی ہے۔ ماں جی تمہیں دیکھ کر خوش ہوں گی۔ گری بالا کی موت کے بعد انہوں نے سورج کی روشنی میں آنا ہی چھوڑ دیا ہے۔'' اندرناتھ نے اس سے کہا۔

''آج نہیں' اندرناتھ'' دیودت نے دھیمی آواز میں کہا'' یہ زمین کے چکر میں آیا ہوا تھا۔ میں تمہارے ماں باپ سے دو تین روز بعد ملنے آؤں گا۔ تم خاصے بیمار اور کمزور لگ رہے ہو میرے دوست! گری بالا کی خودکشی پر اتنا بھی غم نہ کرو۔ اس نے اچھا ہی کیا ورنہ وہ گائے خور خبیث گورا تمہارے گھرانے کا نام خاک میں ملا دیتا۔''

''نہیں' نہیں! ایسے نہ کہو۔'' اندرناتھ نے اس کی بات کاٹ دی'' جہاں تک میرا تعلق ہے' میں ان دونوں کی یک جائی پر قطعی ناراض نہ ہوتا شاید تم یقین نہ کرو مگر مجھے آج تک ملنے والوں میں' مارک سب سے سچا آدمی تھا۔ میں اس کی بے پناہ عزت کرتا تھا۔''

''حیرت ہے!'' دیودت چیخ ہی تو پڑا'' کل کے ادھیکار کے منہ پر یہ کفر کے کلمات! میں نے کسی گوسان کے بیٹے کو اس حد تک ملحد ہوتے نہیں دیکھا۔ اب ابھی میرے ذہن میں ایک واقعے کی یاد تازہ ہوگئی۔ ہم اس زمانے میں' اکٹھے گوہاٹی میں زیر تعلیم تھے' یاد ہے نا' ان دنوں' ہم اپنا کھانا خود ہی تیار کیا کرتے تھے۔ دسمبر کے مہینے میں ایک دن' صبح سویرے ہم دریا میں نہا کر بیٹھے ہی تھے اور برآمدے میں گیاتری منتر پڑھنے میں مشغول تھے کہ مچھیری ذات کا ایک لڑکا' بمشکل پانچ سال کا ہوگا' تھیلے میں مچھلیاں بھرے ہمارے پاس آیا۔ پتلا دبلا' سوکھی سڑی ٹانگیں مگر اس کا پیٹ پھولا ہوا تھا۔ میں نے اسے تھیلا الٹا دینے کو کہا تاکہ پتہ چلا سکوں کہ مچھلیاں تازہ ہیں یا نہیں۔ لڑکے نے ساری مچھلیاں فرش پر الٹ دیں ایک زندہ مچھلی نے چھلانگ جو لگائی تو سیدھی لڑکے کے منہ میں جا پھنسی۔ بڑا ہی خوفناک منظر تھا! لڑکا تو زمین پر گر کر تڑپنے لگا۔ درد اور سانس گھٹنے کی وجہ سے اس کی طبیعت بہت خراب ہو رہی تھی۔ ہم گوسان لڑکوں نے اس کی طرف بڑھنے اور اسے ہاتھ لگانے کی جرأت نہیں کی کیونکہ اس برفیلے موسم میں دوبارہ نہانے کی ہمت کسی میں بھی نہیں۔ تم ان دنوں بیمار تھے' شاید ملیریا ہو گیا تھا۔ بہت تیز بخار تھا تمہیں' تم نے سنا تو بھاگے چلے آئے۔ یہ دیکھ کر' یاد ہے' تم نے کیا کہا تھا؟ تم چیخ پڑے تھے' دنیا میں کوئی دھرم نہیں بچا کیا؟ کوئی ہمدردی اور انسانیت نہیں بچی؟ تم کسی گولی کی طرح اس بچے کے پاس گئے۔ ہم نے منع بھی کیا' اس کے قریب نہ جاؤ' تمہیں بخار ہے۔ مگر تم نے کسی کی نہ سنی۔ اس کے منہ میں اپنی انگلیاں ڈالیں اور مچھلی کو باہر کھینچ لیا۔ پھر ہم نے تمہیں برہم پتر جانے اور وہاں نہانے پر مجبور کیا تھا' کتنا برفیلا موسم تھا! یاد ہے نا! تم پوتر ہونے کی رسم ادا نہیں کر سکے تھے کیونکہ تم شدید بخار میں جل رہے تھے۔''

اندرناتھ نے جواب دیا۔

''اس وقت بھی ہم نے نے اپنی مذہبی رسوم اور اقدار کے بارے میں تمہاری عدم توجہی اور لاتعلقی پر خاصی بحث کی تھی۔ ہم حیران تھے کہ تم اپنی زندگی کس طرح گزارو گے۔ آنے والے سالوں میں تمہارے ساتھ کیا بیتے گی۔ بہت فکر مند تھے ہم سبھی تمہارے بارے میں......اب اندرناتھ! تم ہی بتاؤ' تم اس گائے خور گورے کو اجازت دے دیتے کہ وہ تمہاری بہن کو تم سے دور لے جائے؟''

اندرناتھ نے اس سوال کا جواب اثبات میں دیا اور نہ ہی نفی میں لیکن دیودت کو کسی وجہ

MashalBooks.org

سے یہ غلط فہمی ہو گئی کہ وہ یقیناً کچھ نہ کچھ غیر روایتی اور نا قابل یقین حرکت کو گزرتا۔ اس نے اندرناتھ کے جواب کا انتظار نہیں کیا۔ وہ گھوڑے پر سوار ہو گیا اور جانے کی تیاری کرنے لگا۔ رخصت ہوتے ہوئے

اس کے آخری الفاظ یہ تھے۔ ''اندرناتھ یاد رکھنا زمین کی حد مقرر ہو رہی ہے۔ تمام گوسان اس سلسلے میں پاگل ہوئے پھر رہے ہیں۔ علی باڑی اور دکھن رانی کی وہ میعادی خراجی زمینیں بیچنے کا پروگرام ہو تو میرے پاس چلے آنا۔ میں خرید لوں گا' ساری کی ساری زمینیں !وعدہ رہا!''

اندرناتھ کی متکبرانہ خاموشی قائم رہی۔ اس نے اسکی طرف نگاہ تک نہیں اٹھائی۔ پھر اسے دیودت کے گھوڑے کی ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔ اس نے سر اٹھایا تو وہ جیک فروٹ کے درخت کے پار' پختہ سڑک پر جا چکا تھا۔ اسے صرف گھوڑے کے چلنے کی آواز آ رہی تھی ...... کچھ نہ کچھ حقیقت تو ہے دیودت کی باتوں میں 'زمین کی حد مقرر ہو رہی ہے۔ لیکن اس کے لیے سر جوڑ کر بیٹھنے اور کچھ کرنے کا' اس کا تو کوئی ارادہ نہیں۔ اس کا دل بھاری پن محسوس کر رہا ہے۔ دستی نوٹوں اور زمین کے خریداروں کے لئے مہورا کو بھیجنا بھی ...... وہ تو یہ بھی نہیں کرنا چاہتا۔ کتنی بکھری بکھری سوچیں ہیں...... خالی پن کیوں لگ رہا ہے۔ کچھ سوچنے یا کچھ کر گزرنے کی خواہش ہی نہیں!

بدقسمت کوریا کے بیٹے کی آخری رسومات میں شریک لوگ جگالیہ میں روایتی غسل سے بھی فارغ ہو چکے تھے۔ وہ سب پتلے دبلے بلکہ ہڈی کے ڈھانچے بنے' سوکھے سڑے لوگ 'اس کے قریب سے گزر کر جا رہے تھے۔ انکی دھوتیوں سے ابھی تک پانی ٹپک رہا تھا۔ بعض اس کے سامنے احتراماً جھکے بھی اور پھر اپنے راستے پر ہو لئے۔ ایک افسردہ آدمی نے جھک' اپنا ماتھا زمین پر ٹکا دیا اور فریادی انداز میں کہنے لگا۔

''سارو گوسان! کالے بخار کی وبا برہرا' مدکھورو ہرامد' تالاپاڑہ اور دوسرے دیہاتوں تک پھیلتی جا رہی ہے۔ بہت سے لوگ مر گئے ہیں! بہت سے اس میں مبتلا ہیں۔ حکومتی کمپاؤنڈر کی لال دوائی بھی انہیں نہیں بچا سکی۔ انہیں الٹی ہوتی ہے اور وہ مر جاتے ہیں! الٹی ہوتی ہے اور مر جاتے ہیں...... مکھیوں کی طرح!''

تھکا ہارا' دل برداشتہ آدمی اندرناتھ کا جواب سنے بغیر' آگے کو چل دیا۔ یہ سب لوگ

MashalBooks.org

ڈھانچوں کا مجموعہ لگ رہے تھے۔ افیم کی لعنت نے انہیں بری طرح جکڑ رکھا تھا......

اندرناتھ بڑی ہٹ کی طرف جانے والی سڑک پر ہولیا۔ کافی دیر ہو چکی تھی۔ دھوپ بری طرح چبھتی ہوئی محسوس ہو رہی تھی۔ اس نے اپنا پائپ نکالا۔ اس میں بیڑی کا تمبا کو ڈالا اور اسے سلگا لیا......

ہاں دیوت ٹھیک ہی کہتا ہے۔ زمین کی حد مقرر ہونے سے گوسان برباد ہو جائیں گے۔ چار سو سال سے موجود' ان کا اس زمین سے رشتہ' ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا۔ اسے معلوم تھا کہ اگلے دو چار دن میں' اس کا باپ اسے بلا کر کہے گا۔ ''اندرناتھ کچھ کرو! تمہیں یاد نہیں' ہمارے بڑے گادری گوسان نے' کاشت کاروں کی خواہش پر' بجاپاڑہ کی ساری زمین 'انہیں پٹے پر دی تھی۔ اور یہ بھی تمہیں پتہ ہے کہ گاروموضع دار نے کیسی ہیرا پھیری کر کے 'کھمار کی ساری زمین ہڑپ کر لی تھی؟ لیکن' بیٹے' ان دنوں تمہارا ذہن نہ جانے کیسے تصورات میں گم ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا کیا جائے؟ شاید تم اندازہ نہیں لگا سکتے کہ تمہارے بڑوں نے ان زمینوں کو قائم رکھنے میں کتنا خون پسینہ ایک کیا ہوگا؟ برمیوں کے حملے کے بعد' صرف گوپی ناتھ دیوتا کے طفیل' ہم نے اچھی زندگی گزاری ہے۔ ہر کوئی جانتا ہے' تم عقل مند ہو لیکن یہ لاتعلقی کیوں؟ اندرناتھ۔ کیوں؟

ہاں' اس کے والد کے الفاظ اس کے کانوں میں گونجتے ہیں۔ یہ سچ ہے کہ اسے زمینوں میں کوئی دل چسپی نہیں رہی۔ یہ دلچسپی تو اسے کبھی بھی نہیں تھی! راجہ شیوسنگھا کی بخشی ہوئی غیر خراجی زمین ...... جسے کیپٹن جنکنز کے حکم پر خراجی قرار دے دیا گیا تھا...... کے حساب کتاب کا سر پیر' اسے کچھ بھی پتہ نہیں۔

وہ اس طرح کیوں سوچ رہا ہے؟ کہیں ایسا مرحلہ تو نہیں آجائے گا کہ گوسان کو' اسکی جگہ 'کسی غیر آدمی کو ادھیکار بنانا پڑے۔ جنوبی کنارے پر کوئی ایسا گوسان ادھیکار کبھی ہوا ہو گا جسے اپنے بیٹے کے ہوتے ہوئے' اپنی جانشین کے لیے کسی اور کو ڈھونڈنا پڑے؟ جہاں تک اسے یاد پڑتا ہے' برہم پتر کے کنارے' ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔

کیوں ہے یہ ذہنی کیفیت؟ کیوں؟ لیکن یہ لاتعلقی تو ہمیشہ سے اسکی سوچ اور رویئے کا حصہ تھی۔ اسی وجہ سے بعض اوقات وہ پراسرار طور طریقے اختیار کر لیتا تھا۔ بولو کے جوئے خانے میں تاش کھیلتے ہوئے بھی......اب بھی اس کے ایسے تصورات ہوتے ہیں۔ راجہ پکھڑی

کے پروہت کی بیٹی ایلی مان کی دلکشی اور دلربائی بھی' ان تخیلات کو کاٹ نہیں پائی۔ یہ لاتعلقی اس کے جگمگاتے اور جھلملاتے وجود کے سنہری جال تک میں سوراخ پیدا کر دیتی ہے......

جن دنوں' وہ گوہاٹی میں زیر تعلیم تھا۔ یہ پراسرار لاتعلقی اور افسردگی اکثر اسے اپنی گرفت میں لے لیا کرتی تھی۔ ایسے لمحات میں' وہ برہم پتر کے کنارے چلا جاتا اور اسکے ریتلے ساحل پر چلتا رہتا۔ (کہا جاتا ہے کہ اندر ناتھ کو' غلطی سے' ان مارواڑی اور بہاری لڑکوں کے ساتھ گرفتار کر لیا گیا تھا' جو سرعام بدتمیزی کرتے پھر رہے تھے۔ اور یہ صرف اس وجہ سے ہوا کہ وہ اپنی افسردگی اور بے چینی دور کرنے کیلئے وہاں بے مقصد آوارہ گردی کر رہا تھا۔

بڑی ہٹ جانے والی سڑک پر' لکڑی کے پل کے آخر میں جامن کا ایک گھنا درخت تھا۔ اس کے سائے کی وجہ سے' یہ جگہ بہت ٹھنڈی اور خوشگوار لگتی تھی۔ یہاں سے جگالیہ کے دونوں کنارے صاف دکھائی دیتے ہیں۔ دونوں کنارے انتہائی سرسبز اور شاداب ہیں اور ان کے درمیان بہتا پانی نیلے آسمان کو منعکس کرتا رہتا ہے۔ یوں لگتا ہے جیسے دریا' کسی نیلے رنگ کے اژدھے کی طرح' زمین کے سرسبز ریشمی غلاف میں گھسا چلا جا رہا ہے۔ اندر ناتھ کی یہ پسندیدہ اور مخصوص جگہ ہے۔ یہاں بیٹھ کر وہ پائپ سلگا کر' اتھاہ خاموشی کی فضا میں' بڑے سکون سے کش لیا کرتا ہے۔

پل کا یہ حصہ' سایہ دار جامن کا درخت' سرسبز کناروں اور دریا کی طغیانی لہروں کا نظارہ ......ان سب کا اس سے ایک پراسرار سا تعلق ہے۔ اسی جگہ پاگل ہاتھی......اس کا اپنا جگن ناتھ......اس کے مدمقابل آ کھڑا ہوا تھا اور اسے نقصان پہنچائے بغیر چلا گیا تھا۔ اسی جگہ اس نے درگا کو الوداع کہتے ہوئے' اسکی آخری جھلک دیکھنے کی خواہش کی تھی۔ اور ہاں اسی جگہ ......ایک چاندنی رات' اس کی ایلی مان کے ساتھ ناقابل یقین اور ہمیشہ یاد رہنے والی ملاقات ہوئی تھی' اس کی بوڑھی آیا کے ہمراہ!

نہیں نہیں! وہ یہاں مزید اکیلا نہیں رہنا چاہتا...... گرگارا اور ساوا کوچی کے پیروکار اور معتقد......اسکی ماں نے بتایا تھا کہ وہ بہت بااثر لوگ ہیں۔ جن دنوں وہاں گوہاٹی کے اسکول میں پڑھتا تھا تو وہ قیمتی شالیں' پرانے چاول' مٹی سے بنے خوبصورت برتن' ہاتھی دانت کی کنگھیاں' ریشمی ویکھالے اور عورتوں کے کام کی مختلف چیزیں تحفتاً لائے تھے۔ گانے بجانے والے اور بازی گر بھی ان کے ساتھ آئے تھے۔ عمارت کے سامنے دالان کو خوب سجایا گیا

تھا۔ وہاں جنوبی کنارے کے ایک بھگوتی نے بھگوت گیتا کے مقدس اشلوک پڑھے تھے۔ اندرناتھ اس برہمن کو بخوبی جانتا تھا۔ وہ ایک موڑھے پر بیٹھ کر بھگوت کی پرانی اور بوسیدہ سی کتاب کھولتا' جسکا ہر صفحہ الگ الگ ہو رہا ہوتا تھا' مختلف جگہوں مثلاً برہر آمدؤ کھروآ مدو ......تالا پاڑہ' چوہدری پاڑہ سے آئے ہوئے لوگ گھیرا بنا کر' اسکے گرد بیٹھ جاتے اور بڑی توجہ سے اسے سنا کرتے۔ یہ بھگوتی ہمیشہ گول شیشوں والی عینک پہنا کرتا تھا۔ لوگ اسکی عینک کا مذاق بھی اڑایا کرتے تھے۔ مگر وہ ذرا سا آگے کو' عین اسکی ناک پر دھری رہتی اور بھگوت کا تو وہ کمال کا قاری تھا۔ اندرناتھ کو ابھی تک یاد تھا کہ وہ کتنے خوبصورت پیرائے میں' اس ستر کے بانیوں اور داموودھر دیو کی مہمات کا تذکرہ کیا کرتا تھا۔ انہوں نے اپنے دھرم کی کیسے مذمت کی' وہ کیسے لوگ تھے۔ ان سب معاملات اور کیفیات کو وہ وہاں موجود سامعین کے موڈ اور صورت حال کے مطابق' اپنی سحر انگیز اور شیریں زبان کا جادو جگاتا تھا۔ ظلم و جور کی داستانیں بھی بعض اوقات' ایک مخصوص صورت حال اور ماحول میں بھی بھلی اور خوشگوار لگ جاتی ہیں۔

یہ سب انسان کے اپنے ہاتھوں کا کمال ہے! وہاں مردوں اور عورتوں کے ہاتھوں کا! یوں لگتا ہے جیسے خدا خود تو کچھ ہے ہی نہیں' صرف سچائی اور دھرم ہی خدا ہے۔ اگر کوئی دھرم ہوسکتا ہے تو بس یہی ہوگا۔ اندرناتھ اپنی ذہنی کیفیت کو تول رہا تھا۔

کیا اس کے ذہن کی ساری کھڑکیاں بند ہو چکی ہیں؟ نہیں ہرگز نہیں! کم از کم ایک کھڑکی ہے' وہ آج بھی سبز ریشمی کپڑے میں ملفوف نیلے اژدھے کی طرح جگالیہ کے حسن کا متعارف ہے۔ اسے' اس منظر سے اپنی محبوبہ ایلی مان کے لمبے کھلے بالوں کا بکھرنا یاد آجاتا ہے۔ وہ پورے چاند کی خوبصورتی محسوس کرتا ہے۔ لگتا ہے جگالیہ کے پانیوں میں روشنی کا دودھیا جال بکھرا ہوا ہے۔

فطرت اور اس کے مظاہر سے محبت کرو! یہ محبت مانگتی کچھ نہیں! تمام سڑکیں یہیں ملتی ہیں اور ختم ہو جاتی ہیں۔ اور یہ کچھ اسے بھی یوں ہی لگتا ہے!

گری بالا' مارک' سارو گوسانی ......اور ان کا پیار' انکی چاہت ...... وہ بھی اسی فطرت میں جذب ہو کر رہ گیا ہے۔ کیا واقعی؟

اسکے دل کے کونے میں' ایک ناقابل یقین درد' اب بھی اسے اذیت دیتا رہتا ہے۔ احساس جرم اور ندامت اسے گھیرے ہوئے ہیں۔ کتنا خودغرض ہے وہ بھی! ......اس کے دل

کے تار' گری بالا کی روح کی تھرتھراہٹ کے ساتھ بج رہے ہیں۔اسکی لطیف آواز اس کے ذہن میں گونج رہی ہے۔

''میں تمہیں جانتی ہوں۔اچھی طرح سمجھتی ہوں تمہیں!تمہارے بے چین اور منتشر ذہن کو جب سکون اوراطمینان ملے گا تو مجھے بہت خوشی ہو گی۔''

آہ!وہی تو ان کے درمیان راہ ورسم اور یگانگت کا سبب بنا تھا۔اس کا خیال تھا۔اس طرح مارک کواپنے انتہائی اہم کام میں مناسب مدد مل جائے گی اور گری بالا مصروفیات کی وجہ سے'اپنی ذہنی پریشانیوں اورالجھنوں سے بچی رہے گی۔علم کی تشنگی بجھے گی اوراس طرح وہ اپنی زندگی بہتر انداز میں گزار سکے گی۔وہ دیکھتا چلا آیا تھا کہ بیوہ عورتیں کس بے چارگی اور کسمپرسی کے عالم میں زندگی گزارتی ہیں۔یوریئم اور دیار کی لکڑی کی دیواریں اور ستون' کسی تابوت کی طرح ان کا مقدر نہیں بننے چاہئیں۔عورت کی زندگی' خدا کا عطا کردہ ایک خوبصورت اور دلکش تحفہ ہے۔

اس کے دوست' مارک کے مقدس صحیفوں میں کچھ یوں لکھا ہے

''میں نے بھینسوں کو بکریوں کے ساتھ ساتھ رہنے کے لیے پیدا کیا ہے۔دنیا میں جا' لیکن سانپ کی طرح ذہین اور سمجھدار بن کراور فاختہ کی طرح صلح پسند اور معتدل مزاج ہو کر!وہ تجھے پکڑلیں گےاوراپنے مذہبی اجتماعوں میں تیری نمائش کریں گے!''

آہ اس نے بھی کیا فاش غلطی کی!اس نے ان دونوں کو اکٹھے' آمنے سامنے دیکھا تھا 'جھاڑیوں کے آس پاس' درختوں کے نیچے۔وہ ایک دوسرے میں تجسیم ہو رہے ہوتے تھے لیکن اس نے نہ اس سلسلے میں کچھ کہا اور نہ ہی کچھ کیا!

اسی مقدس صحیفے میں' ایک اور جگہ کہا گیا ہے''ہم بھوکے تھے مگر تم نے ہماری بھوک نہیں مٹائی۔ہم چیخ وپکار کررہے تھے' آہ وزاری کررہے تھے مگر تم نے ہمارے دکھ نہیں بانٹے اور ہم نے بانسری پرخوشی کا نغمہ سنایا مگر تم نے اسے نہیں سنا!''

اندرناتھ دوبارہ سڑک کے کنارے کنارے چلنے لگا۔بولو کے گھر کا دروازہ دکھائی دے رہا تھا۔اس نے دروازے پر جاکر' اسے کھولنا چاہا مگر پھر اس نے اپنا ارادہ بدل دیا۔کچھ دیر وہ بے حس وحرکت کھڑا رہا تھا۔خوبصورت اور دیدہ زیب پردوں سے سجا ہوا' ایک چھکڑا' دالان میں سائے بان تلے کھڑا تھا۔

غالباً کچھ عورتیں ......قریبی گاؤں سے ...... بولو کے گھر ملنے آئی تھیں۔اندر سے بات

MashalBooks.org

چیت اور ہنسی مذاق کی آوازیں باہر تک آ رہی تھیں۔ شاید گولک دھم کا کھیل جاری تھا۔ اچانک اندرناتھ کے ذہن میں آیا کتنا اچھا ہوتا اگر گوسانی ماں، حقہ گڑگڑا کے اپنے ہونٹ سیاہ کرنے کے بجائے، گولک دھم جیسے کھیلوں میں مشغول رہا کرتی۔

وہ ابھی تک تذبذب میں تھا کہ اندر جائے یا نہ جائے۔ اتنے میں بولو پان کی پیک تھونے خود ہی برآمدے میں آ گیا۔ اندرناتھ کو باہر کھڑے دیکھ، وہ حیرت سے چیخ اٹھا۔

''سارو گوسان! یہاں کیوں کھڑے ہو؟ اندر آ جاؤ!''

اندرناتھ اندر چلا گیا۔ گھر کے قریب پہنچتے ہی، برآمدے میں اسے ایک بوڑھا آدمی کرسی پر بیٹھا نظر آیا۔ سفید داڑھی سے اسکا چہرہ ڈھکا ہوا تھا اور سر کے سفید بال کانوں سے بھی نیچے آ رہے تھے۔ بولو نے اپنے مہمان کا تعارف کروایا۔ ''یہ شمالی کنارے کے بلابھ گوسوامی ہیں۔ ۱۹۱۲ء میں یہ تمہارے والد کے ساتھ گوہاٹی میں پڑھا کرتے تھے۔ پربھو! ۱۹۱۲ء ہی تھا نا؟''

بوڑھے آدمی نے اثبات میں سر ہلایا۔

اندرناتھ کو یاد آ گیا کہ ایک دفعہ اسکے والد نے اس گوسان کا ذکر کیا تھا وہ اتنا غریب تھا کہ اپنی شادی کے لئے کنیا پان کی لازمی رسم نہیں کر سکا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ پوری زندگی کنوارا ہی رہا۔ اس کے اجداد بنگال کے ضلع نادیہ میں شانتی پور سے یہاں آ گئے تھے۔ امرنگاستہ کے کنواج گوسانوں سے ان کی کوئی رشتہ داری نہیں تھی۔ اس گوسان نے کنیا پان کے خلاف زبردست جنگ کی تھی اور بالآخر جیت گیا تھا۔ اسکے والد نے اتنا ہی بتایا تھا اس گوسان کے بارے میں..................

اندرناتھ نے بوڑھے کو اور قریب سے دیکھا۔ اسکے بال بالکل سفید تھے اور اس نے اینڈی کپڑے کی سلی، بوسیدہ سی واسکٹ پہنی ہوئی تھی۔ چمڑے کے مضبوط جوتے پیروں میں تھے اور صاف ستھری چادر، اپنے کاندھوں پر ڈال رکھی تھی۔

اندرناتھ نے بوڑھے آدمی کو پہچانا تو اس کا چہرہ دمک اٹھا۔ اس نے کہا۔

''میں نے کوچ بہار کے بھیلا دنگا ستر میں تمہارے بارے میں سنا تھا۔ ہر جگہ اسی خبر کا چرچا ہے۔ کہ تم بھولا گاؤں، رات کے اندھیرے میں، جمال کی لاش کے ہمراہ گئے تھے، پاگل ہاتھی سے خوف زدہ ہوئے بغیر! شاباش! کمال ہی کر ڈالا تم نے!''

بولو نے بوڑھے گوسان سے درخواست کی ''ماسٹر! سارو گوسان کو آشیرباد دو۔ جلد ہی

MashalBooks.org

اسے کمیونسٹوں کے زیر قبضہ' مرابطہ کی زمینوں پر جانا ہے۔ انہوں نے وہاں قیامت ڈھا رکھی ہے۔ اس کی کامیابی کی دعا دو اسے!''

''نہیں' نہیں!'' اندرناتھ نے مداخلت کی۔ '' مجھے زمینوں کی کوئی ہوس نہیں۔ اپنے والد کی وجہ سے کر رہا ہوں میں۔ یہ ان کے سر پر سوار ہے اور وہ اسے خاندان کے وقار کا مسئلہ بنائے بیٹھے ہیں۔ میں خود بڑی بے بسی محسوس کرتا ہوں۔ واقعی!''

''ہاں' ہمیں پتہ ہے'' بولو نے کہا۔ ''لیکن وہ گوسان کو' ہمارے آقا کو دھمکیاں دے رہے ہیں۔ اسے بتا رہے ہیں کہ وہ اپنے ہاتھ سے کاشت کرے! حرامی کہیں کے! پاگل کتے! پتہ ہے' مہودا کو گوسان کا حصہ دینے کے بجائے لاٹھیوں سے کس طرح' اسے زدوکوب کیا گیا تھا؟''

اس اثناء میں ایک بندہ اندرناتھ کے لئے کرسی اٹھا لایا۔ بولو نے اپنی چادر کے پلو سے اسے صاف کرتے ہوئے اندرناتھ سے کہا'' آؤ' سارو گوسان! تم یہاں بیٹھو!''

''ادھیکاروں کی طاقت اور آن بان ختم ہو چکی ہے۔'' بوڑھے گوسان نے کہا۔ ''زمین کی حد ملکیت نے سب کچھ الٹ پلٹ دیا ہے۔ تیس' چالیس سال پہلے! کیا شاندار زمانہ تھا! اب کہاں وہ شان و شوکت؟ میں تمہارے باپ کے ساتھ خوب کھیلا کرتا تھا۔ بڑھے بھی ہم اکٹھے ہی۔ ان دنوں ہر ہفتے' تمہارا ہاتھی' گاؤں سے جایا کرتا تھا۔ کیا دن تھے وہ بھی! کونڈوں میں مکھن جیسا موٹا دہی' گنا بالکل بانس کی طرح اور شہد جیسا میٹھا جیک فروٹ! کیا لطف انگیز اور چٹ پٹی ضیافتیں ہوتی تھیں! ان گزرے دنوں کی یاد بھلائے نہیں بھولتی۔ ایک دفعہ' میں یہاں تمہارے باپ کے ہاتھی پر بھی آیا تھا۔ اس وقت بڑا جغادری اور طرح دار ہاتھی تھا تمہارا! بھلا سا نام تھا! ہاں' ہاں' ایراوت کہتے تھے اسے۔ اگر چار سے زیادہ آدمی اس پر بیٹھ جاتے تو وہ بری طرح بدکنے لگتا تھا۔ پھر ہر ایک کو اس کا ہودہ کسنے کے لئے' بار بار نیچے اترنا پڑتا۔ ایک بار مہاوت' اس کے پیٹ کے گرد رسی کس رہا تھا' اس نے اپنا دانت گاڑ کر اس کا سر پھاڑ دیا۔ ہم اس دن بہت افراتفری میں تھے کیونکہ گوہاٹی کے اس راستے پر مخصوص اوقات کے بعد ہاتھیوں کو آنے کی اجازت نہیں تھی۔''

سونے کی طرح چمکتے' پیتل کے بڑے مگوں میں' دونوں گوسانوں کو چائے پیش کی گئی۔ انہوں نے خاموشی سے چائے پی۔ چائے پیتے ہی شمالی کنارے کے گوسان نے دوبارہ بات شروع کی۔

''تمہارا باپ غیر معمولی ذہین تھا۔ ان دنوں ہم میکالے کی 'قدیم عہد کا روم' یا شیکسپیئر کا 'الف لیلیٰ'، اور نوجوانی کا سنہرا راستہ جیسی کتابیں پڑھتے تھے مگر تمہارا باپ بینکم کی دیوی چودھرانی، نیلسن کی زندگی جیسی کتابیں پسند کرتا تھا۔ بنگاباسی نامی رسالہ ہمیشہ اس کے سرہانے موجود ہوتا تھا۔ ایک بار تھیٹر دیکھنے کے لئے میں نے تمہارا سالانہ اجتماع بھی دیکھا تھا۔ تمہارے دادا آتشی پٹاخے اور کریکرز خود بناتے تھے۔ وہ بانس کی کھوکھلی شاخوں میں بارود ڈال کر ان کے کریکر بنا ڈالتے۔ گندھک اور شورے کو تارکول میں ملا کر' وہ خود بارود بھی بنا لیتے تھے۔ سب مہمانوں کی سندہ (چاولوں کا بھرتہ اور دہی) سے تواضع کی گئی۔ مہمان بھی تو نہ جانے کہاں کہاں سے آئے تھے تعلق داریاں سے شامیانہ لگانے والے آئے تھے۔

......ڈھول بجانے والے گرگارہ سے تھے اور بازی گر جی پور سے بلائے گئے تھے......

اسی اثناء میں پاندان لا کر رکھا گیا۔ کٹی ہوئی چھالیہ اور تمبا کو بھی پیتل کے ایک سٹینڈ پر رکھے تھے۔ ایک بندہ تازہ بنا ہوا حقہ لے کر آ گیا' شمالی کنارے کے بزرگ گوسان کے لئے۔

''سنو' اندرناتھ! ایک دفعہ' جب میں یہاں پر ہی تھا' میں نے سنا کہ قاہرہ کے گوسان کو قتل کر دیا گیا ہے۔ اس کے دو بیواؤں اور ایک شادی شدہ عورت سے تعلقات تھے!''

اندرناتھ اپنی ہی الجھنوں میں گرفتار تھا۔ وہ بوڑھے گوسان کی گفتگو کو توجہ سے سن نہیں پا رہا تھا۔ وہ تو ایک خاص معاملے پر بولو سے بات کرنے آیا تھا اور وہ بات کرتے ہی واپس چلا جاتا لیکن باتونی گوسان سے جان چھڑانا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ اندرناتھ کی پریشانی اور بے توجہی کی وجہ زمین کی حد ملکیت کا مقرر ہونا ہے۔ شمالی اور جنوبی کناروں کے نوجوانوں گوسانوں کو وہ مسلسل اسی اضطراب اور بھاگ دوڑ کا شکار دیکھ رہا تھا۔ اس لئے وہ کچھ غلط بھی نہیں تھا مگر ظاہر ہے وہ اندرناتھ کے ذہنی انتشار کی حقیقی وجوہ جان ہی نہیں سکتا تھا۔

بزرگ گوسان نے کہا ''کوچ بہار میں ہی' میں نے یہ بھی سنا تھا کہ تمہیں زمین وغیرہ سے کوئی خاص لگاؤ نہیں۔ لیکن تمہیں دیکھتے ہوئے' وہ رائے غلط محسوس ہو رہی ہے۔ اور ہونا بھی چاہیئے! اپنی وراثتی جائیداد یا ٹھاٹھ باٹھ کون ایسے ہاتھ سے جانے دیتا ہے؟ کم از کم نئی نسل کے نوجوان تو ہرگز نہیں۔ میں صحیح کہہ رہا ہوں ناں؟''

بولو نے بے ساختہ مداخلت کی۔

''نہیں' نہیں' ایسا نہیں ہے۔ اندرناتھ کو زمین کی کوئی ہوس نہیں۔ اسے تو یہ بھی پتہ نہیں

کہ جنکن کے زمانے میں ان کی کتنی زمین پر حکومت نے ٹیکس لگا دیا تھا۔''

''غیر خرابی زمین پر''بوڑھے گوسان نے دخل دیتے ہوئے کہا۔''جو ٹیکس راجہ چندر کانت سنگھانے لگایا تھا' وہ برمیوں کے حملے تک نافذ رہا۔گورے صاحب کے دور میں ہر طرح کی زمین پر' آٹھ آنے پر چار بیگھہ ٹیکس لگا دیا گیا۔''

''اوہ! گورے صاحب؟ کیا وہ ڈیوڈ سکاٹ تھا؟''بولو نے سوال کر ڈالا۔

''ہاں ہاں' ڈیوڈ سکاٹ کے دور میں ہی آٹھ آنے ٹیکس ہوا۔۱۸۴۱ء سے' جنکن صاحب کے زمانے میں بھی زمین کا اندازہ اور حساب کتاب برہموتار اور دھرموتار کی بنیاد پر ہونے لگا تھا۔عجیب افراتفری اور ابتری کا سلسلہ رہا۔اہوم بادشاہ کی عطا کردہ زمینوں کے علاوہ' ہر طرح کی زمین پر چار آنے فی بیگھا ٹیکس لگا دیا گیا۔ جگالیہ کے دونوں کناروں پر ایسی بہت سی نزاعی زمینیں تھیں۔تمہیں پتہ ہے اندرناتھ! یہ زمینیں کہاں واقع ہیں اور ان کا رقبہ کتنا ہے؟''

اندرناتھ کچھ دیر خاموش رہا پھر کہنے لگا۔

''زمین کا سارا حساب کتاب ہمارا مہورا کرتا ہے۔''اس نے بولنا بند کر دیا اور واپس اپنی لاتعلقی کی کیفیت میں کھو گیا۔اسی وقت اندر' زنان خانے میں' غالباً گولک دھم کھیل کے دوران' عورتوں کا زبردست قہقہہ بلند ہوا۔ سارو گوسان نے اپنی جیب سے رومال نکالا اور اپنے چہرے پر موجود پسینہ صاف کرنے لگا۔ پھر اس نے بولو کی جانب دیکھا اور کہا

''دراصل میں تمہارے پاس ایک ضروری کام کے لیے آیا ہوں۔''

''ہاں' ہاں! بتاؤ' کیا کام ہے؟''بولو نے بڑے خلوص سے کہا۔

شمالی علاقے کا گوسان بھی بول اٹھا

''اگر تم نے علیحدگی میں کوئی بات کرنی ہو تو میں یہاں سے چلا جاتا ہوں۔''

''نہیں' کوئی ذاتی بات نہیں' آپ بیٹھیں گوسان!''اندرناتھ نے اسے یقین دلایا۔ پھر بولو کی طرح مڑتے ہوئے بولا''گرگارا اور سوال کوچی سے کچھ پیروکار آنے والے ہیں۔ ہمیشہ کی طرح' میرے والد کی خواہش ہے کہ ان کے خورد ونوش کے لئے کبوتروں اور پیتے کا انتظام تم کرو اور ایک چیز اگلے مہینے مرابطہ کی پریشان کن زمینوں پر چاول کی کاشت بھی کی جانی ہے۔میرے والد چاہیں گے کہ تم بھی میرے ساتھ وہاں جاؤ۔ ہم دونوں سائیکلوں پر چلیں گے۔ میں اپنی پرانی سائیکل لے لوگا۔ سچ بتاؤں' میرا تو جانے کو جی نہیں چاہتا لیکن ظاہر

ہے باپ کو انکار تو نہیں کیا جا سکتا نا۔''

''سارو گوسان! تمہیں جانا ہی ہوگا۔'' بولو نے ہلکے سے سرزنش زدہ لہجے میں کہا۔

''تمہیں اپنی طاقت اور دبدبہ ان پر قائم رکھنا ہے۔ اور تم اپنی پرانی سائیکل نہیں لے جاؤ گے۔ تم اپنے ہاتھی پر جاؤ گے! اس کی پیٹھ پر ہودہ رکھ کے اور اس پر چمک دار پالش ہوئی ہوگی۔ تم ادھیکار کے بیٹے ہو' کوئی مذاق نہیں! یہ تمہاری اپنی زمین ہے۔ جنگن کے زمانے' تم مسلسل اس کا ٹیکس بھرتے رہے ہو۔ وہ زمین پانی کے بہاؤ سے اب باہر آئی ہے تو بے پناہ زرخیز اور قیمتی ہو گئی ہے۔ یہ تو لکشمی دیوی کی دین ہے۔ سو تم وہاں اپنے ہاتھی پر' ہودے میں بیٹھ کر جاؤ گے' پوری شان سے......!''

اندرناتھ چپ رہا۔ بولو اس کے اندرونی احساسات کس طرح سمجھ سکتا ہے؟ مرابطہ میں موجود زمین کا وہ ٹکڑا' اس کے ضمیر کی آزمائش بن کر رہ گیا ہے۔

شمالی کنارے کے گوسان نے پیار بھرے لہجے میں کہا۔

''تم میرے بیٹے کی طرح ہو۔ میں اور تمہارا باپ مغل پٹھان کا کھیل کھیلا کرتے تھے۔ ہم اکٹھے جنار دھن جایا کرتے تھے۔ وہاں ہارمونیم بجاتے' گانے گاتے۔ انگریزی بھی ہم نے اکٹھی ہی پڑھی۔ نیلسن کی زندگی بھی ایک ساتھ ہی ختم کی تھی۔ غور سے سنو بیٹے! حد ملکیت سے زیادہ تباہ کن ہوگی یہ سرخ آندھی! یہ چل پڑی تو سب کچھ اڑا کر لے جائے۔ اونچائی سے نیچے گر پڑنے کا مطلب جانتے ہو؟''

نہیں' نہیں! وقت اس کے ہاتھ سے نکلا جا رہا ہے۔ وہ' اندرناتھ...... یہ تمام مفید مشورے نصیحتیں اور اخلاقی سبق سننے اور سمجھنے کے لئے...... اپنی ذہنی کفیت کو ٹھیک نہیں کر پا رہا تھا

''مجھے پتہ ہے۔'' بولو نے کہا۔ ''اندرناتھ کی افسردگی اور لاتعلقی کی کئی وجوہات ہیں۔ حال ہی میں اسکی بہن فوت ہو گئی۔ درگا تن تنہا اپنی سسرال چلی گئی' کوئی اسے لینے نہیں آیا تھا۔ اس کے پسندیدہ ہاتھی کو گولی مار دی گئی اور مرابطہ میں' کمیونسٹوں کا خطرہ سر پر منڈلا رہا ہے۔ ان حالات میں وہ کس طرح پرسکون اور مطمئن رہ سکتا ہے؟''

بوڑھے گوسان کے چہرے پر اندرناتھ کے لئے ہمدردی اور دکھ کے تاثرات ابھر آئے۔ وہ اپنی کرسی سے اٹھا اور اندرناتھ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسکی ہمت بندھانے لگا۔

''اندرناتھ ان چیزوں سے بالکل پریشان نہ ہو۔ خدا میں یقین رکھو! میری نیک

MashalBooks.org

تمنائیں، میرے بیٹے، ہمیشہ تمہارے ساتھ رہیں گی!''

بوڑھا گوسان اور بولو، دونوں اندرناتھ کو باہر تک چھوڑنے آئے۔

بولو کچھ دور تک اندرناتھ کے ساتھ چلتا گیا۔ سورج کی شعاعیں، زیادہ گرم نہیں رہی تھیں۔ گائے بھینسوں کے ریوڑ، مویشی باڑوں کی طرف لوٹ رہے تھے۔ کچے راستوں پر چلنے سے، خوب گردوغبار اڑ رہا تھا۔ کھانے کے چڑھاوؤں کے لئے، کیلے کے پتوں کا ذخیرہ مندر لے جایا جا رہا تھا۔

''سارو گوسان! اتنا زیادہ پریشان نہ ہو۔'' بولو نے کہا۔ ''پرانے وقتوں میں، میرے اجداد نے، جب بھی مشکل آئی، تمہارے بزرگوں کا ساتھ دیا تھا اور اب میں ہر طرح سے، تمہاری مدد کے لئے حاضر ہوں!''

اندرناتھ نے اپنا سر ہلایا۔

''میں جانتا ہوں، بولو۔ اپنے دلی محسوسات صرف تمہارے سامنے ہی ظاہر کر سکتا ہوں اور تمہارے ساتھ ہی، میں اطمینان کا سانس لے سکتا ہوں۔''

''تم مجھے سب کچھ بتا کیوں نہیں دیتے؟ جگالیہ کے دونوں جانب لوگوں کا خیال ہے کہ تم روزمرہ کی زندگی سے بالکل ہی علیحدہ ہو گئے ہو۔ ایک بات کا خیال رکھنا، راجہ پکھوڑی کے پروہت کی وہ لڑکی تمہیں کسی صورت بھی نہیں مل سکتی۔''

اندرناتھ نے اپنا سر جھکا لیا اور کوئی جواب نہیں دیا۔ کہیں اس کے بہت اندر، ایک کشمکش سی مسلسل جاری تھی۔ کیسے ظاہر کرے، وہ اپنے ان اذیت ناک محسوسات کو؟

اس وقت دونوں ہی نئی بنی ہوئی سڑک پر چل رہے تھے۔ دونوں جانب ساگوان کے درخت ایستادہ تھے۔ سورج کی شعاعیں اس انداز میں پڑ رہی تھیں کہ ان کے سائے سے چیتے کی کھال، درختوں پر لپٹی ہوئی، ہونے کا گمان ہوتا تھا۔ اندرناتھ نے کہا

''ہم اکٹھے پل کر جوان ہوئے ہیں۔ میں تمہیں اعتماد میں لینا چاہتا ہوں، دیانت داری سے!''

''تو پھر فوراً بتا دو نا!''

''تمہیں تو معلوم ہی ہے، مجھے زمین سے کوئی خواہش نہیں......اور لڑکی، کس کا تم ذکر کر رہے تھے، میں نے اپنی حتی الامکان کوشش کر لی اسے بھلانے کی، مگر ناکام رہا۔ میں اس کے لئے کبھی خود کو معاف نہیں کروں گا۔ خواب بمشکل ہی حقیقت بن پاتے ہیں۔ ہے نا؟ گری بالا

نے اپنی جان دے دی۔ ورگا کو نہ چاہتے ہوئے بھی اپنی سسرال میں جانا پڑا۔ اور سارو گوسانی ٗاس کے بارے میں تم جانتے ہی ہو...... میں ذہنی طور پر...... واقعی مجھے پتہ نہیں کہ کیا فیصلہ کرنا ہے! کیا کروں میں! میں بس ہر چیز سے خود کو الگ کر لینا چاہتا ہوں۔ میں کوشش تو کر رہا ہو ں اور یقین جانو یہ عمل بہت اذیت انگیز ہے۔''

بولو نرم اور ہلکی آواز میں بولا۔

''میں تمہیں سمجھتا ہوں' اندرناتھ! میں تصور کر سکتا ہوں کہ تم کس کرب سے گزر رہے ہو۔ یہ بھی ایک امتحان ہے۔ مقدر کے ہاتھوں' تمہارے لئے ایک زبردست آزمائش۔''

''نہیں' نہیں' بولو! یہ قسمت کا کھیل ویل نہیں! بس خود بخود ہی ایسے ہوتا چلا گیا۔ اب میرے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ زندہ ہے' ایلی ماں زندہ ہے۔ وہ موجود ہے! اور یہی چیز مجھے خود کو معاف نہیں کرنے دیتی......''

تم نے اپنا دل کھول کر رکھا۔ اگر انتہائی کرب اور پریشانی کے عالم میں بھی' اس کا خیال تمہیں سکون دیتا ہے تو میں تمہارے پیار کی بلندی کی داد ہی دے سکتا ہوں۔''

''سنو' بولو! میں نے اپنے والد سے ایک خواہش کا اظہار کیا ہے۔''

''کیا خواہش ہے وہ؟''

''انہوں نے یہ بکواس کر کے کہ میرے والد کو خود اپنی زمین کاشت کرنی چاہئے۔ انکی بے عزتی کی ہے۔ یہ اب ان کے لئے ناقابل برداشت ہوگئی ہے۔ انہوں نے مجھے کھڑادوں والے کمرے میں بلا کر کہا کہ میں فوراً مرابطہ روانہ ہو جاؤں۔ وہ بھی چاہتے ہیں کہ میں ہاتھی پر سوار ہو کر جاؤں۔ انہوں نے گرگارہ سے ہودہ بنانے والے کاریگر منگوائے ہیں۔ انہوں نے دوچھتی میں رکھے ہاتھی دانتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ ان سب سے ہودے کو اچھی طرح سجاؤ اور زمینوں پر' اپنے آباواجداد ادھیکاروں کی سی کشان وشوکت کے ساتھ چلے جاؤ۔ پگڑی سر پر رکھو' ریشمی واسکٹ اور شانتی پوری دھوتی پہنو۔ جب میرے والد یا دادا اپنی مرابطہ کی زمینوں پر جایا کرتے تھے تو ان کے پیروکار ڈھول بجا کر ان کا استقبال کیا کرتے تھے۔ وہ انکے ہاتھی کے بیٹھنے کی جگہ سے رہائش کے مقام تک' ایک لمبا کپڑا بچھایا کرتے تھے۔ بعد میں مرید' اس کپڑے کو چھوٹی چھوٹی پٹیوں میں کاٹ کر' آپس میں بانٹ لیتے تھے۔ جب کبھی ان کے گھر کا کوئی فرد بیمار پڑتا تو کپڑے کی وہ پٹی طلسمان کے طور پر' ان کے سروں پر

MashalBooks.org

باندھ دی جاتی ......آج وہی لوگ ہمیں دھمکیاں دینے پر اتر آئے ہیں۔ سنا ہے' کوچ بہار کا 'افیم کا وہ سمگلر...... جو کرم بھگوتی کے گھر سے گرفتار ہوا تھا......جیل سے رہا ہونے کے بعد' ان سے جا ملا ہے۔ یہ بھی کہا جاتا ہے کہ' سابقہ گوسان سے ناراض' ایک گھرانے کا لڑکا ان کمیو نسٹوں میں شامل ہو گیا ہے اور آج کل ہمارے خلاف نعرے لگا کر' ان کا لیڈر بن گیا ہے۔ وہ سب یہی کہ رہے ہیں...... گوسان آؤ' اپنی زمین خود کاشت کرو!''

اندرناتھ اور بولو چلتے چلتے اب لکڑی کے پل تک پہنچ چکے تھے۔ اندرناتھ نے کہا۔

''بولو! اب واپس جاؤ' بزرگ گوسان تمہارا منتظر ہو گا......''

''نہیں' بے فکر رہو! وہ رات میرے پاس ہی ہو گا۔ میں نے برآمدے میں اس کا انتظام کر دیا ہے۔ وہ خود ہی اپنا کھانا تیار کرے گا اور وہیں سو جائے گا۔''

وہ نئی پختہ سڑک پر چلتے رہے۔ لوہار گھاٹ کی طرف جانے والے دو ٹرک' تیزی سے ان کے پاس سے گزر گئے۔ اندرناتھ نے کہا

''جب ہمارے آدمی وہاں دھان کی فصل کی بیجائی کے لئے گئے تو ان لوگوں نے خاصی کانا پھوسیاں کیں مگر ان کی مزاحمت نہیں کی۔ لیکن اب تو ہر جگہ بارود کی بو بکھری پڑی ہے۔ ایک لڑکا' جسے میرے دادا کی ناجائز اولاد کہا جاتا ہے' سنا ہے وہ بھی ان کا زبردست لیڈر بنا پھرتا ہے۔ لیکن بولو! میں نے ابھی تک وہ تو بتایا ہی نہیں جو میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں۔''

''ہاں تو بتاؤ نا؟ اندرناتھ!''

''میں اپنی والد کی عزتی کا بدلہ لینے ضرور وہاں جاؤں گا۔ ہاتھی کے ہودے میں بیٹھ کر۔ اپنے سامنے کاشت ہوئی دیکھوں گا اور فصل کٹ جانے جانے کے بعد' تمہیں پتہ ہے 'میں کیا کروں گا؟''

''کیا؟ کیا؟''

اچانک فائر کی آواز سنائی دی..................گوک' گوک' گوک کی چیخوں کے ساتھ ہی جنگلی مرغابیوں کا ایک غول ان کے سر پر سے اڑتا ہوا گزر گیا۔ جگالیہ کے مغربی کنارے کی طرف۔ بولو نے دوبارہ کہا

''اوہ' یہ شمالی کنارے کا نوجوان گوسان ہو گا' مرغابی کا شکار کھیلنے نکلا ہوا ہے اچھا! تو بتاؤ 'تم مرابطہ میں کیا کرو گے؟''

MashalBooks.org

''دھان کی فصل جیسے ہی بنڈلوں میں بند کر کے چھکڑوں پر رکھی جائے گی' میں وہاں ایک اعلان کروں گا۔''

''کیسا اعلان؟'' بولو نے حیرت سے پوچھا

''ہاں میں اعلان کروں گا کہ آج سے زمین پٹہ دار کسانوں کی ہوگی جو پچھلے کئی سالوں سے یہاں کاشت کاری کر رہے ہیں۔''

بولو حیرت سے پاگل ہی تو ہو گیا۔ وہ چیخ کر بولا

''کیا کہ رہے ہو؟ سالوں تم نے اس کا ٹیکس دیا ہے۔ وہ بدمعاش تمہارے باپ کو گالیاں دے رہے ہیں اور اسے بتا رہے ہیں کہ وہ اپنے آپ وہاں کاشت کاری کریں۔ یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی' تم انہیں زمین کے حقوق دے دینا چاہتے ہو۔۔۔ میں واقعی سمجھ نہی سکا۔''

ایک لمبے وقفے کے بعد' اندر ناتھ مخاطب ہوا۔

''ہمارے بندے پہلے ہی سے وہاں موجود ہیں۔ خیموں میں ٹھہرے ہوئے ہیں۔ دھان کی کاشت کے لئے تقریباً تیار۔ ان جھگڑالو لوگوں نے ان سے کوئی چھیڑ چھاڑ نہیں کی۔ پلاس باڑی کے بنگالی انسپکٹروں نے' ہمیں بار ہا کہا کہ وہ پولیس کا تحفظ فراہم کر دے گا۔ اس کا کہنا ہے کہ زمین پر طاقت کے ذریعے کے قبضہ کرنا' آگ سے کھلنے کے مترادف ہے۔ میں نے پولیس کی مدد لینے سے انکار کر دیا ہے اور اسے کہا کہ مرابطہ میں کوئی جھگڑا یا خون ریزی نہیں ہوگی۔ عورتیں جب دھان کے کھیت میں بیج بو رہی تھیں تو ان لوگوں نے نہ انہیں روکا اور نہ کوئی شور مچایا۔ لگتا ہے گوسان کے استقبال کے لئے دوبارہ اسی طرح ڈھول بجائے جائیں گے اور پرانے زمانے کی طرح' اس کے راستے میں کپڑا بھی بچھایا جائے گا اور سارے معتقد اس کے آگے احتراماً اپنا سر بھی جھکائیں گے۔ بالکل اسی طرح جیسے ماضی کے سنہرے دنوں میں ہوتا آیا ہے!''

بولو ہنسنے لگا۔ اندر ناتھ کے چہرے پر بھی مسکراہٹ آ گئی۔ اب وہ ہاتھی باڑے پہ کھڑے تھے۔ اندر ناتھ نے دوبارہ بولو سے کہا۔

''اب واپس جاؤ! بزرگ گوسان تمہارا انتظار کر رہا ہوگا۔ ویسے بھی تمہارے گھر میں خاصے مہمان آئے ہوئے ہیں۔''

''لنچ کے بعد' خواتین''، بولو نے کہا'' گولک دھم کے کھیل میں لگ گئی ہیں' اور جہاں تک شمالی کنارے کے گوسان کا تعلق ہے تو وہ زمین خریدنے آیا ہے۔ حد ملکیت کے چکر میں زمین دھڑا دھڑ بک رہی ہے اور وہ اس کا فائدہ اٹھانا چاہتا ہے۔ وہ ابھی تک کنوارا ہے۔ کوچ بہار میں' مجمانی کے دوران' اس نے خاصا پیسہ کمایا ہے مگر اندرناتھ' یہ جو تم نے ان خبیثوں کے نام کچھ چھٹہ کر دینے کی بات کی ہے...... کیا تم سنجیدہ ہو؟''

''ہاں' میں نے اپنا ذہن بنا لیا ہے اور میں اپنے فیصلے پر قائم رہوں گا۔''

''خدا کے لئے !انہوں نے تمہارے باپ کی توہین کی ہے اور تم' جواب میں انہیں انعام دینا چاہتے ہو۔

جنوبی کنارے کے کسی گوسان کے رویئے کے بارے میں' میں نے کبھی نہیں سنا۔ تمہارا دماغ تو خراب نہیں ہو گیا؟''

اندرناتھ چپ رہا۔ وہ دونوں اس وقت بڑ کے بڑے درخت کے نیچے کھڑے تھے۔ یہاں سے وہ جگہ صاف نظر آ رہی تھی' جہاں گری بالا کا حسرت ناک انجام ہوا تھا۔ بولو 'اندرناتھ کی طرف مڑا اور الوداع کے لئے مخاطب ہوا۔

''ٹھیک ہے میں چلتا ہوں ...... کبوتر اور پپیتے گھر پہنچ جائیں گے' پریشان نہ ہونا !اور ہاں' مرابطہ کی زمینوں پر' میں کسی سائے کی طرح تمہارے ساتھ ہوں گا۔ سمجھے نا! کسی سائے کی طرح!''

اندرناتھ نے حویلی کے لئے ایک مختصر راستہ اختیار کیا۔ شروع کی تاریخوں کا پیلا چاند آسمان پر اٹکا ہوا تھا۔ اس کے ذہن میں پھر وہ تصور رینگنے لگا...... چاند کی سطح پر ایک جال سا چھایا ہوا ہے اور اس کے شکنجے میں تمام درخت' جھاڑیاں ...... یوریئم' ساگوان اور سونار ......غرض سارا ہی ماحول جکڑا گیا ہے......!

اچانک اس کی نظر بھگوتی کے گھر کی سالخوردہ دیوار پر پڑی۔ دیوار کے شکستہ حصوں میں سے اسے مٹی کا دیا جلتا دکھائی دیا۔ اسکی مدھم روشنی میں اسکے مرمریں بازو اور نقرئی گردن جزوی طور پر نظر آ رہے تھے۔ یہ کس کا چہرہ تھا؟ کیا وہ واقعی واپس آ گئی ہے؟ اور کیوں؟ کیا اس افیم کے سمگلر کی قید کی سزا پوری ہو گئی ہے؟ کیا وہ اسے دوبارہ منگنی کے تحفوں سے ڈرا اور سہار رہا ہے ؟ لیکن یہ تو ٹھیک وقت نہیں !اس وقت ایسا نہیں ہونا چاہیئے !وہ ایک انتہائی طویل اور اذیت

ناک صورت حال سے گزر رہا تھا۔ اس وقت......اس کی آمد؟ نہیں نہیں! اس وقت نہیں!

اندر ناتھ‘ دوبارہ ستر کی طرف چلنے لگا۔ بات گھر کے قریب کوئی کالا پرندہ جھاڑی پر اڑا اور اسکے سر پر سے گذرتا ہوا آگے چلا گیا۔ وہ ٹھٹھک کر رہ گیا۔ یہ اچھا شگون نہیں تھا! وہ تھکے ہارے اور پریشان موڈ میں دالان میں داخل ہوا۔ اس کے سینے میں ایک کسک سی اٹھی۔ کچھ دن پہلے‘ وہ بولو کے جوئے خانے سے واپس لوٹتا تھا تو برآمدے میں گری بالا اور اسکی ماں بے چینی سے اسکی منتظر ہوتی تھیں۔ سردی میں وہ انگیٹھی سامنے رکھے بیٹھی ہوتیں اور گرمیوں میں ان کے ہاتھوں میں‘ کھجور کے پتوں کے پھنکھے ہوتے۔ لیکن اب وہاں کوئی نہیں تھا۔ برآمدہ خالی تھا۔

اس وقت اس کی ماں گوسائی اسی تنگ و تاریک کمرے میں بیٹھی حقہ پی رہی ہوگی۔ پہلے‘ دن کے وقت‘ گومنی‘ اس کا ساتھ دیا کرتی تھی لیکن گری بالا کی موت کے بعد‘ وہ دن میں بھی‘ اسی کمرے میں بیٹھی رہتی تھی۔ حقہ میں تازہ پانی بھی‘ اس نے بھروانا چھوڑ دیا تھا تاکہ اسکی گڑگڑاہٹ نہ ہونے سے‘ لوگ اسکے حقہ پینے سے بے خبر رہیں......انسانی زندگی ایسے ہی مراحل سے گزرتی ہے‘ اندر ناتھ نے سوچا۔ تب کہیں اسکی کوئی شکل بن پاتی ہے۔ کوئی شے بھی مستقل نہیں۔ اس عمل انسانی رشتہ ایک تیز دھار اور نوکیلا ہتھیار بن جاتا ہے......اپنے قریبی اور پیاروں کے لئے انتہائی نقصان دہ اور خطرناک! نہیں‘ نہیں! اسے خود کو دکھ اور تکلیف پہنچا کر‘ اتنا مضطرب اور منتشر نہیں ہونا چاہئے۔ وقت اور جگہ کا تعین تو ہو ہی چکا تھا‘ جب اسے آزمائش کی گھڑی میں اپنے ضمیر کا سامنا کرنا ہے۔

اچانک اسے مارک کے مقدس صحیفے کی ایک عبارت یاد آ گئی۔ ”جو میری پیروی کرنا چاہتے ہیں‘ انہیں لازماً اپنے نفس کو قربان کرنا ہے۔ ان میں سے ہر شخص کو‘ اپنی صلیب خود اٹھا کر‘ میرے پیچھے کھڑا ہونا ہے!“

کیا وہ کبھی......کہیں......مارک سے مل جائے گا؟ شاید برہم پتر کے کناروں سے دور ......کہیں......؟ اندر ناتھ نے کنوئیں پر جا کر اپنے ہاتھ‘ منہ اور پاؤں دھوئے۔ اسکی نظریں بھگوتی کے گھر کے عقبی حصے کی جانب اٹھیں۔

کچھ بھی نہیں تھا وہاں! دستورا اور لانگانا جھاڑیوں کی خودرو شاخوں نے پورے برآمدے اور اسکے ستونوں کو چھپا لیا تھا۔ کتانا درخت‘ جسکے نیچے ایلی مان کھڑی دکھائی دیتی تھی

' بھی صاف نظر نہیں آ رہا تھا۔ جھٹ پٹے کے وقت ہی اندھیرے نے وہاں بسیرا کر لیا تھا۔ وہ کیوں آ گئی؟ وہ مکار برہمن! اس نے اسے ضرور ڈرایا اور دھمکایا ہوگا!

ڈنکانا پرندے کی چک' چک' چک جیسی سریلی آواز ہوا میں بکھرنے لگی۔

اس رات' اندرناتھ نے ایک عجیب خوفناک خواب دیکھا۔ وہ خشک اور کانٹوں بھری جھاڑیوں سے بھرے جنگل میں بھٹک گیا ہے۔ بے برگ و گیاہ اور غیر انسانی سا ماحول ہے۔ وہ بے مقصد ادھر ادھر پھرتا ہے۔ جنگل کے ایک ویران گوشے میں' اچانک اسے ایلی مان کی جھلک دکھائی دیتی ہے۔ وہ اسکی جانب لپکتا ہے تو وہ سرخ گلاب کی شکل اختیار کر لیتی ہے۔ پھر وہ سرخ پھول' خون کا تالاب بن جاتا ہے۔ خون کانٹوں بھری جھاڑی پر جا گرتا ہے اور ہر تیز کانٹے سے خون ٹپکتا دکھائی دینے لگتا ہے...... اندرناتھ یکلخت اٹھ بیٹھتا ہے۔

ایک مہینہ اور گزر گیا۔ مرابطہ میں فصل کی کٹائی کا وقت آ گیا تھا۔ بغیر دانت کا ہاتھی' سفر کے لئے تیار کھڑا تھا۔ ہودا' اسکی پشت پر موجود تھا۔ لیکن جگن ناتھ جسی شان و شوکت اس میں بھلا کہاں تھی! اس کی عام سی سونڈ پر ایک سفید لکیر پڑی ہوئی تھی اور چاروں جانب سفید دھبے ' لگتا تھا' سونڈ کسی چیتے کی کھال سے بنی ہے۔ وہ بھی بڑا جیالہ ہاتھی تھا۔ اپنی مٹکتی چال سے' بار بار' وہ ہودے کو بے توازن کر دیتا تھا۔ سواروں کو اترنا پڑتا۔ ہودے کی رسیاں دوبارہ کسی جاتیں۔ راستے میں کئی دفعہ یہ صورت حال پیش آئی۔

بنگالی پولیس آفیسر نے دو تین بار پیغام بھیجا تھا کہ وہ اپنی حفاظت کے لئے پولیس کے کچھ لوگ ساتھ لے جائے۔ لیکن پولیس کیوں؟ اس کے ضمیر کی آزمائش کی گھڑی آن پہنچی ہے۔ اندرناتھ کا ذہن پراسرار خیالات اور جذبات کی آماجگاہ بنا ہوا ہے۔ پروہت بھگوتی نے ' اپنا پورا حساب کتاب دیکھ کر سفر کے لئے مبارک گھڑی کا تعین کیا تھا۔ گوسائی نے پہلے ہی دو وفادار نوکروں کو مرابطہ بھیج دیا تھا۔ فصل کی کٹائی کی ابتدائی رسم انہوں نے ادا کر دی تھی اور شالی چاول کی پانچ سنہری بالیاں اپنے ہمراہ واپس لے آئے تھے۔ وہ بالیاں' ایک بڑے سے پتے میں' سرسوں کے تیل کے دیئے کی مدھم روشنی میں رکھی تھیں۔ گوسائی نے واضح اور اونچی آواز میں دعا کی

''چار اطراف کے دیوتاؤ! اس لڑکے کی حفاظت کرنا! وہ اپنی زمین کا قبضہ واپس لینے جا رہا ہے...... اسکی حفاظت کرنا!''

......بہت سے لوگ اندرناتھ کو الوداع کہنے کے لئے بات گھر میں جمع ہو گئے تھے۔
گوسانی بھی باہر آ کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے سر پر گٹالا اوڑھ رکھا تھا۔ اسے دیکھ کر' دو تین عورتوں نے کہا

''گوسانی! اپنے اتنے پیارے بیٹے کو اس منحوس زمین پر کیوں بھیج رہی ہو؟ لومڑیوں کے اس مکار بنڈل کے درمیان۔ بڑے خطرناک لوگ ہیں' بارود بناتے ہیں۔ اسے وہاں کیوں بھیج رہی ہو؟''

گوسانی خاموش رہی۔ اسکے قریب کھڑی گومنی بول پڑی۔

''کیا بیکار کی بات کرتی ہو! وہ فصل کی کٹائی کی تقریب میں جا رہا ہے۔ تمام پٹہ دار سر جھکائے' اس کا استقبال کریں گے وہاں۔ بندے اس کے جوتے اتاریں گے۔ گانے بجانے اور ڈھول پیٹنے والے اس کے آگے پیچھے ہوں گے۔ ذرا دیکھنا تو' وہی شان وشوکت اور رونق ہوگی جو پرانے وقتوں میں ہوتی تھی۔''

ہاتھی کو بٹھایا گیا۔ اندرناتھ اس کے برابر ہی کھڑا تھا۔ سفر کی ساری تیاری مکمل ہو چکی تھی۔ ادھیکارو گوسان بھی باہر آ گیا تھا۔ اندرناتھ نے ریشمی واسکٹ کے ساتھ شانتی پوری دھوتی پہن رکھی تھی۔ اور کندھوں پر ریشمی چادر تھی۔ مجمع میں سے کوئی چیخا

''آج تو وہ آسمانوں سے اترا ہوا کوئی دیوتا لگ رہا ہے۔ اس دیوتا کا کون انکار کر سکتا ہے؟''

گوسان' بہرحال گوسان ہی ہوتا ہے!''

اندرناتھ نے اپنے والد کے پاؤں چھوئے اور پھر وہ اپنی ماں کے پاس گیا۔ لیکن یہ کیا ہوا؟

گوسانی کو کیا ہو گیا؟ اس نے لمحے بھر کو اپنے بیٹے کو سختی سے بغل گیر کیا اور پھر اندر برامدے میں چلی گئی۔ اسکی مزاحمت نے دم توڑ دیا تھا اور وہ بری طرح سسکیاں لے رہی تھی۔

گوسانی کی یہ کیفیت دیکھ کر مجمعے میں موجود ہر شخص گنگ رہ گیا تھا۔ مشکل سے مشکل حالات میں بھی اس نے اپنے آنسو نہیں آنے دیئے تھے۔ وہ آپس میں سرگوشیاں کرنے لگے۔

''بیچاری گوسانی! گری بالا کے مرنے کے بعد' وہ خود پر قابو نہیں کر پاتی۔ تمباکو! تمباکو! ہر وقت وہ حقہ پیتی رہتی ہے۔ اسکی انگلیوں اور ہونٹوں پر تمباکو کے گہرے نشانات پڑ گئے ہیں۔''

دریں اثناء' سڑک پر تین چھکڑے گزر رہے تھے۔ ان پر دھان کی کٹائی میں کام آنے والے نوکیلے بانس لدے ہوئے تھے۔ بورے تھے' رسیاں تھیں۔ مٹی کے برتنوں میں ابلے اور پکے ہوئے چاول تھے۔ کھانے پینے کی اور چیزیں تھیں۔ اس میں بیٹھے لوگ' ہنستے گاتے' قہقہے لگاتے چلے جا رہے تھے......

ہاتھی جھومتا جھامتا' ستر کے راستے سے نکل کر' پختہ سڑک پر آ گیا تھا۔ سڑک کی دونوں جانب مردوں' عورتوں اور بچوں کا اژدھام تھا' جو جلوس کی ایک شکل دیکھنے کے لئے ایک دوسرے پر ٹوٹا پڑ رہا تھا۔ ہر طرح کے اور ہر ذات کے لوگ تھے اس میں۔ ارگرد کے دیہات سے آئے ہوئے بھی بہت سے لوگ تھے۔ ۱۸۱۳ء جب یہاں زبردست زلزلہ آیا تھا اور گرائی کاڑی' سارے کا سارا کھنڈر بن گیا تھا تو اس وقت کا گوسان' اپنے ستر کے سارے خاندانوں کو' اپنے ہمراہ یہاں جنگالیہ کے کنارے لا کر آباد ہو گیا تھا۔ اب ڈیڑھ سو سال بعد' اس علاقے کے لوگ کام کاج کی تلاش میں' دریا کے اس کنارے سے نکل کر کہاں کہاں سے پہنچ چکے تھے۔

بڑ کے درخت کے نیچے' بوڑھے کوریا نے' اپنے آقا کو الوداع کہنے کے لئے' اپنے کالیا کے ذریعے بڑا زوردار بگل بجایا۔ وہ اپنے بدن کے گرد' ایک میلا کچیلا گموچا اوڑھے ہوئے تھا۔ اسکی پسینے سے تر پشت کسی مینڈک کی طرح داغدار اور گیلی نظر آ رہی تھی۔

ہاتھی کی پشت پر' ہودے میں بیٹھے ہوئے اندرناتھ کا دل کسی پنجرے میں بند پرندے کی طرح' پھڑک رہا تھا۔ راستے میں اس کا ہودا آم کے کسی درخت کی شاخوں سے ٹکرایا تو اسکے کچھ پتے ہودے کے کناروں میں پھنس رہ گئے۔ ہاتھی کے پیچھے آتے ہوئے کسی آدمی کی جوشیلی آواز سنائی دی

''واہ کیا اچھی علامت ہے! ہر معاملہ سلجھ جائے گا' بس ذرا دیر انتظار کرو!''

ہودے پر بیٹھے ہوئے اندرناتھ کی نگاہ' بھگوتی کے گھر کے اندرونی دالان پر پڑ رہی تھی۔ لو' وہ نظر آ گئی! کٹانا کے پھولوں کے درخت تلے کھڑی ہوئی۔ اس کے بال بکھرے ہوئے ہیں۔ اور گٹالا صاف ستھرا نظر نہیں ہے۔ اسے لگا جیسے ایلی ماں کے اندر بھی طوفان اٹھ رہا ہے۔ ہاں بلاشبہ' وہ اسے کوئی اہم بات بتانا چاہتی ہے۔ شاید اسی وجہ سے وہ واپس آئی ہے! لیکن یہ وقت نہیں ہے۔ نہیں! لگ رہا ہے' وہ بے صبری سے کہہ دینا چاہتی ہے

''سنو! وہ برہمن جیل سے باہر آ گیا ہے۔ کچھ کرو اور فوراً ......ورنہ میں دریا میں چھلانگ لگا دوں گی......وہاں۔ جگالیہ میں! سن رہے ہونا' میری آواز؟''

اندرناتھ کے تصور کا سلسلہ ایک دم ٹوٹ گیا۔ لوگ اونچی آواز میں اسے الوداع کہہ رہے تھے' دعاؤں اور نیک تمناؤں کا اظہار کر رہے تھے۔ وہ سب اسے علاقے کی خارجی حدود تک چھوڑنے آئے تھے۔

ہاتھی جونہی کھلی سڑک پر چلنا شروع ہوا' اندرناتھ' اردگرد پھیلی ہوئی فطرت کی رنگینی اور صناعی دیکھنے لگا۔ جہاں تک اسکی نظر کام کرتی ' دریائے جگالیہ کے دونوں کناروں پر سبز مخملیں غلاف بچھا دکھائی دیتا۔ دریا کسی نیلے سانپ کی طرح سبز ریشمی غلاف میں گھسا جا رہا تھا۔ دائیں جانب چھالیہ' ناریل اور بانس کے سرسبز درختوں کے جھنڈ' ستر کے اوپر لہلہاتی سرسبز چھت کی طرح لگ رہے تھے۔ یہ تمام مناظر اسے بہت پیارے اور دلفریب لگتے تھے۔ وہ اسکے بچپن اور اسکے بعد گزرے ہوئے سالوں ......اس کے شباب کی یادوں کا ناقابل فراموش حصہ تھے۔ دوسری جانب' لمبی ٹانگوں اور پیلی چونچ والے بگلوں کے غول' دریا کے کنارے کھڑی خودرو سبز گھاس میں خود کو ڈھکے' دریا کے کنارے اچھل کر گرتی ' مچھلیوں کی تاک میں کھڑے تھے۔ ان مناظر نے ہمیشہ اسے یگانگت اور اپنائیت کا احساس دیا تھا۔ اسے مہاوت کالٹو کے ساتھ پیش آنے والا ایک عجیب سا واقعہ یاد آ گیا۔ وہ دریا میں جال ڈالے' مچھلیوں کا شکار کھیل رہا تھا۔ اس نے ایک بڑی سی مچھلی پکڑ لی' اسے جیسے ہی کانٹے سے نکالنے لگا۔ ایک بگلے نے اسے اچک لیا۔ کالٹو نے شدید غصے میں اپنا ڈنڈا نکالا اور اس بگلے کے مار دیا۔ اسکے کسی نازک جگہ پر چوٹ لگنے سے' وہ فوراً ہی مر گیا۔ لیکن اسی حیرت کی انتہا نہ رہی' جب اس نے مردہ بگلے کی ٹوٹی ہوئی گردن میں سے' ایک زندہ' بے ضرر سانپ کو رینگ کر نکلتے دیکھا......آہ! دریا کے یہ خوبصورت کنارے! اسے یوں لگا جیسے وہ یہ سارے نظارے عرصہ دراز کے بعد دیکھ رہا ہے۔ پچھلے کچھ عرصے سے' وہ اپنے خیالات میں غرق اور غلطاں رہتا تھا۔ آنکھیں کھلی ہوتی تھیں مگر وہ دیکھ نہیں پا رہا ہوتا تھا۔ لایعنی تصورات اور پریشانیاں تھیں اور وہ تھا......

اندرناتھ اردگرد پھیلے رنگوں سے محظوظ ہوتا جا رہا تھا' سرسبزی کے بھی اپنے ہی رنگ تھے ' کہیں کائی جیسا سبز اور کہیں نرم ریشمی سبز اور کہیں طوطے کے پروں جیسا!

بولو' ایک مناسب فاصلہ رکھ کر' اپنی سائیکل پر' ہاتھی کے پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔ دو تین

پیروکار بھی اسکے ارگرد چلے آ رہے تھے۔ چھکڑوں پر لدے بانس کے چھپڑے' سب سے آ گے تھے۔ کٹائی کرنے والے لوگ ان میں بیٹھے بڑے جوش وخروش سے''......دادا کے زمانے کا زلزلہ......'' والا گیت گا رہے تھے۔

عجیب خوفناک تھا وہ زلزلہ
کہیں پہ بوڑھے' مرد اور عورتیں
کہیں پہ دودھ پیتے بچے' بچیاں
ادھر چلے کبھی' ادھر کو دوڑنا
مچا ہوا تھا شور وغل کا سلسلہ
کہیں بکھر گئے' سبھی دیوار و در
کہیں الٹ پلٹ گئے تمام گھر!
سطح پر جانور' نہ ہے فضا میں چیل
کھڑے کھڑے' زمیں میں ڈوبتا ہے فیل!
عجیب خوفناک تھا وہ زلزلہ!

چھکڑوں کے پہیوں کی کھڑ کھڑاہٹ اور بانس کے پھلوں کی چر چراہٹ' دور دور تک سنائی دے رہی تھی۔ اندرناتھ نے پیچھے کی طرف نگاہ دوڑائی۔ کوریا' بھینس کے سینگ سے بنے سنکھ کو بجاتا ہوا' ابھی تک پیچھے چل رہا تھا۔ اسکے پیچھے ایک بوڑھا ملازم بروہو تھا۔ گومنی اور ستر کی کچھ عورتیں بھی چل رہی تھیں۔ وہ بڑے شادمان اور فرحاں موڈ میں' وہ گیت گا رہی تھیں ' جو گوسان کی روانگی کے موقع پر گائے جاتے تھے۔

اندرناتھ کو محسوس ہوا کہ کوریا' دوسرے لوگ اور عورتیں اسکی محض ایک جھلک دیکھنے کے لئے دوڑے چلے آئے ہیں' بالکل اسی طرح جیسے داس رتھی رام کی جلا وطنی وقت' ایودھیا کے لوگ بے تابانہ' اسکی محض جھلک دیکھنے کی خاطر' میلوں چلے گئے تھے۔

پہلے کبھی کوئی گوسان' اپنے لوگوں اور ساز وسامان کے ساتھ' فصل کی کٹائی کے لئے نہیں گیا تھا۔ پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ ان سب کو یقین تھا کہ محض اندرناتھ کی مرابطہ میں موجودگی' دنیا میں موجود کسی بھی ہتھیار سے زیادہ طاقت ور ثابت ہوگی۔ وہاں کے پیروکار اور مزارعے عموماً بہت نیک اور وفادار لوگ تھے۔ کمیونسٹوں کا اثر ونفوذ نقش بر آب ثابت ہوگا۔

سارو گوسان کی وہاں موجودگی میں ان کا سارا اثر بھاپ کی طرح اڑ جائے گا۔۔ستر کے لوگوں کے ذہن میں یہی تصور تھا۔ پروہت پرشوتم بھگوتی 'مہورا' برہرآمدو' کھورو ہرآمدو کے جمانی برہمنوں' کھاٹی ماڑی' مجی کچی کے رشتہ داروں ......غرض سبھی لوگوں نے زمین کے قبضے کے لئے اندرناتھ کے ذاتی طور پر جانے فیصلے کو سراہا تھا......

اندرناتھ نے جیب سے رومال نکال کر' اپنی آنکھیں اور چہرے کی مٹی صاف کی۔ گوہاٹی میں تھوڑے سے وقفے کے علاوہ' اسکی زندگی ستر میں ہی گزری تھی۔ اب اسے اپنا بچپن یاد آتا ہے۔کئی دفعہ وہ گوسان کے بیٹے والی لگی بندھی روٹین توڑ بھاگتا اور مچھیروں ' کمہاروں اور لوہاروں کے بچوں کے ساتھ کھیلتا۔اس وقت اسکی کمر پر صرف ایک گموچا بندھا ہوتا تھا۔ درگاہ' اسے پکڑنے کے لئے اسکے پیچھے گالیاں دیتی ہوئی بھاگتی دوڑتی۔

پکڑے جاتے ہی' وہ اسے کنوئیں پر لے جاتی اور لعن طعن کرتے ہوئے' اسے نہلاتی

''اتنی شرارت اور بدتمیزی! میں نے تو ایسا کوئی لڑکا نہیں دیکھا' نچلی ذات کے بچوں کے ساتھ کھیلنے والا! گندے بچے! آئندہ ایسے نہ کرنا' سن رہے ہونا؟''

......اور یہ جو کوریا سنکھ ہاتھ میں لئے' اسکے ہاتھی کے پیچھے دوڑ رہا ہے...... جب وہ چھوٹا تھا تو دوڑتا ہوا' کوریا کے گھر میں باورچی کے اندر تک گھس جاتا اور اسکی بیوی خوف سے چیختی رہ جاتی۔

''اوہ بھگوان! گوسان کا لڑکا سیدھا اندر ہی آ گیا! لوگ کیا کہیں گے؟ بھگوان رے ' کیا کہیں گے؟......''

اور کوریا اسے کہتا۔'' جا' جا' اسے کھانے کی کوئی چیز دے دے' کوئی نہیں دیکھ رہا!''

......وہ زیادہ سے زیادہ تالا پاڑہ تک چلا جاتا تھا۔ وہاں ایک کمہار کی دکان تھی۔ وہ اسے کے پہئے کو شوق انگیز نگاہوں سے' چلتا دیکھتا رہتا۔ گیلی مٹی' اسکے ماہر ہاتھوں سے کیسی کیسی خوبصورت اور دلکش شکلیں اختیار کرتی ہے۔وہ اسکے ساتھ چھیڑ چھاڑ کرتا' اسکی گردن پکڑ کر' اسکی پشت پر سوار ہو جایا کرتا۔ وہ اسے پیار سے چمکارتا ہوا کہتا۔

''خدا کی پناہ! بیٹا اب تمہیں نہانا پڑے گا! میری کمر سے اترو' اترو نا؟ ارے بھئی! کوئی ہے اندر؟

ننھے گوسان کو پیچھے سے لکڑی لا دو! اف! یہ اس گندگی میں گھسا ہوا ہے! میں کہتا

MashalBooks.org

ہوں' کوئی سن بھی رہا ہے کہ نہیں؟ گوسان کے لئے پیڑھا ہی لا دو!''

کمہار کے میلے کچیلے اور ننگ دھڑنگ بچے اس کے گرد جمع ہو جاتے اور خاموشی سے اسے تکتے۔ حالانکہ اکیلے میں' انہوں نے ایک طوفان بدتمیزی اٹھا رکھا ہوتا تھا' ایک ذرا سی لکڑی لینے کے لئے! لیکن اندرناتھ کی موجودگی میں وہ خاموش رہتے' جیسے اپنا سب کچھ اس گوسان کے بیٹے پر لٹانے کو تیار ہیں۔ نہ جانے کیسے عجیب وغریب احساسات ہوتے تھے انکے! وہ اس خوبصورت لڑکے کو اپنے سامنے دیکھ کر اپنی ساری دھما چوکڑی بھول جایا کرتے تھے۔

وہ شودروں کے ٹوٹے پھوٹے جھونپڑوں میں بھی بلا خوف چلا جایا کرتا۔ وہ بیچارے غریب چنگا پتھا کھیرا اسے اسکی تواضع کرتے اور وہ خوب مزے لے لے کر اسے اڑایا کرتا۔ ان کے بچے اسے اپنے درمیان پا کر خوشی سے چلایا کرتے تھے۔

''دیکھو! دیوتاؤں کا بیٹا گوپال آیا ہے۔ وہ آسمان سے سیدھا ہمارے صحنوں میں اترا ہے!''

ہاں! انکی سوچ یہی تھی کہ گوسان آسمانوں سے اترے ہیں۔ وہ گوسان کو...... چاہے وہ بچہ ہی کیوں نہ ہو...... چھونے کی جرأت نہیں کرتے تھے۔ مرنے کے وقت البتہ انکی خواہش ہوتی کہ وہ گوسان کے پاؤں کو چھو لیں۔

یہ تمام لوگ' یہ اچھوت جاتی بوجھی غربت اور ذلت کی زنجیروں میں جکڑے ہوئے تھے اور ستم بالائے ستم افیم کی لعنت کا بھی شکار تھے۔ اندرناتھ کے دل میں جگہ پانے والے ان لوگوں میں سے آدھے ایسے تھے جو جوان ہونے سے پہلے تاریکی میں دیکھنے کے قابل نہیں رہتے تھے۔

وہ رہے! اسکی شان وشوکت اور بلند مرتبتی کو پوجنے والے' پیچھے بھاگے آ رہے ہیں۔ اسے انہیں کہنا چاہیے ''جاؤ' واپس جاؤ' واپس جاؤ'' ......؟

......اسکی آنکھیں آنسوؤں سے بھر آئیں...... کیا کیا ہے اسنے ان لوگوں کے لئے؟ ان کی بہبود اور خوشی کے لئے آج تک اس نے کیا کوشش کی؟ ...... ہاں' اب وقت آ گیا ہے۔ یہ ہے موقع! مہورا' اسکی ہدایت کے مطابق' زمین کے سارے کاغذات اپنے ہمراہ لایا ہے۔ وہ ایک ایک کسان کے پاس جائے گا' گرگارہ' کھاپی گاؤں' نارگاؤں' گورائی ماڑی اور دوسری جگہوں پر ایک ایک کسان کے پاس جائے گا۔ ان کے بانسوں کے دروازے کے سامنے کھڑا

ہو کر' ان سے پوچھے گا۔

''کیا دکھ اور تکلیف ہے تمہیں؟ تمہارا مسئلہ کیا ہے؟ تمہارا اناج ختم تو نہیں ہو گیا؟ تم میں سے کسی کو ٹی بی یا کالا بخار تو نہیں؟ بیل خریدنے کے لئے تمہیں پیسوں کی فوری ضرورت تو نہیں؟ ہاں' وہ ان سے' ان کے متعلق' ہر بات جاننے کی کوشش کرے گا۔ وہ اکیلا جائے گا' کسی اور کو ساتھ جانے کی ضرورت نہیں۔ آدمی اکیلے جا کر' اکیلے گھوم پھر کر ہی' وہ کچھ جان سکتا ہے جو وہ جاننا چاہتا ہے۔

ہاتھی کے کانوں پر ڈنڈے کی ضربوں کے نشانات پر' اندر ناتھ کی نظر پڑی۔ کچھ زخم تو مندمل ہو گئے تھے' خالی بدرنگ سے دھبے رہ گئے تھے اور بعض زخم ابھی تک بھرے نہیں تھے اور ان' ابلے چاولوں کے ابال کی سی سفیدی دکھائی دے رہی تھی۔

آہا! سڑک کے دونوں جانب کتنی شادابی اور زرخیزی ہے! جہاں تک نگاہ اٹھتی ہے' سر سبز درخت اور پھولوں سے بھری کیاریاں اور پودے دکھائی دے رہے تھے۔ ہر طرف سبزہ ہی سبزہ ہے جیسے اس رنگ کو تقریباتی لباس کا درجہ دے دیا گیا ہو۔

اندر ناتھ کا ذہن اپنے آباؤ اجداد کی طرف چلا گیا۔ چار سو سال پہلے جب وہ قنوج سے یہاں آئے تھے تو شاید فطرت کی رنگینی اور خوبصورتی نے ان کا دل اتنا موہ لیا ہو گا کہ وہ یہیں رہ پڑنے پر مجبور ہو گئے ...... یہی وہ جگہیں نہیں جہاں اس کے باپ دادا مغل پٹھان اور باغ بال جیسے کھیل کھیلا کرتے تھے۔ ان کھلے میدانوں میں' ان درختوں کے نیچے!

ان کے آگے جانے والے' ساز و سامان سے لدے چھکڑے' خاصے تیز نکل کر' نظر سے اوجھل ہو گئے تھے۔ ہاتھی بھی خاصا تیز چل رہا تھا۔ اس کے پیچھے دوڑتے آنے والے لوگ اب خاصا پیچھے رہ گئے تھے۔ پیچھے صرف بولو اور اسکے ساتھ گپ شپ کرتے چند پیروکاروں کی سائیکلوں کی آوازیں آ رہی تھیں۔

اس ہاتھی پر پہلی دفعہ سوار ہو دار کھا گیا تھا' پھر بھی اس نے کوئی پریشانی پیدا نہیں کی اور خراماں خراماں جانب منزل رواں رہا' لیکن اندر ناتھ بے سکون تھا' اسکے ذہن میں آندھیاں سے چل رہی تھیں۔ وہ کسی جال میں پھنسی ہوئی مچھلی کی طرح تڑپ رہا تھا۔ وہ خود کو' صلیب پر لٹکے ہوئے کسی آدمی طرح بے بس محسوس ہو رہا تھا۔

☆☆☆

MashalBooks.org

سب کچھ معمول کے مطابق لگ رہا تھا۔لوگ فصل کی کٹائی میں مصروف تھے۔خاص ملازم دھان کے گٹھر بنا رہے تھے اور ایک جانب رکھتے جا رہے تھے۔ بظاہر کوئی رکاوٹ نہیں تھی' ہر کام جوش وخروش سے ہو رہا تھا......اندر ناتھ ہاتھی سے نیچے اترا اور یوریئم درخت کی شاخوں کے نیچے کھڑا ہو گیا۔ بولو اور گرگارہ کے پیروکار اپنی سائیکلوں سے اترے اور چپ چاپ ان سرگرمیوں کو دیکھنے لگے۔

''اپنی موجودگی کا دبدبہ دیکھو'' بولو نے کہا۔''یہاں آنے اور تمہارے آدمیوں سے لڑنا تو دور کی بات ہے' وہ تو اپنے گھر سے باہر ہی نکلے۔''

''کیا ہوا اگر آج کمیونسٹوں نے انہیں بھڑکا دیا ہے۔'' گرگارہ کا ایک پیروکار بولا۔ ''ان کے باپ دادا کا تعلق تو رہا ہے' پرانے گوسانوں سے۔کیا کیلا اچانک پک سکتا ہے؟''

اندر ناتھ خاموش رہا۔ کام خوش اسلوبی سے ہو رہا تھا مگر اس کے ذہن میں کھچڑی سی پک رہی تھی۔خوشی یا ذہنی سکون تھا ہی نہیں۔اس کے دل میں نا معلوم سی کسک برابر ہو رہی تھی ......یہ کسان تو پرانے گوسان کے زمانے کے ہیں مگر اس وقت تو یہ ساری زمینیں دریا برد تھیں۔انہوں نے اس کی بازیابی کے لئے نہ جانے کیا کیا خواب دیکھے تھے' کیا کیا امیدیں دل میں جگائی تھیں۔کمیونسٹوں نے انہیں' یہ کہہ کر' اکسایا تھا۔

''گوسان اگر کئی سالوں تک ٹیکس دیتا رہا ہے تو اس سے کیا فرق پڑا؟ اگر یہ زمین دریا برد ہی رہتی تو گوسان کیا کر لیتا؟ وہ ایسے ہی زمین پر قبضہ جما سکتا ہے۔اسے اپنے کندھوں پر ہل رکھ کر یہاں آنا چاہیے اور اپنے ہاتھوں سے کاشت کرنی چاہیے۔''

کچھ دور سرکنڈوں کے باہم ٹکرانے کی آواز' دھان کی فصل کے کاٹے جانے کے شور میں دبتی اور ابھرتی محسوس ہو رہی تھی۔ گاؤں سے ذرا اور آگے تک' کوئی آواز نہیں تھی ......چاول چھاننے کا شور بھی نہیں تھا......صرف سرکنڈوں کی سرسراہٹ عجیب سی آواز تھی......شش شش شش

قریب ہی ایک اونچی جگہ تھی۔ ۔لکڑی کے کسی سٹول کی طرح چوڑی اور چپٹی! کبھی یہاں کوئی بڑا درخت رہا ہوگا۔ پھر کسی نے اسے کٹوا دیا۔اندر ناتھ نے اس اونچی جگہ کو دیکھا۔ لوگوں کو مخاطب کرنے اور ان سے بات کرنے کا اچھا پلیٹ فارم ہو سکتا تھا...... کٹائی کرنے والے بندے ہنسی مذاق کر رہے تھے۔

''دیکھو' کیا ہوا ؟ گوسان اپنے ہودے پر یہاں آیااور یہ لوگ بھیگی بلی بنے' اپنے گھروں میں دبکے ہوئے ہیں۔ ہا'ہا! گوسان بہرحال' گوسان ہے۔ اسکی توجہ حاصل کرنے والا کوئی کوئی خوش نصیب ہوتا ہے۔ لیکن یہ لوگ !ان پر تو بدقسمتی کی مہر لگ گئی ہے۔ یہ گوسان کے دشمنوں کیمونسوں سے جا ملے ہیں!''

اس کے سینے میں دوبارہ شدید درد کی لہر اٹھتی ہے۔ اندرناتھ' آہستہ آہستہ اس چبوترے کی طرف بڑھا۔ اس پر چڑھ کر' سیدھا کھڑا ہو گیا۔

ہر شخص' اسے اچانک وہاں دیکھ کر اور اسکی اونچی آواز سن کر حیران رہ گیا۔ اس نے اپنا ایک ہاتھ آسمان کی جانب اٹھا رکھا تھا ''کہاں ہیں وہ کسان' جنہوں نے سب سے پہلے یہ زمین کاشت کی تھی؟ انہیں فوراً یہاں بلاؤ......اسی وقت......!''

کٹائی کرنے والے' اسکی بات سن کر حیرت زدہ رہ گئے۔ وہ کہنے لگے۔

''کیوں؟ گوسان! آپ انہیں کیوں بلوا رہے ہیں۔ آخر کیوں؟''

''تم نے فصل کاٹ لی۔ تم نے اپنا کام کر لیا۔ ادھیکار مہاپربھو کی خواہش پوری ہو چکی ہے۔

ان کاشت کاروں کو بلاؤ۔ میں انہیں کچا پٹہ دینا چاہتا ہوں!''

ماحول پر مکمل خاموشی چھا گئی۔ پتے کے گرنے کی آواز تک سنائی دے سکتی تھی۔

اندرناتھ' اسی انداز میں وہاں کھڑا تھا۔ وہ اچانک ایک خوفناک اور تیز چیخ فضا میں گونجی اوئی' اوئی' اوئی...... یہ آواز سن کر' ہر کسی کے کان کھڑے ہو گئے۔

اچانک کئی آدمی' اپنے ہاتھوں میں برچھیاں' نیزے اور نوکیلے بانس اٹھائے' مختلف جھاڑیوں کی آڑ میں سے نکل کر باہر آ گئے اور تیزی سے' اپنے اپنے ہتھیار لئے' میدان اور کھلیانوں میں دوڑنے لگے۔

ہاں ہاں !وہاں !نیزے ......نوکیلے بانس کے بھالے ہیں ......گوسان کے خیرمقدم کے لئے کوئی ڈھول نہیں بج رہے ......نہ کوئی بانسری کوک رہی ہے ......نیزے چمک رہے ہیں۔ قیمتی زندگی بچانے کے لئے' بھاگو! بھاگو!......بہت لوگ ہیں اور ہم بہت کم ہیں' بھاگو! جلدی' جلدی' یہ بانسوں کے بھالے پکڑو' چھکڑے سے اٹھاؤ نیزے! جلدی کرو!

ہاتھی کی کمر پر بیٹھا مہاوت چیخنے لگا ''ڈھول بجاؤ' جھانجھیں بجاؤ! انہیں واپس دھکیل دو!''

MashalBooks.org

''گوسان کیا میں ہاتھی کو چھوڑ دوں؟...... بولونا' گوسان! بولو!''

''یہ لو وہ تو آ گئے۔ بھاگو' گوسان بھاگو! وہ بالکل سر پر آ پہنچے ہیں......!

گوسان' بھاگو' جان بچاؤ!...... وہ سر پر آ پہنچے ہیں......!''

پھر' ایک سیکنڈ کے ہزارویں حصے میں ...... کیا خوفناک لمحہ تھا...... انکی آنکھوں کے سامنے کسی نے بانس کا نوکیلا بھالا' اندرناتھ کے سر کے پچھلے حصے میں دے مارا۔ وہ گر پڑا۔ اسی لمحے اور بے حس و حرکت زمین پر ہی پڑا رہا......

''اس نے مار دیا! مار دیا!''

''اسے تھامو' ارے اسے پکڑو!''

''اوہ کون ہے وہاں؟ اسے پکڑو!''

''اوہ خون! خون......! ہر طرف خون ہی خون!''

زمین' آسمان ...... ساری کائنات اسکی آنکھوں کے سامنے گھوم رہی تھی۔ اس نے اپنی پوری ہمت یکجا کر کے اٹھنے کی کوشش کی لیکن اسی لمحے ایک دو ضربیں اور لگیں اور وہ دوبارہ زمین پر ڈھے گیا۔

اندرناتھ کے آنکھوں میں گہری دھند سی چھا گئی۔ اسی دھندلے تصور میں اسے کئی چہرے دکھائی دیئے۔ وہ رہے اسکے والد! کھڑاؤں والے مقدس کمرے میں کھڑے! لیکن ننگے پاؤں! اور وہ اسکی ماں جی' جس نے کبھی گھر سے باہر جا کر نہیں دیکھا؟ وہ آج بھاگتی ہوئی بڑ کے درخت تک آ گئی ہے! کون سنبھالے ہوئے ہے اسے؟ کیا یہ درگاہ ہے؟ اس کے ہاتھوں کو پکڑے اور دباتے ہوئے وہ چیخ رہی ہے۔ ''کس نے زخمی کیا ہے تمہیں؟ کس نے مار ڈالا ہے تمہیں؟ میرے پیارے' میری زندگی!''

آہ! آہ! کیا یہ گری بالا ہے؟ جو جل کر راکھ ہو گئی تھی۔ پھر یہ کون کھڑا ہے؟ بڑے واضح لفظوں میں' وہ کہہ رہی ہے۔ آؤ! میرا ہاتھ تھام لو اور میرے ساتھ چلو!'' آہ! یہ سب لوگ ...... مہورا' گومتی' پروہت اور عورتیں ...... کس کو سنبھالے ہوئے ہیں؟ کیا وہ ایلی مان ہے؟ وہاں' وہ بھاگ رہی ہے۔ اسکے بال بکھرے ہوئے ہیں۔ ایلی! ایلی! جگالیہ خشک ہو گیا ہے۔ اب تو یہ ہڈیوں اور ڈھانچوں کا دریا رہ گیا ہے...... نہیں' یہ دریا نہیں رہا۔ یہ تو ہڈیوں اور کانٹوں کا جنگل ہے۔ اور...... اسکے اپنے خون کے چھینٹے ان کانٹوں اور ہڈیوں پر گر رہے ہیں۔ ہاں

MashalBooks.org

'اس کا اپنا خون!......

☆☆☆

انیس سو اکاسی!

زمین کی حدود ملکیت کا قانون کسی طوفان کی طرح آیا اور بہت کچھ بدل کر رہ گیا۔ اس قانون میں بہت سی ترامیم ہوئیں۔ مختلف گوسانوں کی اولاد کو کئی کئی روز تک عدل و انصاف کے دالانوں کے چکر لگانے پڑے۔ بعض زمین داروں کے بچے تو کتابوں کی دکان یا گوشت کی دکان کھولنے کے بارے میں سوچنے لگے۔ ان کی زمینیں ہمیشہ کے لئے ان سے چھن چکی تھیں۔ اپنی زمین کی قیمتی جائیدادوں کی ہیرا پھیری کے چکر میں 'ایک یا دو گوسانیوں کو ......جنہوں نے کبھی بات گھر سے قدم نہیں رکھا تھا......نہ صرف گوہاٹی کی عدالتوں تک چکر لگانے پڑے بلکہ جیل کی سلاخوں کے پیچھے جاتے بال بال بچیں۔

1980ء میں اس علاقے میں بجلی پہنچ گئی۔ مگر اس سے کچھ گھروں کی رونق ہی دوبالا ہوئی۔ باقی گھروں میں آج بھی وہی سرسوں کا تیل مٹی کے دیوں میں جلتا ہے یا مٹی کا تیل لالٹینوں میں! جگالہ کے کناروں پر 'اب گوسان اور برہمن گھرانوں کی لڑکیاں نچلی ذات کے لڑکوں کے ساتھ شادی رچا رہی ہیں۔ اکثر گھروں میں افیم کی لعنت دکھائی نہیں دیتی۔ مگر کسی کسی گھر سے افیم کے ڈوڈوں کے فرائی کئے جانے کی بو اب بھی آتی ہے۔

بہاری یا کابلی تاجر اب بعض اوقات' ستر کا چوری چھپے چکر لگاتے ہیں۔ نچلی ذات کی لڑکیوں کو شادی کے جھانسے میں پھنسا کر' عمومی رسم و رواج کے مطابق شادی کر کے' یہاں سے لے جاتے ہیں۔ لیکن' یہ لڑکیاں جلد ہی تباہ و برباد ہو کر واپس گھر آ جاتی ہیں یا انہیں جسموں کی منڈی میں بیچ دیا جاتا ہے......

ہائی سکول بہت پھیل گیا ہے۔ مرزا کے قریب ایک کالج بن گیا ہے۔ لڑکے لڑکیاں یہاں آزادانہ ملتے جلتے ہیں اور تعلیم بھی لیتے ہیں۔ یہاں کے تعلیم یافتہ بعض لوگ بڑے افسر بن گئے ہیں۔

1981ء میں' تیس سال بعد' پرانے لکڑی کے پل کی جگہ جدید فولادی پل تعمیر ہو چکا ہے۔

بولو کا اچانک اس کمیونسٹ لیڈر سے آمنا سامنا ہو گیا' جس نے کسانوں کو اندر ناتھ کے مارنے پر اکسایا تھا۔ یہ وہی شخص تھا جسے پرانے گوسان کی ناجائز اولاد کہا جاتا تھا۔ وہ کافی

عرصے پہلے، جیل سے رہا ہو کر، آ گیا تھا۔ اسکے دل میں غریب اور لاچار لوگوں کے لئے 'اندرناتھ سے کچھ کم درد نہیں تھا۔ اس کی ماں بھی نچلی ذات کی تھی اور گوسان کی عنایات کی بدولت اس کا درجہ بلند ہو گیا تھا۔ بولو اور اس کے آدمی کی ملاقات سالوں بعد ہوئی مگر وہ ایک دوسرے کو باآسانی پہچان گئے۔ دونوں کے سر، داڑھی اور مونچھوں کے بال سفید ہو چکے تھے۔ جسم کمزور ہو گئے اور کھال لٹک گئی تھی۔ دونوں ہی اپنی زندگی کے آخری دور سے گزر رہے تھے۔

بولو نے ہاتھ اٹھا کر، اسے روکا۔ وہ بھی (خوش دلی سے) بلاتوقف رک گیا۔ بولو نے اس سے پوچھا:

''تم نے خون کا دریا بہا کر زمین پر قبضہ کر لیا تھا۔ کیا تم غریب کسانوں میں صحیح طریقے سے زمین تقسیم کر پائے؟ کیا، وہ تیس سال بعد، مطمئن اور خوش حال ہیں؟''

لیڈر خاموش رہا۔ بولو نے ہاتھ سے ایک طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا

''اس پل کے قریب، ہم نے اپنے سب سے محبوب گوسان کی چتا کو شعلوں کی نذر کیا تھا۔''

وہ لمحہ بھر اسے دیکھتا رہا۔ پھر آگے بڑھ کر...... جذباتی لہجے میں، اسکے ماتھے پر انگلی رکھتے ہوئے بولا

''تم...... تم نے اسے مارا تھا۔ وہ تم ہی تھے جس نے اسے کاٹ ڈالا تھا!''

لیڈر بھی تند و تیز لہجے میں چیخا ''کسانوں کے پیٹ خالی تھے اور تمہارا گوسان ...... دھان کی فصل اٹھا کر لے جانے کے لئے، ہاتھی کے ہودے پر آیا تھا۔ ایسا خوفناک مذاق تو کبھی کسی گوسان نے نہیں کیا ہوگا!''

''کیا تم نے قریب سے ہودے کو دیکھا تھا؟'' بولو نے پوچھا۔ ''اس ہودے کو تو دیمک چاٹ چکی تھی!''

یہ صرف مجھے معلوم تھا کہ اس کی روح کی گہرائیوں میں کیا چھپا تھا۔''

عمر کے اس حصے میں بھی بولو، اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکا۔ اس نے اپنا رومال نکالا اور اس سے آنسو پونچھنے لگا۔ پھر اس نے کہا۔

''اپنے آخری سانس لیتے ہوئے گوسان نے مجھ سے کہا تھا۔ میں جو تجربہ کرنا چاہتا تھا، کامیاب رہا۔ لیکن اب تم یہ کہتے ہو کہ کوئی پیٹ بھر، کھانا نہیں کھاتا۔ تیس سال گزر گئے اور ابھی تک لوگوں میں پیٹ نہیں بھر پائے۔ اور گوسان نے اپنی جان دے دی، یہ سوچتے

ہوئے......''

بولو فرط جذبات سے بے قابو ہوگیا۔ اس نے بہتے ہوئے آنسو پھر صاف کئے اور کہنے لگا۔

''یقین کرو! اسے ہودے میں بیٹھنے کی کوئی خواہش نہیں تھی۔ میں جانتا تھا کہ اس کے ذہن میں کیا لاوا ابل رہا ہے۔''

ساری زندگی انتقام کی آگ کو سینے میں چھپائے پھرنے والا شخص اتنی آسانی سے کیسے ہار مان لیتا۔ وہ کچھ دور بولو کے پیچھے چلتا رہا۔ پھر اس نے پوچھا۔

''کیا تم سچ بتا رہے ہو؟ کیا وہ ہودہ واقعی دیمک خوردہ تھا؟''

بولو نے مڑ کر اسے جواب دیا

''میں نے اپنے ہاتھوں سے ہودے کو ہاتھی کی پشت پر بندھوایا تھا۔ وہ ہودہ واقعی دیمک خوردہ تھا............''

☆☆☆

MashalBooks.org

MashalBooks.org

MashalBooks.org